عود ہندی

★

طبع اول : جون ۱۹۶۷ء

تعداد : ۲۱۰۰

ناشر : سید امتیاز علی تاج ، ستارۂ امتیاز
ناظم مجلس ترقیِ ادب ، لاہور

مطبع : ریڈنگ پرنٹنگ پریس ، لاہور

مہتمم : شیخ نصیرالدین

تصویر و سرورق : مطبع عالیہ ، لاہور

قیمت : سفید کاغذ ... روپے

اخباری کاغذ ... روپے

بعون صانع مکین و مکان بفضل خلاق زمین و زمان
۷۸
اردو کا کلاسیکی ادب
عودِ ہندی
از
مرزا اسد اللہ خاں غالب
ناشر
مجلس ترقی ادب ۲ نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور

فہرست

تعارف از مرتب - - - - ۵۱
پیش لفظ از مرتب - - - - ۷۵

(الف) عرض ناشر - - - - - ۱
ترتیب کتاب - - - - - ۳
(ب) پہلی فصل - - - - - ۴
دیباچہ عبدالغفور سرور - - - ۴
حمد و نعت - - - - - ۵
عرض مدعا - - - - - ۵
مدح غالب - - - - - ۶
نام کتاب و تاریخ - - - - ۱۰

خطوط

۱ - چودھری عبدالغفور سرور کے نام - - ۱۲

چودھری صاحب شفیق مکرمی کی خدمت میں بعد ارسال سلام مسنون - الخ (۱۸۵۸ء)

مضامین :

(۱) اپنے ذوق کا بیان (۲) عرفی کا شعر : منکہ باشم عقل کل ـــــ پر گفتگو (۳) عرفی کے دو اور شعر : دیوان گری الخ (۴) صاحب عالم کے نام (۵) خط نہیں پڑھا گیا (۶) چند دوست اور عزیز (۷) مرزا عباس بیگ (۸) منشی نبی بخش حقیر (۹) گفتی اور شدی -

۲ - چودھری عبدالغفور کے نام - - - ۱۸
بندہ پرور ! مہربانی نامہ آیا ، سر پر رکھا . . . (۱۸۵۸ء)

مضامین :

(۱) فارسی ادب شناسی کا طریقہ (۲) عرفی کا نعتیہ شعر: منکہ باشم (۳) شرح ، معنی ، مطلب (۴) عرفی کا ایک اور شعر : ایثار توبر دوختہ الخ (۵) دیوان کے لیے ایک مفید حوالہ (۶) والی ٹونک کی مدح میں قصیدہ (۷) ناموس نگہ داشتی عرفی کا شعر (۸) صاحب عالم سے (۹) حسرت ملاقات (۱۰) رباعی پر گفتگو (۱۱) گراں گوشی کی تاریخ (۱۲) نثر کی قسمیں (۱۳) نثر رنگین کا نمونہ (فارسی خط)

۳ - چودھری عبدالغفور کے نام - - ۳۱
بندہ پرور ! آپ کا تفقد نامہ محررہ پندرہ نومبر . . .
(۱۸ نومبر ۵۸ء)

مضامین :

(۱) ڈاک کے تین دن (۲) دستنبو (۳) حسن معذرت (۴) عرفی کا ایک شعر : من آں دریا (۵) صاحب عالم سے خطاب ۔

۴ - چودھری عبدالغفور کے نام - - ۳۴
چودھری صاحب ! آپ کا عنایت نامہ اس وقت پہنچا . .
(یکم دسمبر ۵۸ء)

مضامین :

(۱) تاریخ خط (۲) رسید دستنبو (۳) حکیم عبدالرحیم

(۴) صاحب عالم کے بارے میں۔

۵ ۔ چودھری عبدالغفور کے نام۔ - - ۳۵

جناب چودھری صاحب کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں اور شکر احسان بجا لاتا ہوں . . . . . (آغاز ۱۸۵۹ء)

مضامین :

(۱) قتیل کی فارسی دانی کا پس منظر (۲) کدہ کا استعمال ۔ (۳) نثر کی قسمیں ۔ (۴) حاشا ، حاش للہ کے معنی (۵) کلکتے کا ھنگامہ ۔ (۶) ابطال ضرورت تالیف بہار ۔ (۷) انتظاری متروک ہے ۔

۶ ۔ چودھری عبدالغفور کے نام۔ - - ۴۳

جناب چودھری صاحب ! آپ کو بعد ابلاغ سلام آپ کے خط کے پہنچنے سے آگہی دیتا ہوں (ابتداء مارچ ۱۸۵۹ء)

مضامین :

(۱) رسید خط (۲) شادی مبارک (۳) پنشن کا مقدمہ (۴) دھلی پنجاب میں۔۔۔صاحب عالم کےنام (۵) فارسی نویسی میں اصول (۶) کچھ صاحب برھان کے بارے میں (۷) قاطع برھان کی تیاری (۸) علم اخلاق کا ایک مسئلہ (۹) نظامی و فردوسی کا ایک شعر (۱۰) کم کے معنی ۔ (۱۱) لعل سپید یا پیل سفید (۱۲) شیر ناب و حرص و آزا (۱۳) حاشا ، حاش للّٰہ (۱۴) نثر کی قسمیں (۱۵) قتیل اور غیاث الدین (۱۶) 'دستور شگرف' کی عبارت سے بحث (۱۷) غیاث الدین سے بحث ۔

۷ - صاحب عالم کے نام - - - - ۵۲

می کنم عرض گو مکرر باش—پیر و مرشد! آج ہی ایک خط . . . . (آخر مارچ ، ۱۸۵۸ء)

مضامین :

(۱) براہ راست خط لکھنے کی وجہ (۲) نثر مرجز پر آخری گفتگو (۳) سجع اور وزن (۴) محقق طوسی آٹھ حرف فارسی میں نہیں مانتے (۵) ؤ ، کی بحث (۶) - بے مراد اور نامراد (۷) ناچار ، ناچارہ ، نااہار ، ناہار (۸)- شائگان ، ایطا (۹) قتیل و غیاث -

۸ - چودھری عبدالغفور کے نام - - - ۵۷

آج آپ کا تفقد نامہ مرقومہ یازدہم شعبان . . . .
(آخر اپریل ۱۸۵۹ء)

مضامین :

(۱) خط کی تاریخ غلط تھی ، خط جلدی ملا (۲) حکام سے مراسلت شروع ہو چکی (۳) پنشن نہیں ملی (۴) صاحب عالم نہ مانیں تو کیا (۵) شادی کی مبارک باد (۶) عطا حسین کے کلام پر اصلاح دینے کا وعدہ (۷) - فیض علی خان -

۹ - چودھری عبدالغفور کے نام - - - ۶۱

جناب چودھری صاحب کی یاد آوری اور مہر گستری کا شکر بجا لاتا ہوں (مئی ؟ . . . ۱۸۵۹ء)

مضامین :

(۱) رسید وصول یابیٔ قصیدہ و مثنوی (۲) مارہرے جانے کی تمنا (۳) ۔ مثنوی کی تعریف ۔

۱۰ ۔ چودھری عبدالغفور کے نام ۔ - - ۶۳

جناب چودھری صاحب آپ کے تلطف نامے کے ورود کی مسرت اور پارسل نہ پہنچنے کی حیرت . . . (مئی ؟ ۱۸۵۹ء)

مضامین :

عطا کی مثنوی پوسٹ کرنے کی رسید

۱۱ ۔ شاہ عالم کے نام - - - ۶۴

مخدوم زادۂ والا تبار حضرت شاہ عالم . . . (مئی ۱۸۶۰ء)

مضامین :

(۱) شاہ عالم کو واپسیٔ وطن کی مبارک باد (۲) ابھی اصلاح نہیں دے سکتا (۳) مارہرے اور کالپی جانے کے لیے تاخیر (۴) عبدالغفور و غلام رسول سے ملنے کی خواہش (۵) وزیر علی خان ڈپٹی کلکٹر دھلی میں ۔

۱۲ ۔ چودھری عبدالغفور صاحب کے نام ۔ - ۶۷

شفیق مکرم ، مظہر لطف و کرم! جناب چودھری صاحب کی خدمت میں بعد سلام . . . . (جون ۱۸۵۹ء)

مضامین :

(۱) پارسل مل گیا شکر ہے (۲) میر امداد علی (۳) ۔ غدر میں سکہ (۴) دھلی اردو اخبار (۵) بہادر شاہ کی تاریخ جلوس ۔

۱۳ ۔ ایضاً - - - - - ۶۹

شفیق میرے ، عنایت فرما میرے !
تمھاری مہربانی کا شکر بجا لاتا ہوں ۔ (جون ۱۸۵۹ء)
مضامین : (۱) دھلی اردو اخبار کی تلاش کا شکریہ
(۲) اخبار کے لیے کلکتے خط لکھنا ۔

۱۴ ۔ ایضاً - - - - - ۷۱
میرے شفیق دلی ، چودھری عبدالغفور صاحب کو
خدا سلامت رکھے . . . . (جولائی ۱۸۶۰ء)
مضامین : (۱) پتہ غلط لکھنے کی معذرت (۲) اخبار نہ
ملنے کا ذکر (۳) مثنوی 'ابر گہر بار' کہاں ؟

۱۵ ۔ شاہ عالم کے نام - - - - ۷۳
مخدوم زادۂ عالی شان ، مقدس دودمان ، امن و امان
وعز و شان علم و عمر . . . (اگست ۱۸۶۰ء)
مضامین : (۱) صاحب عالم ناراض کیوں ھیں ؟
(۲) چودھری صاحب سے تاخیر اصلاح کی معذرت (۳)
خطاب بہ شاہ عالم (۴) ڈپٹی میر وزیر علی کا خط ۔

۱۶ - چودھری عبدالغفور کے نام - - ۷۵
جناب عالی !
چھپا چھپا ، ترجمہ ھندی ھے ، ایک بار چھپا کفایت
. . . . (۱۸۶۱ء)
مضامین :

(۱) چودھری صاحب کے منظومے پر اصلاح ، چھا چھا کا استعمال (۲) پر فضا ، پر فزا (۳) اش ، ات ، ام کا قاعدۂ تحریر (۴) 'برہان قاطع' کی غلطی (۵) دکھنی بوھرہ۔

۱۷ - صاحب عالم کے نام - - - ۷۶

پیر و مرشد ، اس مطلع و حسن مطلع کو کیا سمجھوں اور اس کا شکر کیوں کر . . . . (۱۸۶۱ء)

مضامین : (۱) اپنی مدح میں آمدہ قصیدے کا شکریہ (۲) وبا سے بچ گیا (۳) خط نہیں پڑھا گیا (۴) 'پنج آھنگ' کا نسخۂ مطبوعہ .

۱۸ - چودھری عبدالغفور کے نام - - ۷۹

میرے مشفق کو میرا سلام پہنچے - دونوں مخمس بعد اصلاح پہنچتے ہیں . . . . (ستمبر ۱۸۵۹ء)

مضامین :

(۱) اصلاح کے وجوہ (۲) نداست کے معنی (۳) نداست و خجالت کا فرق (۴) طرح کے معنے (۵) تجویز تخلص (۶) اسمائے مؤنث تخلص کے لیے جائز الاستعمال ہیں - (۷) صاحب عالم کے نام (۸) صاحب عالم کے پاس غالب کے تصانیف (۹) ترک شعر گوئی (۱۰) ۵۷ء کے بعد کا کلام (۱۱) ۵۷ء کے بعد کا قطعہ و رباعی "بہ آدم زن بہ شیطاں طوق لعنت" _ الخ "دنیا ھیچ است و شادی و غم ھیچ است"

۱۹ - چودھری عبدالغفور کے نام - - ۸۳

میرے کرم فرما ، میرے شفیق - شعر_شرط اسلام بود الخ . . . . (۱۸۶۱ء)

مضامین :
(۱) مراسلت میں میرا دستور (۲) صاحب عالم کا خط واپس کرتا ہوں۔

۲۰ - عبدالغفور کے نام - - - ۸۴
میرے شفیق دلی کو میرا سلام پہنچے ، کل انشا . . .
(۱۸۵۹ء)

مضامین :
(۱) بہارستان کی رسید (۲) قطعۂ تاریخ کا وعدہ نہیں (۳) دلی والے مجرم ٹھہرے (۴) شعرگوئی ترک ، نہ معشوق ہے نہ ممدوح (۵) معتوب ہوں (۶) فن شاعری کے لوازم (۷) نجوم کے بارے میں (۸) مفروضات شعرا کے بارے میں ایک تجربہ ، وقت قبول دعا ، کالا اور زمرد ، چاندنی اور کتان (۹) نوروز ، تحویل (۱۰) - درستی طالع (۱۱) زندگی وبال ہے (۱۲) سکے کا قصہ (۱۳) ابوالحسن خرقانی کا قصہ (۱۴) قاطع برہان تیار ہے -

۲۱ - عبدالغفور کے نام - - - ۹۰
میرے مشفق ! آپ کا خط آیا ، اور اس کے آنے نے تمہاری رنجش کا وسوسہ میرے . . . . (ستمبر ۱۸۶۰ء)

مضامین :
(۱) خط آیا مطمئن ہوا (۲) رجسٹری کے بجائے بیرنگ (۳) پنشن ملی اب حساب بتاتے ہیں (۴) شہر کی مسماری - (۵) غلہ گراں موت ارزاں (۶) اناج کا بھاؤ (۷) سردی میں لو (۸) صاحب عالم کے نام (۹) میں نے آنے کا وعدہ کب کیا ؟ (۱۰) گوبند پرشاد کے بارے میں مطمئن رہیں -

(۱۱) محمد امیر کے نام (۱۲) قلزم خون کا شناور (۱۳) غدر کے دن کیسے گذرے -

۲۲ - چودھری عبدالغفور کے نام - - ۹۵

میرے مشفق چودھری عبدالغفور صاحب ! اپنے خط اور قصیدہ بھیجنے کا مجھ کو شکرگزار . . . .

(نومبر ۶۰ء)

مضامین :

(۱) رسید خط ، معذرت تاخیر اصلاح (۲) صاحب عالم سے - (۳) مختصر سوانح غالب - (۴) طالع کا اثر ، ممدوح نہیں جیتا - (۵) حیدرآباد قصیدہ کیا بھیجوں - (۶) یاس اور یاد موت - (۷) منشی نبی بخش مر گئے -

۲۳ - صاحب عالم کے نام - - - ۹۸

بعد حمد خداوند و نعت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

(جولائی ۱۸۵۹ء)

مضامین :

(۱) شاہ عالم کی شادی مبارک (۲) کمزوری کا عالم (۳) بے کلاہ و پیرھن (۴) دن کو نہیں سوتا (۵) قاطع برھان پر آخری نظر -

۲۴ - چودھری عبدالغفور کے نام - - ۱۰۰

حضرت چودھری صاحب ، عنایت نامۂ سابق - بیت ، تھا تو خط . . . . (جون ۱۸۶۲ء)

مضامین :

(۱) قاطع برہان جولائی ۶۲ء میں تیار ہو جائے گی (۲) ظہوری کے شعر کی شرح - - حبذا فیض تعاق معجز کلکش - . . . الخ - (۳) مروت کرد لازم برتوسیر . . . الخ - (۴) ظہوری کی عظمت -

۲۵ - چودھری عبدالغفور کے نام - - ۱۰۴

جناب چودھری صاحب کو سلام پہنچے ، آپ نے اپنے مزاج کی ناسازی کا حال کچھ نہ لکھا - (جون ۶۱ء)

مضامین :

(۱) سرور کی علالت - (۲) ''ماہ نیم ماہ'' کی مانگ - (۳) مہر نیمروز کی عبارت مشکل ہے - (۴) پرتوستان - (۵) صاحب عالم سے - (۶) آم اور غالب -

۲۶ - چودھری عبدالغفور کے نام - - ۱۰۶

بندہ پرور ، بہت دن کے بعد پرسوں آپ کا خط آیا الخ (۱۸۶۲ء)

مضامین :

(۱) پورا خط سادہ و مقفیٰ ہے - (۲) صاحب عالم سے خطاب -

۲۷ - چودھری عبدالغفور کے نام - - ۱۰۸

جناب چودھری صاحب ، سیاہی پھیکی ، کاغذ پتلا ، پیر و مرشد کی عبارت . . . . (۱۸۶۲ء)

مضامین :

(۱) نہ تمھارا خط صاف ، نہ صاحب عالم کا - (۲)

صاحب عالم کا خط واپس ہے ، صاف کرکے بھیجو ۔

۲۸ ۔ چودھری عبدالغفور کے نام - - - ۱۰۹

”چودھری صاحب مشفق مکرم کو میرا سلام— آپ
کا خط کہ سوائے چند . . . . (۱۸۶۳ء)

مضامین :

(۱) رسید خط اور خیریت طلبی ۔ (۲) صاحب عالم کی سرور سے محبت ۔ (۳) صاحب عالم سے ۔ (۴) فارسی دانی و ادب ۔ (۵) ابوالفضل و عرفی کا مکالمہ (مادری زبان اور کتابی زبان)۔ (۶) غالب اور ہندی اساتذۂ فن ۔ (۷) وارستہ و آرزو پر اعتراض کرتا ہے ۔ (۸) جامہ گذاشتن کے معنے اور قتیل پر الزام ۔ (۹) ہمہ کس صحیح ہے ۔ (۱۰) حاش للہ قبل کلمۂ نفی ۔ (۱۱) صائب کی سندیت ۔ (۱۲) کلیم کے معنے۔ (۱۳) کریمے کی ’ے‘

۲۹ ۔ چودھری عبدالغفور کے نام - - - - ۱۱۷

بندہ پرور ، پرسوں تمھارا خط آیا ، آج جواب لکھ رہا
ہوں . . . . (۱۸۶۳ء)

مضامین :

(۱) بیماری کا عالم (۲) سلس البول (۳) صاحب عالم خفا ہیں (۴) اصول سبک شناسی (۵) فارسی کے تین طرز (۶) اردو کے چھ شاعر : میر ، سودا ، قائم ، مومن ، ناسخ ، آتش ۔

۳۰ ۔ چودھری عبدالغفور کے نام - - - ۱۲۱

ایک عبارت لکھتا ہوں ، چونکہ لفافہ جناب چودھری عبدالغفور . . . . (۱۸۶۲ء)

مضامین : (۱) صاحب عالم سے خطاب (۲) بیماری کا حال (۳) اصلاح اشعار ترک ۔

۳۱ - چودھری عبدالغفور کے نام - - ۱۲۲

اھاھا ! جناب منشی ممتاز علی خاں صاحب (۱۸۶۳ء)

مضامین : (۱) ممتاز علی مارہرے میں (۲) دیباچہ "عود ہندی" کی اصلاح (۳) بیماری ۔

دوسری فصل

۳۲ - انورالدولہ کے نام - - - ۱۲۵

قبلۂ حاجات ! قصیدہ دوبارہ پہنچا - چونکہ پیشانی پر دستخط کی جگہ نہ تھی ، ناچار اس کو . . . . (۱۸۵۳ء)

مضامین :

(۱) شفق کا قصیدہ ظفر کے لیے (۲) غیاث اللغات و غیاث الدین (۳) اشتیاق ملاقات (۴) تیاری سفر اور التوا (۵) مرزا اورنگ خاں ۔

۳۳ - انورالدولہ کے نام - - - ۱۲۸

پیر و مرشد ! اگر میں نے امید گاہ (۱۸۵۶ء)

مضامین :

(۱) غدر (۲) حکیم احسن اللہ خاں کی سخن فہمی ۔ (۳) یاس کا عالم (۴) مہر کھدوانے کا ذکر ۔

۳۴ - انورالدوله کے نام ۱۳۰
پیر و مرشد ! حضور کا توقیع خاص اور آپ کا نوازش نامه . . . . (۱۸۵۶ء)
مضامین :
(۱) رسید خط اور خیریت طلبی (۲) سینتیس روپے -
۳۵ - شفق کے نام - - - - ۱۳۱
پیر و مرشد ، آداب ! مزاج مقدس الخ - (۱۸۵۴ء)
مضامین :
(۱) مسہل لے چکا (۲) قلق و عسکری و شفق کی تعریف -
۳۶ - شفق کے نام - - - - ۱۳۳
قبله و کعبه ، کیا لکھوں ؟ امور نفسانی میں اضداد الخ - (۱۸۶۱ء)
مضامین :
(۱) هم طالع و همدرد (۲) عزیزوں کے شکوے (۳) عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ (۴) تاخیر جواب کے وجوہ (۵) استمزاج قلق (۶) جواب طلبی کا انداز -
۳۷ - شفق کے نام - - - - ۱۳۷
ناوک بیداد کا هدف ، پیر خرف ، یعنے غالب - الخ (۱۸۶۲ء)
مضامین :
بے تکلفی اور اصلاح میں غلطی کا اقرار -

۳۸ - شفق کے نام - - - - - ۱۳۸

کیوں کر کہوں کہ میں دیوانہ نہیں ہوں (۱۸۵۵ء)

مضامین :

(۱) بے تکلفی و انداز بیان (۲) تجویز انداز علاج - (۳) مسہل لے رہا ہوں (۴) ایک نئی فارسی غزل : اے ذوقِ نواسنجی . . . . الخ -

۳۹ - شفق کے نام - - - - - ۱۴۲

للہ الشکر کہ پیر و مرشد کا مزاج اقدس بخیر و عافیت ہے - (اکتوبر ۱۸۵۵ء)

مضامین :

خیریت کی خوشی (۲) یہ دوسرے خط کا جواب ہے (۳) کل تیسرا مسہل ہے (۴) 'ارنی' کی ساکن و متحرک - (۵) غزل کی تعریف اور فارسی کہنے کی فرمائش (۶) (۶) اصلاح - ۷ - دوسروں کی غزل کے ساتھ ان کے تخلص و حالات کی ضرورت ہے -

۴۰ - شفق کے نام - - - - - ۱۴۴

پیر و مرشد ، یہ خط لکھنا نہیں ہے ، باتیں کرنی ہیں . . . . (جون ۱۸۵۶ء)

مضامین :

(۱) بے تکلفی کا آغاز (۲) مہر کا قصہ -

۴۱ - شفق کے نام - - - - - ۲۴۵

قبلہ و کعبہ ! وہ عنایت نامہ جس میں حضرت نے

مزاج کی . . . . (نومبر ۱۸۵۶ء)
مضامین :
(۱) خیریت طلبی (۲) کبوتروں کا نسخہ (۳) سیدالعلما کے لیے تاریخ وفات ۔
۴۲ ۔ شفق کے نام - - - - ۱۴۸
پیرو مرشد معاف کیجیے گا
میں نے جمنا کا کچھ نہ لکھا حال (۱۸۶۰ء)
مضامین :
(۱) جمنا کا سیلاب (۲) قلق سے معذرت (۳) گرمی میں میرا حال ۔
۴۳ ۔ شفق کے نام ۱۴۹
حضرت پیر و مرشد ، اگر آج میرے سب دوست اور عزیز یہاں . . . . (۱۸۵۸ء)
مضامین :
(۱) خط آیا (۲) شوق ملاقات (۳) شفق کے نقصان پر اظہار افسوس (۴) دستنبو ۔
۴۴ ۔ شفق کے نام - - - - ۱۵۱
پیر و مرشد ! ایک نوازش نامہ آیا اور دستنبو کے پہنچنے کا . . . . (نومبر ۱۸۵۸ء)
مضامین :
(۱) رسید وصول یابی دستنبو پر خوشی (۲) دم دارستارہ (۳) تصوف و نجوم سے واقفیت (۴) دم دار ستارہ کی حقیقت

(۵) دلی میں چراغاں (۶) کمپنی کی حکومت کا خاتمہ۔

۴۵۔ شفق کے نام - - - - - ۱۵۵

پیر و مرشد ! آداب ! تتمۂ غلط نامۂ قاطع برہان۔

(اگست ۱۸۶۲ء)

مضامین :

(۱) قاطع برہان کا دوسرا غلط نامہ (۲) قاطع پر دو اعتراض : (الف) نام غلط ہے (ب) انگلستان کا نون گرتا ہے۔ (۳) دربار اودھ سے تعلقات اور ایک صاحب کا فریب (۴) مدح امجد علی شاہ کا ذکر (۵) دلی والے مراق اور خفقانی ہیں (۶) بارش کا بیان (۷) مکان کیوں گرے۔

۴۶۔شفق کے نام - - - - - ۱۶۱

پیر و مرشد ! بارہ بجے تھے، میں ننگا اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا۔۔۔۔۔

(۱۸۶۰ء)

مضامین :

(۱) خط ملنے کا وقت ، (انداز بیان) (۲) اصلاح کا ذکر (۳) اسرارالحق کا پیام (۴) شکوۂ تاخیر جواب۔ (۵) دلی پر پانچ یورشیں : باغی ، انگریز ، قحط ، ہیضہ ، بخار (۶) احباب و شہدائے جنگ آزادی (۷) میاں نظام الدین کی جائداد ضبط۔

۴۷۔ شفق کے نام - - - - - ۱۶۴

خداوند نعمت ! شرف افزا نامہ پہنچا۔ شاہ اسرارالحق الخ۔

(اگست ۱۸۶۰ء)

مضامین :

(۱) شاہ اسرارالحق ، مجذوب (۲) قصیدہ واپس ہے ۔
(۳) دھلی کی عمارتوں کی کھدائی (۴) مصائب شہر ۔

۴۸ - شفق کے نام - - - - ۱۶۶

پیرو مرشد! میں آپ کا بندۂ فرمان پذیر اور آپ کا حکم الخ ۔ (جون ۱۸۶۱ء)

مضامین :

(۱) ایک سفارش کا معاملہ اور غالب کا تردد ۔

۴۹ - شفق کے نام - - - - ۱۶۸

پیرو مرشد! شب رفتہ کو مینھ خوب برسا ۔ (۱۸۶۰ء)

مضامین :

(۱) بارش و خنکی (۲) غالب بارگاہ شفق میں (۳) نواب ضیاءالدین نسب نامہ بھیجنے پر شکرگزار ھیں (۴) شوخی و ظرافت (۵) قلق کو منا رہے ھیں ۔

۵۰ - شفق کے نام - - - - ۱۷۰

پیر و مرشد ! کورنش ، مزاج اقدس ، الحمدللہ ۔
(جولائی ۱۸۶۰ء)

مضامین :

(۱) انداز بیان و اداب (۲) قلق کی معافی (۳) کپتانی اور غالب (۴) ضیاءالدین خان شملے میں ۔

۵۱ - مرزا یوسف علی خان عزیز کے نام - ۱۷۲

بھائی ! تم کیا فرماتے ہو ؟ جان بوجھ کر انجان بنے
جاتے ہو۔
(۱۸۵۹ء)
مضامین :
(۱) میرا کلام کہاں (۲) دستنبو منگا لو

۵۲ - مرزا یوسف علی خاں کے نام - - ۱۷۴
میاں ! کل زین العابدین فوق کا خط الخ -

مضامین :
(۱) موتیوں کا پھنکایا نوالہ ؟ (۲) ضرورت اور قافیہ
(۳) سانس مذکر ہے (۴) سیف : عدو کش ، کمند : عدو بند
زلف : شبرنگ و شبگون ، سخن : بن ، تن - قبۂ خشخاش -

۵۳ - میر مہدی مجروح کے نام - - ۱۷۶
برخوردار ! تمہارا خط آیا ، حال معلوم ہوا -
(۱۸۶۰ء)

مضامین :
(۱) تاخیر جواب کی وجہ (۲) الور کا حال (۳)
قصے ہیں اور شراب بھی -

۵۴ - مجروح کے نام ۱۷۹
آ ہا ہا ! میرا پیارا میر مہدی آیا (فروری ۶۰ء)

مضامین :
(۱) یہ رام پور ہے (۲) مکان ڈاک گھر کے قریب
ہے -

۷۵ - مجروح کے نام - - - ۱۸۰

اے جناب میرن صاحب ! السلام علیکم الخ ۔

(۱۸٦۱ء)

مضامین :

(۱) محبت کی باتیں اور خط سے لطف اندوزی (۲) مجروح کی علالت (۳) چراغاں میں میرن صاحب سے مذاق ۔ (۴) پانی بوس رہا ہے ۔

۷٦ - علاءالدین خاں کے نام - - - ۱۸۴

سنو! عالم دو ہیں ــ(مکمل خط) (جون ٦۱ء)

مضامین :

(۱) عالم ارواح کے مجرم (۲) داستان مختصر : ولادت حبس دوام ، فرار ، ھتھکڑیاں ، رام پور بھاگا (۳) وفات کی تاریخ (۴) غزلیں ۔

۷۷ - مجروح کے نام - - - ۱۸۷

او میاں سید زادۂ آزادہ الخ ۔ (مئی ۱۸٦۱ء)

مضامین :

(۱) دلی کی یاد (۲) مومن و ذوق کہاں (۳) کسی رشتے کے سلسلے میں تحقیق ۔

۷۸ - سرفراز حسین کے نام - - ۱۹۱

نور چشم راحت جاں ، میر سرفراز حسین الخ ۔

(۱۸٦۳ء)

مضامین :

(۱) خط کی تاثیر ، بوئے پیرھن (۲) ان کے آنے کا تصور (۳) الور کا حال (۴) کیا مجمع برھم ھوا ھے -

۵۹ - میر مہدی کے نام - - - ۱۹۳
سید خدا کی پناہ ، عبارت لکھنے کا ڈھنگ کیا آیا الخ
(مارچ ۵۹ء)

مضامین :

(۱) منه مہاسے (۲) دلی کے حالات (۳) گورنر نے دستنبو قبول کی (۴) پنشن کا فیصلہ اور گورنر جنرل کی رسید دستنبو -

۶۰ - مجروح کے نام - - - ۱۹۵
بھائی! ایک خط تمھارا پہلے پہنچا الخ (۱۸۵۹ء)

مضامین :

(۱) سرفراز حسین الور گئے (۲) نصیرالدین کا تعارف (۳) صوفی صافی -

۶۱ - مجروح کے نام - - - ۱۹۷
برخوردار نور چشم میر مہدی کو بعد دعائے حیات و صحت - (۱۸۵۹ء)

مضامین :

(۱) خیریت لکھو (۲) سرفراز حسین سے (۳) اب کس کا نام لے کر فاتحہ دوں -

۶۲ - مجروح کے نام - - - ۱۹۹

میری جان! سنو داستان ، صاحب کمشنر بہادر ۔
(مارچ ۱۸۶۹ء)
مضامین :
(۱) پنشن کا مقدمہ : سانڈرس سے ملاقات ، میکلوڈ کا خط ، ولایت کا کاغذ (۲) میکلوڈ نے دستنبو مانگی ہے (۳) گورنروں کے سارٹیفکٹ (۴) علی کی مدد ۔

۶۳ - مجروح کے نام - - - ۲۰۲
میاں کس حال میں ہو ، کس خیال میں ہو ؟
(مئی ۱۸۶۹ء)
مضامین :
(۱) میرن صاحب روانہ ہو گئے (۲) امام خاں کا روپیہ (۳) جلیبیاں ، قلاقند (۴) فقہ پڑھ کر کیا کرے گا (۵) غالب کا مذہب ۔

۶۴ - مجروح کے نام - - - ۲۰۴
واہ واہ ، سید صاحب تم تو بڑی عبادت الخ۔ (ستمبر ۵۸ء)
مضامین :
(۱) سردی (۲) اردو کے قتیل (۳) دلی کی تباہی ۔ (۴) بہادر شاہ کی روانگی کلکتہ (۵) دلی کی آبادی اور پنشن (۶) میرن صاحب ۔

۶۵ - مجروح کے نام - - - ۲۰۶
میاں کیوں تعجب کرتے ہو ، یوسف مرزا الخ ۔
(مارچ ۱۸۶۹ء)

مضامین :
(۱) یوسف مرزا اچھے ھیں (۲) لکھنؤ میں امن ھے -
(۳) دلی میں آبادکاری کے کارڈ -

۶۶ - مجروح کے نام - - - ۲۰۹
کیوں یار ! کیا کہتے ہو ؟ ہم کچھ آدمی - الخ
(مئی ۱۸۵۹ء)
مضامین :
میرن صاحب کو سسرال کا بلاوا -

۶۷ - مجروح کے نام - - - ۲۱۱
برخوردار ، کامگار میر مہدی ! (۱۸۵۸ء)
مضامین :
(۱) قطعہ کا بھیجنا ، ایک چھیڑ تھی (۲) مصروفیت
(۳) آم یا لیکیور -

۶۸ - مجروح کے نام - - - ۲۱۳
میری جان ! خدا تجھ کو ایک سو بیس برس کی عمر -
(فروری ۵۹ء)
مضامین :
(۱) پنشن (۲) مدد خرچ مل رہا ھے (۳) علی بخش
غلام حسین ، کشن لال ، متا (۴) مجھے سو روپے ؟ (۵)
آبادی بحال ہونے والی ھے -

۶۹ - مجروح کے نام - - - ۲۱۶
سید صاحب! ، نہ تم مجرم نہ میں گنہ گار - . . . .
(۲ فروری ۵۹ء)

مضامین :

(۱) مصطفیٰ خاں رہا ہو گئے (۲) سفر میرٹھ (۳) ٹکٹ اور بے ٹکٹ (۴) پنشن داروں کے نقشے کی تکمیل ۔ (۵) بروں کے حکم سے رہتا ہوں (۶) گھر برباد شہر آباد ۔

۷۰ - مجروح کے نام - - - ۲۲۰

میر مہدی ! جیتے رہو ، آفرین صد ہزار آفرین ۔

مضامین : (مارچ ۱۸۵۹ء)

(۱) آفرین بر مجروح (۲) پنشن (۳) مکلوڈ نے کتاب مانگی ہے ۔

۷۱ - مجروح کے نام - - - ۲۲۲

مار ڈالا یار تیری جواب طلبی نے (اپریل ۱۸۵۹ء)

مضامین :

(۱) گوشہ وتوشہ ، مفلس بے نوا (۲) پنشن کی رپورٹ (۳) میرن کا مذاق (۴) محمد نصیر کو حبس دوام (۵) روزہ خوار ۔

۷۲ - مجروح کے نام - - - ۲۲۳

خوبی دین و دنیا روزی باد الخ (۸ اگست ۵۸ء)

مضامین :

(۱) ایسے شہر میں کیوں رہو ، جہاں تمھارے نام کا کوئی اور ہو (۲) پنشن ، کوتوال کی رپورٹ (۳) ۔ غلام فخرالدین کی روبکاری (۴) دستنبو ختم ۔

۷۳ - مجروح کے نام - - - - ۲۲۶
سید صاحب ! تمھارے خط کے آنے سے وہ خوشی
ہوئی الخ (اکتوبر ۵۸ء)

مضامین :

(۱) اظہار همدردی (۲) الور جانے کا مشورہ (۳)
پنشن (۴) منشی امید سنگھ دستنبو چھپوا رہے ہیں (۵)
دستنبو کا ایک فرمہ باقی ہے (۶) امین الدین کی جاگیر اور
بادشاہ کی روانگی (۷) بلنک کا قتل -

۷۴ - مجروح کے نام - - - ۲۲۹
میری جان ! وہ پارسی قدیم الخ (۱۸۶۱ء)

مضامین :

(۱) خر اور خور (۲) مجتہد العصر کا خطاب (۳)
موسم کا حال -

۷۵ - مجروح کے نام - - - ۲۳۱
ہاں صاحب ، تم کیا چاہتے ہو، مجتہدالعصر . . . الخ
(ستمبر ۶۱ء)

مضامین :

(۱) لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں (۲)
محمد شاہی طرز کا خط (۳) طرز قدیم پر طنز (۴) حسن علی
خاں مر گئے (۵) بادشاہ پر ڈگری -

۷۶ - مجروح کے نام - - - ۲۳۴

سید صاحب ! کل پہر دن رہے ۔ الخ (جولائی ۶۱ء)

مضامین :

(۱) سرفراز حسین کی رام پور سے واپسی (۲) وبا (۳) وباے عام میں مرنا (۴) کلیات اردو چھپ گیا (۵) کلیات فارسی (۶) درفش کاویانی (۷) ۔عی دارم . . . (۸) ھڈرلے مر گیا ۔

۷۷ ۔ مجروح کے نام ۔ - - - ۲۳۸

جان غالب ! اب کے ایسا بیمار ہو گیا تھا الخ
(جون ۱۸۶۰ء)

مضامین :

(۱) بیماری و بے ہوشی (۲) خاک دھلی سے آشوب چشم

۷۸ ۔ مجروح کے نام ۔ - - - ۲۳۹

جان غالب ! تمھارا خط پہنچا الخ (جون ۶۱ء)

مضامین :

(۱) اصلاح (۲) دلی والے ؟ (۳) میر خیراتی کی حویلی (۴) دلی کے کنویں (۵) دلی کی کھدائی (۶) زبان دھلی (۷) ھڈرلے ۔

۷۹ ۔ مجروح کے نام - - - ۲۴۲

بھائی! کیا پوچھتے ہو ، کیا لکھوں الخ
(۲ ۔ دسمبر ۱۸۵۹ء)

مضامین :

(۱) دلی کے پانچ میلے (۲) ۱۵ دسمبر کو گورنر جنرل

کی آمد (۳) درباروں میں سے دو (۴) رئیسوں میں سے تین (۵) دلی کی تباہی دیکھ جاؤ۔

۸۰ - مجروح کے نام - - - ۲۴۳

میاں کیوں ناسپاسی و حقِ ناشناسی کرتے ہو الخ
(مئی ۱۸٦۰ء)

مضامین :

(۱) میرن صاحب کی چشم بیمار (۲) دریبہ بچ گیا۔ (۳) تنخواہ کی سنو (۴) ننگ بھوکا۔

۸۱ - مجروح کے نام - - - - ۲۴٦

میری جان ! تم کو تو بیکاری میں خط۔ الخ
(اکتوبر ۱۸۵۹ء)

مضامین :

(۱) خط ، شغل بیکاری (۲) حکیم اشرف علی نے سر منڈا دیا (۴) پانی پت سے خط (۴) آج شنبہ ۱۵ - اکتوبر (۵) کرنال سے خط کیوں نہ بھیجا (٦) میرن صاحب سے (۷) شہر کی آبادی ۔

۸۲ - مجروح کے نام - - - - ۲۴۸

واہ حضرت ، کیا خط لکھا ہے۔ الخ (۲٦- ستمبر ۱۸٦۲ء)

مضامین :

(۱) کیا خط لکھا ہے ؟ (۲) میرن صاحب سے باتیں۔ (۳) دلی کا خال (۴) محمد میر مر گئے (۵) دلی چلے آؤ۔

(٦) برسات کا حال اور مرزا کا کمال (٧) اظہار افسوس ۔ (٨) مہاراجہ کا اختیار (٩) سالک کا مصرع (١٠) میرن صاحب کے نام ۔

٨٣ ۔ مجروح کے نام ۔ ۔ ۔ ۲۵۳
۔ می نہ کند در کف من خامہ روانی ـ الخ
(١٣ ۔ دسمبر ١٨٥٩ء)

مضامین :

(١) موسم اور غالب (٢) پنشن (٣) میرن ، ان کی بیوی یا یوسف زلیخا ـ

٨٤ ۔ مجروح کے نام ۔ ۔ ۔ ۔ ۲۵۴
سید صاحب ! اچھا ڈھکوسلا نکالا ہے ۔ الخ
(٢٩ ۔ جولائی ٦٢ء)

مضامین :

(١) میرن صاحب سے مذاق (٢) سرفراز حسین کا "سلام" (٣) موسم کا حال ۔

٨٥ ۔ مجروح کے نام ۔ ۔ ۔ ۔ ۲۵٦
میری جان ، تو کیا کہہ رہا ہے ، بنیے سے سیانا ۔ الخ
(نومبر ١٨٥٩ء)

مضامین :

(١) شیخ چلی نہیں ہوں (٢) پنشن (٣) سوا رام پور کے ٹھکانا نہیں ۔

٨٦ ۔ منشی ہرگوپال تفتہ کے نام ۔ ۔ ۲۵٨

"رکھیو غالب مجھے اس درد نوائی میں معاف"
(۱۸۵۸ء)

مضامین :

(۱) مکرم حسین کو سلام (۲) مہر کو سلام و پیام (۳) تفتہ کی پر گوئی (۴) عیش کے معنی (۵) انگریز دوستوں کی یاد (۶) ہندوستانی عزیزوں کا غم -

۸۷ - مرزا حاتم علی مہر کے نام - - ۲۶۲
بہت سہے غم گیتی ، شراب کم کیا ہے (جولائی ۱۸۵۸ء)

مضامین :

(۱) غلام ساقی کوثر (۲) سلام کے جواب میں خط - (۳) جان جاکوب کا غم (۴) مہر کے کلام پر رائے (۵) غدر میں حکام سے کیسی رہی ؟ (۶) راجا بلوان سنگھ (۷) ہائے لکھنو -

۸۸ - مہر کے نام - - - - ۲۶۶
بندہ پرور! آپ کا مہربانی نامہ آیا - الخ (ستمبر ۱۸۵۸ء)

مضامین :

(۱)تاریخ دستنبو (۲) تفتہ ہاترس میں (۳) - اثنا عشری ہوں ، بارہ کا عدد لکھتا ہوں (۴) دستنبو میں اہتمام (۵) حقیر پر اعتماد (۶) دو جلدیں ولایت کے لیے (۷) جلدوں کی تکمیل میں اہتمام -

۸۹ - مہر کے نام - - - ۲۶۸

بھائی صاحب! از روئے تحریر مرزا تفتہ آپ کا ۔ الخ۔
(۲۱ ۔ ستمبر ۱۸۵۸ء)

۹۰ ۔ مہر کے نام ۔ ۔ ۔ ۲۷۰

مرا بہ سادہ دلیہائے من ۔ ۔ (۲۱ ۔ ستمبر ۱۸۵۸ء)

مضامین :

(۱) مہر و تفتہ کا خط (۲) معذرت (۳) جلدوں کی آرائش (۴) کیا کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ گیا ؟ (۵) کیا اڈمنسٹن گورنر ہوگئے ؟ (۶) لوح کی آرائش ۔

۹۱ ۔ مہر کے نام ۔ ۔ ۔ ۲۷۲

بھائی صاحب ! خدا تم کو دولت و اقبال روز افزوں عطا کرے ۔ الخ ۔ (۳۰ ۔ ستمبر ۱۸۵۸ء)

مضامین :

(۱) کتابوں کی لوحیں (۲) اڈمنسٹن سے آشنا نہیں (۳) اڈمنسٹن کا احسان (۴) ''مہربان دوستان'' کے بجائے ''مہربان مخلصان'' (۵) تفتہ کے نام پیام ۔

۹۲ ۔ مہر کے نام ۔ ۔ ۔ ۲۷۵

بھائی صاحب! آپ کے خامۂ مشکبار ۔ الخ ۔
(اکتوبر ۱۸۵۸ء)

مضامین :

(۱) طلائی لوح (۲) قصیدہ کہاں رکھا جائے ۔

۹۳ ۔ مہر کے نام ۔ ۔ ۔ ۲۷۷

مرزا صاحب! میں نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ۔ الخ ۔
(اکتوبر ۱۸۵۸ء)

مضامین :

(۱) میرا انداز تحریر (۲) کتاب تیار ہے (۳) میرا کلام ؟ (۴) ایک غزل : درد منت کش دوا نہ ہوا ۔

۹۴ ۔ مہر کے نام - - - - ۲۸۰

بھائی صاحب ! مطبع میں سے سادہ کتابیں ۔ الخ
(نومبر ۱۸۵۸ء)

مضامین :

(۱) سات جلدیں آئیں (۲) اڈمنسٹن گورنر (۳) گورنر جنرل کا سکریٹری کون ؟ (۴) غلام غوث کا حال ۔

۹۵ ۔ مہر کے نام - - - - ۲۸۱

بھائی جان! کل جو جمعہ روز مبارک و سعید تھا ۔ الخ
(۲۰ ۔ نومبر ۱۸۵۸ء)

مضامین :

(۱) سات جلدیں ملیں (۲) بارہ روپے قیمت جلد سازی کم ہو گی ۔

۹۶ ۔ مہر کے نام - - - - ۲۸۳

بندہ پرور! آپ کا خط کل پہنچا ۔ الخ (اکتوبر ۵۸ء)

مضامین :

(۱) کیا کسی پر دل آیا ہے (۲) غزلوں کے کچھ

شعر (۳) مولوی کرم حسین (۴) قطعہ چکنی ڈلی (۵) شیو نرائن سے ۔

۹۷ - مہر کے نام - - - ۲۸۷

خدا کا شکر بجا لاتا ہوں کہ آپ کو اپنی طرف ۔ الخ
(۲۰ - دسمبر ۱۸۵۸ء)

مضامین :

(۱) مہر کو فارسی نویسی کے لیے مشورہ (۲) قصیدہ بھیجو (۳) غزل کے چند شعر ۔

۹۸ - مہر کے نام - - - ۲۹۰

بھائی صاحب! تمھارا خط اور قصیدہ پہنچا ۔ الخ ۔
(جنوری ۱۸۵۹ء)

مضامین :

(۱) قصیدہ ملا (۲) پیش آمد اقبال مبارک (۳) مہر کا غائبانہ تذکرہ ۔

۹۹ - مہر کے نام - - - ۲۹۱

خود شکوہ دلیل رفع آزار بس است ۔ الخ ۔
(مارچ ۱۸۵۸ء)

مضامین :

(۱) درد دل کا علاج (۲) فن شکوہ (۳) مہر فرخ آباد میں (۴) تفتہ سکندر آباد میں ۔

۱۰۰ - مہر کے نام - - - ۲۹۲
شرط اسلام بود ورزش ایماں بالغیب - الخ -
(اپریل ۱۸۵۹ء)

مضامین :
(۱) مہر کی تصویر (۲) غالب کا سراپا (۳) ڈاڑھی رکھ لی (۴) اڈمنسٹن -

۱۰۱ - مہر کے نام - - - ۲۹۶
جناب مرزا صاحب ! آپ کا غم افزا نامہ پہنچا ، میں نے پڑھا - الخ - (جون ۱۸۶۱ء)

مضامین :
(۱) چناجان کی موت (۲) حسن بصری ، فردوسی ، مجنوں (۳) ستم پیشہ ڈومنی (۴) عشق محمد و آل محمد -

۱۰۲ - مہر کے نام - - - ۲۹۷
مرزا صاحب ! ہم کو یہ باتیں پسند نہیں الخ -
(۱۸۶۰ء)

مضامین :
(۱) مرشد کامل کی نصیحت (۲) چنا جان نہ سہی منا جان . . . (۳) وہی ایک حور ؟ (۴) مظہر کے اشعار کا مسدس (۵) مولوی عبدالوہاب کے نام -

۱۰۳ - مہر کے نام - - - ۲۹۹
صاحب میرے ، عہدۂ وکالت مبارک ہو - الخ -
(۱۸۶۰ء)

مضامین :

(۱) عہدۂ وکالت مبارک (۲) شعاع مہر کی تعریف ۔
(۳) عزیز دہلی میں ۔

۱۰۴ - انورالدولہ کے نام - - ۳۰۱
ہرگز نہ میرد آنکہ دلش ۔ الخ ۔
(۵ - فروری ۱۸۶۴ء)

مضامین :
(۱) تاریخ و وقت تحریر (۲) ۶۳ء میں بیماری کا حال
(۳) مرنے کی خبر ۔

۱۰۵ - خواجہ غلام غوث بے خبر کے نام ۳۰۳
قبلہ ! کبھی آپ کو یہ بھی خیال آتا ہے کہ کوئی ۔
الخ ۔
(۳۰ - جنوری ۱۸۵۹ء)

مضامین :
(۱) پنشن کا قصہ (۲) اڈمنسٹن کی گورنری (۳)
لفٹنٹ گورنری الہ آباد میں (۴) گورنر جنرل کی روانگی ۔

۱۰۶ - بے خبر کے نام - - - ۳۰۵
پیر و مرشد ! یہ خط بھی با کرامت ہے ۔ الخ ۔
(۲ - دسمبر ۵۸ء)

مضامین :
(۱) دستنبو کے نسخے ، گورنر ، سکریٹری کو ملے ؟

۱۰۷ - بے خبر کے نام - - - ۳۰۷
قبلہ ! اس نامۂ مختصر نے وہ کیا جو پارۂ ابر ۔ الخ ۔
(دسمبر ۵۸ء)

مضامین :

(۱) دستنبو کی رسید پر خوشی (۲) کتاب لندن گئی؟

۱۰۸ - بے خبر کے نام - - - ۳۰۹

قبلۂ حاجات ! عطوفت نامے کے آنے سے آپ - الخ -

(دسمبر ۱۸۶۸ء)

مضامین :

(۱) کتاب پہنچنے کی خوشی (۲) خود ملاحظہ فرما رہے ھیں ؟ (۳)طرز نا آشنا ھے (۴) سفارش کرو -

۱۰۹ - بے خبر کے نام - - - ۳۱۰

جناب عالی! آج دو شنبہ ۳ جنوری ۱۸۶۹ء کی ھے - الخ

(۳ - جنوری ۱۸۶۹ء)

مضامین :

(۱) تاریخ و وقت (۲) کمال یاس مقتضی استغنا (۳)

(۳) قطعۂ تاریخ وفات خود -

۱۱۰ - بے خبر کے نام - - - ۳۱۲

قبلۂ حاجات ! قطعے میں جو حضرت نے الھام - الخ -

(۳۱ جنوری ۶۹ء)

مضامین :

(۱) بیخبر کی روشن ضمیری (۱) اڈمنسٹن کی گورنری (۳) انگلینڈ جانے والی دستنبو - (۴) لندن سے قصیدے کا جواب -

۱۱۱ - بے خبر کے نام - - - ۳۱۴

جناب عالی ! ایک شعر استاد کا مدت ۔ الخ

(۷ - مارچ ۶۴ء)

مضامین :

(۱) معذرت (۲) غدر میں بادشاہ دهلی سے میل تها اس لیے قصیده واپس (۳) ایلجن کے لیے قصیده اور رسید (۴) نیا وائسرے ، نیا قصیده ۔

۱۱۲ - بیخبر کے نام - - - ۳۱۶

پیر و مرشد! کوئی صاحب ڈپٹی کلکٹر هیں ۔ الخ

(۱۸۶۴ء)

مضامین :

(۱) نساخ کا دیوان (۲) عود هندی کہاں ہے ۔

۱۱۳ - عبدالغفور نساخ کے نام - - ۳۱۷

جناب مولوی صاحب قبله ، یه درویش گوشه نشین ۔ الخ

مضامین : (نومبر ۱۸۶۴ء)

(۱) دفتر بے مثال (۲) مزید عنایت کا طالب (۳) ترک شعر گوئی ۔

۱۱۴- ظہیرالدین کی طرف سے ان کے چچا کے نام ۳۲۰

جناب فیض مآب چچا صاحب! قبله و کعبه ۔ الخ

(۱۸۶۵ء)

مضامین : (۱) توپ کا شکریہ ۔

۱۱۵ ۔ بیخبر کے نام ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۲۲
بندہ پرور ، اگر ایک بندۂ قدیم ۔ الخ (۱۸۶۵ء)

مضامین :

(۱) عود ہندی کی طباعت (۲) بنگالی اردو کا شعر ۔

۱۱۶ ۔ بیخبر کے نام ۔ ۔ ۔ ۳۲۳
قبلہ! میرا ایک شعر ہے ، خود پیش خود ۔ الخ
(اگست ۱۸۶۴ء)

مضامین :

(۱) کیا قاطع کا جواب لکھ رہے ہیں ؟ (۲) تالیفات بہ سلسلہ قاطع (۳) پھول والوں کی سیر ۔

۱۱۷ ۔ بیخبر کے نام ۔ ۔ ۔ ۳۲۵
میں سادہ دل آزردگی یار ۔ الخ (اگست ۱۸۶۴ء)

مضامین :

(۱) جواب قاطع کے سلسلے میں (۲) دو دوست ۔

۱۱۸ ۔ بیخبر کے نام ۔ ۔ ۔ ۳۲۷
قبلہ ! میں نہیں جانتا ۔ الخ (۱۸۶۴ء)

مضامین :

(۲) شہید اور غالب (۲) حبیب اللہ ذکا ۔

۱۱۹ ۔ بیخبر کے نام ۔ ۔ ۔ ۳۲۹
قبلہ! کل خط آیا ، آج جواب لکھتا ہوں ۔ الخ

مضامین :

(۱) تم بوڑھوں میں ، میں مُردوں میں (۲) بنابه آب رسیدن ـ ایک لغوی بحث ـ

۱۲۰ - نواب مصطفیٰ خاں کے نام - - ۳۳۳

جناب بھائی صاحب قبلہ ! یقین ہے کہ آپ ـ الخ

(۷ - فروری ۱۸۶۵ء)

مضامین :

(۱) روزہ اور پان (۲) حالی (۳) شگفتی و شگفت ـ (۴) خراب و خرابه ـ

۱۲۱ - بیخبر کے نام - - - ۳۳۵

قبلہ ! آج تیسرا دن ہے کہ میں ـ الخ (۱۸۶۵ء)

مضامین :

(۱) بنابه آب رسیدن (۲) از جسم به جان نقاب ، پر اعتراض ـ

۱۲۲ - بیخبر کے نام - - - ۳۳۷

قبلہ ! دیکھیے ، ہم عارف ہیں ـ الخ (۱۸۶۵ء)

مضامین :

(۱) از جسم بجان ـ اعتراض و جواب (۲) عالم خراسانی عارف ـ

۱۲۳ - مہر کے نام - - - - ۳۴۰

جناب مرزا صاحب ! دلی کا حال ـ الخ (۱۸۵۹ء)

مضامین :
(۱) دھلی کا حال (۲) ناسخ یک فنے تھے (۳) قصیدہ و مثنوی مہر (۴) ''معیار الشعرا'' میں خط کیوں چھپوایا -

۱۲۴ - بیخبر کے نام - - - ۳۴۲
جناب عالی ! کل میرے شفیق - الخ (۱۸۶۶ء)

مضامین :
(۱) نواب جان سے ملاقات (۲) ''عود ھندی'' کی پنجاب سے مانگ -

۱۲۵ - بیخبر کے نام - - - ۳۴۳
حضور ! پہلے خدا کا شکر پھر آپ کا شکر - الخ
(مارچ ۱۸۶۰ء)

مضامین :
(۱) رگ قلم کی خوننابہ فشانی (۲) دربار و خلعت کا مقدمہ (۳) رام پور سے تعلق -

۱۲۶ - بیخبر کے نام - - - ۳۴۵
پایاں شب سیہ سفید است - الخ - (مارچ ۱۸۶۳ء)

مضامین :
(۱) روداد خلعت یابی (۲) ملاقات سے انکار (۳) گدائے مبرم کا قصیدہ (۴) فروری ۶۳ء کے دربار میں شرکت نہ کی (۵) من پھول سنگھ کی مہربانی (۶) لارڈ الگن کا حکم (۷) خلعت و دربار کی بحالی -

۱۲۷ - بیخبر کے نام - - - ۳۴۹
حضرت پیر و مرشد ! اس کے آگے - الخ (۱۸۶۳ء)
مضامین :
(۱) صاحب فراش (۲) نامراد و بے مراد -
۱۲۸ - بیخبر کے نام - - - ۳۵۲
پیر و مرشد ، سہل ممتنع میں - الخ (۱۸۶۵ء)
مضامین :
(۱) غالب کی نظم و نثر سہل ممتنع ہے ؟ (۲) انیس کا شعر (۳) آب در بنا رسیدن -
۱۲۹ - مردان علی خان رعنا کے نام - - ۳۵۵
خان صاحب ، عالی شان ، مردان علی - الخ (۱۸۶۳ء)
مضامین :
(۱) رعنا کی نظم و نثر (۲) جفا کی تذکیر و تانیث -
۱۳۰ - رعنا کے نام - - - ۳۵۵
خان صاحب شفیق عالی شان کو میرا سلام - الخ
(دسمبر ۱۸۶۴ء)
مضامین :
(۱) اصلاح شعر رعنا (۲) نول کشور سے ملاقات -
۱۳۱ - نامۂ غالب بنام رحیم بیگ - - ۳۵۷
بخدمت مشفقی مکرمی - الخ - (اگست ۱۸۶۵ء)
مضامین :

(۱) توحید میں نفی ماسوا ، تحریر میں حذف زوائد (۲) منشی سعادت علی کا تذکرہ (۳) باکدام خرس کا مطلب۔ (۴) اکابر امت کی نزاعیں (۵) فرہنگ نویسوں کے بارے میں میرا عقیدہ (۶) شیدا اور قلمی (۷) عرفی و فیضی کا مکالمہ (۸) لغت اور پیاز (۹) مجھے جو چاہو کہو (۱۰) جل جلالہ و عم نوالہ (۱۱) تین باتیں (۱۲) صیحہ (۱۳) یوغ ، جوغ (۱۴) استغاثہ (۱۵) مناظرے کا دماغ نہیں (۱۶)۔ امام بخش امام المحققین کیوں ؟ (۱۷) امام و شہنشاہ میر شہنشاہ (۱۸) اغلاط ساطع (۱۹) خاقانی کا شعر اور "آب دہ دست" (۲۰) "ماھوچی" (۲۱) خاقانی کے اشعار کا مطلب اور "دست آب دہ" کا مفہوم (۲۲) علما کے نزدیک توہین رسالت کی حد (۲۳) تم پر ھنسی آتی ہے (۲۴) چس گردان کا جواب (۲۵) خاتمہ ۔

۱۳۲ ۔ عبدالرزاق شاکر کے نام - - ۳۸۰

مخدوم مکرم ، مظہر لطف و کرم ، جناب مولوی محمد عبدالرزاق ! الخ (۱۸۶۴ء)

مضامین :

(۱) خط ملنے پر اظہار احسان مندی کیوں ؟ (۲) میر قاسم علی خان کا ذکر (۳) اصلاح دینے کی منظوری (۴) سرشار ؟ (۵) رند عالم سوز (۶) خاک اور جستن ۔

۱۳۳ ۔ عبدالرزاق کے نام - - ۳۸۲

جناب مولوی صاحب مخدوم مولوی محمد عبدالرزاق صاحب!
(۱۸۶۴ء)

مضامین :

(۱) اسد اللہ خان بہادر (۲) فارسی نویسی متروک ہے
(۳) قلم رو نظم و نثر کا انتظام ہوچکا ، اب یاد خدا چاہیے۔

۱۳۴ - شاکر کے نام - - - ۳۸۵

حضرت! تین دوستوں نے ''مؤلف محرق''۔ الخ
(۱۸۶۵ء)

مضمون :

(۱) تین دوستوں نے 'محرق' کے جواب لکھے۔

۱۳۵ - شاکر کے نام - - - ۳۸۶

حضرت مطالب علمی و شعری کا لکھنا الخ (۱۸۶۵ء)

۱۳۶ - شاکر کے نام - - - ۳۸۶

پیر و مرشد! ع اک شمع ہے دلیل سحر ۔ الخ
(۱۸۶۴ء)

مضمون :

(۱) دو شعروں کا مطلب :

الف ۔ ظلمت کدے میں . . . ب ۔ متقابل ہے مقابل

۱۳۷ - شاکر کے نام - - - ۳۸۸

فقیر اسداللہ نے اس کاغذ کے ۔ الخ (یکم اگست ۱۸۶۵ء)

مضامین :

(۱) جعفری الحیدری (۲) اصلاح اشعار (۳) شرح
اشعار :

(الف) کارگاہ ہستی . . (ب) غنچہ ناشگفتن ھا . .
(ج) ھم سے رنج -
(۴) اپنے فکری ارتقاء کا ذکر (۵) میری نثر کی تقلید کے لیے "پنج آھنگ" دیکھو -

۱۳۸ - شاکر کے نام - - - ۳۹۲

قبلۂ و کعبہ ، فقیر پادر رکاب ھے - الخ
(اکتوبر ۱۸۶۵ء)

مضامین :
(۱) رام پور جا رھا ھوں (۲) اشعار کی اصلاح (۳) آزردہ کی عظمت -

۱۳۹ - شاکر کے نام - - - ۳۹۳

قبلہ ! پہلے معنی ابیات بے معنی سنیے - الخ
(دسمبر ۱۸۶۵ء)

مضامین :
(۱) اپنے اشعار کی شرح : (الف) نقش فریادی ھے - (ب) شوق ھر رنگ (ج) زخم نے داد نہ دی (۲) رحیم بیگ (۳) علی بخش (۴) دو لفظوں پر بحث : (الف) سیلاب چین (ب) دناءت -

۱۴۰ - شاکر کے نام - - - ۳۹۶

قبلہ ! یہ تو آپ کو معلوم ھو گیا الخ (جنوری ۶۶ء)

مضامین :
(۱) دلی میں آمد (۲) موسم کا حال (۳) اصلاح

اشعار (۴) نظامی کا لطیفہ (۵) ظلمت کدے میں میرے ۔

۱۴۱ ۔ قاضی عبدالجمیل جنوں کے نام ۔ ۳۹۸

مخدوم مکرم و معظم جناب مولوی عبدالجمیل صاحب کی خدمت میں ۔ الخ (۱۸۵۴ء)

مضامین :

(۱) ارادت و سعادت (۲) کتابت کا سلیقہ (۳) اصلاح ۔

۱۴۲ ۔ جنوں کے نام ۔ ۔ ۔ ۴۰۰

قبلہ! آپ کو خط کے پہنچنے میں تردد کیوں ہوتا ہے ۔ الخ ۔ (۲۰ ۔ نومبر ۱۸۵۵ء)

مضامین :

(۱) مراسلات میں پتے کی گڑ بڑ (۲) نامہ نگاری و مطلب نویسی (۳) رباعی مدحیہ کا شکریہ (۴) قلعے کی حاضری کا وقت ۔

۱۴۳ ۔ جنوں کے نام ۔ ۔ ۔ ۴۰۲

آداب بجا لاتا ہوں ، آپ کا نوازش نامہ ۔ الخ (۱۸۵۵ء)

مضمون :

۱ ۔ اصلاح کا طریقہ ۔

۱۴۴ ۔ جنوں کے نام ۴۰۲

سبحان اللہ! سرآغاز فصل میں ۔ الخ (۸۔ جون ۱۸۶۶ء)

مضمون :
(۱) آموں کی رسید
۱۴۳ - جنون کے نام - - - - ۴۰۳
حضرت! کیا ارشاد ہوتا ہے ۔ الخ (۲۸- اگست۱۸۵۹ء)
مضمون :
(۱) طرح کے معنے ۔
۱۴۵ - جنون کے نام - - - ۴۰۵
صاحب ! وہ خط جس میں اشعار سید مظلوم ۔ الخ
(۸ - ستمبر ۱۸۵۹ء)
مضامین :
(۱) ماتم دار و غم زدہ (۲) طرح ؟ (۳) قتیل و غیاث
(۴) اپنی تاریخ وفات ۔
۱۴۷ - جنون کے نام ۴۰۶
پیر و مرشد ! فقیر ہمیشہ آپ کی خدمت گزاری ۔ الخ
(اپریل ۱۸۵۹ء)
مضامین :
(۱) اصلاح (۲) لوگ اشعار غلط منسوب کر دیتے ہیں ۔
(۳) میرا اسلوب ۔
۱۴۸ - جنون کے نام ۴۰۷
حضرت ! بہت دنوں میں آپ نے مجھ کو یاد کیا ۔ الخ
(۲۲ - فروری ۱۸۶۱ء)

مضامین : (۱) رام پور میں (۲) پیری و صد عیب ۔

۱۴۹ - جنون کے نام - - - ۴۰۹

جناب قاضی صاحب کو بندگی پہنچے ۔ الخ

(۳۰ - جون ۱۸۶۱ء)

مضامین :

(۱) آم نہیں بھیج سکے تو کیا ہوا (۲) نہ مہاوٹ نہ برسات ۔

۱۵۰ - جنون کے نام - - - ۴۱۰

جناب مولوی صاحب ! آپ کے دونوں خط ۔ الخ

(۱۹ - جون ۱۸۶۳ء)

مضامین :

(۱) بیماری کا حال (۲) جسم و روح سے نفرت ۔

۱۵۱ - جنون کے نام - - - ۴۱۲

قبلہ ! مجھے شرمندہ کیوں کیا ؟ الخ

مضمون : (۱) مدح کا شکریہ ۔

۱۵۲ - جنون کے نام - - - ۴۱۲

جناب قاضی صاحب کو میری بندگی ۔ الخ

(۳۰- نومبر ۱۸۶۳ء)

مضامین : (۱) کمزوری کا حال ۔

۱۵۳ - جنون کے نام - - - ۴۱۳

جناب مخدوم مکرم کو میری بندگی ۔ الخ

(۲۹ - ستمبر ۶۱ء)

مضمون :

(۱) بے خبر کا نجی معاملہ ۔

۱۵۴ ۔ جنون کے نام - - - ۳۱۴

جناب قاضی صاحب کو سلام اورقصیدے کی بندگی ۔ الخ

(۷۔ جنوری ۱۸۶۴ء)

مضامین :

(۱) مدحیہ قصیدے کا شکریہ (۳) ستروان برس ھے ۔

۱۵۵ ۔ جنون کے نام - - - ۳۱۵

قبلہ! ایک سو بیس آم پہنچے۔ الخ (۲۸۔ جون ۱۸۶۴ء)

مضامین :

(۱) آم ملے (۲) قلم اور سیاھی بھیجتا ھوں ۔

۱۵۶ ۔ جنون کے نام - - - ۳۱۵

جناب عالی ، وہ غزل جو کہا رلایا تھا ۔ الخ

(۲۴ ۔ اگست ۱۸۶۴ء)

مضامین :

(۱) غزل گم ھوگئی (۲) حاشیے میں پانچ شعروں کا مطلب ۔

۱۵۷ ۔ جنون کے نام - - - ۳۱۶

پیر و مرشد! نواب صاحب کا وظیفہ خوار ۔ الخ

(۷ ۔ نومبر ۶۵ء)

مضامین :

(۱) رام پور کا ذکر ۔

۱۵۸ - مولوی عزیزالدین کے نام - - ۳۱۹

صاحب! کیسی صاحبزادوں کی سی باتیں الخ (۱۸۵۸ء)

مضامین :

(۱) دلی کا حال (۲) بیرنگ ۔

۱۵۹ - مفتی محمد عباس کے نام ۳۲۱

قبلہ! حضرت کا نوازش نامہ آیا ۔ الخ

(۱۶ - اگست ۱۸۶۲ء)

مضامین : (۱) ''قاطع برہان،، نذر ہے (۲) فارسی اور غالب (۳) معارضین قاطع (۴) قطعۂ تاریخ کا شکریہ ۔

۱۶۰ - بے خبر کے نام - - - ۳۲۳

قبلہ! آپ کا خط پہلا آیا اور میں اس کا جواب ۔ الخ

(۶ - جولائی ۱۸۶۵)

مضامین : (۱) رامپور کا وظیفہ (۲) قصیدۂ تہنیت جلوس (۳) امین الدین کی فرمائش سے غزل (۴) تجلی کہ ز موسی ربود ہوش بہ طور (۵) (غزل) ہم انا اللہ خوان درختے را بہ گفتار آورد ۔

۱۶۱ - بے خبر کے نام - - - ۳۲۹

قبلہ ! آپ بے شک ولی صاحب کرامت ہیں ۔ الخ

(۲۳ - جولائی ۱۸۶۶ء)

مضامین :

(۱) تاخیر جواب کا عذر (۲) خط ملا (۳) ذکا و حسرتی کو اردو میں خط نہیں لکھتا (۴) رقعہ بنام مصطفیٰ خان (۵) حالی کا ذکر (۶) مبہم اشارہ (۷) حدائق الانظار کی اشاعت (۷) افسر مدارس یوپی کا خط طلب نظم و نثر کے لیے -

۱۶۲ - بے خبر کے نام - - - ۳۳۲

بندہ گنہ گار شرمسار عرض کرتا ہے - الخ

(جنوری ۱۸۶۶ء)

مضامین :

(۱) رام پور سے واپسی (۲) بے خبر کو تعزیت (۳) بے خبر پر تنقید (۴) 'قاطع برہان' کا قضیہ (۵) بے خبر کی فارسی غزل -

۱۶۳ - بے خبر کے نام - - - ۳۳۵

قبلہ! پیری و صد عیب ، ساتویں - الخ (۱۸۶۶ء)

مضامین :

(۱) درد قولنج - شراب نوشی (۳) حدائق الانظار -

۱۶۴ - بے خبر کے نام - - - ۳۳۶

مولانا ! بندگی ، آج صبح کے وقت شوق دیدار میں - الخ (جنوری ۱۸۶۶ء)

مضامین :

(۱) انشائیہ (۲) خط کا سفر (۳) موسم کا حال -

(۴) خواجه صدرالدین کی تعزیت (۵) چراغ سحری (۶) خاص تراش آ گیا -

غالب کے نام بے خبر کا خط - - - - ۴۳۸
۱۶۵ - مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام - - - ۴۴۰

قبلہ! اس عنایت نامے کا - الخ (یکم اپریل ۱۹۶۶ء)

مضامین :

(۱) تاریخ خط کا نیا اسلوب (۲) مدح بیخبر (۳) کلکتے کا قضیہ (۴) افغانی سفیر اور غالب (۵) درفش کاویانی چھپ گئی -

۱۶۶ - رقعہ بنام غلام بسم اللہ - - - - ۴۵۵

منشی صاحب! شفیق مکرم - الخ (۱۸۶۶ء)

مضامین :

(۱) اصلاح کی کمی، سہل انگاری نہیں (۲) خط میں خط -

خاتمه

۱ - تقریظ مثنوی مہر - - - ۴۴۳
۲ - تقریظ گلزار سرور - - - ۴۴۵
۳ - دیباچہ حدائق الانظار - - - ۴۴۸
۴ - دیباچہ قواعد تذکیر و تانیث - - - ۴۵۲
۵ - دیباچہ مجموعۂ قصائد نادر - - - ۴۵۳
(الف) تقریظ بر 'عود ہندی' از قلق میرٹھی - - ۴۵۶

(ب) قطعه تاریخ قلق - - - - ۳٦۱
(ج) قطعه تاریخ از محو میرٹھی - - - ۳٦۲
(د) دیگر از محو میرٹھی - - - ۳٦۳
(ه) قطعه تاریخ ؟ . . . ۳٦۲
(و) قطعه انتساب بنام ولیم میور
تعلیقات و حواشی . . . .

اشاریه :

فہرست ابیات
فہرست اسما
فہرست اماکن
فہرست کتب
فہرست مکتوب الیہم
عود ھندی کے خط مختلف مآخذ میں
غلط نامه

تعارف

خطوط عود ہندی کا مصنف

مرزا محمد اسد اللہ بیگ عرف مرزا نوشہ ، مرزا عبداللہ بیگ کے فرزند اول اور غلام حسین خان کمیدان رئیس آگرہ کے نواسے تھے۔ ۸۔ رجب ۱۲۱۲ھ ، ۲۷۔ دسمبر ۱۷۹۷ء کو آگرے میں پیدا ہوئے۔ ابھی مرزا صاحب کی عمر ۵ سال ہی کی تھی کہ ان کے والد ۔ (۱۸۰۲ء) راج گڑھ کی ایک لڑائی میں گولی لگ جانے سے جان دی اور وہیں دفن ہوئے۔

نصراللہ بیگ خان بہادر ، صاحب وجاہت ، چار سو سواروں کے رسالدار اور سونک سونسا کے تعلقہ دار تھے۔ انھوں نے بھائی کی یادگار بیٹے کو پرورش کے لیے لے لیا ، لیکن بھائی کے چار برس بعد ۱۸۰۶ء میں وہ بھی رحلت کر گئے۔

ظاہر ہے اس درمیانی مدت میں غالب ابتدائی تعلیم اور مکتبی نصاب سے فراغت پا چکے ہوں گے۔ نو برس کی عمر اور خوش حال گھرانے کے بڑے بیٹے اور یتیم فرزند ہونے کی بنا پر وہ نفسیاتی اور تربیتی کشمکش کا شکار ہوئے۔ ننھیال میں والدہ اور ددھیال میں چچی ناز بردار تھیں۔ مرزا کا ماحول اور اس کا اثر خود مرزا صاحب کی زبانی یہ ہے :

”ہماری بڑی حویلی وہ ہے کہ جو اب لکھمی چند سیٹھ نے مول لی ہے۔ اسی کے دروازے کی سنگین بارہ دری پر

میری نشست تھی اور پاس اس کے ''کھٹیا والی حویلی''
اور ''سلیم شاہ کے تکیے'' کے پاس دوسری حویلی اور
''کالے محل'' سے لگی ہوئی ایک اور حویلی اور اس سے
آگے بڑھ کر ایک کٹرا کہ وہ ''گڈریوں والا'' مشہور
تھا اور ایک کٹرا کہ وہ ''کشمیرن والا'' کہلاتا تھا۔
اس کٹرے کے ایک کوٹھے پر میں پتنگ اڑاتا تھا اور
راجا بلوان سنگھ سے پتنگ لڑا کرتے تھے۔''

چچا اور نانا دونوں دولت مند تھے۔ چنانچہ مرزا کو بہتر ماحول میسر نہ آسکا۔ اس کا نتیجہ پتنگ بازی، شطرنج بازی، نظر بازی، شعر و شاعری اور نغمہ پسندی کی صورت میں نمودار ہوا۔ غالباً اس روش کو دیکھ کر نیز بعض مالی فوائد کے پیش نظر نصراللہ بیگ خاں کی اہلیہ نے تیرھویں سالگرہ کے موقع پر ۸۔ رجب ۱۲۲۵ھ کو نواب الٰہی بخش خاں معروف کی گیارہ سالہ صاحب زادی امراؤ بیگم سے مرزا کا عقد کر دیا۔

اس رشتے کے بعد مرزا کا آنا جانا دھلی میں ہو گیا۔ اس وقت تک مرزا ایک چھوٹے سے حلقے میں ''اسد'' کے تخلص سے پہچانے جاتے تھے۔ دہلی میں نواب الٰہی بخش خاں کی صحبت میں شعری اسالیب، علمی ماحول، تصوف کے اذکار اور ادبی لطائف و نکات سے متعارف ہونے کا موقع ملا۔

مولوی امام بخش صہبائی، صدر الدین خاں آزردہ، محمد ابراھیم ذوق، مولوی فضل حق، حکیم مومن خاں مومن جیسے حریفوں سے سابقہ پڑا تو ان کے علمی ذوق کو تشنگی محسوس ہوئی۔ چنانچہ نجوم، طب، تصوف و مذھب، عروض و قوافی، صرف و نحو، لغت و دواوین کے مطالعے کے ساتھ ساتھ فارسی ادب سے انھیں گہری

دل چسپی ہو گئی ۔ غالباً ۱۲۳۸ھ یعنی ۱۸۲۲ء میں انھوں نے یکسر فارسی شاعری کو اپنا فن بنا لیا (دیوان غالب ، عرشی ، دیباچہ ص ۱۸ ۔ طبع انجمن ترقی اردو دہلی) شاید فارسی میں مرزا نے اپنا تخلص غالب ہی رکھا ۔ وہ خود کہتے ہیں کہ ''میں نے کوئی دو چار برس ابتدا میں اسد تخلص رکھا ورنہ ''غالب'' ہی لکھتا رہا ہوں ' (اردوے معلیٰ ، طبع اول ، ص ۱۷۳) مگر نسخۂ حمیدیہ میں عموماً ''اسد'' اور کلیات دیوان فارسی طبع اول میں فقط غالب ہی تخلص ملتا ہے ۔

تخلص اور زبان کی تبدیلی سے غالب کی ذہنی تبدیلی کا بھی سراغ ملتا ہے ۔ اب وہ پختہ کار اور رتبے میں بلند ہو چکے تھے ۔ جب طلبا کو فارسی پڑھانے لگے تو استادی اور نکتہ شناسی کا درجہ بھی حاصل ہو گیا ۔ اب وہ دہلی کے پڑھے لکھے اساتذہ سے ٹکر لینے کے قابل تھے ۔ انھیں اپنی برتری کا احساس پوری طرح ہو چکا تھا ۔

دہلی آنے کے بعد کچھ عرصہ ریاست فیروز پور جھرکہ کے خزانے سے ملنے والی پنشن (۱۸۰۶ء میں مرزا کے چچا نصراللہ بیگ خاں کے مرنے پر سونک سونسا جاگیر ضبط کرکے گورنمنٹ نے ورثاے نصراللہ بیگ خاں کی پنشن ریاست فیروز پور جھرکہ کے خزانے سے مقرر کی تھی ، جو پہلے ریاست کے خزانے سے اور پھر ۱۸۵۷ء تک خزانۂ کلکٹری دہلی سے ملتی رہی) کے علاوہ پھوپھی ، والدہ اور الور کے عطیات پر گزارا کرتے رہے لیکن مرزا حاجی (نصراللہ بیگ خاں کے ایک قریبی عزیز یا دوست) کے مرنے پر مرزا کو اپنی پنشن کی رقم گھٹ جانے سے قانونی کارروائی کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ۔ چنانچہ انھوں نے کچھ رقم

قرض لے کر کلکتے کا سفر کیا - اس سفر میں لکھنؤ، الٰہ آباد ، بنارس ، عظیم آباد، مرشد آباد وغیرہ کو دیکھنے کا موقع انھیں ملا - پھر کلکتے میں دس گیارہ مہینے قیام کیا تو وھاں کے علما ، ادبا ، شعرا اور نئے علمی ماحول اور نئے فنی تقاضوں سے آشنائی ہوئی جس سے ان کی بلند خیالی ، انفرادیت اور اسلوب نے اور جلا پائی -

۱۸۲۹ء میں کلکتے سے واپس آئے تو پنج آہنگ اور دیوان فارسی کو از سر نو مرتب کیا - اردو دیوان سے کچھ غزلیں یادگار کے طور پر انتخاب کر کے بظاہر اردو سے کنارہ کشی کرلی لیکن غم روزگار اور فکر کاروبار نے ان کو بہت جلد ایک دوسرے راستے پر لا ڈالا -

۱۸۵۰ء میں غالب کا تعلق بہادر شاہ ظفر کے دربار سے ہو گیا - نجم الدولہ ، دبیرالملک ، نظام جنگ خطاب ، چھ پارچے کا خلعت اور تین رقم جواہر کے علاوہ پچاس روپے ماہانہ تنخواہ مقرر ہوئی - پنشن کے باسٹھ روپے ماہوار کی آمدنی مستزاد ، اچھی خاصی امیرانہ زندگی بسر ہونے لگی اور قدرے مالی اطمینان کی صورت نکل آئی - شروع شروع میں تاریخ نگاری کا کام سپرد کیا گیا - فارسی میں مہر نیم روز لکھتے رہے - ۱۸۵۴ء میں ولی عہد سلطنت مرزا فخرو رمز نے شاگردی اختیار کی - چنانچہ مشاہرے میں چار سو روپے سالانہ کا اضافہ ہوا - ادھر چھوٹے شہزادے مرزا خضر سلطان بھی اپنا کلام دکھانے لگے - انھی دنوں واجد علی شاہ نے بھی لکھنؤ سے پانچ سو روپے سالانہ مقرر کر دے ، لیکن ان سب سے بڑھ کر یہ ہوا کہ خود بہادر شاہ ظفر نے بھی ذوق کے بعد اپنی استادی کا شرف بخشا - ان حالات نے انھیں ایک مرتبہ پھر اردو کی طرف مائل کر دیا - یوں تو ۱۸۴۵ء میں ان کا اردو دیوان

چھپ چکا تھا ، لیکن قلعے کے مشاعروں ، شہزادوں اور بادشاہ کے ذوق اور اردو پسندی نے نیز فارسی کی ناقدری کے ہاتھوں غالب نے اردو ہی کو اپنا فنی شعار بنانا مناسب سمجھا ۔ چنانچہ فارسی کے بجائے وہ پوری طرح اردو غزل اور اردو خطوط نگاری کی طرف متوجہ ہوگئے۔ یہ کہنا تو غلط ہے کہ انھوں نے باقاعدہ اردو خطوط نگاری ۱۸۵۰ء سے شروع کی لیکن یہ ضرور ہے کہ ان کا فنی شعور اسی زمانے میں ابھرا ۔ وہ ۱۸۵۰ء کے بعد اردو نثر کے منفرد اسلوب کے موجد بن گئے ۔ ان کے خط جہاں جاتے وہاں مکتوب الیہ کے علاوہ چند اور لوگ بھی ان سے لطف اندوز ہوتے تھے ۔

۱۸۵۸ء کے بعد جس طرح ان کی ''دستنبو'' نے کچھ لوگوں کو متاثر کیا اسی طرح خطوط کی مقبولیت نے ان کی اشاعت کا خیال ابھارا ۔ چنانچہ ان کے احباب نے مجموعۂ مکاتیب شائع کرنے کی تدبیریں شروع کیں ۔ آخر ۱۸۶۲ء میں 'مہر غالب' کے نام سے اکتیس خط یک جا کیے گئے جو بعد میں 'عود ہندی' کے نام سے شائع ہوئے ۔

عود ہندی کی اشاعت کے تقریباً چار ماہ بعد یعنی ۱۵۔ فروری ۱۸۶۹ء ، ۲۔ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ دو شنبے کے دن دوپہر ڈھلے مرزا نے دنیا کو الوداع کہی اور نظام الدین اولیا (دھلی) میں دفن کر دیے گئے ، مگر اپنی نظم و نثر کی دنیا میں زندہ ہیں اور جب تک اردو ادب زندہ ہے مرزا غالب پایندہ رہیں گے ۔[1]

---

۱ ۔ سوانح غالب کے بارے میں اس سے زیادہ لکھنا یہاں مناسب نہ تھا ۔ میں نے اس موضوع پر مبسوط کتاب لکھی ہے جو عنقریب شائع ہوگی ۔

پیش لفظ

'عود ہندی' مرزا غالب کے اردو خطوط و مکاتیب ، رسائل و تقریظات کا پہلا مجموعہ ھے، اس لیے خصوصی توجہ کا بھی مستحق ھے لیکن بعض مشکلات کی بنا پر مفصل مقدمہ لکھنا مناسب نہیں لہذا مختصراً عرض ھے -

مشرق یا اسلامی مدارس کے نصاب میں صدیوں سے رواج چلا آرھا ھے کہ طالب علم کو مختلف درجوں میں خطوط و مکاتیب پڑھائے جاتے رہے ھیں - عربی میں ابن العمید ، صاحب بن عباد ، ابوبکر خوارزمی وغیرہ کے خطوط اور فارسی میں ابوالفضل ، بیدل ، خلیفہ محمد شاہ ، قتیل وغیرہ کے مجموعہ ھائے خطوط و رقعات - ایران و ترکستان کی طرح ھمارے ملک میں بھی اپنے ادبا کے خطوط کے ایسے ھی مجموعے رائج تھے -

ایسٹ انڈیا کمپنی نے تعلیمی نصاب مرتب کیے تو فارسی خطوط و رقعات کے ساتھ اردو خطوط کے نمونے بھی درسی کتابوں میں داخل کیے گئے - چنانچہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں اس قسم کی ایک کتاب موجود ھے ، جس کا نام ھے :

''فارسی اور اردو کی انشا''

"Persian and urdu letter writer with an english translation and vocabulary."

کیپٹن - ٹی - ایچ - جی بینٹ -

نعمت خان ، منشی اکبر آبادی -

طبع کلکتہ ۱۸۳۸ء -

خطوط کے پڑھنے پڑھانے کے دو مقصد تھے ؛ ایک تو یہ کہ طالب علم فارغ التحصیل ھونے کے بعد سرکاری اور سیاسی مراسلت

کے اسالیب سے پوری طرح واقف ہو جائے۔ کیونکہ کاتب ، دبیر منشی اور دفتری کو اعلیٰ عہدے داروں کی طرف سے حکومت کو چھوٹے اور بڑے خط یا خبریں لکھنا پڑتی تھیں اور ان میں مشہور مکتوب نگار ادیبوں کے فقرے اور حوالے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

خطوط پڑھنے پڑھانے کا دوسرا مقصد یہ ہوتا تھا کہ نصاب میں مختلف اسالیب بیان کے ساتھ ادب کے اعلیٰ مسائل ، یعنی معانی و بیان کی تعلیم پا کر انھیں استعمال کرنے کا انداز بتایا جائے۔

مقفیٰ عبارتیں ، تلمیحی جملے ، مراعاۃ النظیر ، تضاد ، تجنیس ترصیع ، سجع ، نظم و نثر کے ارتباط کے نمونے پڑھ کر طلبا ، اساتذہ اور ادیب ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے - یہ کوشش فارسی کے ماضی قریب میں ، شبنم شاداب ، سہ نثر ظہوری ، وقائع نعمت خان عالی ، ابوالفضل جیسے مشکل نویس ادیبوں کے ہاتھوں ختم ہو گئی -

مشکل پسندی کے بعد سلاست کا دور آنا طبعی عمل ہے - چنانچہ ہزار سالہ مشکل پسندی کا رد عمل ظاہر ہونا ہی تھا۔ اتفاق سے اس کے کئی عوامل بھی پیدا ہو گئے - مثلاً ہندوستان میں مسلمان حکومت کا اقتدار کم ہوا تو اس کے علوم بھی زوال آمادہ ہوئے - اجنبی حکمرانوں کے لیے عربی ، فارسی اور اردو وغیرہ کا بہ یک وقت سمجھنا دشوار تھا - فن خط نویسی جو راستہ اختیار کر چکا تھا اس کے لیے اسلامی روایات و علوم ، عربی ادب اور فارسی کے رموز و نکات سے پوری طرح باخبر ہونا ضروری تھا - انگریزوں کے لیے یہ بات نا ممکن تھی - اس کے علاوہ وہ نئی تہذیب کو بھی جنم دینا چاہتے تھے - انھوں نے برصغیر کی بولیوں

میں سے ایک وسیع تر ، آسان تر اور زود فہم بولی کو اپنا لیا ۔ انھوں نے اپنا نیا نصاب تیار کرنے والوں کو الف لیلہ ، مقامات بدیعی ، مقامات حریری ، تاریخ وصاف ، درۂ نادرہ اور انوار سہیلی کے اسالیب کے برعکس سادہ زبان لکھنے کا پابند کیا ۔ آرایش محفل ، باغ و بہار ، خرد افروز ، اخلاق ہندی وغیرہ کے لکھنے والوں نے اپنی اپنی بساط بھر آسان اور سادہ زبان لکھی ۔

انشا پردازی یعنی خطوط نگاری کے لیے بھی سادہ تحریریں مطلوب تھیں ۔ چنانچہ اس طرح کی جو دو ایک کتابیں لکھوائی گئیں وہ میری نظر سے بھی گذر چکی ہیں ۔ یہ کتابیں ۱۸۵۷ء سے پہلے لکھی گئی تھیں اور ایک مخصوص تعلیمی حلقے کے نصاب میں شامل تھیں ۔ ۱۸۵۷ء کے بعد چونکہ انگریزی عمل داری ہندوستان میں دور دور پھیل گئی تھی ، اس لیے مطبوعات اور مؤلفین کی تعداد میں اضافہ ہونا بھی ضروری تھا ۔ ۱۹۳۰ء میں ، میں نے جو مجموعہ ابتدائی جماعتوں میں پڑھا تھا اس کا نام تھا ''مکتوب احمدی'' ۔ میرے اندازے کے مطابق یہ کتاب قطعاً ۱۸۶۰ء کے لگ بھگ مرتب کی گئی ہوگی ۔ چنانچہ اس وقت میرے سامنے بالکل ایسی ہی ایک نصابی کتاب ''انشاء اردو'' ہے جس کا خط مکتوب احمدی کی طرح شکستہ ہے اور جس کا مواد ، خطوط و رقعات و رسیدات وغیرہ پر مشتمل ہے ۔ یہ کتاب ۱۸۶۴ء میں ترتیب دی گئی تھی ۔

میرے پاس اس کتاب کا (غالباً دوسرا ایڈیشن) مطبع سرکاری لاہور ۱۸۷۲ء والا ایڈیشن ہے ۔ اس کی کتابت یا اس کے خطوط کے اسالیب سے بحث مقصود نہیں ، صرف یہ بتلانا ہے کہ غالب کے عہد میں فنی اور نصابی ضرورتیں اس قسم کی کتابیں رائج کرچکی تھیں ۔ محمد حسن قتیل وغیرہ کے رقعات و خطوط کے مقابلے میں مرزا غالب نے بھی ''پنج آھنگ'' مرتب کی بلکہ طلبا کو بھی پڑھائی گئی ۔

اس فارسی مجموعۂ خطوط میں سادگی اور بے تکلفی سے کام لیا گیا ھے اور ''جیسا بولو ویسا لکھو'' کا نظریہ بیان کیا گیا ھے ۔

۱۸۶۰ء کے بعد انشا پردازوں میں اردو مکتوب نویسی عام ہو چکی تھی ۔ ان انشا پردازوں میں مرزا غالب بہت نام ور اور اسلوب تحریر میں منفرد و یگانہ مرتبے کے مالک تھے ۔ ان کا حلقۂ مراسلت لاھور ، دھلی ، میرٹھ ، آگرہ ، پانی پت ، علی گڑھ ، رام پور ، بریلی ، لکھنؤ ، کلکتہ ، پٹنہ ، غرض دور دراز مقامات تک پھیلا ھوا تھا ۔

ان کے شاگرد اور دوست ان خطوں کو خود پڑھتے اور اپنے احباب کو سناتے تھے ۔ رفتہ رفتہ چند حضرات کے دل میں یہ خواھش پیدا ھوئی کہ مرزا صاحب کے خط چھاپ دیے جائیں ۔ صحیح اور معین طور پر نہیں معلوم کہ سب سے پہلے یہ خیال کسے آیا مگر جو ماخذ دست رس میں ھیں ان میں منشی شیو نرائن آرام کے نام مرزا کا ایک خط ھے :

''اردو کے خطوط جو آپ چھاپا چاھتے ھیں ، یہ بھی زائد بات ھے ۔ کوئی رقعہ ایسا ھوگا جو میں نے قلم سنبھال کر اور دل لگا کر لکھا ھوگا ، ورنہ صرف تحریر سرسری ھے ۔ اس کی شہرت میری سخنوری کے شکوہ کے منافی ھے ۔ اس سے قطع نظر کیا ضرور کہ ھمارے آپس کے معاملات اوروں پر ظاھر ھوں ۔ خلاصہ یہ کہ ان رقعات کا چھاپا میری خلاف طبع ھے''—۱۸ - ۱۸۵۸ء

(خطوط غالب ، از مہیش پرشاد ، طبع الہ آباد ، ص ۳۸۷)
ایک خط تفتہ کے نام ھے جس میں یہ عبارت دیدنی ھے :

''رقعات کے چھاپے جانے میں ھماری خوشی نہیں ھے ۔ لڑکوں

کی سی ضد نہ کرو اور اگر تمھاری اسی میں خوشی ہے تو صاحب مجھ سے نہ پوچھو ، تم کو اختیار ہے ، یہ امر میرے خلاف رائے ہے۔" (خطوط غالب ، از مہیش پرشاد ص ۵۸)

گویا منشی شیو نرائن آرام مالک مطبع مفید خلائق آگرہ اور غالب کے عزیز شاگرد تفتہ نے پہلے پہل خطوط غالب چھاپنے کا منصوبہ بنایا لیکن نامعلوم وجوہ کی بنا پر یہ خیال عملی جامہ نہ پہن سکا ، اور اچانک منشی محمد ممتاز علی خاں سامنے آگئے ۔ 'عود ہندی' کے آغاز میں موصوف نے لکھا ہے :

"مجھے مدت سے اس کا خیال تھا کہ فارسی تصنیفیں تو ان کی بہت مرتب ہوئیں اور چھاپی گئیں ، لوگوں نے فیض اٹھائے ، تعویذ بازو بنائے مگر کلام اردو نے سوائے ایک دیوان کے ترتیب نہ پائی ، یہ دولت ارباب شوق کے ہاتھ نہ آئی . . . . . . اسے بھی ترتیب دیجیے ، قدردانوں پر احسان کیجیے ۔ اور مرزا صاحب کے شاگرد یکتا چودھری عبدالغفور صاحب سرور تخلص سے یہ ذکر آیا تو انھوں نے جتنے خطوط مرزا صاحب کے ان کے نام آئے تھے ، سب کو ایک‌جا کر کے اور اس پر ایک دیباچہ لکھ کے وہ مجموعہ عنایت کیا . . . . خواجہ غلام غوث خاں بے خبر . . . . میرے مخدوم خاص اور حضرت غالب صاحب کے مخلص با اختصاص ہیں ، اس تلاش میں میرے معین اور مددگار رہے ۔" (ص ۱ ، ۲)

یہی بات چودھری عبدالغفور سرور کی زبانی سنیے :

"پس تنہا متلذذ ہونا اور آپ ہی آپ مزہ اٹھانا خلاف انصاف جانا، دل مائل تمام بہ شہرت ہوا اور ہنوز یہ قصد نا تمام کہ بہ حسن اتفاق . . . ممتاز علی خان. . . رونق افزائے مارہرہ ہوئے۔

ایک روز محفل ممدوح میں ذکر ہمہ دانی و شیوا بیانی جناب استاذی و مخدومی درمیان آیا۔ ارشاد کیا کہ کلام مرزا صاحب . . . . . . نظم و نثر فارسی تو محلیٰ بہ حلیۂ انطباع ہوا، لیکن نثر اردو طبع سے عاری رہا۔ اگر وہ خطوط کہ بنام تمھارے آئے اور تم نے سنائے ہیں، جمع کرو تو میں بیڑا اٹھاتا ہوں۔" (ص ۱۰)

گویا ممتاز علی خان کی تحریک اور عبدالغفور کے عملی تعاون سے خطوط جمع ہونا شروع ہوئے۔

عبدالغفور سرور نے اپنے اور صاحب عالم و شاہ عالم صاحبان کے نام آئے ہوئے خطوط جمع کرکے، ممتاز علی خاں کو بھیج دیے۔ یہ خطوں کا پلندہ نہ تھا بلکہ مستقل تالیف تھی جس پر مقدمہ بھی تھا اور قطعۂ تاریخ بھی:

انشا مملو بہ صد مطالب لکھی
یعنی پئے دوستان طالب لکھی
موسوم کیا جو "مہر غالب" سے سرور
تاریخ بھی اس کی "مہر غالب" لکھی

۱۸۶۲، ۶۱ء میں یہ تالیف ممتاز علی خاں صاحب کے پاس پہنچی۔ وہاں کچھ اور خطوط جمع ہوئے، پھر دونوں مجموعے منشی غلام غوث خان بے خبر کو بھیج دیے گئے۔ مرزا صاحب منشی غلام غوث خان کو لکھتے ہیں:

"حضرت پیر و مرشد ! اس سے آگے آپ کو لکھ چکا ہوں
کہ منشی ممتاز علی خان صاحب سے میری ملاقات ہے
اور وہ میرے دوست ہیں ۔ یہ بھی لکھ چکا ہوں کہ
میں صاحب فراش ہوں ، اٹھنا بیٹھنا ناممکن ہے ۔ خطوط
لیٹے لیٹے لکھتا ہوں ، اس حال میں دیباچہ کیا لکھوں ؟
یہ بھی لکھ چکا ہوں کہ تفتہ کو میں نے خط نہیں لکھا۔"
(عود ہندی ، ص ۳۴۹ ، مکتوب ۱۸۶۳ء)

اس کے معنی یہ ہوئے کہ ۱۸۶۳ء میں بے خبر بھی شریک اہتمام ہو گئے ۔ نیز یہ کہ مرزا صاحب نے تفتہ سے خطوط کی نقل اب تک نہیں منگائی ۔ چنانچہ مرزا خود دیباچہ لکھنے پر آمادہ نہ ہوئے ۔

۱۸۶۴ء کا ایک اور خط ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کام میں مرزا نے ایک حد تک دل چسپی بھی لی اور بے خبر کو لکھا :

"چونکہ یہ خط (بنام نساخ) مجموعہ نثر اردو کے لائق ہے،
آپ کے پاس ارسال کرتا ہوں ۔ اور ہاں حضرت ! وہ
مجموعہ چھپے گا بالفتح یا چُھپے گا بالضم ؟ چھپ چکا ہو
تو حق التصنیف کی جتنی جلدیں منشی ممتاز علی خاں
کی ہمت اقتضا کرے فقیر کو بھیجیے۔" (عود ہندی
ص ۱۳۶ ، مکتوب ۱۸۶۴ء)

اب مرزا برداشتہ خاطر ہو رہے تھے۔ یہ چھپنا اور چُھپنا ایک سال کھینچ گیا اور مرزا نے پھر لکھا :

"اجی حضرت ! یہ منشی ممتاز علی خاں کیا کر رہے ہیں ؟
رقعے جمع کیے اور نہ چھپوائے ۔ فی الحال پنجاب احاطے

میں ان کی بڑی خواہش ہے - جانتا ہوں کہ وہ آپ کو کہاں ملیں گے جو آپ ان سے کہیں ، مگر یہ تو حضرت کے اختیار میں ہے کہ جتنے میرے خطوط آپ کو پہنچے ہیں وہ سب یا ان سب کی نقل بطریق پارسل آپ مجھ کو بھیج دیں - جی یوں چاہتا ہے کہ اس خط کا جواب وہی پارسل ہو -" (عود ہندی ، ص ۳۴۲ ، مکتوب ۱۸٦۵ء)

انھی دنوں "انشاء اردو" (یا کوئی اور کتاب نصاب ، لاہور میں) مرتب ہو رہی تھی - مرزا صاحب نے کچھ خطوط اس کے لیے بھی ارسال کیے ، جیسا کہ 'انشاء اردو' کے مشمولہ خطوط سے واضح ہوتا ہے -

غرض مرزا اوپری دل سے اس مجموعے کی اشاعت میں دلچسپی لیتے رہے ، یہاں تک کہ الہٰ آباد یا ممالک غرب و شمال کے انگریز افسروں نے ان سے کوئی فرمائش کی تو غالب نے بے خبر کو لکھا :

"جناب کیمسن صاحب بہادر افسر مدارس غرب و شمال کا باوجود عدم تعارف ، خط مجھ کو آیا - کچھ اردو زبان کے ظہور کا حال پوچھا تھا ، اس کا جواب لکھ بھیجا - نظم و نثر اردو طلب کی تھی ، مجموعۂ نظم بھیج دیا - نثر کے باب میں تمھارا نام نہیں لکھا ، مگر یہ لکھا کہ مطبع الہٰ آباد میں وہ مجموعہ چھاپا جاتا ہے" (ص ۴۳۲ مکتوب ۱۸٦٦ء)

اس گفتگو اور خطوں کے ان اقتباسات نے زیر نظر مجموعے سے مرزا غالب کی دل چسپی پر اچھی خاصی روشنی ڈال دی اور

مندرجہ ذیل معلومات حاصل ہوئیں :

۱ ۔ کتاب کی تالیف کا خیال ممتاز علی کو آیا اور یہ کام ان کی فرمایش سے شروع ہوا ۔

۲ ۔ تالیف کا کام عبدالغفور سرور نے شروع کیا ۔

۳ ۔ سرور کی تالیف ۱۸۶۱ء یا ۱۸۶۲ء میں ''مہر غالب'' کے نام سے مکمل ہو گئی تھی ۔

۴ ۔ ممتاز علی خاں نے مرزا کی تحریک سے منشی غلام غوث خاں بے خبر کو تمام مواد بھیج دیا ۔

۵۔ کتاب کی تالیف و اشاعت میں مرزا غالب نے غیر معمولی دل‌چسپی نہیں لی اور فراھمی خطوط کے لیے کوئی بڑا اہتمام بھی نہیں کیا ۔

۶ ۔ اثناے تالیف و اشاعت میں مرزا کے خطوط محکمۂ تعلیم پنجاب و ممالک غرب و شمال میں قابل انتخاب قرار پا چکے تھے ۔

بے خبر اور عود ھندی

واضح اور مدلل طور سے یہ بتانا ابھی تک آسان نہیں کہ اس کام میں بے خبر کیونکر شریک ھوئے ، لیکن ان کے خطوط سے ان کی دل چسپی اور انہماک و طریق کار سے ضرور واقفیت حاصل ھوتی ھے ۔ 'فغان بے خبر' میں 'عود ھندی' سے متعلق جو خطوط موجود ھیں وہ اختتام کار ، ترتیب خطوط ، بے خبر اور ممتاز علی خاں کی کوششوں پر روشنی ڈالتے ھیں ۔ مثلاً ایک خط میں غالب کو لکھتے ھیں :

(الف) ''منشی ممتاز علی خاں کو میں نے کل لکھا کہ آپ ایک عرضی جناب کمسن صاحب بہادر افسر مدارس

کے حضور میں بھیج دیں اور اس میں یہ لکھیں کہ
حضرت غالب نے آپ کو جس مجموعۂ نثر کا ذکر لکھا
ھے اسے میں مرتب کرتا ھوں ۔ عنقریب چھپنا شروع
ھوگا ۔ کچھ جلدیں مدرسوں کے لیے آپ بھی خریدیں تو
آپ کی اس اعانت سے کتاب جلد چھپ جائے ۔ اس سے بہتر
اور کوئی طریقہ صاحب تک اس ذکر پہنچانے کا میری
رائے میں نہ آیا ۔

(ب) جا بجا سے جو آپ کے خطوط جمع کیے گئے وہ اصل تو
کہیں سے آئے نہیں ، نقلیں آئیں ۔ سرور کے نام کے ایک
خط میں جلال اسیر کا ایک مصرعہ لکھا ھے ، وہ اسی
قدر پڑھا جاتا ھے: ''زغیر در شکر آب ست'' ۔ مارھرے
والوں کے خط کا حال تو آپ پر خوب ھویدا ھے ۔

(ج) دوسرے لفظ پنشن کو کہیں مذکر لکھا ھے اور کہیں
مؤنث ۔ آپ تو (؟) اسے مخنث کیوں بناتے ھیں ؟ مگر یہ
خرابی کاتب سے ھوئی ھے ! ۔ ان دونوں کی تصحیح
لکھیے تو کتاب میں صحیح لکھ دیا جائے ۔''

(فغان بے خبر ، صفحہ ۸۱)

غالب کے نام ایک مکتوب میں ھے :

(د) ''الحمدللہ کہ 'عود ھندی' کی ترتیب تمام ھوئی ، جلد
بندھوا کر آج ھی منشی ممتاز علی خاں کی خدمت میں
روانہ کر دی ، اب چھپوانے میں دیر کریں یا جلدی
انھیں اختیار ھے ۔''

(فغان بے خبر ، صفحہ ۴۸)

آخر کار آمد خط بنام ممتاز علی خاں کا ایک ضروری حصہ

یہ ہے :

(ہ) ''ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد
ہر کہ خود را دید او محروم شد``

مرشد کے حکم کی تعمیل سے انکار اپنے مراتب و مقامات کا اظہار کیا ہے ۔ اگر سوء ادب نہیں ، برا نہ مانیے تو کہوں ، نتیجہ اس کا طالب اور مرید کے لیے ہر گز مفید نہیں ۔ جو کچھ کہا جاتا ہے ، مریدوں کی بہتری کے واسطے کہا جاتا ہے ورنہ ہم فقرا شان بے نیازی کے مظہر ہیں ، یہاں کسی بات کی کب پروا ہے ۔ مرشدوں کا قول ہے ، جیسی نیت ویسی برکت ، جو جیسا کرے گا اپنے حق میں اس میں نہ قصہ ہے نہ جھگڑا ہے ۔

(و) مرزا نوشہ صاحب کی نثر کا مجموعہ مرتب کر کے آج مصنف صاحب کے حوالے کیا کہ غازی الدین حسن خاں صاحب کے پاس بھیج دیں ۔

(ز) اور وہ آپ کی خدمت میں روانہ کریں ، مصنف آپ سے بہت قریب ہیں ، ایک نظر ان کو بھی دکھا لیجیے، تب چھپوانا شروع کیجیے تو بہتر ہے ۔

(ح) فقیر نے اس کی ترتیب دینے اور لکھوانے اور بذات خود مقابلہ کرنے ہی میں محنت نہیں کی بلکہ اتنا تردد اور کیا کہ جو رقعات بریلی سے آئے ہوئے آپ نے کھو دیے ان کو وہاں سے مکرر منگوایا ، اور سوائے اس کے گورکھ پور، لکھنئو، کان پور سے کچھ بہم پہنچایا اور تین نثریں مصنف سے اور لیں ، اور ان سب کو بھی

مجموعے میں داخل کیا اور جہاں کچھ شک ہوا مصنف
سے اس کی تصحیح کرلی۔ اب اگر یہ مجموعہ طاق نسیان
پر رکھا نہ رہے اور جلد چھپے تو مصنف پر احسان
ہوگا۔

(ط) فقیر کے پاس تو اصل موجود ہے، جب دیکھے گا کہ
آپ نہیں چھپواتے تو اپنے لیے کاتب سے ایک نسخہ اور
لکھوا لے گا اور جو جو نقل کے طالب ہوں گے ان کو
دے دے گا۔

(فغان بے خبر، صفحہ ۸۴، ۸۵)

مرزا غالب نے ۲۶ - اگست ۱۸۶۶ء کے مکتوب بنام
صاحب عالم میں لکھا ہے:

"اور چودھری عبدالغفور صاحب (کو) سلام پہنچائیں اور
یہ بھی لکھ دیں کہ مولوی غلام غوث خاں میر منشی
نے آپ کا دیباچہ اور میرا مجموعۂ نثر مرتب کر کے
منشی ممتاز علی خاں کو بھیج دیا ہے۔ اب چھپوانے
میں ان کو اختیار ہے۔"

اس طویل مطالعے کا خلاصہ یہ ہوا کہ:

۱ - اگست ۱۸۶۶ء سے کچھ پہلے منشی غلام غوث خاں
بے خبر نے کتاب کا مسودہ مکمل کر لیا تھا۔ گویا 'عود ہندی'
کی تکمیل میں کم و بیش پانچ سال صرف ہوئے۔

۲ - 'عود ہندی' مکمل ہونے کے بعد الہ آباد سے مفتی محمد
سلطان حسن خاں کی وساطت سے ممتاز علی خاں کو بھیجی گئی۔

۳ - منشی غلام غوث خاں کے پاس ایک مرتب و مہذب

مجموعہ ''مہر غالب'' اور کچھ خطوط میرٹھ سے وصول ہوئے۔ منشی صاحب نے متعدد مقامات اور مختلف حضرات سے براہ راست مرزا غالب کے خط حاصل کیے۔

۴۔ لوگوں نے عموماً اصل خط کی نقل بھیجی۔ منشی صاحب نے ان سے نجی اور نامناسب عبارتوں اور تاریخوں کو حذف کرکے خوش خط نقل کروایا۔

۵۔ جہاں جہاں عبارت سمجھ میں نہ آئی اس کی مرزا صاحب سے تصحیح کرا لی اور ایک آدھ جگہ مبہم عبارت یا اشارے پر حاشیہ بھی لکھا۔

ممتاز علی خاں نے اس ترتیب میں بے جوڑ اضافے کیے اور جس محنت سے منشی صاحب نے مسودہ تیار کیا تھا اس محنت سے کتابت و طباعت میں دل چسپی نہ لی۔ چنانچہ ترتیب و تالیف کا کام بھی طویل سے طویل تر ہوتا چلا گیا۔ اسی طرح اشاعت میں بھی غیر معمولی تاخیر ہوتی رہی۔

آخر ان سب کوششوں کا نتیجہ، سرور اور ممتاز علی کے دیباچوں، قلق میرٹھی اور محو میرٹھی کی تقریظ اور تاریخوں کے ساتھ ایک سو اٹھاسی صفحات پر شائع ہو کر ناظرین تک پہنچا جس کی ترتیب یہ ہے:

مقدمہ:	دو دیباچے	
فصل اول:	''مہر غالب''	۳۱ خط
فصل دوم:	''عود ہندی''	۱۴۰ خط
خاتمہ:	۲ تقرنطیں، ۳ دیباچے	

بالکل آخر کتاب میں یہ قطعہ ہے:

چو میور صاحب والا مناقب هنر را داد ، داد ارجمندی
برائے نذر ، ممتاز علی خاں بیاورد ایں متاع حسن و خوبی
زهے آورد ایں رنگیں مضامین کلام از طبع او در خود فروشی
نوشتم از سر انصاف تــاریخ بہ‌هوش‌آمد سخن‌زیں عود هندی

یعنی کتاب ”سرولیم میور صاحب ، گورنر یوپی“ کے نام معنون کی گئی -

عود کی کتابت و کاتب :

انیس سطری مسطر پر کتاب کے ۱۸۸ صفحے هیں - کتابت گنجان اور بدنما هے ، مواد زیادہ اور ضخامت کم هے - برخلاف 'اردوے معلیٰ' کے جس کی کتابت سترہ سطری مسطر پر هے - کاتب کا نام کہیں نہیں ملتا لیکن خط کی شان اور املے کی غلطیاں بتاتی هیں کہ نو آموز یا غلط نویس هے - مثلاً ”پڑھ وا دیجیے گا“ یا ”مع الخیر“ کو ”معل خیر“ لکھا گیا هے -

پھر پریس کا یہ عالم کہ تصحیحات اس قدر هلکی روشنائی سے کی گئی هیں کہ سرسری نظر سے دیکھنے والا محسوس هی نہیں کر سکتا کہ کیا لکھا هے - عبارتیں ادھر کی اُدھر کردی هیں جس کی بدولت فقرۂ ”خریدار هے“ کو مستقل خط سمجھ لیا گیا -

کتاب کا پہلا صفحہ جس قدر روشن تھا ، آخری صفحہ اسی قدر گنجان اور تباہ هوگیا -

'عود هندی' کی مقبولیت :

باوجود بے انتہا غلطیوں اور خرابیوں کے کتاب ابھی پریس هی میں تھی کہ خریدار مال اٹھانے لگے - چنانچہ اخبار جلوۂ طور کے مہتمم میرٹھ گئے اور نا مکمل کتاب ، بے قطعۂ تاریخ ، ۲۵ کی

تعداد میں خرید لائے اور گاھکوں کے حوالے کر دی - دیکھیے
"فغان بے خبر" ص ۱۲۹ -

طباعت :

اگست ۱۸۶۶ء کے ابتدائی دنوں میں 'عود ھندی' الٰہ آباد سے روانہ کی گئی تھی - اکتوبر ۱۸۶۸ء تک تقریباً دو برس کا عرصہ چھپائی میں صرف ھوا -

اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس تاخیر کا سبب کیا تھا ؟ بے خبر کے ایک خط سے یہ معلوم ھوتا ھے کہ فروری (سن؟) میں کتاب چھپ چکی تھی اور قطعۂ تاریخ کا انتظار تھا :

> "اس سال روھیل کھنڈ کا دورہ ھوتا ھے - کل تک لشکر رام پور کے علاقے میں تھا ، آج بریلی کی حد میں داخل ھوا - زندگی باقی ھے تو پانچویں فروری کو یہ دورہ ختم ھوگا اور الٰہ آباد کو پہنچیں گے - جب الٰہ آباد سے مراد آباد لشکر میں شامل ھونے کو آتا تھا ، میرٹھ ھو کر آیا - وھاں منشی ممتاز علی خاں صاحب کے بھانجے نے آپ کی اردو انشا مجھے دکھائی - سب چھپ گئی ایک صفحہ اخیر کا باقی ھے - خاں صاحب نے قطعۂ تاریخ کے انتظار میں کہ کوئی کہہ دے ، اسے پھینک رکھا ھے -" (فغان ، ص ۱۲۹)

"اس سال" سے مراد غالباً ۱۸۶۸ء ھے - "پھینک رکھا" کا جملہ بے خبر کے جذبۂ ناپسندیدگی کی غمازی کرتا ھے - کتاب دیکھ کر مرزا غالب نے کوئی خط لکھا جس کا جواب یہ دیا گیا :

"جناب عالی ! کل میں ایٹہ میں تھا - مرزا حاتم علی مہر جو اپنے بیٹے کے اس ضلع میں سررشتہ دار کلکٹری ھونے کے سبب سے

بالفعل وهیں ہیں ، میرے پاس بیٹھے تھے کہ ہرکارہ ڈاک کا آپ کا خط لایا ۔ میں نے پڑھا ، انھوں نے سنا، دونوں نے لطف اٹھایا ۔ پہلا مجموعہ اگر ایسا مہمل چھپا تو دوسرے کا چھپنا بہت مناسب ہوا ۔ مگر گستاخی معاف ، یہ نام 'اردوے معلیٰ' نہایت بھونڈا رکھا گیا ۔ لالہ صاحب یا بابو صاحب کی تجویز ہوگی ، آپ نے اخلاق سے دخل نہ دیا ہوگا ۔ آپ کی تصنیف اور بھدا نام ، لاحول ولا ۔ اے قبلہ ! 'قند ہندی' نام رکھا ہوتا یا پھر سے جو چھپا ہے 'قند مکرر' فرمایا ہوتا ، یہ دو نام کیسے شیریں تھے ۔ جب چھاپہ اتمام پر آئے اور قیمت قرار پائے تو مجھے اطلاع ہو ، کچھ جلدیں میں بھی لوں گا ۔" (فغان ، ص ۱۲۹)

ممتاز علی خان نے 'عود ہندی' غلام غوث بےخبر کو بھیجی جس کو دیکھ کر وہ مولوی عبدالقیوم[1] صاحب کے نام خط میں اپنا تاثر قلم بند کرتے ہیں :

'عود ہندی' یعنی مرزا غالب کے رقعات کا مجموعہ مجھ تک پہنچا ۔

۱ ۔ افسوس ہے کہ نہایت غلط چھپا ۔

۲ ۔ بہت جگہ غلطی سے مطلب خبط ہے[2]۔

زیر نظر ایڈیشن :

'عود ہندی' کا یہ مطبوعہ نسخہ ،'عود ہندی' طبع اول مجتبائی میرٹھ ۱۸۶۸ء کی بنیاد پر چھاپا جا رہا ہے ۔ اثناے مطالعہ میں

---

۱ ۔ مختارالدین صاحب کو اشتباہ ہوا اور فقرہ کچھ اور لکھ گئے "اور صورت حال جاننے کے لیے خواجہ صاحب کو لکھتے ہیں"—آج کل ، فروری ۱۹۵۸ء ص ۱۸ ۔

۲ ۔ فغان ص ۱۴۱ ۔

جہاں 'اصل' یا 'متن' کا اشارہ آئے اس سے یہی نسخہ مراد لیں - درمیان عبارت قوسین میں اعداد 'عود ہندی' طبع اول کے صفحات کے ہیں -

طبع اول کے بعد مطبع نارائنی دھلی اور نول کشور پریس لکھنؤ کے علاوہ جن کتابوں کو تصحیح کے لیے استعمال کیا ہے ان کی مفصل فہرست آخر کتاب میں شریک اشاعت ہے - یہاں صرف یہ عرض کردوں کہ اصول تصحیح متن کے مطابق نسخۂ معاصر مصنف و مؤلف کی اہمیت صرف اصولی نہیں بلکہ بڑی اہم و ضروری ہے - چنانچہ 'عود ہندی' طبع اول کے علاوہ خطوط مشتملہ 'عود ہندی' کے لیے کوئی نسخہ سو فی صد قابل اعتبار نہیں ، اور اگر ہے تو 'اردوے معلیٰ' طبع اول معاصر مؤلف - یا پھر خطوط غالب ترتیب مہیش پرشاد طبع اول الٰہ آباد ہے - یوں مختلف فائدوں کے خیال سے متعدد مآخذ سے مقابلہ کرنا پڑا اور اہم اختلافات حاشیے میں درج کر دیے گئے -

ٹائپ اور لیتھو کے اختلاف اور مشکلات کی بنا پر بعض باتیں اس نسخے میں نہ آ سکیں ، مثلاً رقم کے ہندسے یا بیت و شعر کی علامت یاے مجہول وغیرہ - پیراگراف اور تاریخ مکتوب کی پابندی بھی اس سے پہلے عود ہندی کے کسی نسخے میں ملحوظ نہیں رکھی گئی - دل تو یہی چاہتا تھا کہ خطوط کو تاریخی ترتیب سے مرتب کیا جاتا لیکن اس سے کتاب کی ہیئت اور 'عود ہندی' کا نام متاثر ہوتا لہذا یہ کام سردست ملتوی کر دیا گیا -

رموز وقف و علامات میں نے اپنے طور پر لکھے ہیں ، جن کا وجود اصل متن میں نہیں ہے -

حوالے کی عبارتیں یا حوالے کی کتابیں میں نے اپنی کوشش سے مہیا کی ھیں ۔

الفاظ کے معانی اور کلمات کی تشریح میں عام طلبا کی مشکلات کو پیش نظر رکھا ھے ۔ اور اشخاص و اماکن و مباحث پر جو نوٹ لکھے ھیں انھیں چھان بین کرکے لکھا ھے ۔

مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ ''عود ھندی'' کے اس نسخے سے پہلے کوئی ایڈیشن اس اھتمام سے مرتب و شایع نہیں ھوا ، حالانکہ اس کی افادیت کے پیش نظر اتنی بڑی غفلت حیرت انگیز ھے ۔ اب تصحیح متن ، مقابلۂ خطوط ، تعین تاریخ ، حل اشارات کے ساتھ : ۱ - اسما - ۲ - اماکن - ۳ - کتب - ۴ - اشعار - ۵ - عود کے مشتملات دوسرے ماخذ میں - ۶ - فہرست خطوط - ۷ - فہرست مضامین - ۸ - فہرست ماخذ جیسے اشارے اور فہرستیں مرتب کرنے میں جو زحمت اٹھائی ھے ، اسے علم دوست حضرات کی نذر کرتا ھوں ۔

مضامین عود ھندی :

کہنے کو 'عود ھندی' خطوط غالب کا مجموعہ ھے لیکن یہ خطوط فقط خیریت طلبئی احوال کا مجموعہ نہیں بلکہ مسائل علمیہ ، ادبی اسالیب ، معانی اشعار ، نشاط ادبی و ذھنی کا وقیع سرمایہ ھیں ۔ غالب کی شخصیت و حیات کے مختلف پرتو ھیں ۔ دوسروں کی کتابوں پر ریویو ھیں ، اپنی کتابوں کا تعارف ھے اور بہت سے معاصرین کے بارے میں بڑے کارآمد اخلاقی و نفسیاتی اشارے ھیں ۔

'عود ہندی، خطوط غالب کا پہلا علمی[1] مجموعہ ہے۔ اردوے معلیٰ میں ادبی مباحث سے تعلق رکھنے والے اکثر خطوط نظر انداز کردیے گئے ہیں۔ رحیم بیگ کے نام ''نامۂ غالب'' نے عود ہندی کے علمی وزن کو اس کے خالص ادبی اور انشائی مجموعے کو وزنی بنا دیا ہے۔ ہم نے چاہا تھا کہ متن کی تصحیح کے ساتھ ساتھ بغلی سرخیوں میں ہر خط کے فوائد کی نشان دہی کردیں، لیکن بعض مشکلات کی بنا پر یہ محنت رائگاں گئی اور اب یہ عنوانات پہلے، دوسرے اور پانچویں صفحے کے تین عنوانوں میں منحصر ہیں۔ عرض ناشر—ترتیب کتاب—نعت—لیکن علم دوست حضرات کے لیے ایک فہرست ایسی شامل کتاب ہے جس میں ہر خط کے علمی فوائد کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔

تشکر :

اس طویل کام کو اشاعت کے قابل بنانے میں جن بزرگوں اور دوستوں نے مجھے ممنون کیا ہے ان سب کا شکر گذار ہوں۔ خصوصاً جناب امتیاز علی صاحب قبلہ تاج کا ممنون ہوں کہ موصوف نے ایک مختصر سی کتاب کو اس اہتمام کے ساتھ شایع فرما کر نہ صرف میری ہمت افزائی کی بلکہ اس علمی کام کی قدرشناسی فرمائی۔

محبی خلیل الرحمان صاحب داؤدی نے اس کام کی تحریک بھی کی اور اپنی نادرالوجود کتابوں سے بھی نوازا۔ جناب کلب علی خاں صاحب فائق نے پوری کتاب ملاحظہ فرمائی اور مشوروں سے

۱۔ عود ہندی پر تنقیدی مضمون بہت مفصل لکھ چکا ہوں جو بہت جلد کسی مشہور ادبی رسالے میں شائع ہوگا۔ یہاں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ (مرتضیٰ عفی عنہ)

سرفراز کیا۔ جناب احمد رضا صاحب نے پروفوں کی تصحیح میں عرق ریزی کی اور جناب عبدالغفار صاحب نے اشاعت کے مراحل میں خصوصی توجہ مبذول فرمائی۔ و من لم یشکر الناس، لم یشکر اللہ۔

مرتضیٰ حسین فاضل

لاہور

یکم اکتوبر ۱۹۶۵ء

عود ہندی کا پہلا صفحہ

عرض ناشر | (۲) بندے سے خدا کی تعریف ہو، کیا مجال ہے ! زبان مخلوق حمد خالق کر سکے، وہم و خیال ہے ــــ نعت کا رتبہ حمد سے کم نہیں - جس ممدوح کا پروردگار مداح ہو ، اس کی مدح کے لائق ہم نہیں ــــ بندۂ سراپا عصیاں محمد ممتاز علی خاں جب اپنے کو اس سے عاجز پاتا ہے تو حرف مطلب زبان پر لاتا ہے -

نجم الدولہ[1] اسداللہ خان بہادر ، غالب ــــ

جن کی ذات با کمالات محتاج تعریف نہیں ، مرتبۂ سخن سنجی پابند توصیف نہیں ، روز روشن میں کوئی آفتاب کی روشنی کے دلائل لاوے تو کب عقل کا مقتضا ہے ، چودھویں رات کو جو چاند کی تابش کے برھان بتاوے فضولی کا منشا ہے ــــ سارا ھند انہیں جانتا ہے ، ایران تک اُن کی جادو بیانی کا چرچا ہے - مجھے مدت سے اس کا خیال تھا کہ فارسی تصنیفیں تو ان کی بہت مرتب ہوئیں اور چھاپی گئیں ، لوگوں نے فیض اُٹھائے ، تعویذ بازو بنائے مگر کلام اُردو نے سوائے ایک دیوان کے ترتیب نہ پائی ، یہ دولت ارباب شوق کے ھاتھ نہ آئی ــــ

---

۱ - نجم الدولہ دبیر الملک نواب محمد اسداللہ خاں بہادر نظام جنگ ، دربار دھلی کا دولگی خطاب ، دیکھیے مقدمۂ کتاب -

ـــــحال آنکہ نثر اردو ان کی اوروں کی فارسی سے ہزار درجہ بہتر ہے ـــ یہ سلاست بیان ، شستگی زبان ، روزمرہ کی صفائی اور ان کی شوخی کسی کو کب میسر ہے ؟ـــ اسے بھی ترتیب دیجیے ، قدر دانوں پر احسان کیجیے ۔

اور مرزا صاحب کے شاگرد یکتا چودھری[۱] عبدالغفور صاحب سرور (۳) تخلص سے یہ ذکر آیا تو انھوں نے جتنے خطوط مرزا صاحب کے ان کے نام آئے تھے ، سب کو ایک جا کر کے اور اس پر ایک دیباچہ لکھ کے وہ مجموعہ عنایت کیا ۔ عرصے تک سرگرم تلاش رہا ۔ جابجا سے اور تحریریں مرزا صاحب کی بہم پہنچائیں ۔ بڑی محنت اٹھائی ، تب تمنا بر آئی اور مجموعہ مرتب ہوا ، آج پورا اپنا مطلب ہوا ـــ خواجہ[۲] غلام غوث خان بے خبر تخلص جو نواب معلیٰ القاب لفٹننٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی کے میر منشی اور میرے مخدوم خاص اور حضرت غالب صاحب کے مخلص با اختصاص ہیں ، اس تلاش میں میرے معین اور مددگار رہے ۔ بہت کچھ ذخیرہ ان کی بدولت بہم پہنچا ۔

۱ ۔ صاحب عالم ، مرزا غالب کے دوست ، مارہرے کے مرشد و صوفی و رئیس (تلا : ۱۵۰ ، خطوط : ۳۶۶ ، ادبی : ۳۶ ، ط ۔ انوارالمطابع)

۲ ۔ خواجہ حضوراللہ کے بیٹے ، قاضیوں کی اولاد ، کشمیری خاندان سے تعلق رکھتے تھے ۔ بے خبر ۱۸۲۵ء مطابق ۱۲۴۰ھ نیپال میں پیدا ہوئے ۔ چاربرس کے تھے جب والدین بنارس آ گئے ۔ بے خبر یہیں پلے ، بڑھے ، جوان ہوئے ، لفٹننٹ گورنر مغربی شمالی کے نائب میر منشی ، پھرمنشی ہوئے ۔ ۱۸ شوال ۱۳۲۲ھ مطابق ۲۶ ۔ دسمبر ۱۹۰۴ء الہ آباد میں وفات پائی ۔ ان کی تین کتابیں ـــ خون نابہ جگر ، فغان بے خبر ، لعل و گہر انشائے بے خبر ـــ چھپ چکی ہیں (تلامذہ غالب ، حاشیہ ص ۱۶۳ ۔ ادبی : ۲۳۴ ۔ خطوط : ۳۱۹)

ترتیب کتاب | اس کتاب کی دو فصل اور ایک خاتمہ ہے۔
پہلی فصل میں چودھری صاحب کے مرتّب کیے ہوئے خطوط اور ان کا لکھا ہوا دیباچہ ؛ دوسری فصل میں میرے جمع کیے ہوئے رقعات اور خاتمے میں چند نثریں ہیں جو جناب غالب نے آوروں کی کتابوں پر تحریر فرمائی ہیں۔

عود ہندی

اس کتاب کا نام ہے ، خوشبو اس کی تمام عالم میں پھیلے!
اسی دعا پر ختم کلام ہے۔

پہلی فصل

چودھری عبدالغفور سرور کا لکھا ہوا دیباچہ

بسم اللہ الرحمان الرحیم

دیباچۂ انشا کی آرائش ستائش کاتب برحق[1] ہے کہ نہ طاقت قلم ہے نہ تاب زباں، اور عنوان املا کی نمائش، حمد املا گر مطلق ہے کہ نہ یارائے لسان ہے نہ زہرۂ[2] بیان ۔

اس نظم گاہ زمانہ میں صانع نے کیا کیا صنائع اور بدائع[3] اپنی قدرت کاملہ سے دکھائے اور کیسے کیسے منشی بنائے ۔ ظہوری[4] کو ظہور دیا ، نظیری کو بے نظیر کیا ، جامی نامی

---

۱ ۔ قدیم اصطلاح میں منشی ، دبیر ، انشا پرداز ۔ کاتب برحق : منشی تقدیر ، خداوند عالم ۔

۲ ۔ پتا ، قوت ہمت (غیاث)

۳ ۔ صانع : بنانے والا ، کاریگر ۔ صنائع : مصنوعات ۔ بدائع : بے مثال مخلوقات ۔ صنائع بدائع : لفظی و معنوی محاسن ، فن بیان و بلاغت کی خوبیاں ۔ منشی : انشا پرداز ۔ خالق : صانع صنائع (صنعت اشتقاق و تجنیس) ۔

۴ ۔ ظہوری : ملا نورالدین ظہوری ترشیزی ، متوفی ۱۰۲۵ھ مطابق ۱۶۰۵ء عادل شاہی دربار سے وابستہ تھا ، بڑا عروج پایا ۔ 'سہ نثر ظہوری' نئے اسلوب کی نثر ہے جو ہند و پاک میں مقبول رہی ہے ۔

ہوئے اور نظامی خداوند شیریں کلامی ـــ غالب کو غلبۂ شیوا بیانی و ہمہ دانی و عذوبت[1] معانی و شیرین زبانی عطا فرما کر کوس[2] یکتائی بجوایا اور ایک حلاوت کلام سے ایک عالم کو شیریں کام فرمایا ـ زہے کرم کریم ، وخہے[3] رحمت رحیم !

نعت اور ممدوح کبریا کی نعت یعنی رسول مقبول ـــ کا بیان صفات بشر سے محال ہے ، ملائک کی زبان ناطقہ اس جگہ لال[4] ہے ؛ وہ رسول مجتبیٰ ، مقیم مقام قاب قوسین او ادنیٰ[5] ، کلیم کلام ماینطق عن الهویٰ[6] ، بدر الدجیٰ[7] ، شمس الضحیٰ[8] کہ جس کی ہدایت زبانی پر معانئ دونوں جہاں کے مطالب کی کتاب ہے ، جو کلمہ ہے رحمت کا باب ہے ، (۴) جو فقرہ ہے مغفرت انتساب ہے ـــ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ اجمعین ـ

اب شنیدن کو بگوش شنوا نوید اور گفتن کو بزبان گویا مژدہ ہو کہ شاہد سخن بصد ناز و ادا مقنعہ رخ سے اٹھاتا ہے اور معشوق فکرت[9] بہ ہزار غنج[10] و کرشمہ جلوہ دکھاتا ہے ، لیلئ شیرین لقائے[11] فصاحت کہ جس کا ایک جہان مجنوں ہے ،

---

۱ ـ شیرینی ـ
۲ ـ نقارہ ـ
۳ ـ حرف آفرین ـ
۴ ـ گنگ ، گونگی ـ
۵ ـ دو کمانوں بلکہ اس سے کم ، س ۵۳ ، ی ۹ ـ
۶ ـ وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا ، سورۃ ۵۳ ، آیت ۳ ـ
۷ ـ اندھیرے کا چاند ـ
۸ ـ دن کا سورج ـ
۹ ـ فکر (خیال)
۱۰ ـ ناز ، ادا ـ
۱۱ ـ لقا : ملاقات ، فارسی میں چہرہ و رخ ـ شیریں لقا : حسین ـ

دیدار نمائے طالبان سخن سنج معنی رس ہوتی ہے اور عذرائے خود[1] آرائے بلاغت کہ جس کا ایک جہان وامق ہے ، سلک نثر میں موتی مضامین رنگیں کے پروتی ہے ۔

مخفی و محتجب[2] نہ رہے کہ سخن آفرین نے کوئی زمانہ سخن گو اور معنی فہم سے خالی نہیں رکھا ۔ اوقات ماضیہ میں نظامی[3] سے انتظام نظم بخشا ، دستِ جامی[4] سے جامِ معنی پُر کیا ، ظہوری سے نظم و نثر کو ظہور دیا ، عرفی[5] سے سخن مشہور ہوا ؛ اس وقت میں عمدة البلغا ، قدوة الفصحا ، سخن ور یگانہ ، فردوسیٔ زمانہ ، خاقانی جاہ ، انوری پناہ ، سحبانِ زمان ، خانِ دوران ، جانِ سخن ، روحِ معنیٰ ، نظامی نظام ، ظہوری ظہور ، نظیری نظیر ، فیضی فیض ، ضمیری ضمیر ، شانی شان ، نوائی نوا ، فغانی فغان ، مخدومی و استادی نجم الدولہ ، دبیر الملک محمد اسداللہ خان بہادر نظام جنگ کو وہ قدرتِ سخن سنجی اور معنی آفرینی عطا فرمائی کہ تمام عالم اُن کی ہمہ‌دانی کا قائل اور شیوا بیانی کا مائل ہے ــــ اللہ ان کو سلامت با کرامت رکھے ــــ آمین ثُم آمین ۔

---

۱ ۔ وامق و عذرا : دو افسانوی عاشق و معشوق عرب ۔

۲ ۔ محتجب : مخفی ، پوشیدہ

۳ ۔ ابو محمد نظام الدین گنجوی ، خمسے کے مولف ، ٦٠٦ھ میں فوت ہوئے ۔ رزمیہ و بزمیہ شاعری کے خاتم مانے جاتے ہیں ، ہند و پاک و ایران کے شعرا بڑا احترام کرتے ہیں ۔

۴ ۔ ملا نورالدین عبدالرحمان جامی ، ۲۳ شعبان ۸۱۷ھ ولادت ۔ ۱۸ محرم ۸۹۸ھ وفات ۔ غزل ، مثنوی ، تصوف کے رہبر کامل (علی اصغر حکمت کی کتاب ''جامی'' آپ کے سوانح و نقد پر بے مثال کتاب ہے)

۵ ۔ عرفی ، فردوسی ، خاقانی ، انوری ، سحبان ، نظیری ، فیضی ، ضمیری ، شانی ، نوائی ، فغانی کا تذکرہ آئندہ حواشی میں دیکھیے ۔

نظم میں وہ پایہ بلند کہ شعرائے ان کے ہر شعر پر لآلی[1] انجم تصدق اتارے، خود بلاگردان ہو۔ لولی[2] سا عروس ہرمصرعے پر دل و جان وارے، صدقہ و قربان ہو۔ ترکیب الفاظ اور ربط قوافی[3] و ردیف کا عجب ڈھنگ ہے کہ سخن وران مسلم الثبوت کی عقل دنگ ہے، قافیہ[4] تنگ ہے۔

عرفی[5] کو کہاں سے لاؤں جو اپنے کلام کی تصدیق چاہوں۔ اگر نظیری ہوتا دادِ سخن دیتا؛ اعتقادات اصحابِ زمانہ سے ڈرتا ہوں ورنہ کہتا ''زانوئے سبق خوانی تہہ کرتا۔ نثر میں وہ مایۂ ارجمندی کہ نثرئے اس سُلّم[6] کا ایک زینہ ہے، دبیرِ فلک ان کی خاتم کا نگینہ ہے۔ اگر فقرات سہ نثر ظہوری شراب بے غش کے پیالے ہیں، تو کلمات عبارت رنگین جناب غالب شیرینی کے نوالے ہیں۔ طاہر وحید انشا طرازی میں یکتا ہے

---

۱ - لآلی، جمع (لؤ لؤ) موتی۔

۲ - سرود گو - لولی فلک، زہرہ (مؤیدالفضلا)۔

۳ - قافیہ: متشابہ‌الاواخر متغائر المعانی الفاظ؛ ردیف - قافیے کے بعد مکرر آنے والا لفظ۔

۴ - قافیہ تنگ ہونا: عاجز ہونا۔

۵ - سید محمد جمال‌الدین، عرفی شیرازی، متوفی ۹۹۹ھ، عہد اکبری کا نامور قصیدہ‌گو شاعر جس نے غزل کو نیا آہنگ دیا۔ فلسفہ و نفسیات و تصوف کا عالم، بلند خیال، بلند ہمت، نازک مزاج، نازک دماغ آدمی جس نے ہندوستان کی شاعری کو بے حد متاثر کیا؛ ڈاکٹر اقبال کا خیال ہے:

محل ایسا کیا تعمیر عرفی کے تخیل نے
تصدق جس پہ حیرت خانۂ سینا و فارابی

(بال جبریل صفحہ ۲٦۸)

٦ - مبارک، نول کشور، سلم۔

لیکن یہ انداز کہاں ! (۵) ابوالفضل نثر پردازی میں بے ہمتا ہے مگر یہ برگ و ساز کہاں !"

چنانچہ 'مہرِ نیم روز' کی تابش اور 'ماہِ نیم ماہ' کی نمائش اور 'دستنبو' کی خوشبو و رنگینی ، 'قاطعِ برہان' کے دلائل کی دل نشینی شاہد مدعا ہے ۔ سچ تو یہ ہے — سخن کی آبرو آپ کی ذات باکمالات سے باقی ، ہمارے قول کو کلام ممدوح کافی ، جو کہوں وہ بجا ہے ۔ تلفظِ عبارت 'پنج آہنگ' بہ الحان داؤدی ہے کہ آہنیں دلوں کو موم کرتا ہے ، مطالعہ ہر سطر و صفحے کا جوہر سرمۂ اصفہانی ہے کہ پتھرائی آنکھوں کو جلا بخشتا ہے — الحق کہ موجد تازہ مضامین ہیں اور آفرینندۂ معانیِ دل نشین ۔

ریختہ[۱] کا وہ انداز ریختۂ خامۂ سحر نگار ہے کہ میر کو زندہ کیا ہے ، سودا کو مول لیا ہے ۔ عبارت اردو 'باغ و بہار'[۲] ہے ، دیکھ لومشتے از خروار ہے ، اگر کوئی سخن چین[۳] سخن چینی کرے تو ہرزہ درائی[۴] ہے اور عبث بینی اس کی عین نابینائی ۔

---

۱ ۔ ریختہ : اردو ، استرکاری کا مسالا ، پختہ تعمیر ؛ سودا :

ہر بیت رکھے ہے یہ غزل ایسی ہی مضبوط
سودا کوئی جوں ریختہ کے گھر پے کرے گچ

(دیکھیے : جدید نسیم اللغات تالیف حقیر)

۲ ۔ باغ و بہار ۔ میر امن دہلوی کی بے مثال ادبی کہانی ، نیز خوش مزاج ، شگفتہ عبارت ۔

۳ ۔ سخن چین : چغل خور ، لگائی بجھائی کرنے والا (فرہنگ آموزگار ، جدید نسیم اللغات) لیکن "سخن چین" کے معنے یہاں نقال ، سرقہ کرنے والا ہے اور "سخن چین" اعتراض اور چہ می گوئیاں کرنے کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے ۔

۴ ۔ ہرزہ درا : بے ہودہ گو ، فضول گو ۔

اب ارباب علوم کو معلوم ہو کہ میں انکسار ظہور عبدالغفور متخلص بہ سرور مارہروی بدو[1] شعور سے اہل[2] سخن کا طالب اور صاحب کمال کا خواہان تھا ۔ جب کلام بلاغت نظام رشک صائب ، فخر طالب جناب اسداللہ خان غالب کا دیکھا ، دل کو بھایا ، یکتا پایا ، ترسیل[3] مراسلات میں قدم بڑھایا ، ہر کتابت[4] کا جواب آیا ۔

سبحان‌اللہ ! وہ زبان کہاں پاؤں کہ آن کے خُلق کا بیان لب پر لاؤں ۔ مجھ سے ناچیز حقیر پر وہ ذرہ نوازی مہر وار[5] فرمائی کہ میری نظر میں میری آبرو بڑھائی ۔ کبھی جواب مراسلہ میں تساہل و درنگ اور اصلاح شعر و عبارت میں دریغ اور ننگ نہ فرمایا ۔ جو نامہ کہ بنام میرے بہ عبارت اردو تحریر کیا ، مکتوب سادہ رویوں سے دل ربا تر اور ہر سطر اس کی سلسلہ مویوں سے تاب فرسا زیادہ ہے ۔ جس آنکھ نے دیکھا ، وہ بینا ہے ؛ جس کان نے سنا ، وہ شنوا ہے ۔

پس تنہا متلذذ[6] ہونا اور آپ ہی آپ مزہ اٹھانا خلاف انصاف جانا ، دل مائل تمام بہ شہرت عام ہوا اور ہنوز یہ قصد ناتمام تھا کہ بہ حسن اتفاق فخر زماں ، وحید دوراں جناب ممتاز علی خاں صاحب متوطن میرٹھ ـــــ کہ ریعان[7] شباب میں بہ تہذیب نفس شب بیدار، تہجد گزار، دل نرم ، ہنگامۂ محبت گرم ،

---

۱ - بدو : آغاز ۔
۲ - مبا ، نول ''امال''
۳ - ترسیل : بھیجنا ، خط بھیجنا ۔
۴ - کتابت : خط ، تحریر ۔
۵ - مہر وار : آفتاب کی طرح ۔
۶ - متلذذ : لذت یاب ، لطف اندوز ۔
۷ - ریعان : آغاز جوانی ۔

اخلاق مجسّم ، شفیق مکرّم ، فطرت ارجمند ، همت بلند ، خصائل حمیدہ ، اوصاف پسندیدہ ، (٦) پاک نہاد ، متحد با اتحاد ، پاکیزہ روش[١] ، اخلاق منش[٢] ، سخن شناس ، انصاف اساس[٣] ، خوش تقریر ، عدیم‌النظیر[٤] ھیں—رونق افزائے مارھرہ ھوئے اور قدوم تقدس لزوم سے اس قصبے کو مشرف کیا ۔

ایک روز محفل ممدوح میں ذکر ھمہ‌دانی و شیوابیانی جناب استاذی و مخدومی درمیان آیا ، ارشاد کیا کہ کلام مرزا صاحب نسیم جاں فزا اور شمیم دل‌کشا ھے ۔ فارسی کا کیا کہنا آردو بھی یکتا ھے ، نظم و نثر فارسی تو محلّیٰ بہ حلیۂ انطباع[٥] ھوا ، لیکن نثر آردو زیور طبع سے عاری رھا ۔ اگر وہ خطوط کہ بنام تمھارے آئے اور تم نے سنائے ھیں ، جمع کرو تو میں بیڑا اٹھاتا ھوں—اس تقریر سے نسیم تاثیر نے غنچۂ دل کھلایا ، منشأخاطر ظہور میں آیا—وہ مکتوب کہ بنام میرے آئے تھے ترتیب دیے ، گویا جواھر بے بہا کان قلم‌دان سے نکال کر کشتی اوراق میں جمع کیے—چونکہ محبت جناب غالب میرے حال پر بہت غالب ھے ، للہذا نام اس انشا کا—'مہر غالب' (بکسر میم) مناسب ھے ، سال ختم تالیف[٦] بھی اس نام سے مطابق پایا ، طبیعت آور بڑھی ، تحریر تاریخ کو دست قلم بڑھایا :

---

١ ۔ نول ، مبا ''روشن''
٢ ۔ منش : فطرت ، مزاج ۔ ٣ ۔ اساس : بنیاد ، نیو ۔
٤ ۔ عدیم‌النظیر : بے مثال ، لاجواب ۔
٥ ۔ حسن طباعت سے آراستہ ھوا ۔
٦ ۔ مہر غالب کے اعداد ١٢٧٨ھ ھوتے ھیں جو ١٨٦١ء - ١٨٦٢ء کے مطابق ھے ، لیکن اس مجموعے کی طباعت ٢٣ اکتوبر ١٨٦٨ء مطابق ١٠ - رجب ١٢٨٥ھ کو تمام ھوئی ۔

انشا مملو به صد مطالب لکھی
یعنی[1] پئے دوستان طالب لکھی
موسوم کیا جو 'مہر غالب' سے سرور
تاریخ بھی اس کی 'مہر غالب'[2] لکھی (۱۲۷۸ھ)

کوکب شعر شاعران ہند پرتو التفات غالب سے روشن اور خاک فکر ہندیان آبیاری مکرمت ممدوح[3] سے گلشن ہو جیو — آمین ثم آمین !

---

۱ - نسخہ نول کشور طبع ۱۹۴۱ء میں صرف پہلا مصرعہ ہے باقی مصرعے ندارد ۔
۲ - پہلے اور بعد کے متداول نسخوں میں اعداد درج نہیں ۔
۳ - مکرمت : کرم کرنا ، کرم ، بخشش ، نیکی — آبیاری مکرمت : امداد کرم ۔

چودھری عبدالغفور سرور کے نام

(۱)

چودھری صاحب شفیقِ مکرم کی خدمت میں بعد ارسالِ سلام مسنون عرض کرتا ہوں کہ آپ نے ذرہ پروری اور درویش نوازی کی ، ورنہ میں سزاوار ستائش نہیں ہوں ۔ ایک سپاہی زادہ ہیچ مداں ، اور پھر دل افسردہ و رواں فرسودہ[۱] ـــــ ہاں ایک طبعِ موزوں اور فارسی زبان سے لگاؤ رکھتا ہوں ۔

اور یہ یاد رہے کہ فارسی کی ترکیب الفاظ اور فارسی اشعار کے معنی کے[۲] پرداز میں میرا قول اکثر خلافِ جمہور پائیے گا اور حق بہ جانب میرے ہوگا ۔ پہلے میں حضرت سے پوچھتا ہوں کہ یہ صاحب جو شرحیں لکھتے ہیں ، کیا یہ سب ایزدی سروش[۳] ہیں اور ان کا[۴] کلام وحی ہے ؟ اپنے اپنے قیاس سے معنی پیدا کرتے ہیں ۔ یہ میں نہیں کہتا کہ ہر جگہ ان کا قیاس غلط ہے ، مگر یہ بھی کوئی نہیں کہہ سکتا کہ جو کچھ یہ فرماتے ہیں وہ صحیح ہے ۔

---

۱ - ادبی : خط ۱ ''رواں فشردہ'' ۔
۲ - ادبی : خط ۱ ''کی پرداز'' ۔
۳ - آواز غیب ، وحی ۔
۴ - اون : اصل ۔

اسی چھاپے میں (ے) آپ جس کا حوالہ دیتے ہیں :

من کہ باشم عقل الخ[1]

اس شعر کی شرح کو ملاحظہ کیجیے[2] ، عبارت وہ تعقید سے لبریز کہ مقصود شارح کا سمجھا بھی نہیں جاتا اور جب غور و تامل کے بعد سمجھ لیجیے تو وہ معنی ہرگز لائق اس کے نہیں ہیں کہ فکر سلیم آس[3] کو قبول کرے ۔ پھر ''احسان تو بشگافتہ الخ''، اس مصرع[4] کی توجیہ کتنی بے مزہ اور بے نفع ہے ؟ عرفی کو کہاں سے لاؤں جو اس سے پوچھوں کہ بھائی! تو نے اس شعر کے کیا معنی رکھے ہیں ؟

---

۱ ۔ ''قصائد عرفی'' طبع قدیم لکھنؤ اور نول کشور کا پہلا قصیدہ ، شعر ۲۲ :

من کہ باشم عقل کل را ناوک انداز ادب
مرغ اوصاف تو از اوج بیان انداختہ

۲ ۔ متن خط کی یہ پوری بحث اس عبارت پر مبنی ہے :
''کام استفہامیہ است بہ معنی کدام ، و ۔ را ۔ بدل اضافت است ، یا بہ معنی برائے ۔ ای ۔ جبریل کہ مرغ اوصاف ترا بر اوج بیان پرانیدہ بود تیر انداز ادب آنہارا از اوج بہ زیر انداختہ کہ مجال تو و رتبۂ تو نیست کہ مدح چنین مالک الملکی کنی ، حقیقت من چیست کہ توصیف تو رقم سازم'' (حاشیہ قصائد عرفی)

۳ ۔ اصل : اوس ۔

۴ ۔ اصل ''مصرعہ'' ۔ پورا شعر دوسرے قصیدے سے متعلق ہے :

انعام تو بر دوختہ چشم و دھن آز
احسان تو بشگافتہ ہر قطرۂ یم را

قصیدۂ دوم ''در نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' ، شعر نمبر ۲۳ ، طبع نول کشور ۔

قصه کوتاه ـــ قطعہ[1] :

دیوان گری محبتِ تو کامروز مسلم ست ما را
بیگانه ز تاج کرد تارک آواره ز کفش کرد پارا

جیسا که دوسرے شعر کے مفہوم کو شارح[2] کہتا ہے کہ "دیوانگی میں یہ حالت بعید نہیں۔" ایسا ہی اگر کوئی کہے کہ "منصب دیوانی سے یہ بات بعید ہے" تو پھر شارح کیا جواب دے گا ؟ ہاں یہ کہے گا "غلبۂ محبت میں پاس وضع نہ رہا اور دیوان جی صاحب کچہری سے ننگے سر اور ننگے پانو[3] نکل بھاگے" ـــ ہم نے مانا۔ مگر ہم یہ پوچھتے ہیں کہ دیوانگی کیوں نہ لکھیں ؟ کہ دوسرے شعر کے معنی بے تکلف منطبق[4] ہو جائیں اور توجیہات[5] درمیان نہ آئیں۔

فقیر کے نزدیک "دیوانگیِ محبت تو" صحیح اور بے تکلف ہے اور "دیوانگی و محبت تو" غلطِ محض اور "دیوان گری محبت تو" تکلفِ محض۔ دیوانگی اور محبت دو صفتیں کیوں جمع کریں ؟

---

۱ - نول میں "نظم" ادبی خطوط میں "نظم و قطعہ" دونوں ندارد حالانکہ طبع اول اور خود قصائد میں اسے قطعہ لکھا گیا ہے۔ دیکھیے قصائد عرفی طبع نول کشور ۱۸۸۰ء ، صفحہ ٦ -

۲ - ایں دوبیت قطعہ بند است یعنی خدمت دیوانی دوستی تو که امروز ما راست برهنه سر و برهنه پا نمود ، آوارهٔ دشت سراسیمگی ساخت و در بعضے نسخ بجاے "دیوانگری" "دیوانگی" دیده شد و اول وجه (اوجه؟) ست کما لا یخفی - رحیم - یعنی خدمت وزارت دوستی که امروز مرا مسلم است بر دستاری گزاشته است و نه در پاے پاپوشی داشته نسخه دیوانگی از دیوانگی ست (؟) چه در دیوانگی ازیں قسم شدن بعید نیست - ۱۲ حاشیه حواله مذکور -

۳ - مرزا کا املا یہی ہے ، "پانؤں" نہیں لکھتے۔

۴ - چسپاں۔

۵ - تاویلیں ، وجوہ۔

غور کیجیے عطف[1] کی ''واو'' یہ چاھتی ھے کہ یہ شخص پہلے سے دیوانہ تھا اور پھر اسی حالت میں اس[2] کو محبت پیدا ھوئی۔ دیوانگی میں تاج و کفش بے جا تھی، محبت پیدا ھونے کے بعد یہ حالت طاری ھوئی - کیا بے مزہ توجیہ ھے؟ ھاں! دیوانگی محبت یعنی وہ جنون جو فرط محبت میں بہم پہنچا، اس[3] نے اس احوال کو پہنچایا - فقیر ''دیوانگی محبت'' کہے گا اور ''دیوانگیِ محبت'' کہنے کو منع کرے گا اور ''دیوانگری محبت'' کہنے کو نہ مانع آئے گا نہ تسلیم کرے گا ـــ اور ـــ ''دیوانگی و محبت'' کہنے کو منع کرے گا[4]۔

زیادہ اس سے کیا عرض کروں ـ یاد آوری اور مہرگستری کا شکر بجا لاتا ھوں، اور بس۔

(اب[5] یہاں سے روئے سخن حضرت پیر و مرشد صاحبِ عالم صاحب کی طرف ھے)

اپنے مخدوم و مطاع حضرت صاحب کی خدمت میں بندگی عرض کرتا

---

۱ - نول ''عطف کا واو یہ چاھتا ھے''، خطوط ''عطف واو یہ چاھتا ھے''، ادبی میں یہی عبارت ھے۔

۲ - عود نول - ''اوس''۔ ۳ - اصل - ''اوس''۔

۴ - خلاصہ یہ ھے کہ ''آپ کی محبت میں اب میری وحشت و دیوانگی مانی ھوئی بات ھے - اس دیوانگی نے مجھے تاج و کفش سے بے نیاز کر دیا - اب نہ سر کی آرائش کا خیال ھے نہ پیر کی حفاظت کا تصور۔''

۵ - غالب عموماً صاحب عالم مارھروی کے خطوں کے جواب ''سرور'' ھی کو لکھتے تھے تاکہ وہ صاحب عالم کا جواب لکھنے کے پابند ھو جائیں - چونکہ صاحب عالم کا لکھا مرزا پڑھ نہیں پاتے تھے، اس لیے یہ تدبیر سوچی ـ اصل ''طرف سی۔''

ہوں اور حیران ہوں کہ اور کیا کہوں! یہ مدعا چودھری صاحب کی تحریر سے معلوم ہو گیا تھا ، اس کا جواب لکھا گیا ۔ حضرت کے دستخط خاص کی (٨) لکھی ہوئی عبارت سے جو سمجھتا ہوں ، اس کا جواب لکھتا ہوں اور جو کچھ مجھ سے نہیں پڑھا گیا وہ تعویذ بازو کر رکھتا ہوں ۔ اگر بہ فرض محال کبھی ملاقات ہوگی تو آپ سے دریافت کر کے پاسخ[1] گزار ہوں گا ـــ ہاں! حضرت سچ ہے ، میر ابن حسن خاں[2] میرے دوست ہیں اور مرزا عباس[3] میرا بھانجا ، فتنہ و فساد کے زمانے میں بلگرام میں رہا اور اب وہ فرخ آباد میں ڈپٹی کلکٹر ہے ـــ آپ کی اور بھائی منشی نبی بخش صاحب کی ملاقات سے میرا دل بہت خوش ہوا ۔ یاد رہے ! سخن فہمی اس بزرگوار کا حق ہے ، اب آگرے میں بے کار اور پنشن[4] کے امیدوار ہیں ۔

گفتی اور شدی ایک مصرع

تا ہر چہ گفتی از تو مکرر شنود می

''شدی'' کی رعایت سے کہ وہ بہ یائے مجہول ہے بہ معنی ''می شد''۔ اکثر صاحب ''گفتی'' کو بھی بہ یائے مجہول پڑھتے ہیں تا کہ ''می گفت'' کے معنی پیدا ہوں ۔ اس صورت میں خطاب

---

١ ۔ پاسخ : جواب ۔

٢ ۔ میر ابن حسن خاں ، میر نثار حسین خاں بلگرامی (خزینۃالشعراء بہ حوالہ خواجہ احمد فاروقی : اردو کا ایک غیر مطبوعہ تذکرہ ، آجکل ، دھلی ، ١٥ جون ١٩٤٧ء) ۔

٣ ۔ مرزا عباس بیگ مرزا کے بھانجے اور معزز آدمی تھے ۔ اسسٹنٹ اکسٹرا کمشنری کے عہدے سے ریٹائر ہوئے ۔ عباس بیگ لکھنؤ ہی میں رہتے تھے، یہیں مرزا غالب کی مثنوی 'ترجمہ دعائے صباح' شائع کروائی ۔ ١٨٧٩ء مطابق ١٢٩٦ھ میں وفات پائی ۔

٤ ۔ غالب کا املا ''پنسن'' ہی ہے ۔

سے به طرف غیبت کے رجوع کرتے ہیں اور ''گفتی'' به یائے معروف سے صیغه واحد حاضر ہے ۔ از منه میں سے اشعار[1] زمانۂ ماضی رکھتا ہے اور شدن اور شود یه سب استقبال کے مقتضی ہیں اور معروف ''گفتی'' ماضی ہے ۔ پس اگر ''گفتی'' به یائے معروف کہیے تو اوپر کے مصرع[2] میں 'بُدے' کہا ہوگا ، بودے کا مخفف ـــ خلاصه یه که اگر وہاں 'بُدے' ، کہیے تو یہاں ''گفتی'' به یائے معروف بے تکلف درست اور به یائے مجہول غلط ہے ، اور اگر وہاں 'شدے' کہیے تو یہاں ''گفتے'' به یائے مجہول کہیے ۔ غیبت اور خطاب کا تفرقه مٹا دیجیے ، 'گفتے' به یائے مجہول میں خطاب حاضر مقدر رہتا ہے اور 'تو' کا لفظ جو قریب ہے ، وہ اس معنی کو ہاتھ[3] سے جانے نہیں دیتا ، نظائر اس کے فارسی میں بہت ہیں ۔

رباعی کے باب کی پرسش ہرگز نه رہے ، نہیں کہی ۔

زیادہ حدِ ادب

(مارچ ۱۸۵۸ء[4])

---

۱ ۔ اشعار ، خیال پیدا کرانا ۔

۲ ۔ اصل ''مصرعه'' ۔ ۳ ۔ اصل ۔ ''بات'' ۔

۴ ۔ اس خط پر تاریخ نہیں ہے ، لیکن یه معلوم ہے که حقیر نے ۱۸۵۸ء میں فوج کی سرشتے داری سے پنشن لینے کی کوشش کی تھی (نادرات مقدمه صفحه ۳۰ ۔ مہیش : صفحه ۳۳ خ ۳۴) اس لیے میرا خیال ہے که اپریل یا اس سے ایک آدھ ماہ پہلے کا خط ہے ۔ آفاق اپریل یا مئی کا سمجھتے ہیں ، میں مارچ یا اپریل کا ، کیوں که ۱۱ ۔ اپریل کو مرزا نے سن لیا ہے که حقیر ملازمت پر جانے کی فکر میں ہیں ۔ نه معلوم بعض حضرات نے ۱۸۵۹ء کیوں لکھا ہے ۔

ایضاً[1] (خط نمبر ۲)

بندہ پرور!

مہربانی نامہ آیا ، سر پر رکھا ، آنکھوں سے لگایا -

فارسی کی تکمیل کے واسطے اصل الاصول[2] مناسبت طبیعت کی ہے ، پھر تتبع[3] کلام اہل زبان ، لیکن نہ اشعار قتیل[4] و واقف و شعراء ہندوستان کہ یہ اشعار سوائے اس کے کہ ان کو موزونیٔ طبع کا نتیجہ کہیے اور کسی تعریف کے شایاں نہیں ہیں - نہ ترکیب فارسی ہے نہ معنی نازک ، ہاں ! الفاظ فرسودہ ، عامیانہ جو اطفال دبستان جانتے اور جو متصدی[5] نثر میں

---

۱ - اصل ، 'ایضاً' نول کشور—''چودھری عبدالغفور کے نام'' ہر ''ایضاً'' کی جگہ مکتوب الیہ کا نام ہے - مبا صرف نمبر لکھتا ہے -

۲ - بنیادی بات -

۳ - پیروی -

۴ - مرزا محمد حسن قتیل ، بھنڈاری کھتری ، اجداد کا وطن بٹالہ گورداس پور تھا - دادا نقل وطن کر کے باغپت چلے گئے ، قتیل خود (۱۱[illegible]ھ) دھلی میں پیدا ہوئے - باپ نے دیوالی سنگھ نام رکھا - فارسی کا شوق تھا ، مرزا محمد باقر شہید اصفہانی سے اٹھارہ برس کی عمر میں فیض اٹھایا اور شیعہ ہوگئے ؛ فارسی ، ترکی کے ماھر ، عربی و اردو سے دل چسپی رکھتے تھے - پانچ چھ کتابیں لکھیں - انشا و مصحفی کے دوست اور نواب سعادت علی خاں کے معزز منصب دار تھے - بروز شنبہ ۳۱ - جنوری ۱۸۱۸ء مطابق ۲۳ ربیع الاول ۱۲۳۳ھ صبح کے وقت لکھنؤ میں فوت ہوئے اور قیصر باغ میں جہاں اب میوزک کالج ہے اور پہلے امام باڑہ تھا، دفن ہوئے - (تذکرۃ المشاھیر و مقدمہ دستور الفصاحت) غیاث الدین رام پوری نے اپنے مکاتیب اورنساخ نے اپنے قطعۂ تاریخ میں یہی سنہ دیا ہے -

۵ - منشی - ھندو انشا نویس معمولی قسم کا فارسی ھندی ادیب -

درج کرتے ھیں، وہ الفاظ فارسی یہ لوگ نظم میں خرچ کرتے ھیں۔ جب رودکی و عنصری و خاقانی و رشید ، وطواط اور ان کے امثال و نظائر کا کلام بہ استیفا[1] دیکھا جائے اور ان کی ترکیبوں سے آشنائی بہم پہنچے اور ذھن اعوجاج[2] کی طرف نہ لے جائے تب آدمی جانتا ھے کہ ھاں فارسی یہ ھے۔

(۹) ''من کہ باشم[3]'' ــ اس کی جو شرح چھاپے میں لکھی ھے ، اس کو ملاحظہ کیجیے اور معنی میرے خاطر نشان کیجیے تو میں سلام کروں۔

پہلے نظر یہاں لڑنی چاھیے کہ '' از اوج بیان انداختہ'' کا فاعل کون ھے اور مفعول کون ھے؟ ــ اگر ''عقل کل'' کو ''انداختہ'' کا مفعول اور ''من کہ'' کے کاف کو کدامیہ ٹھہراؤ گے تو بے شبہ ''انداختہ'' کے فاعل دو ٹھہریں گے:
ــ ایک ناوک اندازِ ادب اور ایک مرغِ اوصاف تو ــ
ایک فعل اور دو فاعل ، یہ کیا طریق اور کیسی تحقیق ھے؟

اب فقیر سے اس کے معنی سنیے:
'من' انداختہ کا مفعول ، 'را' مقدر ، 'من کہ' کا کاف توصیفی ، 'ناوک انداز ادب' ــــ ادب آموز یعنی استاد ، 'مرغ اوصاف تو' فاعل۔

مجھ کو[4] کہ عقل کل کا استاد ھوں ، تیرے مرغ توصیف نے

۱۔ اصل ، نارائنی اردوئے مجتبائی مطابق متن ، پوری طرح ۔ عود ، صبا ، نول ، حالی ، خطوط ، ادبی میں ''بالاستیعاب'' ، غالباً صحیح یہی ھے۔
۲۔ اعوجاج : کجی۔
۳۔ من کہ باشم عقل کل را ناوک انداز ادب الخ۔
۴۔ اصل ۔ ''مجکو''۔

اوج بیان سے گرا دیا ، عقل کل[1] تک کہ وہ علویوں[2] میں اعلیٰ ہے ، اس[3] کا ناوک[4] پہنچ سکتا تھا ، مگر مرغ اوصاف اس مقام پر ہے کہ جہاں اس ناوک انداز کو ناوک پہنچانے کی گنجائش نہیں ۔ اوج بیان سے گرنا : عاجز آجانا ہے — قدرت وہ کہ عقل کل سے بھی زیادہ اور عجز یہ کہ اوج بیان سے گر گیا ۔ کیا اچھا مبالغہ ہے مرغ اوصاف کی بلندی[5] کا اور کیا خوب مضمون ہے اظہار عجز باوجود دعویٰ قدرت ۱۲ : مصرع

ایثار تو بردوختہ چشم و دھن آز

اس کے تو معنی وہی[6] ہیں جو چھاپے میں لکھے[7] ہیں ۔

---

۱ - عقل : وہ مخلوق لطیف جسے خدا نے سب سے پہلے پیدا کیا ، پرانے فلسفیوں کے نزدیک خدا نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا ۔ اس مخلوق مرکب لطیف نے عقل دوم و فلک اول کو ، اس نے عقل سوم و فلک دوم کو پیدا کیا ؛ یہ سلسلہ عقل دھم و فلک نہم پر ختم ہو گیا ۔ عقل دھم سے تمام عالم امکان پر فیضان وجود ہوا ۔ ان تمام عقلوں کو "عقول عشرۃ" اور عقل اول کو "عقل کل" کہتے ہیں اور اس سے جبریل یا نور محمدیؐ یا عرش اعظم کا کنایہ کرتے ہیں ۔

۲ - علوی : عالم لطیف ، مخلوق نوری و سماوی ۔

۳ - بے واو بخلاف سابق یعنی "اوس" ۔

۴ - ناوک : تیردان ۔ مجازاً تیر مراد ہے ۔

۵ - "بندیکا" اصل ، صفحہ ۹ ۔

۶ - اصل ، "وہ ہی" ۔

۷ - اس شعر پر ۱۱ نمبر دے کر یہ عبارت درج کی گئی ہے : "دھن حرص و آز انباشتن کمالی دارد و معنی مصرع دوم آنکہ احسان تو ہر قطرۂ دریا شگافتہ تاهم بقید حساب نیامده" ،

باقی صفحہ ۲۱ پر

مصرع ثانی کی شرح میں گم راہ ہوگیا : **مصرع**

احسان تو هــر قطرۂ دریا به شکافت

تاهم به قید حساب نیامد ــ یه هیچ مداں اس معنی کے معنی نہیں سمجھا ۔ سیدھی بات ہے ، مگر خیال میں جب آئے گی که اساتذہ کے مسلمات معلوم ہوں ــ کمال ایثار و عطا میں مروارید و یاقوت و بحر و معدن کی کم بختی[1] آتی ہے ۔ لعل و در کا معدوم ہو جانا اور بحر و کان کا خالی رہ جانا ، نئی نئی طرح سے باندھا ہے ؛ چنانچه میں نے کسی زمانے میں اسی زمین میں ایک قصیدہ لکھ کر وزیرالدولہ والیٔ ٹونک[2] کو بھیجا تھا ، اس

بقیه حاشیه صفحه ۲۰ :

حاشیه قصائد عرفی طبع نول کشور ۔ دوسرے مصرع کے مطلب سے مرزا کو اختلاف ہے ۔ شارح کے نزدیک اس کے معنی ہیں ''تیرے احسان نے سمندر کا ایک ایک قطرہ چیر کر حساب کیا پھر بھی شمار نہ ہو سکا ۔''

۱ ۔ نسخۂ اصل اور تمام نسخوں میں ''کم تحقیق'' حالی اور خطوط میں مطابق متن مذکور ۔ ادبی خطوط میں ''کم حقیقتی ۔''

۲ ۔ نواب وزیر الدولہ وزیر محمد خاں والیٔ ٹونک ، متوفی ۱۸۶۵ء (غالباً) مراد ہیں نہ ان کے بیٹے محمد علی خاں ، کیوں کہ ایک تو اس وقت مرزا کے تعلقات رام پور سے استوار ہو چکے تھے ، دوسرے یہ کہ اسی سال مرزا نے نواب صاحب رام پور کو نواب محمد علی خاں کے مقابلے میں ایک رائے دی ہے (دیکھیے خط ۹/۵۴ مکاتیب) مفصل بحث کے لیے دیکھیے نوائے ادب بمبئی ، جولائی و اکتوبر ۱۹۵۱ء ، جنوری ۱۹۵۲ء ، اکتوبر ۱۹۵۴ء اور اکتوبر ۱۹۵۶ء ۔

کے[1] دو شعر آپ کو لکھتا ہوں : نظم

ناموس نگه داشتی از جود به گیتی
جز پردگیان حرم معدن و یم را[2]
وقت است که این قوم به هر کوچه و بازار
پر سند زهم منشاء رسوائی هم را

''پردگیان حرم معدن و یم'' : لعل و گوهر وہ جو کثرت ایثار[3] سے کوچہ و بازار میں خاک آلودہ پڑے ہوئے ہیں ، وہ باہم دگر (۱۰) درمندانہ یہ گفتگو کرتے ہیں کہ — اس شخص نے سب کی حرمتیں رکھ لیں اور سب کی آبروئیں بچائیں ، ہم کو اس قدر بے حرمت و ذلیل، کیوں کر رکھا ہے ؟

''قطرۂ دریا'' کا حساب کے واسطے چیرنا ؟ بے حساب، ہے -

مقولہ عرفی کا یہ ہے کہ جتنے موتی دریا میں ھاتھ[4] آئے وہ بخش دیے اور بخشش کا ذوق باقی رہا - چونکہ قطرے[5] میں

---

۱ - حالی نے ضمیمہ اردوئے معلیٰ میں یہی خط شہ زادہ بشیرالدین کے نام سے لکھا ہے ، اس متن میں ہے — ''اس میں کے دو شعر یہ آپ کو . . . .''-

۲ - اصل - ''معدن یم''، کلیات نول و حالی ''معدن و یم'' جیسا کہ متن میں ہے - یوں ہی ''ہم'' اصل میں ''ہم'' ہے - یہ قصیدہ نواب وزیر محمد خاں (طبع لکھنؤ) کی تعریف میں ہے دیکھیے کلیات غالب طبع اول صفحہ ۲۳۰ -

۳ - ایثار ، یہاں بہ معنی بخشش ہے -

۴ - اصل ، ھات ، جیسا کہ مرزا کا املا ہے -

۵ - اصل ، قطرہ -

بالقوۂ[1] استعداد موتی ہو جانے کی ہے تو اس احتمال سے ہر قطرۂ دریا کو چیر ڈالا کہ اگر موتی ہاتھ آویں تو وہ سائلوں کو دیے جائیں ۔ پہلے مصرع[2] میں حرص کا سیر کر دینا ، موافق مسلمات شعرا کے ممتنع[3] اور اس کا وقوع[4] میں آنا اغراق[5] ۔

دوسرے مصرع میں باحتمال استعداد بالقوۃ قطرے کو چیر ڈالنا اور پھر اس طرح کہ ہر قطرے کو ، یہ اغراق سے گزر کر تبلیغ[6] و غلو[7] ہے ۔

یہاں سے خطاب حضرت صاحب عالم صاحب کی طرف ہے ۔

مخدوم و مکرم و مطاع[8] معظم ، قبلۂ دیدہ و دل ،

---

۱ ۔ بالقوۃ ، بالفعل کی ضد ۔ امکان وقوع ، مستقبل میں ہونے کا امکان ۔ اس لفظ کا تلفظ ہے (بل قووت)

۲ ۔ اصل ''مصرعہ''

۳ ۔ ممنوع ، منع شدہ ۔

۴ ۔ متن مطابق اصل ، عود ہندی ، مبا ، ادبی ، خطوط میں ''مرفوع'' ۔ لطف یہ ہے کہ یہ غلطی حالی نے اردوے معلی ج ۲ اور خطوط غالب ، مہر نے ''وقوع'' لکھا ۔ یوں ہی عسکری نے ادبی خطوط میں ''موافق مسلمات شعر ممتنع'' لکھا اور خطوط میں بھی یونہی نقل کر دی گئی ۔

۵ ۔ اردوئے معلی ج ۲ طبع ۱۸۹۹ء صفحہ ۵۲ پر خط یہیں ختم ہے اور شہ زادہ بشیرالدین کا نام درج ہے ۔ ''غلو ہے'' کے بعد ''۱۲ ۔ داد کا طالب غالب'' یہی غلطی خطوط میں ہوئی ۔ بعض ضروری افادات کے لیے دیکھیے ضمیمہ ۔

۶ ، ۷ ۔ دیکھیے ضمیمہ ۔

۸ ۔ قابل اطاعت ، صاحب عظمت ۔

کہ جو میرے اور اپنے ملنے کو از قسم فرض محال نہیں مانتے ہیں ، خدا کرے ایسا ہی ہو ، جیسا وہ جانتے ہیں ۔ تقصیر معاف ہو ، اگر دنیا میں ظہور ہر امر بہ حسب مساعدت[۱] اسباب ہے ، تو اس تمنا کا حصول مانند اعادۂ شباب ہے ۔ وجہ نہیں پاتا آپ کے یہاں تشریف لانے کی اور کوئی صورت نظر نہیں آتی میرے وہاں آنے کی ، اگرچہ حیز امکان[۲] سے باہر نہیں ، مگر وقوع میں تامل[۳] ہے ۔

اب جو بھائی منشی نبی بخش صاحب کو خط لکھوں گا تو آپ کا سلام ضرور لکھ دوں گا ۔ آپ نے احباب ابعاض[۴] کی خیر و عافیت عموماً لکھی ، بالتخصیص حضرت شاہ عالم صاحب کا سلام نہ لکھا ، کیا وہ وہاں نہیں ہیں ؟ اگر اور کہیں ہیں تو ان کا حال مجھ کو لکھیے اور اگر وہاں ہیں تو میرا سلام ان کو[۵] کہیے ۔

رباعی کے باب میں بیان مختصر یہ ہے کہ اس کا ایک وزن معین ہے ۔ عرب میں دستور نہ تھا ، شعرائے عجم نے بحر ہزج[۶] میں سے نکالا ہے :

مفعول مفاعیلن فعولن —

---

۱ - مساعدت : سہارا دینا ، مدد کرنا ۔
۲ - حیز امکان : حیز : مکان (فلسفی) امکان : جس کا وجود و عدم برابر ہو ۔ مراد ، عقلاً ہو سکنے والی بات ۔ اختیاری امر ۔
۳ - تامل : غور ، ذرا شک ۔
۴ - بعض کی جمع ۔
۵ - اصل " اونکا " ۔
۶ - بحر ہزج : جس کا وزن مفاعیلن ، چھ یا آٹھ بار ہے ۔

هزج مسدس[1] اخرب مقبوض مقصور ، اس وزن پر فعلن بڑھا دیا ھے -

مفعول مفاعیلن فعولن فعلن

زحافات[2] اس میں بعض کے نزدیک ۱۸ اور بعض کے نزدیک ۲۴ ھیں اور وہ سب جائز و روا ھیں اور اس بحر کا نام (۱۱) بحر رباعی ھے - رباعی سچ ھے کہ سوائے اس بحر کے اور بحر میں نہیں کہی جاتی -

اور یہ جو 'مطلع'[3] اور 'حسن مطلع' کو رباعی کہتے ھیں ،

---

۱ - وہ بحر جس میں مفاعیلن دونوں مصرعوں میں چھ بار آئے
مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن
خرم : وتد مجموع کا پہلا حرف م گرانا ــ کف : رکن کے ساتویں حرف ل کو گرانا -
خرب : خرم و کف کا مجموعہ ــ مفاعیلن سے فاعیل - یعنی 'مفعول' -
مقبوض (قبض) : رکن کے پانچویں حرف ساکن کو (جو سبب میں ھو) گرانا - جیسے مذکورہ رکن میں 'ی' یعنی 'مفاعلن' -
مقصور (قصر) : حرف ساکن سبب خفیف کو (جو رکن کے آخر میں آئے) گرا دینا جیسے مفاعیلن میں 'ن' -

۲ - زحاف : عروض میں ارکان بحور میں بعض حروف کے گرانے کو کہتے ھیں جیسے قبض و قصر وغیرہ کے بیان میں ملاحظہ ھو ــ رباعی کی بحث کے لیے دیکھیے معیارالاشعار وغیرہ -

۳ - پہلا شعر جس میں عموماً دونوں مصرع مقفیٰ ھوتے ھیں 'حسن مطلع' مطلع کے بعد دوسرا مطلع ، جیسے

باقی صفحہ ۲۶ پر

اس راہ سے کہ مصرعے[1] چار ہیں — کہو ، ورنہ رباعی نہیں ہے نظم ہے ۔ قدما[2] کو بیشتر اس کا التزام تھا کہ ہر مصرع میں قافیہ رکھتے تھے، خاقانی بہ رعایت صنعت[3] ذوقافیتین کہتا ہے : **شعر**

من[4] بودم و آن نگار روحانی روئے
افگندہ دران دو زلف چوگانی گوئے
خلقی بہ در ایستادہ خاقانی جوئے
من در حرم وصال ، سبحانی گوئے

میں[5] پان سات برس سے بہرا ہوگیا ہوں ، ایک رباعی چار قافیے کی اس مضمون خاص کی میں نے لکھی ہے بے رعایت صنعت ذوقافیتین : **رباعی**

دارم دل[6] شاد و دیدۂ بینائے
وز کسری گوشم نہ بود پر وائے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵ :

(مطلع)

ستائش گر ہے زاہد اس قدر جس باغ رضواں کا
وہ اک گل دستہ ہے، ہم بے خودوں کے طاق نسیاں کا

(حسن مطلع)

بیاں کیا کیجیے بے داد کاوش ہائے پنہاں کا
کہ ہر اک قطرۂ خوں دانہ ہے تسبیح مرجاں کا

۱ - اصل ، ''مصرعہ'' ۔
۲ - قدما : جمع قدیم ، اگلے زمانے کے لوگ ۔
۳ - وہ اشعار جن میں دو قافیوں کو نظم کیا گیا ہو جیسے مذکورہ بالا اشعار خاقانی و غالب ۔
۴ ، ۵ ، ۶ - دیکھیے ضمیمہ ۔

خوب ست کہ نشنوم ز ہر خود رائے
دعـوائے ''انـا ربکم الاعـلائے''

فقیر اس باب میں متعصب[۱] ہے اور وزن کی دوبیت تین قافیے والی کو رباعی نہ کہے گا۔

نثر عاری[۲] : نہ قافیہ نہ وزن۔

نثر مسجّع : قافیہ موجود وزن مفقود، مگر اس میں ترجیع کی رعایت ضرور ہے، یعنی فقرتین کے الفاظ مماثل اور ملائم ہم دگر ہوں۔

اور اگر یہ بات نہ ہوگی اور صرف قافیہ ہوگا تو اس کو مقفیٰ کہیں گے نہ مسجع۔

نثر مرجز : وہ ہے کہ وزن ہو اور قافیہ نہ ہو۔

جب آپ لالہ قتیل کے گڑھے ہوئے فقرے دیکھ چکے ہیں

---

۱ - متعصب : سخت، اپنے اصول پر سختی کے ساتھ کاربند۔

۲ - نثر : مسلسل و مربوط کلمات کا وہ مجموعہ جس میں وزن نہ ہو اس کی تین قسمیں ہیں : عاری، مقفیٰ، مسجع - مرجز عاری : سادہ نثر۔ مقفی : وہ نثر جس میں قافیے نمایاں طور پر استعمال ہوئے ہوں، جیسے عود ہندی کا دیباچہ۔ مسجع : وہ نثر جس کے دو فقروں کے تمام الفاظ ایک دوسرے کے ہم وزن اور حروف آخر میں بھی موافق ہوں۔ جیسے پونڈا پھیکا، اتنا برا، کہ جس کی برائی بیان سے باہر ہے۔ پونڈا میٹھا، ایسا بھلا کہ اس کی بھلائی گمان سے بڑھ کر ہے۔

مرجز : وہ نثر جس میں وزن ہو، مگر قافیہ یا دوسرے عروضی شرائط کے ساتھ نہ ہو۔ اس خط میں --- غالب نے مسجع اور مرجز کی تعریف میں اختلاف کیا ہے۔ پھر صاحب عالم ہی کے نام دوسرے آنے والوں خطوں میں مزید بحث کی ہے اور نثر کی تین ہی قسمیں مانی ہیں۔

تو مجھ کو فقرہ تراشی کی تکلیف کیوں دیتے ہیں۔ زمانۂ گزشتہ میں بھائی ضیاءالدین خان صاحب نیر تخلص، ایک مختصر سا دیوان حضرت نظامی مجھ کو دکھانے لائے تھے اس میں نثر مرجز تھی اور میں اس دن نواب مصطفیٰ خاں حسرتی شیفتہ کو خط[1] لکھا چاہتا تھا، اسی وضع پر خط لکھا، اور وہ خط پنج آہنگ میں ہے، مگر میں نے اس طرز میں بہ مقتضائے شوخیٔ طبع یہ بات کی ہے کہ ایک جگہ جو فقرے مقفیٰ ہو گئے ہیں اور وہ لفظ مجھ کو پسند آئے ہیں تو میں نے اس کو یونہی رہنے دیا ہے کہ اس کو دستور میں تصور نہ کیجیے گا۔

وہ رقعہ یہ ہے :—

رقعہ

نثر رنگین کا نمونہ۔ فارسی خط

ہاں[2] خواجۂ بے پروا، من بندہ کہ غمناکم، وز غـــصـــہ جگر

۱۔ پنج آہنگ طبع دوم ص۳۹۱ طبع نول کشور ۱۸۸۳ء ص۲۰۳ ہم نے اس متن کو مذکورہ ماخذ سے بھی ملا لیا ہے۔

۲۔ اس خط کا ترجمہ مرزا محمد عسکری اور آسی دونوں نے لکھا ہے۔ آسی کا ترجمہ چونکہ بڑی حد تک بہ رعایت سجع ہے اس لیے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ بین القوسین ہماری عبارت ہوگی۔ ''اے خواجۂ بے پروا، میں بندہ کہ ہوں غم گین، اور غصے (دکھ) سے رنجیدہ، کچھ چاہتا ہوں کہنا، جس روز تھے تم جاتے، خط لکھا تھا اک تم نے، پڑھ کر ہوئے خون میرے دل اور جگر دونوں، سوچا کروں کیا غالب، جب کام ہوا ابتر، (سوچا کہ ابھی جاؤں، کہ عذر سخن چاہوں) تھا گرد و غبار اس دن، (جانا نہ ہوا ممکن) بس شام ہوئی اس دن، (نہ بلکہ اندھیرا تھا) تکیے پہ میں سر رکھ کر، غم گین کی طرح سویا، پر سوئے بھلا کیونکر، وہ جس

باقی صفحہ ۲۹ پر

چاکم ، خواهم سخنے گفتن ، آن روز که می رفتند ، آن نامه فرستادند ، کز دیدن آن خون شد ، دل تا جگر از اندوه ۔ گفتم چه کنم غالب ؟ چون کار دگرگون شد ۔ (۱۲) می بایدم اینک رفت ، تا عذر سخن خواهم ۔ چون گرد و غباری بود ، رفتن نتوانستم ،

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸ :
کا کوئی مونس زخموں پہ نمک چھڑکے ، اور آنکھوں سے پھر اس کی ، اشکوں کی بہے ندی ۔ جب مطلع (مشرق) سے اس نیر تاباں نے سر اپنا نکالا پھر ، دنیا میں شفق پھیلی ، اور مرغ سحر چونکا ، کی میں نے جگر کاوی (اور راز نہاں دل کا ، لایا میں زباں اوپر) تنہائی کی صورت (پنج آهنگ : خلوت تنہائی) سے ، بے پردہ رفیق آسا ، نے (حقہ) آ کے ھوئی همدم ، یاں تک کہ محبت سے ، نے (بانسری) بجائی (آہ کی) پھر ، رونے سے مرے وہ بھی ، میری ھی طرح روئی ، وہ نغمۂ نے نکلا ، کچھ اس سے (فرح ناکی) مجھ کو بھی ھوئی حاصل ۔ اک کاغذ سادہ تھا ، ھاتھوں میں مرے اس دم ، نالے میں اثر کچھ تھا (اس آہ کے شعلے کا ، صفحے پہ نشاں آیا) میں نے کہا یہ کاغذ غم نامہ ھے رازوں کا ، فہرست عقیدت ھے ، اب اس کو (لپیٹوں میں) ، پھر بھیج دوں خواجہ کو ، اب ختم کروں باتیں ۔ جو خط کہ لکھا میں نے ، خدام ادب نے وہ ، لے جا کے وھاں بھیجا ، (میں گرچہ سمجھتا ھوں ، زیبا ھے ، امیری میں یہ عادت استغنا ، اس پر بھی برا ھے یہ ، نہ عذر سنے کوئی) (ھاں آج صبح ھوتے ، آئے جو ضیاءالدین ، وہ جان مری جاں کی ، بلکہ ھے سوا اس سے) اک (جلد) نظامی کے دیوان کی لے آیا ، اور لا کے وہ دی مجھ کو ، اس طرح کی تحریر اک دیوان میں جو دیکھی اس طرز پہ میں نے بھی (یہ زمزمہ لکھا ھے) والا گہر اکبر خاں لیں میرا سلام شوق ۔ عبدالباری آسی الدنی (بہ ترمیم و تصحیح فاضل)

حاشیہ عود هندی طبع ۱۹۴۱ء نول کشور ص ۱۴ ، ۱۵ ۔

آن روز به شام آمد، لا ، بلکه سیه ترشد ، سر مانده به بالین بر ، چون غم زدگان خفتم ، هی هی چه تواند خفت ؟—آن خسته که غم خوارش ، بر زخم نمک ریزد ، وز دیدۂ بیدارش ، شورابه رواں باشد - چوں از آفق شرق ، خورشید درخشنده ، ناگاه سری برزد ، آتش به جہاں در زد ، مرغ سحری پر زد - رفتم به جگر کاوی ، و آں راز نہانی را ، از دل به زباں دادم ، در صورت تنہائی ، بے پرده چو ہم رازاں ، نے آمد و ہم دم شد ، چند انکه دم اندر نے ، از مہر د میدم من ، چوں من به نوا آمد ، و ان ناله که بر لب بود ، از باطن نے سرزد ، آں دم که نفس با نے زین گونه کشاکش کرد - یک کاغذ ننوشته بود است به دستم در ، چوں ناله نمودی داشت ، زاں شعله که دودی داشت ، بر صفحه نشاں ها ماند - گفتم مگر این صفحه غم نامۂ رازستی ، فہرست نیاز استی ؟ باید که فرو پیچم ، و انگه به نشاں مندی ، اے خواجه رواں سازم ، کوتاه کنم گفتن آں نامه که گفتم من ، حُجاب در والا بردند ، و رواں کردند ، ہر چند در اندیشه ، پیداست که خوش باشد ، باخواجگی استغنا ، با این ہمه خوش نبود ، پوزش نه پزیرفتن - دیروز سحر گاہاں ، روشن گہر آں نیر ، کش روح و رواں دانم ، بل— خوش تر ازاں دانم ، دیوان نظامی را ، آورد به سوئے من ، زیں گونه نواها بود ، در پردۂ گفتارش ، کز ذوق[1] به ہنجارش[2] ، این زمزمه سرکردم ، والا گہر[3] اکبر خاں خوانند سلام از من - ۱۲ (۱۸۵۸ء)[4]

---

۱ - اصل گز دوق بهنجار این زمزمه - ۲ - ہنجار : طرز ، اسلوب
۳ - اصل ''والا گہه'' والا گہر عالی خاندان -
۴ - میرے نزدیک یه خط بھی ۱۸۵۷ء کا ہے اور پہلے خط کے بعد لکھا

باقی صفحه ۳۱ پر

ایضاً (خط نمبر ۳)

بندہ پرور !

آپ کا تفقد نامہ[1] محررہ پندرہ[2] نومبر آج پنجشنبے کے دن اٹھارہ نومبر کو یہاں پہنچا - مارہرے[3] کا خط دلی چوتھے دن آیا ؛ پر دلّی کا خط مارہرے دیر میں کیوں پہنچتا ہے ؟ لو تمھاری خوشی ، اب کی یہ خط بیرنگ[4] بھیجتا ہوں ، مگر مجھ کو اطلاع دیجیے گا کہ یہ کس دن پہنچا ؟—۱۲

۱۱ - مئی ۱۸۵۷ء کو یہاں فساد شروع ہوا ، میں نے اسی دن سے گھر کا دروازہ بند اور آنا جانا موقوف کر دیا - بے شغل زندگی بسر نہیں ہوتی ، اپنی سرگزشت لکھنا شروع کی ، جو سنا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰ :

گیا ہے کیوں کہ اس میں بھی نبی بخش حقیر کا ذکر ہے اور اس طرح کہ جیسے پہلے خط کو دیکھ کر صاحب عالم نے سلام لکھوایا ہو—دوسری بات مرزا نے اپنی گرانی گوش کو ''پان سات'' برس بتائے ہیں اور مرزا کو یہ تکلیف ۱۸۵۰ء کے لگ بھگ شروع ہوئی ہے -

۱ - تفقد ، مزاج پرسی ، خیریت معلوم کرنا - محررہ : تحریر شدہ -

۲ - اصل ، ہندسوں میں ۱۵ ، ۱۸ -

۳ - مارہرہ - اصل -

۴ - چودھری صاحب نے تاخیر جواب کا شکوہ کیا ہو گا ، تو ڈاک کی آمد و رفت پر تعجب کرتے ہیں ، اور بیرنگ بھیجتے ہیں کہ خط جلدی اور یقینی طور پر ملے ، شاید اس وقت تک رجسٹری سسٹم زیادہ رائج نہ ہوا ہو ، پھر یہ کہ بیرنگ کا ملنا بہر حال یقینی ہے -

گیا وہ بھی ضمیمۂ سرگزشت کرتا گیا مگر بطریق لزوم[1] مالا یلزم اس کا التزام کیا ہے کہ بہ زبان فارسی قدیم —— جو دساتیر[2] کی زبان ہے —— اس میں یہ نسخہ لکھا جائے اور سوائے اسماء کے کہ وہ نہیں بدلے جاتے کوئی لغت عربی اس میں نہ آوے ۔ چنانچہ ایک نسخہ آپ کی خدمت میں بھیجتا[3] ہوں ، مگر یہ نذر ہے جناب قبلہ و کعبہ حضرت صاحب عالم صاحب کی اور چونکہ وہ آپ کے بزرگ ہیں ، جرأت نہ کر سکا کہ آپ کی نذر کروں اور سیر[4] (۱۳) میں ان کو مشترک رکھوں ؛ نذر ان کی ہے اور فیض پائے آپ کے مطالعے سے ۔

هیہات ! یہ کاتب اساتذہ کے کلام کو کیا بگاڑ دیتے ہیں ، گویا مسخ کر دیتے ہیں ۔ ان سے بعید نہیں ، لیکن تم سے اور حضرت صاحب سے بعید ہے کہ سہو کاتب کا نہ سمجھ لیا ۔

---

۱ ۔ غیر ضروری ہونے کے باوجود ضروری قرار دینا ۔ التزام : پابندی

۲ ۔ دساتیر : پارسیوں کی ایک مشہور کتاب جو انیسویں صدی کے آغاز، غالباً ۱۸۱۸ء (۱۱۵۸ء یزد گردی) کے قریب ہندوستان میں پہلی مرتبہ چھپی ۔ میرے پاس اس کا دوسرا ایڈیشن طبع بمبئی ۱۸۸۸ء ہے ۔ دونوں طباعتوں میں ایک مفصل فرہنگ بھی ہے ۔ مرزا غالب اسے فارسی قدیم کا دستور و سرچشمہ مانتے ہیں ۔ اب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کتاب کسی نا معلوم شخص کی ساختہ و مجعول ہے ۔ اس کا زرتشتی کتابوں سے کوئی تعلق نہیں ۔ (دیکھیے سبک شناسی جلد ۳ ص ۲۹۲) ۔

۳ ۔ یہ نسخہ اور کتاب ''دستنبو'' ہے جو مرزا نے ۱۱ ۔ مئی ۱۸۵۷ء سے ۳۱۔ جولائی ۱۸۵۸ء تک لکھی ۔ اس میں واقعات غدر کو قلمبند کیا ہے ، اور بڑے اہتمام سے شیو نرائن کے مطبع مفید خلائق آگرے سے نومبر ۱۸۵۸ء میں شائع کرائی اور انگلستان تک بھیجی ۔

۴ ۔ سیر مطالعہ ۔

من[1] آن دریائے آشوبم کہ از تاثیر خاصیت

دو کا فوں[2] کا علی‌التواتر اتر آنا دوسری بات ھے ، دریائے آشوب ، کیا ٹکسال باھر لفظ ھے ، استعارہ[3] بالکنایہ صحیح ، مگر یہ محل نہیں ھے - یہاں تو ، دریا ، چاھیے - بے شائبۂ استعارہ و کنایہ - عیاذاً باللہ[4] ــــ عرفی اگر ایک بڑا قدح بنگ[5] کا یا ایک بوتل شراب کی پیے ھوتا تو بھی یوں نہ لکھتا ؛ اس غریب کا مصرع[6] یوں ھے :

من آن دریا 'پر آشوبم کہ[7] از تاثیر خاصیت

دریا موصوف ، 'پر آشوب صفت - دوسرے مصرع کا کاف صفت کی تفسیر -

اب روئے سخن حضرت صاحب عالم کی طرف ھے[8]

امید وار ھوں کہ میرے ھم عمر مرشد ، میرے ھم‌فن مخدوم ، میری تقصیر معاف کریں (گے[9]) اگرچہ تریسٹھ[10] برس کی عمر میں بہرا ھو گیا ھوں ، پر بینائی میں فتور نہیں - عینک سے اعانت چاھنی منظور نہیں ، باوجود حدت بصر[11] ، بہ سبب نقص فہم کے حضرت کی دستخطی عبارت مجھ سے پڑھی نہیں جاتی - آگے

---

۱ ، ۲ ، ۳ ، ۴ ، ۵ دیکھیے ضمیمہ -
۶ - اصل ، کذا بے ''ہ''-
۷ -کہ ندارد ، جگہ خالی ھے شاید یہ حرف پتھر سے اڑ گیا ''دریائی پر'' اصل -
۸ - یہ عبارت اصل میں حاشیے ھی پر ھے -
۹ - اصل میں ''گے'' ندارد -
۱۰ - اصل نسخہ ''تری مٹھ'' - ترسٹھ - اس جملے سے گران گوشی کی تاریخ نہ چاھیے دیکھیے ھمارا حاشیہ خط نمبر ۲ -
۱۱ - حدت بصر ، تیز نگاھی بینائی کی درستی -

جو دو بار[1] میں نے جواب لکھا ہے ، صرف قرائن ملحوظ رکھے ہیں ، ورنہ عبارت بہ استیفا مجھ سے نہیں پڑھی گئی ، آخر چودھری صاحب تو آپ کے معتقدوں میں بہ منزلہ عزیزوں کے ہیں ، جو آپ فرمایا کریں وہ انہیں الفاظ کو لکھ دیا کریں -

اب اس عبارت کا جواب جب لکھوں گا کہ کتاب کی رسید اور ان مطالب[2] کا اعادہ تحریر بہ دستخط چودھری صاحب میرے پاس آ جائے گا - زیادہ حد ادب

(۱۸ - نومبر ۱۸۵۸ء)

ایضاً (خط نمبر ۴)

جناب چودھری صاحب !

آپ کا عنایت نامہ اس وقت پہنچا ، اور یہ وقت صبح کا ہے، دن بدھ[3] کا ربیع الثانی کی چوبیس اور دسمبر[4] کی پہلی -

کتاب کے پارسل کی رسید معلوم ہوئی -

حکیم عبدالرحیم خاں کوئی نامی اور نام آور آدمی نہیں ہیں - یہاں کے قاضی زادوں میں سے ایک شخص ہیں ، اب طبابت کرنے لگے ہیں - میرے بھی آشنا ہیں ، مگر صرف سلام علیک ، زیادہ ربط نہیں ہے (۱۴) سو اُن کا حال مجھ کو کچھ معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں ؟ اور کس طرح ہیں ؟

---

۱ - اس سے خیال ہوتا ہے کہ پہلے کے دونوں خط ترتیب میں صحیح ہیں -

۲ - نسخۂ اصل ''اس مطالب کا اعادہ ــ خطوط و نول ۲ ، ''اُس مطلب'' مبا ، کذا ، میں سمجھتا ہوں مطالب صحیح اور اس غلط ہے ''ان مطالب'' ہونا چاہیے ،

۳ - نسخۂ ، اصل ''بد''

۴ - اصل ''دسمنبر''

آگے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آپ جو کچھ لکھیں وہ به قلم چودھری صاحب لکھا جائے ۔ حضرت نے نه مانا اور پھر عبارت به دستخطِ خاص لکھی ۔ واللہ باللہ! نه مجھ سے ، نه کسی اور سے پڑھی گئی ۔ ناچار آپ[1] کا خط آپ کو بھیجتا ھوں ، حضرت سے کچھ نه فرمائیے گا ، مگر اس عبارت کو اپنے ھاتھ سے نقل کر کے مجھ کو بھجوائیے گا ۔ ضرور اور جلد ۔

شفیق مکرم جناب چودھری صاحب[2] غلام رسول کی خدمت میں سلام پہنچے ۔

([3]یکم دسمبر ۱۸۵۸ء) چہارشنبه

ایضاً (خط نمبر ۵)

جناب چودھری صاحب کی خدمت میں سلام عرض کرتا ھوں اور شکرِ احسان بجا لاتا ھوں ۔

حاش اور حاش‌للہ کے جواب کو حواله ان سطور پر رکھتا ھوں که جو اب جناب حضرت صاحب کے جواب میں لکھوں گا ۔ آپ کو اتنا لکھنا اور کافی ھے که اپنے عم والا قدر جناب غلام رسول صاحب کو فقیر کا سلام نیاز پہنچائیے اور جناب شیخ عطا حسین[4] صاحب عطا کو بھی سلام کہیے ۔

---

۱ ۔ آپ سے مراد صاحب عالم ، دوسرے آپ سے مراد سرور ھیں ۔

۲ ۔ چودھری غلام رسول صاحب عبدالغفور سرور کے چچا کا نام ھے ۔ دیکھیے خط ۵ ۔

۳ ۔ نقل از متن خط ۔

۴ ۔ شیخ عطا حسین عطا مارھرے کے ایک فاضل مدرس ، فارسی دان ، خوش مزاج و بذله سنج عالم تھے ۔ مرزا نے ایک* جگه (اردوئے

باقی صفحه ۳۶ پر

اب خطاب جناب حضرت صاحب عالم کی طرف ہے

پیر و مرشد ! قلم[1] کا کام زبان سے لینا ، یعنی تحریر مطالب کو پڑھنا اور پڑھا دینا آسان ہے اور زبان کا کام قلم سے لینا دشوار ہے ، یعنی جو کچھ کہا چاہیے اس کو کیوں کر لکھا چاہیے ۔ وہ بات کہاں کہ کچھ میں نے عرض کیا کچھ آپ نے فرمایا ، دو چار باتوں میں جھگڑے نے انجام پایا ۔ خیر دولتِ ہم زبانی کہاں میسر ؟

آپ کے حکم بجا لانے کو اپنا شرف جانتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ جب تک فرید آباد کا کھتری دلوالی سنگھ[2] ثم[3] متخلص بہ قتیل جس کو حضرت نے 'مرحوم' لکھا ہے اس کی تصدیق نہ کرے اس کا کلام قابل استناد نہ ہو ۔

قتیل کو اساتذۂ سلف کے کلام سے قطعاً آشنائی نہیں ۔ اس کی فارسی کا ماخذ[4] ان لوگوں کی تقریر ہے جو

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵ :

معلیٰ طبع اول صفحہ ۱۳۴) اور عبدالغفور ہی کے خط میں ان کی مثنوی پر اپنی اصلاح کا ذکر کیا ہے ۔ گویا عطا مرزا غالب کے شاگرد بھی تھے ۔ ۲۲ ۔ نومبر ۱۸۷۹ء مطابق ۷۔ ذی‌الحجہ ۱۲۹۶ھ کو انتقال کیا ۔ (تلامذۂ غالب صفحہ ۲۳۸ و ۲۳۹) ۔

۱ ۔ صاحب عالم صاحب مرزا سے تحریری مباحثہ و استفادہ کرتے ہیں ، مگر نہ ان کی تحریر صاف ہے نہ مرزا تفصیلی خط لکھنا چاہتے ہیں ، لیکن یہ بھی پسند نہیں کہ سرے سے جواب ٹال جائیں ۔ قتیل کو سند مانتے ہیں جس سے غالب کو تکلیف ہوتی ہے ۔

۲ ۔ اصل میں ''دلوالی سنگھ'' ہی ہے ، مگر صحیح دیوانی سنگھ ہے ۔

۳ ۔ اس کے بعد ۔

۴ ۔ ماخذ : جہاں سے کچھ لیا جائے ۔

نواب[1] سعادت علی خاں کے وقت میں ممالک غربی[2] کی طرف سے لکھنؤ میں آئے اور ہنگامہ آرا ہوئے۔ بیش تر سادو[3] ، کشمیری یا کابلی و قندھاری و مکرانی ، احیاناً[4] کوئی عامۂ اہل ایران میں سے ہو ، مانا کہ عظمائے ایران میں سے بھی ہوگا۔

تقریر اور ہے ، تحریر اور ہے۔ اگر تقریر بعینہ تحریر میں آیا کرے تو خواجہ وطواط[5] سے اور شرف‌الدین علی یزدی[6] (۱۵) اور حسین واعظ کاشفی[7] اور طاہر وحید[8] یہ سب نثر میں کیوں خون جگر کھایا کرتے ؟ اسی طرح کی نثریں جو لالہ دلوالی[10] سنگھ قتیل متوفی نے بہ تقلید اہل ایران لکھی ہیں ، کیوں نہ رقم فرمایا کرتے ؟

یہ شخص مدعی ہے کہ ''کدہ'' کا لفظ سوائے پانچ چار اسم کے اور اسم کے ساتھ ترکیب نہیں پاتا۔ پس آرزو کدہ اور دیو کدہ اور نشترکدہ اور امثال اس کے جو ہزار جگہ اہل زبان کے کلام میں آیا ہے وہ نا درست[9] ہے ؟

---

۱ - نواب وزیر الممالک ہندوستان ، یمین الدولہ ، مرزا سعادت علی خاں (بہادر ، مبارز جنگ) ابن نواب شجاع الدولہ بہادر ، وزیر اودھ جو نواب وزیر علی خاں کے بعد ۱۲۱۲ھ میں لکھنؤ کے نواب وزیر ہوئے۔ نواب سعادت علی خاں بہت بڑے مدبر اور منتظم تھے۔ انشاءاللہ خاں انشاء اور قتیل وغیرہ اسی دربار سے وابستہ تھے۔ نواب صاحب ۲۴ - رجب ۱۲۲۹ھ مطابق ۱۲- جولائی ۱۸۱۴ء میں فوت ہوئے۔

۲ - ممالک غربی سے مراد ، کشمیری ، کابلی ، قندھاری وغیرہ ہیں۔

۳ - سادھو۔

۴ - احیاناً ، اتفاقاً۔

۵ - اصل ''بقراط''۔

۶ ، ۷ ، ۸ ، ۹ دیکھیے ضمیمہ۔

۱۰ - اصل ''دلوالی سنگھ'' مگر صحیح دیوانی سنگھ ہے۔

میں اور آپ بیٹھیں اور اس کے خرافات پڑھے جائیں اور جو میں عرض کروں اس پر حضرت غور فرمائیں ، تب معلوم ہو کہ یہ کتنا لغو اور فارسی دانی سے کتنا بیگانہ ہے ۔

آمدم بر سر مدعا[1] ۔

نثر مرجّز : اس کو کہتے ہیں کہ وزن ہو اور قافیہ نہ ہو ، مقابل مقفّیٰ کے کہ قافیہ ہو اور وزن نہ ہو—اور یہاں یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ وزن میں قید منظور نہیں—مثلاً حضرت نظامی[2] علیہ الرحمہ کی نثر کا وزن یہ ہے :

مفعول مفاعیلن مفعول مفاعلین

حضوت ظہوری علیہ الرحمة فرماتے[3] ہیں :

"رایتش سروبن گلشن فتح ، خنجرش ماہیٔ دریائے ظفر"

یہ نثر مُرجّز ہے ۔ وزن اس کا—فعلاتن فعلاتن فعلن—کاتبوں نے مُقفیٰ کرنے کے واسطے اس کی صورت بدل دی ہے اور کچھ تصرف کیا ہے کہ یہ نثر[4] مرجّز رہی نہ مقفیٰ بنی ؛ چنانچہ اساتذۂ فن "لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا" اس آیتِ سراسر ہدایت کو نثر مرجز کہتے ہیں ، اور اس کا وزن ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلن — "و یر زقہ من حیث لایحتسب"—اس کا وزن فعولن فعولن فعولن فعول —

بندے کی تحقیقات یہ[5] ہے کہ نثر تین قسم پر ہے :

مقفیٰ : قافیہ ہے اور وزن نہیں ۔

مرجّز : وزن ہے اور قافیہ نہیں ۔

عاری : نہ وزن نہ قافیہ ۔

---

۱ ، ۲ ، ۳ تفصیل کے لیے دیکھیے ضمیمہ حواشی ۔

۴ ۔ اصل "نثر یہ مرجز نہ رہی"۔

۵ ۔ نول مبا ، ادبی ، خطوط "یہی ہے"

مسجع : وهی مقفیٰ ہے کہ دونوں فقروں میں الفاظ ملایم اور مناسب هم دگر هوں ۔ نظم میں یه صنعت آ پڑے تو اس کو مرصّع کہتے هیں اور نثر اس صنعت پر مشتمل هو تو اس کو مسجع کہتے هیں ـــ اس قاعدے کو نه عبدالرزاق[1] بدل سکتا ہے ، نه صاحب[2] قلزم هفتگانه، نه یه قطرۂ[3] بے سروپا ۔ حاشا ، و حاش‌للہ۔ کلام اهل عرب[4] میں اسی طرح ہے

---

۱ - عبدالرزاق بن محمد اسحاق حسینی سورتی ، صاحب مقدمۂ مقدمات ظهوری تالیف ۱۲۱۲ھ ـــ عبدالرزاق نے ''مقدمات ظهوری'' کے تیسرے مقدمے کا عنوان رکھا ہے ''المقدمة الثالثه فی بیان اقسام النثر و ذکر الصنائع الکلامی الخ'' اور کہا ہے :
''بدانکه کلام منثور سه قسمست 'مرجز و مسجع و عاری' ''
اس کے بعد هر ایک کی تعریف اور اس کی قسمیں اور مثالیں هیں ، (دیکھیے کتاب مذکور طبع نول کشور ۱۲۷۹ھ صفحه ۱۶ ببعد)

۲ - صاحب هفت قلزم مولوی قبول محمد (یا غازی الدین حیدر بهادر بادشاه لکھنؤ (جیسا که کتاب میں بیان کیا گیا ہے) یه کتاب لغت سات جلدوں میں لکھنؤ کے شاهی پریس سے ٹائپ میں شائع هوئی ہے ۔ میرے پاس اسی ایڈیشن کی ساتویں جلد مطبوعه ۱۲۳۷ھ ہے جس کے حوالے دیے گئے هیں ۔

۳ - عود نول ، ادبی ، مبا ، ''قطره هی بے سروپا'' غلط ہے ۔ قلزم هفتگانه کے مقابلے میں ''قطره'' کیا خوب صورت استعمال ہے ۔

۴ - حاش : پاکی و دوری از عیب و بدی و ''حاش للہ'' یعنی پاکی است مر خدای را'' (منتخب اللغات : طبع نول کشور صفحه ۱۴۰) میں نے فقط منتخب اللغات اس لیے لکھا که اس عهد میں عموماً یہی عربی لغت مستعمل تها اور معنی بهی کافی اور صحیح لکھے هیں ۔ برهان میں ہے ''و در عربی لفظی است که آن را در مقام انکار استعمال کنند'' غالب کے بتائے هوئے معنی نه برهان

باقی صفحه ۴۰ پر

جس طرح آپ فرماتے ھیں ، مگر پارسیوں نے از راہ تصرف به معنی 'زنہار' قرار دیا ھے ، یعنی تاکید اگر منفی (۱۶) پر آئے تو نفی کی تاکید اور مثبت پر آئے تو اثبات کی تاکید ۔

میں کسی کلمے کا استعمال نہیں کرتا جب تک[1] اھل زبان کے کلام میں نہیں دیکھتا ـــــ عیشی[2] بے چارہ لائق اس کے نہیں کہ مستند علیہ ٹھہرے[3] ، مگر یہ لفظ غلط نہیں لکھا ھے اس غریب نے ۔ حضرت قبلہ فارسیوں کے تصرفات اگر دیکھیے تو حیران رہ جائیے ۔ مجھ کو اس وقت کہاں یاد ھے اور کتاب کے نام تو کوئی ورق بھی لکھا ھوا میرے پاس نہیں ۔ حاشا کا کوئی شعر مؤکد نفی اگر یاد آ جائے گا تو آپ کو لکھا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹ :

میں ھیں نہ غیاث میں ، نہ بہار عجم میں البتہ ''فرھنگ آموزگار'' میں ھے : ''حاشا : کلمۂ استثناء و انکار و نفی و تعجب) نہ چنین است ۔ طبع طہران ۱۹۵۳ء عرشی صاحب نے فرھنگ غالب میں 'ادبی' سے عبارت نقل کر دی اور کوئی دوسرا توثیقی حوالہ نہیں دیا ۔

۱ - اصل ''ایک اھل'' غلط ، متن مطابق نول وغیرہ ۔

۲ - عیشی : تخلص کا کوئی مشہور شاعر نہیں معلوم ، عبدالغنی فرخ آبادی نے تذکرۃ الشعراء صفحہ ۹۴ پر قاضی مسیح الدین متوفی۸۵۶ھ اور مولوی شدید الدین قریشی مدرس گورنمنٹ کالج اجمیر نے تذکرۃ المشاھیر صفحہ ۱۴ پر طالب علی خاں لکھنوی کا نام لکھا ھے ۔ مؤخرالذکر قتیل کا شاگرد اور مجموعہ نظم و نثر، اشعار فارسی و اردو کا مالک ھے ۔ جوانی میں فوت ھوا ۔

مستند علیہ : جس پر بھروسا کیا جائے ، جسے سند مانا جائے ۔

۳ - اصل : ''ٹھہرے'' صحیح ، عود نول ، ادبی میں ''بڑے'' مبا ''پڑھے'' خطوط ''بنے'' غلط ۔

جائے گا - شعر

هرزه[1] مشتاب پئے جاده شناسان بردار
اے که در راه سخن چوں تو هزار آمد و رفت

یه مثنوی[2] جس میں یه مصرع ہے - ع
حاشﷲ که بد نمی گویم

کلکتے میں میں نے لکھی ہے ، پانچ هزار آدمی فراهم تھے اور جو اعتراض مجھ[3] پر کیے تھے اس میں سے ایک اعتراض یه تھا که ـــ همه عالم[4] ـــ غلط ہے - یعنی 'همه' کا لفظ 'عالم'

---

۱ - یه شعر غالب کی اس غزل کا چھٹا شعر ہے جس کا مطلع ہے :
یار در عہد شبابم به کنار آمد و رفت
همچو عیدے که در ایام بهار آمد و رفت
ترجمه : بے کار نه دوڑ ، راه شناسوں کے پیچھے چلو - فن شعر و راه شاعری میں تم جیسے هزاروں آئے بھی اور چلے بھی گئے- آج کوئی بھی یاد نہیں کیا جاتا - ادا شناسی هی سخن وری ہے -
۲ - مثنوی باد مخالف مراد ہے ـــ صبا ، خطوط ''لکھی تھی''ـ.
۳ - اصل ''مجہر''
۴ - مرزا کی غزل ہے ، دیوان فارسی طبع اول صفحه ۳۳۱ ، ۳۳۲ -
تا کیم دود شکایت ز بیان برخیزد
به زن آتش که شنیدن ز میان برخیزد
اوز نواں شعر ہے :
جزوی از عالمم و از همه عالم بیشم
همچو موئے که بتاں را ز میان برخیزد
کہنے کو عالم کا ایک جز هوں ، مگر دنیا سے بڑا ، جیسے حسینوں کی کمر دیکھنے میں بال ، حقیقت میں حسن کا جوهر و جزء اعظم هی نہیں ، بلکه سب کچھ ـــ طبع اول میں ''بیشم'' کے بجائے ''پیشم'' ہے -

کے ساتھ ربط نہیں پا سکتا ۔ قتیل کا حکم یوں ہے ۔ عرض کیا
گیا کہ حافظ کہتا ہے : ع

همه عالم گواهِ عصمت اوست

سعدی کہتا ہے : ع

عاشقم بر همه عالم که همه عالم از اوست

غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ یہ مثنوی وہاں لکھی گئی
اور ایک ایک نقل مولوی کرم حسین[1] بلگرامی اور مولوی
عبدالقادر رام پوری اور مولوی نعمت علی عظیم آبادی اور ان کے
امثال اور نظائر کے پاس بھیجی گئی ۔ اگر یہ لوگ جگہ پاتے
تو میری کھال ادھیڑ[2] ڈالتے ۔

اب ایک نسخہ ہے 'ابطالِ[3] ضرورت' ۔ اگرچہ صاحب اس
کا ہندی ہے، بلکہ ہندو ہے ، مگر قابل اچھا ہے ، دیکھیے اساتذہ
کیا کیا تصرفات نمایاں کر گئے ہیں ۔

میں نے آج تک اردو میں — انتظاری — بہ معنی انتظار
نہ آپ لکھا نہ اپنے شاگردوں کو لکھنے دیا ، اساتذۂ مسلم الثبوت
کے ہاں فارسی میں موجود ہے ۔ حاشا ، ایسا نہیں کہ اس میں
فارسی والوں کو تامل ہو ۔

زیادہ حد ادب (۱۸۵۹ء[4])

---

۱ ۔ ان لوگوں کے بارے میں دیکھیے ضمیمہ ۔
۲ ۔ اصل ''اودیڑ ۔''
۳ ۔ لالہ ٹیک چند کا رسالہ ۔ ضروری تفصیلات کے لیے دیکھیے ضمیمہ ۔
۴ ۔ ایک اندازہ ہے ۔

ایضاً (خط نمبر ٦)

جناب چودھری صاحب !

آپ کو بعد ابلاغ[1] سلام آپ کے خط کے پہنچنے سے آگہی دیتا ہوں اور یہ بھی آپ کو معلوم رہے کہ آپ کے چچا صاحب کے خط کا جواب اس[2] سے آگے بھیج چکا ہوں[3] اور میں ان کو اور آپ کو، آپ کی شادی کی تہنیت لکھ چکا ہوں۔

میں نہیں آ سکا ، یہاں پنشن کا[4] مقدمہ پیش ہے ، کبھی صاحب کمشنر بہادر[5] کے پاس ، کبھی صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے پاس جانا ہوتا ہے۔ خود نہ جاؤں تو یہ خیال رہتا ہے کہ خدا جانے کس وقت بلا بھیجیں یا کس وقت کوئی پرسش آ جائے۔

بائیس[6] مہینے سے وہ رزق کہ[7] جو مُقوّم[8] جسم اور مفرح روح تھا مسدود[9] ہے ، کیا کھاؤں اور کیوں کر جیوں ؟

للہ الحمد ! کہ گنہ گار نہیں ٹھہرا ، پنشن پاؤں گا ، مگر وہ پنشن گورنمنٹ کے پولٹیکل کے سرشتے سے مقرر کی ہوئی ہے ، سو دھلی کی اجنٹی کا دفتر فرد فرد لٹ گیا ، کوئی کاغذ باقی نہیں

---

۱ - ابلاغ : پہنچانا -

۲ - ''آسے'' - اصل نسخۂ (صفحہ ١٦)

۳ - عود ۲ ' ۳ مباء خطوط ''بھیج چکا ہوں ، میں نہیں آ سکا'' ایک جملہ جس میں مبارک باد کا ذکر ہے حذف ہوتا چلا آ رہا ہے۔

۴ ، ۵ - دیکھیے ضمیمہ حواشی -

٦ - مئی ۵۷ء سے مارچ ۵۹ء تک بائیس مہینے ہوتے ہیں۔

۷ - اصل - ''گر''

۸ - سبب بقا و قیام بدن ، اور روح کے لیے فرحت بخش -

۹ - بند ہے -

(۱۷) رہا - اب یہ شہر پنجاب احاطے میں مل گیا۔ پنجاب کا نواب[1] لفٹنٹ گورنر بہادر یہاں کا صدر ٹھہرا ؛ اُس دفتر میں میری ریاست کا ، میرے معاش کا ، میری عزت کا نام و نشان نہیں ہے - ایسے ایسے پیچ پڑ گئے ہیں - کچھ نکل گئے ہیں ، کچھ باقی رہے ہیں یہ بھی نکل جائیں گے - **مصرع :**

کارہا[2] آسان شود اما بہ صبر

یہاں سے روئے سخن صاحب عالم[3] کی طرف ہے

جناب رفعت مآب مولائی و مرشدی ! تسلیم قبول کریں اور اس تحریر سے جو اب میرے پاس پہنچی ہے مجھ کو شاداں ، اور اپنے بخت اور قسمت پر نازاں تصور فرماویں[4] - سب سمجھا ، اور سب مطالب کا جواب لکھتا ہوں - پہلے اپنا ایک شعر کمال گستاخی کو کار فرما کر لکھتا ہوں اور یہ نہیں لکھتا کہ یہ شعر میں نے کیوں لکھا ہے —— شعر یہ ہے —— **شعر :**

مرا[5] بہ غیر ز یک جنس در شمار آورد
فغان ! کہ نیست ز پروانہ فرق تا مگسش

---

۱ - سر رابرٹ منٹگمری گورنر پنجاب از فروری ۱۸۵۹ء تا جنوری ۱۸۶۵ء -
۲ - سب مشکلیں حل ہو جائیں گی ، مگر صبر کے ساتھ -
۳ - اصل ، بے ''صاحب'' بعد کے نسخوں میں ''صاحب عالم صاحب''
۴ - فرمائیں کا پرانا املا ، اصل -
۵ - مجھے اس نے غیروں میں شمار کر رکھا ہے ، افسوس! کہ پروانے اور مکھی میں بھی فرق نہ رکھا گیا - (دیکھیے: کلیات صفحہ ۳۶۸ ،

باقی صفحہ ۴۵ پر

بہرحال حضرت کو یہ معلوم رہے کہ میں اہل زبان[1] کا پیرو اور ہندیوں میں سوائے امیر خسرو دہلوی کے سب کا منکر ہوں ۔ جب تک قدما یا متاخرین میں مثل صائب و کلیم و اسیر و حزین کے کلام میں کوئی لفظ یا ترکیب نہیں دیکھ لیتا اس کو نظم و نثر میں نہیں لکھتا ۔

جن لوگوں کے محقق ہونے پر اتفاق ہے جمہور کو اُن کا حال کیا گزارش کروں ، ایک اُن میں صاحب[2] برہان قاطع ہے ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴ :

شعر ٦) غزل کا مطلع ہے :

مپرس حال اسیری که در خم هوسش
به قدر کسب هوا نیست روزن قفسش

مندرجہ شعر شاید اس لیے لکھا ہے کہ صاحب عالم نے قتیل وغیرہ کو غالب کے مقابلے میں اہمیت دی ہے ۔

۱ - اہل زبان : کسی ایسے شہر کے رہنے والے جہاں کی زبان لٹریچر میں سندی حیثیت رکھتی ہو جیسے شیراز ، اصفہان ایران سابق میں ۔ یہاں اہل زبان سے مراد 'ایرانی' ہیں ، جیسے ظہوری ، نعمت خاں عالی ، نظیری ، عرفی وغیرہ ۔

۲ - محمد حسین تبریزی دکنی نے (۱۰٦۲ء) قطب شاہی دربار کے لیے ''برہان قاطع'' نامی فرہنگ لکھی ۔ اس عہد میں نئے نئے شگوفے پھوٹ رہے تھے ۔ مجعولات اور من گھڑنٹ چیزوں کا زور تھا ۔ زند و پازند کے نام سے فارسی قدیم کی دستاویزیں تیار ہو رہی تھیں۔ یہ بے چارہ بھی اسی لپیٹ میں آ گیا ، آقای بہار لکھتے ہیں :

''مؤلف برهان قاطع فریب آنان خورده و به عشوهٔ این دروغ زنان و شیادان بدام افتاده گزافهائے آنان را باسم لغت در کتب خود نوشتند ۔ صاحب برهان فریب دیگر نیز خورد و آن چنین بود که به طمع گرد آوری مجموع لغات پارسی دست به دامان اطلاع زردشتیان بے اطلاع زد الخ'' سبک شناسی جلد ۳ ، صفحه ۲۹۲ ۔

اب ان دنوں میں 'برہان قاطع' کو دیکھ رہا ہوں اور اس کے فہم کی غلطیاں نکال رہا ہوں۔ اگر زیست باقی ہے تو ان نکات کو جمع کر کے اس نسخے کا نام 'قاطع برہان'[1] رکھوں گا۔ مصرع :

کجا بود منزل کجا تاختم

شعر فردوسی میں 'انگبین' و 'شہد' اور شعر استاد میں 'حرص و آز' واقعی بادی النظر میں زائد معلوم ہوتا ہے 'شیر ناب' بہتر ہے۔ لیکن 'حرص و آز' کو کیا کیجیے گا؟ میں عرض کرتا ہوں کہ وہاں بھی 'خشم و آز' ہے ہرگز 'حرص و آز' نہیں ہے۔

حکما اور صوفیہ قوت غضبی و قوت شہوی کی تعدیل[2] میں محنتیں کرتے ہیں۔ قوت غضبی کی اصلاح سے فضیلت شجاعت اور قوت شہوی کی اصلاح سے فضیلت عفت حاصل ہے اور مسئلہ علم[3] اخلاق میں مبرہن[4] ہے۔ ''دو بندۂ من[5] حرص و آز''

---

۱ - قاطع برہان : برہان قاطع کے اغلاط پر ایک کتاب جسے مرزا غالب نے ۱۸۶۲ء میں شائع کیا۔ مزید تفصیلات آگے آئیں گے۔

۲ - تعدیل : معتدل بنانا۔ مراد یہ ہے کہ حکماء اخلاق کے نزدیک قوت غضبی و شہوی کو نفس ناطقہ کے ماتحت رکھنے سے اخلاق فاضلہ پیدا ہوتے ہیں جو شجاعت و عفت، حکمت و عدالت ہیں۔ مزید دیکھیے (اخلاق ناصری صفحہ ۶۰ طبع نول کشور ۱۹۴۲ء، اخلاق جلالی صفحہ ۴۸ طبع نول کشور ۱۸۷۸ء۔

۳ - علم اخلاق : اصطلاح قدیم میں ''وہ علم ہے جس میں یہ بحث کی جاتی ہے کہ نفس انسانی ایسے اخلاق کیوں کر حاصل کر سکتا ہے جس کے بعد وہ اپنے ارادہ و اختیار سے افعال محمودہ ہی بجا لائے'' (اخلاق ناصری صفحہ ۱۴)۔

۴ - مبرہن : ثابت شدہ۔ وہ دعویٰ جس پر دلیل قائم ہو چکی ہو۔

۵ - عود ۲، ۳، خطوط، ادبی ''دویدہ'' غلط ہے۔

بے معنی ، محض استاد کو بدنام کرنا ھے ۔ ایک اسم دو مسمیٰ تراشے[1] ، واحد حقیقی کا تثنیہ ؟ اس سے علاوہ مرد عارف حکیم[2] نے قوت شہوی کی اصلاح کا ذکر کیا اور قوت غضبی کا مذکور بھی نہ کیا ؟ میں نے خود 'خشم و آز' دیکھا ھے اور یہی بجا ھے ۔ شہد کی (۱۸) جگہ 'شیر' اور 'حرص' کی جگہ 'خشم' درست ۔ میری رائے آپ کی رائے کے مطابق ۔ مگر 'گوگرد سرخ' اور 'پیل سفید'[3] میں ساکت ھوں ۔ یہ تقریر کہ 'گوگرد سرخ' کمیاب اور لعل سپید[4] ، نایاب ھے ، میرے دل نشیں نہ ھوئی ۔ 'کبریت احمر' اور 'کیمیا' اور 'عنقا' ان سب کا ایک حکم ھے ۔ نظر اس قاعدے پر 'لعل سپید' بہتر ھے اور 'کبریت احمر' اور 'پیل سپید' بے جوڑ ھے جیسے امیر خسرو کی انملیان[5] ۔

(فقیر[6]) ایک قاعدہ اور عرض کرتا ھے ۔

کم کا لفظ اھل فارس کی منطق میں کہیں افادۂ معنی[7] سلب کلی بھی کرتا ھے ، جیسے کم آزار ۔ یعنی نیازارندہ ، نہ یہ کہ کم آزارندہ 'کم ھمتا' 'یعنی بے ھمتا' ۔ بلکہ اندک کا لفظ بھی اسی طرح آتا ھے ، جیساکہ میرا خداوند نعمت نظامی فرماتا ھے ۔ شعر :

---

۱ ۔ اصل ، تراشتی'' غلط ۔
۲ ۔ اصل ، ''حکم'' جو غلط ھے ۔
۳ ۔ اصل ، ''پیپل سفید'' غلط ۔
۴ ۔ عود ۲ ، ۳ ، مبا ، خطوط ادبی ''لعل سپید''
۵ ۔ انملیان ۔ پھیلیاں ۔
۶ ۔ اصل ، '' فقیر'' شاید کاتب سے رہ گیا ، بعد کے ایڈیشنوں میں ھے ۔
۷ ۔ یعنی مجموعی معنے سلب کر لیتا ھے ، نفی قطعی ۔

[1] پس و پیش چوں آفتابم یکیست
فروغم فراوان ، فریب اند کیست

یعنی ، فریب بالکل نہیں ، نہ یہ کہ کچھ ہے ــــ پس 'کمیاب' اور 'نایاب' ایک چیز ہے ۔

نظامی نے 'لعل سپید' کہا ہے ، کسی صاحب طبع نے اس کو غلط سمجھ کر 'پیل سپید' بنا دیا ہے ۔ 'انگبین و شہد ناب' شاید مثل غم و اندوہ و مسرت و فرحت ہو یا نہ ہو ، شیر ناب ہی ہو ، بلکہ 'شیر ناب' بہتر ہے ، لیکن 'حرص و آز' تو کسی طرح درست نہیں ۔ عارف کا دعوی ناقص اور لغو رہا جاتا ہے ! اگر یہ قباحت لازم نہ آتی تو بھی ہم 'حرص و آز' کو مسلم نہ رکھتے ۔ کس واسطے کہ غلام کا شبہہ بہ کمال وضوح غم و اندوہ و عدل و داد کا نظیر نہیں ہو سکتا ــــ ہاں ! 'انگبین و شہد' کے جواز میں ہم مضائقہ نہ کریں گے ، مگر 'شیرناب' کو اس سے اچھا سمجھیں گے ــ شہد میوے کی حلاوت کے واسطے اور 'شیر' افزائش لطافت کے واسطے ۔

حاشا و حاشا للہ کا جواب آغاز[2] تحریر میں لکھ چکا ۔ آپ کی اس نظیر لکھنے سے اس کے جواز پر میرا یقین نہ بڑھا ۔ ''لو[3] کشف الغطاء لما ازددت یقینا''

---

۱ ۔ سورج کی طرح میرا ظاہر و باطن رو و پشت ایک ہے ؛ میں روشنی ہی روشنی ہوں میرے یہاں فریب بالکل نہیں ۔

۲ ۔ جہاں اپنا شعر اور اہل زبان پر اعتماد کا تذکرہ کیا ہے ، یعنی غیر اہل زبان اور برہان و غیاث کی بات مسند نہیں ۔

۳ ۔ اصل ، ''ما از ددت'' صحیح وہی ہے جو لکھا گیا ۔ ترجمہ : ''اگر حجابات اٹھا دیے جائیں جب بھی میرے یقین میں گنجائش اضافہ نہیں ۔'' (ارشاد امیرالمومنین علی بن طالب علیہ السلام)

نثر مُرَجز کے باب میں پیر و مرشد کو اتنا تامل کیوں ہے ؟ یہ جو نثریں آپ نے لکھی ہیں سوائے اُس نثر کے کہ جس کو آگے لکھوں گا یہ سب تو مسجع ہیں۔ یعنی[1] پہلے فقرے کا ہر لفظ وزن میں موافق ہو دوسرے فقرے کے لفظ سے۔ اگر نظم میں یہ صنعت آ پڑے تو نظم کو 'مرصع' کہیں گے اور نثر میں واقع ہو تو نثر کو 'مسجع' کہیں گے۔ جو[2] حضرت کہ اس نثر کو مرجز کہتے ہیں وہ نثر مسجع کی مثال ہم کو دیں ؟ —— زنہار ، زنہار ! یہ نثر مُرَجز نہیں ، مسجع ہے۔ ہاں یہ نثر مرجز ہے :

صاحبا ، مشفقا ، شفیق دلی ، (۱۹) زید الطافکم الی الابد۔
بعد تبلیغ بندگی و نیاز ، بر ضمیر منیر روشن باد۔

اگر وہ نثر جس کو میں نے مسجع کہا ہے مُرَجز ہے تو اس کم بخت نثر کا کیا نام ہے ؟ —— نہیں —— وہ مُسَجع ہے اور یہ مُرَجز ہے۔

میں تو بہت مختصر مفید لکھ چکا ہوں ، آپ نہ مانیں تو کیا کروں ؟

وزن نہ ہو قافیہ ہو — وہ مُقفیٰ
وزن ہو قافیہ نہ ہو — وہ مُرَجز
الفاظ فقرتین وزن میں برابر ہوں — وہ مُسَجع۔ اس صنعت کو بیشتر نثر مقفیٰ میں صرف کرتے ہیں۔ اور چاہو قافیے کا التزام نہ کرو۔ بہ ہر رنگ[3] اقسام ثلثۂ نثر یہی ہے۔ حضرت[4]

---

۱ - دیکھیے حواشی خط نمبر ۵۔
۲ - یعنی آپ ، مخاطب۔
۳ - اصل ، ''بہر رنگ''۔
۴ - اصل ، ''حضرات''۔

نے نثر مسجع کو مرجز کہا[1] ہے ؟ جواب وہی ہے کہ اگر مُرجّز یہ ہے تو مسجع کس نثر کو کہتے ہیں ؟ اس سے زیادہ نہ مجھ کو عام ، نہ یارائے کلام -

قتیل لکھنوی اور غیاث‌الدین[2] ملائے مکتبی رام پوری کی سی قسمت کہاں سے لاؤں کہ تم جیسا شخص میرا معتقد ہو اور میرے قول کو معتمد[3] سمجھے -

بعد خط کی اتمام تحریر کے خیال آیا کہ ــ شاید کسی بات کا جواب رہ نہ گیا ہو ؛ میں نے آپ کے خط کو دیکھا اور ایک بات ''دستور شگرف'' کی عبارت میں نظر آئی :

''مُرجّز : کلامیست منثور که وزن دارد سجع نه دارد''
اس تعریف کو دیکھیے اور نمونے کی نثر کو دیکھیے؛ وہ موزوں کہاں ہے جو ''وزن دارد'' اس پر صادق آئے ــ وزن به معنی ''تقطیع شعر'' مفقود سجع نه دارد ــــ خدا جانے یہ بزرگ سجع کس کو کہتا ہے ؟

سجع : ہم وزن ہونا دو لفظوں کا فقرتین میں یا مصرعین میں - سو اس نثر میں موجود ہے ــ موجود کو مفقود اور مفقود کو موجود لکھا ہے اور پھر کلام اس کا مقبول ہے ــ اللہ اللہ اللہ !

---

۱ - عود ۱ ''کیا ہے -''
۲ - غیاث الدین عزت بن جلال الدین رام پوری ، اپنے عہد کے مشہور مدرس ، عالم ، طبیب اور زاہد تھے ؛ چالیس پچاس کتابوں اور رسالوں کے مؤلف ہیں جن میں غیاث‌اللغات ، شرح سکندر نامہ ، شرح ابوالفضل ، شرح گل کشتی کو کافی شہرت ہے - ۲۲ - ذی حجہ ۱۲۶۸ھ کو فوت ہوئے - (انتخاب یادگار)
۳ - مستند -

ملا غیاث‌الدین لکھتا ہے :

''پس مرجز نثرے باشد کہ کلمات فقرتین اکثر جاہا ہمہ ہم وزن باشند ، در تقابل یک دگر ، بدون رعایت سجع''

خدا کے واسطے ، سجع تو اسی کو کہتے ہیں کہ کلمات فقرتین یا مصرعین ہم وزن یک دیگر ہوں ؟ سو اس نثر میں موجود ہے ؛ یہ[1] ''بدون سجع'' کے کیا معنی ؟ —— مگر[2] یہ دونوں صاحب وزن کو برابر ہونا کلمات کا سمجھتے ہیں اور سجع تقطیعِ شعر کو کہتے ہیں ؟ اس عقیدے کی رکاکت اظہر من الشمس ہے ۔

صاحب ''دستور شگرف'' کا کلام نص اور مولوی غیاث الدین کا کلامِ حدیث نہیں ہے — آپ ہی غور فرمائیے اور انصاف کیجیے ۔

(مارچ[3] ۱۸۵۹ء)

---

۱ - اصل ''کہ بدون سجع''۔

۲ - مگر : شاید —— اقسام نثر کی بحث میں مرزا کا اجتہاد مشہور تھا یہاں تک کہ ایک مرتبہ میجر فلر ڈائرکٹر محکمۂ تعلیم پنجاب کے پاس کلکتہ یونیورسٹی سے مسجع اور مقفیٰ عبارت کے بارے میں استفسار آیا ؛ میجر صاحب نے ماسٹر پیارے لال آشوب کو جواب لکھنے کا حکم دیا ؛ آشوب نے مرزا کو لکھا ، انھوں نے اس کا جواب مع امثال نظم میں لکھ کر دیا جس کا اخیر شعر یہ تھا :

تحریر ہے یہ غالب یزداں پرست کی
تاریخ اس کی آج نویں ہے اگست کی

(خمخانہ جلد ۱ صفحہ ۸۲) افسوس کہ اب تک اس خط کا سراغ نہیں لگایا جا سکا ؛ کلکتہ یونیورسٹی کے فائل دیکھے جائیں تو شاید کچھ سراغ لگ سکے ۔

۳ - حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ۔

صاحب عالم کے نام
(خط نمبر ۷)

می کنم عرض گو مکرر باش

پیر و مرشد ! آج ھی ایک خط چودھری عبدالغفور صاحب کے (۲۰) نام کا روانہ کیا ھے اور اس خیال سے کہ[1] وہ گرمیٔ ھنگامۂ شادی میں اُس خط کا آپ کی نظر سے گزراننا بھول نہ جائیں یہ خط جداگانہ آپ کو آج ھی بھیجتا ھوں ۔

اصحاب ثلاثہ[2] کی عبارت نثر مرجّز کے باب میں اتنی ھی ھے کہ

وزن دارد و سجع ندارد

خدا کے واسطے ــ وزن : تقطیع شعر کو کہتے ھیں ــ وہ مثال کی نثر میں کہاں ھے ؟

سجع اس کو کہتے ھیں کہ کلمات فقرتین وزن میں برابر ھوں ــ یہ صنعت مثال کی نثر میں موجود ھے ــ جو ھے اس کا سلب ؟ جو نہیں اس کا ثبوت ؟ کیوں کر مانوں ؟ کیا آپ کی یہ مرضی ھے کہ الفاظ کے ھم وزن ھونے کو وزن ، تقطیع شعر

گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۳ :

مہر صاحب ''فروری ۱۸۵۹ء'' لکھتے ھیں لیکن جب مرزا خود پنشن نہ ملنے کی میعاد ''بائیس ماہ'' بتاتے ھیں تو ظاھر ھے کہ فروری نہیں ''مارچ'' ھی ھے ۔ پھر ھم نے میر مہدی کے خط سے تقابل بھی کر کے دیکھا ھے ، اس لیے ھماری تاریخ قطعی ھے ، دیکھیے متعلقہ حاشیہ ۔

۱ ۔ اس جملے سے میں خط کی تاریخ معین کرتا ھوں ۔

۲ ۔ اصحاب ثلاثہ : تینوں آدمی ۔ عبدالواسع ، عبدالرزاق ، غیاث الدین ۔ یہ لفظ طنز کے طور پر ھے ۔

کو سجع مان لوں ؟ — میں تو نہ مانوں گا ، آپ کو اختیار ہے ۔
یہ کلام معصوم کا نہیں کہ اس کے مسلّم نہ رکھنے سے آدمی
کافر ہو جائے ۔ زبان فارسی[1] مردے کا مال ہے ، عرب کے ہاتھ
بہ طریقِ یغما[2] آیا ہے جس طرح چاہیں صرف کریں ۔

خواجہ نصیرالدین[3] طوسی آٹھ حرف کا زبان فارسی میں

---

۱ - یہ جملہ کس قدر خلوص فن میں ڈوبا ہوا ہے ۔

۲ - یغما : لوٹ ؛ صرف : استعمال ۔

۳ - خواجہ نصیرالدین طوسی : محمد بن محمد بن حسن محقق طوسی ، مولود ۱۵- جمادی الاول ۵۹۷ھ ، وفات ۱۸- ذی حجہ ۶۷۲ھ ، فقہ و حدیث و کلام کے علاوہ ہیئت و منطق و فلسفہ و ریاضی میں اسلام کے عظیم ترین حکیم مانے جاتے ہیں ۔ فارسی ادب پر ان کے اقتدار کا ایک نمونہ ''اخلاق ناصری'' ہے ، عروض میں ''معیار الاشعار'' قدیم اور فارسی کی ضخیم کتاب ہے ۔ اگرچہ مولانا سلیمان ندوی اور محمد بن عبدالوہاب قزوینی کو اس انتساب میں شبہ ہے مگر پروفیسر محمود شیرانی نے تنقید شعرالعجم میں اس شبہے کی مکمل تردید کی ہے اور بتایا ہے کہ فخرالدین محمد شاکر کتبی اور صلاح الدین صفدی (ہردو) متوفی ۷۶۴ھ سے اب تک شارحین و تذکرہ نگار اسے محقق ہی کی تصنیف بتاتے ہیں ۔ میں نے جناب پروفیسر مسعود حسن صاحب ادیب کے کتاب خانے میں معیار کا اہم ترین مخطوطہ دیکھا ہے جس کے آخر میں یہ عبارت ہے :

''عبارت نسخۂ قطب الدین الشیرازی قدس سرہ العزیز''
فرغ المولی المعظم ، استاد البشر ، حجۃ الحق علی الخلق ، نصیرالملۃ والدین محمد بن محمد بن الحسن الطوسی ادام اللہ ظلال جلالہ من تصنیفہ فی جمادی الثانی سنۃ تسع و اربعین وستمأۃ'' ۶۴۹ھ
(دیکھیے میرا مضمون ''محقق طوسی'' طبع الواعظ لکھنؤ جولائی ۱۹۵۰ء و جولائی ۱۹۵۱ء) دیکھیے ضمیمہ حواشی ۔

نہ آنا لکھتے[1] ھیں اور دال نقطہ دار کا ذکر نہیں کرتے ، الّا کوئی لغت فارسی ایسا بتائیے کہ جس میں ذال[2] آئی ھو ؟ — گزاشتن و گزشتن و پزیرفتن سب زے سے ھے ۔ کاغد دال مہملہ سے ھے ، اس کا ذال سے لکھنا اور کواغذ کو اس کی جمع قرار دینا تعریب[3] ھے نہ تحقیق[4] ۔ ''آدر'' اسم آتش بدال ابجد ھے نہ بذال ثخذ ۔

کوئی لفظ متحد المخرج فارسی میں نہیں ، بلکہ قریب المخرج بھی نہیں ۔ تے ھے طوئے نہیں ، سین ھے ثے نہیں اور صاد نہیں ، ھائے ھوز ھے حائے حطی نہیں ، یہاں تک کہ قاف نہیں ۔ اس راہ سے کہ غین متحد المخرج بلکہ قریب المخرج ھے ، زے کے ھوتے ذال کیوں کر ھوگی[5] ۔۱۲

وہ میاں صاحب[6] ، ھانسی کے رھنے والے ، بہت چوڑے چکلے جناب عبدالواسع[7] فرماتے ھیں کہ — بے مراد صحیح اور نامراد غلط ۔ ارے تیرا ستیاناس جائے ! ''بے مراد'' اور ''نامراد'' میں وہ فرق ھے جو زمین و آسمان میں ھے — ''نامراد'' وہ کہ جس کی کوئی مراد ، کوئی خواھش ، کوئی آرزو بر نہ آوے ، ''بے مراد'' وہ کہ جس کا صفحۂ ضمیر نقوش مدعا سے سادہ ھو ، از قسم ''بے مدعا'' و ''بے غرض'' و ''بے مطلب'' ۔ حسبۃً للہ[8] ! ان دونوں امروں میں کتنا فرق ھے ؟ 'ناپروا' اور 'ناکام' اور 'نادرست' اور ''ناچار'' کہ یہ مخفف ناچارہ ھے اور ''ناھار'' کہ یہ مخفف ''نہ اھار'' ھے اور نامراد اور ناانصاف (۲۱) یہ سب درست ھیں — ھاں کہاں گئے ھانسی والے معلّم ؟ ۱۲

---

۱ ، ۲ ، ۳ ، ۴ ، ۵ ، ۶ ، ۷ تفصیل کے لیے دیکھیے ضمیمہ حواشی ۔
۸ ۔ خوشنودی خدا کے لیے ، ارے ذرا خدا لگتی کہو کے معنی میں مستعمل ھے ۔

قافیه شائگان که جس کو عرب ''ایطا'' کہتا ہے ، وہ دو طرح پر ہے، خفی و جلی — اہل خرد نے خاک اڑائی ہے اور بات بنائی ہے ، خفی و جلی کی تفسیر میں وہ کچھ لکھا ہے کہ صاحب طبع سلیم کبھی اس کو نہ سمجھے چہ جائے آں کہ مانے گا ۔ اصل یہ ہے کہ

ایطا : وہ قافیہ کہ جو دو حرف ایک صورت کے ہوں
جیسے الف ِفاعل ِگویا و بینا و شنوا ۔ شعر
اسیر
بیت
اے[1] دانۂ تسبیح خیالت ، دل ِدانا
سر حلقۂ مستان رخت ، دیدۂ بینا
اور نون مضارع کا جیسا استاد کے اس مطلع میں ہے
شعر
دل[2] شیشه و چشمان تو هر گوشه برندش
مست است ، مبادا که بناگه شکنندش

اور ایسا ہی الف نون جمع کا ، مثل چراغاں و جواناں اور ایسا ہی الف نون حالیه ، مانند گریاں و خنداں ۔

---

۱ - جلال اسیر ، متوفی ۱۰۴۹ھ ، خالص ایرانی ہے جو بقول سرخوش ہندوستان نہیں آیا ۔ شعر کا ترجمہ یہ ہے :
تیرے خیال کی تسبیح بڑے بڑے داناؤں کے دل سے گندھی ہوئی ہے ، تیرے مست جمال حلقے کی سرداری دیدۂ بینا کر رہی ہے ۔ نیز دیکھیے مآثر الکرام ، سرو آزاد جلد ۲ صفحہ ۵۳ ۔

۲ - دیکھو ، ذرا سنبھل کے ، دل شیشہ ہے اور نازک بھی ہے ، تم مست ہو اور اسے گلی گلی ، کونے کونے لیے پھرتے ہو ۔ کہیں یہ نہ ہو کہ اچانک ٹوٹ جائے ۔

پس اگر یہ مطلع میں آ پڑے تو ایطائے جلی ہے ، اگر غزل یا قصیدے میں بہ تکرار قافیہ آ پڑے تو ایطائے خفی ہے ۔

آئمۂ فن نے وہ کچھ لکھا ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا ۔ اگر قابل تحقیق ہو تو میرے بیان پر غور کرو اور جو عبدالواسع اور غیاث الدین اور عبدالرزاق ان ناموں کی شوکت[1] نظر میں ہے ، تو تم جانو ۔ ایک شخص بھیک مانگتا ہے باپ نے اُس کا نام میر بادشاہ رکھ دیا ہے ۔

اصل فارسی کو اس کھتری بچے قتیل علیہ ماعلیہ[2] نے تباہ کیا ، رہا سہا غیاث الدین رام پوری نے کھو دیا ۔ ان کی سی قسمت کہاں سے لاؤں جو صاحب عالم[3] کی نظر میں اعتبار پاؤں ۔ خالصاً للہ! غور کرو کہ وہ خران[4] نامشخص کیا کہتے ہیں اور میں خستہ و درد مند کیا بکتا ہوں ۔ واللہ ! نہ قتیل فارسی شعر کہتا ہے اور نہ غیاث الدین فارسی جانتا ہے ۔ میرا یہ خط پڑھو ، یہ نہیں کہتا کہ خواہی نہ خواہی پڑھو ، قوتِ ممیزہ[5] سے کام لو ، ان غولوں پر لعنت کرو ، سیدھی راہ پر آ جاؤ ، اگر نہیں آتے تو تم جانو ۔ تمھاری بزرگی پر اور

---

۱ ۔ شوکت : عظمت و ہیبت ، رعب داب یعنی ان لوگوں کی شہرت سے متاثر ہو ۔
۲ ۔ علیہ ماعلیہ : لعنت ہو ، وہ جس کا مستحق ہے وہ اسے ملے ۔
۳ ۔ صاحب عالم ، کس قدر اچھا معلوم ہوتا ہے ''ان کی سی قسمت کہاں سے لاؤں جو صاحب عالم کی نظر میں'' ، صاحب عالم مکتوب الیہ ۔
۴ ۔ خر نامشخص ، گدھا بلکہ گدھے سے بھی سوا ، احمق ترین آدمی ۔
۵ ۔ قوت ممیزہ : عقل ، تمیز دینے والی قوت ۔

میرزا تفتہ[1] کی نسبت پر نظر کر کے لکھا ہے ؛ نہیں کہتا کہ خواہی نہ خواہی میری تحریر کو مانو مگر اس کھتری بچے سے اور اس معلم سے مجھ کو کم‌تر نہ جانو۔

عربی کا حرف آور ہے اور فارسی کا قاعدہ (۲۲) آور ہے، سمجھو یا نہ سمجھو تم کو اختیار ہے۔ عقل کو کام فرماؤ[2]! غور کرو! سمجھو! عبدالواسع پیغمبر نہ تھا، قتیل برہما نہ تھا، واقف غوث الاعظم نہ تھا — میں یزید نہیں ہوں، شمر نہیں ہوں — مانو، نہ مانو، تم جانو۔

(اپریل[3] ۱۸۵۹ء)

چودھری عبدالغفور کے نام
(خط نمبر ۸)

جناب عالی!

آج آپ کا تفقد[4] نامہ — مرقومہ یازدہم[5] شعبان مطابق پنجم مارچ بقید روز دو شنبہ — پہنچا۔ پہلے تو ان تاریخوں کے حساب میں الجھا، پھر خط کے جلد پہنچنے سے بہت خوش ہوا۔ ڈاک

۱۔ ہرگوپال نرائن تفتہ غیاث الدین کے قائل تھے۔
۲۔ یہ فارسی ترکیب و اسلوب ہے — پوری عبارت کس قدر پرلطف ہے۔
۳۔ یہ سنہ کسی نے نہیں لکھا مگر خط میں چودھری عبدالغفور کی شادی کا ذکر ہے جو خط ۶ میں بھی ہے اس لیے یہ خط اس کے فوراً بعد کا ہوگا، یعنی اپریل ۱۸۵۹ء یا اس کے لگ بھگ۔
۴۔ مزاج پرسی کا خط۔
۵۔ یہ تاریخیں غلط ہیں یعنی شعبان و مارچ کی تاریخیں بقید دن ایک دوسرے کے مطابق نہیں کیوں کہ مارچ کی پانچویں تاریخ بدھ کا دن اور ۱۴ شعبان جنتری میں ہے اس لیے دن اور تاریخیں حساب میں الجھن ڈالنے والی ہیں۔

کیا ہے خاک ہے۔

خیر ادھر پڑھا اُدھر جواب لکھا۔ خدا کرے یہ میرا خط جلد پہنچے، ورنہ یہ آپ کو خیال ہوگا کہ غالب نے ہمارے خط کا جواب نہ لکھا۔

حقیقت میری مجملاً یہ ہے کہ راہ و رسم مراسلت حکامِ عالی مقام سے بہ دستور جاری ہو گئی۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کو نسخۂ دستنبو بہ سبیل ڈاک بھیجا تھا، ان کا خط مشعرِ تحسین عبارت، و قبول صدق ارادت و مودت بہ سبیل ڈاک[1] آ گیا۔ پھر قصیدۂ بہاریہ[2] تہنیت و مدحت میں بھیجا گیا، اُس کی بھی رسید آ گئی؛ وہی[3]— "خان صاحب، بسیار مہربان دوستاں"— القاب اور کاغذ افشانی۔

ازاں بعد ایک قصیدہ جناب رابرٹ[4] منٹگمری صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر قلمرو پنجاب کی مدح میں بہ توسط صاحب کمشنر بہادر دھلی گیا؛ اُس کے جواب میں بھی خوشنودی نامہ بہ توسط کمشنر صاحب بہادر کل مجھ کو آ گیا۔

پنسن ابھی تک مجھ کو نہیں ملی؛ جب ملے گی حضرت کو

۱۔ مرزا نے رسید وصول یابی و پسندیدگی ۲۲۔ مارچ ۱۸۵۹ء لکھی ہے:
"آج پانچواں دن ہے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کا خط مقام الہ‌آباد سے بہ سبیل ڈاک آیا؛ وہی کاغذ افشانی، وہی القاب قدیم"
(مکتوب مورخہ ۲۷۔ مارچ، عود خط ۵۸، مہیش: ۲۴۹)

۲۔ دیکھیے قصیدہ نمبر ۴۳، باز پیغام بہار آورد باد۔

۳۔ "وہ ہی" اصل۔

۴۔ رابرٹ منٹگمری گورنر پنجاب، فروری ۱۸۵۹ء سے جنوری ۱۸۶۵ء تک گورنر رہے۔

اطلاع دی جائے گی - پیر و مرشد عالم ہیں اور ان کے[1] تسلیم نہ کرنے کو میں نے تسلیم کیا اور تسلیم بجا لایا - ۱۲[2]

اے حضرت جناب مخدوم مکرم چودھری غلام رسول صاحب کی خدمت میں انھیں الفاظ میں رسم مبارک باد ادا کی گئی تھی ؛ نہ عبارت آرائی ، نہ طبع آزمائی ؛ کچھ عجب نہیں کہ وہ خط بھی مئی و جون میں آپ کو پہنچ جائے - آپ کا بھی تو مارچ کا خط مجھ کو اب آخر اپریل میں پہنچا ہے -

جناب شیخ صاحب[3] مجھ کو کیوں محجوب کرتے ہیں - اس باب[4] میں اس سے زیادہ عرض نہیں کر سکتا کہ افادہ[5] مشترک ہے ؛ قصیدہ و مثنوی بھیج دیجیے[6] ؛ لطف اٹھاؤں گا اور جو کچھ میرے خیال میں آئے گا بے تکلف عرض کردوں گا - میرا سلام (۲۳) کہیے اور مثنوی اور قصیدہ ان سے لے کر جلد بھیج دیجیے - ۱۲

اپنے عم عالی مقدار کی خدمت میں میرا سلام پہنچائیے اور

---

۱ - اصل ''ان کو تسلیم نہ کرنے کو'' ــ عود نارایني - نول وغیرہ مطابق متن -

۲ - بارہ کا عدد مرزا کو بہت پسند تھا ، چنانچہ مرزا حاتم علی مہر کو لکھتے ہیں :

''صاحب بندہ اثنا عشری ہوں ، ہر مطلب کے خاتمے پر ۱۲ کا ہندسہ کرتا ہوں - خدا کرے میرا خاتمہ بھی اسی عقیدے پر ہو! . . . . (خط ۸۷ اصل : ۱۰۲)

۳ - شیخ عطا حسین عطا -

۴ - اس باب میں : اس سلسلے میں -

۵ - فائدہ رسانی -

۶ - اصل ''بھیج دے''

کہیے کہ حضرت خلاصہ مکتوب سابق یہ ہے ؛ الفاظ ہندی تھے ، شاید کچھ تغیر بالمرادف[1] ہو تو ہو ــ یہ شادی بہ صد ہزار مسرت و نشاط آپ کو مبارک ہو اور ان کی اولاد دیکھنی اور اسی طرح اُن کی شادی کرنی نصیب ہو ۱۲ !

فیض علی خان صاحب کو میرا سلام پہنچے ؛ میں بھی آپ کی ملاقات کا مشتاق اور آپ کا مداح رہوں گا۔ ۱۲

خط کا لفافہ اس خط میں ملفوف کر کے بھیجتا ہوں ؛ یہ آج پہنچا اور آج ہی میں نے اس کا جواب لکھا ۔ کاتب[2] وہی ہے جو لفافۂ ملفوفہ کا مکتوب الیہ ہے - ۱۲

(آخر اپریل[3] ۱۸۵۹ء)

---

۱ - تغیر بالمرادف : کچھ لفظوں کا فرق ہے ، معنے وہی ہیں - دیکھیے خط نمبر ٦ طبع ہذا ۔

۲ - کاتب وہی ہے جو لفافۂ ملفوفہ کا مکتوب الیہ ہے یعنی : غالب
"کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں آور"

۳ - مہر صاحب نے اس خط کی تاریخ (اپریل ۱۸٦۰ء) معین کی ہے - اپریل تو اس لیے کہ مرزا نے خود لکھا ہے ؛ ۱۸٦۰ء میرے خیال میں ۱۸۵۹ء ہے کیوں کہ خط کے اندراجات میں :

(الف) شادی کا ذکر ہے جو ۱۸۵۹ء میں ہوئی اور سابقہ خطوط میں تذکرہ ہے ؛ سال بھر بعد مبارک باد کا کوئی مطلب ہی نہیں ؛ پھر یہ کہ مرزا خود کہتے ہیں کہ اس سے پہلے تہنیت لکھ چکا ہوں ۔

(ب) سر جارج فریڈرک ایڈمنسٹن اور رابرٹ منٹگمری دونوں جنوری ۱۸۵۹ء اور فروری ۱۸۵۹ء میں مقرر ہوئے ، اس لیے سال بھر بعد دستنبو کے بھیجنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔

(ج) خط سرور میں تاریخ کے غلط لکھنے کا تذکرہ خود غالب نے کر دیا ہے اس لیے تاریخ اول‌الذکر کی جنتری سے مطابقت بے کار ہے ۔

ایضاً (خط نمبر ۹)

جناب چودھری صاحب کی یاد آوری اور مہرگستری کا شکر بجا لاتا ہوں - آپ کا خط مع[۱] قصیدہ و مثنوی پہنچا - مثنوی کو جداگانہ بہ طریق پیم فلٹ[۲] پا کٹ[۳] (پیکٹ صحیح) بھیجتا ہوں اور یہ خط جداگانہ ارسال کرتا ہوں ؛ لفافہ اس کا بھی آپ کے نام کا ہے -

آپ کے خواب کا ماجرا ، اور صبح کو ادھر کا قصد ، اور پھر اپنے چچا صاحب کے کہنے سے نظر تابستان[۴] پر اس عزم کا ملتوی رکھنا ، معلوم ہوا - آپ کے چچا صاحب نے کرامت کی کہ جو آپ کو منع کیا - ڈاک کی سواری پر اگر آپ شہر میں میرے مکان تک آ جاتے تو ممکن تھا ، مگر رہنا شہر میں بے حصول اجازتِ حاکم احتمالِ ضرر رکھتا ہے ؛ اگر نہ خبر ہو تو نہ ہو ، اور اگر خبر ہو جائے تو البتہ قباحت ہے - زنہار کبھی یہ گمان نہ کیجیے گا کہ دلی کی عمل داری میرٹھ[۵] اور آگرے[۶] اور بلادِ شرقیہ[۷] کے مثل ہے - یہ پنجاب احاطے میں شامل ہے ؛ نہ قانون نہ آئین ؛ جس حاکم کی جو رائے میں آوے وہ ویسا ہی کرے — **مصرع**

---

۱ - اصل : معہ -
۲ - اصل و نارائنی : پیم فلٹ ، دوسرے نسخے "پم فلٹ" اردو اور مبارک علی پیمفلٹ -
۳ - تمام نسخے "پاکٹ"
۴ - تابستان : گرمی -
۵ - اصل : "میرٹ"
۶ - اصل : وغیرہ آگرہ -
۷ - صوبہ آگرہ و اودھ -

اے[1] وائے ز محرومیِ دیدار ، دگر ہیچ

انشاء اللہ العظیم دو تین مہینے میں یہاں بھی صورت امن و امان کی ہو جائے گی مگر میری آرزو باستیفا اس صورت میں بھی نہ بر آئے گی ۔ میں یہ تاکے ہوئے ہوں کہ میری اور تمھاری ملاقات اس طرح ہو کہ ہم ، تم اور حضرت صاحب عالم صاحب ہوں اور باہم حرف و حکایت کریں ۔ اگر زمانہ میری خواہش کے موافق نقش قبول کرتا ہے تو میں مارہرے کو (۲۴) آتا ہوں ۔ حضرت پیر و مرشد کا اشتیاق اور اسی جلسے میں تمھارے دیدار کا شوق ایسا نہیں ہے کہ مجھ کو آرام سے بیٹھا رہنے دے گا ۔ ۱۲

صاحب! یہ مثنوی[2] تو میرے واسطے ایک مرثیہ ہوگئی ہے۔ اس بزرگوار کے جگر میں کیا کیا گھاؤ پڑے ہوں گے ، تب یہ تراوش[3] خونابہ ظہور میں آئی ہوگی ۔ مزہ یہ ہے کہ عنوان بیان سے حق بہ جانب انھیں کے معلوم ہوتا ہے ۔ چوں کہ اصلِ کار میری نظر میں نہیں اور حقیقت حال مجھ پر مجہول ہے ، اس واسطے انجام و آغاز ، اندازہ و انداز کچھ نہیں سمجھا ۔ حک[4] و اصلاح کو آپ بہ نظر اصلاح ملاحظہ فرماویں ؛ میں نے بہ حسب دستور اپنے ہر جگہ منشاء اصلاح لکھ دیا ہے ۔

---

۱ ۔ محرومی ملاقات کا افسوس ہے اور کچھ نہیں ۔

۲ ۔ عطا مارہروی نے ''شکایت سعایت'' نامی مثنوی ۱۲۷۱ھ میں لکھی تھی ؛ اب معلوم نہیں زیر بحث مثنوی وہی ہے یا کوئی اور ۔ مالک رام کے خیال میں چوں کہ وہ بے اصلاح تھی اس لیے اصلاح کے لیے بھیجی (تلامذۂ غالب صفحہ ۲۳۹)

۳ ۔ خون کے آنسوؤں کا ٹپکنا ۔

۴ ۔ حک : چھیلنا ، تراشنا ، اصلاح ۔

میرا[1] شیخ صاحب کو سلام کہیے گا اور کہیے گا کہ کیا کروں دور ہوں ، معذور ہوں ، مدد نہیں کر سکتا ، اعانت کے مراسم تقدیم[2] کو نہیں پہنچا سکتا ، خدا تمہارا نگہبان رہے !

والسلام - ۱۲

(فروری[3] ۱۸۵۹ء)

ایضاً (خط نمبر ۱۰)

جناب چودھری صاحب!

آپ کے تلطف نامے کے ورود کی مسرت اور پارسل[4] کے نہ پہنچنے کی حیرت باعث اس کی ہوئی کہ آپ کو پھر تکلیف دوں اور با آنکہ خط جواب طلب نہ تھا ، جواب لکھوں ۔

بندہ پرور ! میں نے پارسل کی رسید لے لی تھی ؛ اب آپ کے خط کو پڑھ کر کارپردازانِ ڈاک کے پاس وہ رسید بھجوائی ؛ انھوں نے کتاب دیکھ کر میرے آدمی سے کہہ دیا کہ سکندرہ راؤ[5] کی رسید یہ موجود ہے ؛ اب اس پارسل کی جواب دہی وہاں والوں کے ذمے ہے ۔ یہ سن کر میں نے یوں مناسب جانا کہ وہ رسید آپ کے پاس بھیج دوں ، آپ سکندرہ راؤ کے ڈاک خانے

---

۱ ۔ اردوئے معلیٰ ــــ صفحہ ۱۳۵ ''شیخ صاحب سے میرا سلام کہیے گا'' ، عود اصل ، نارائینی ، وغیرہ مطابق متن لیکن شاید وہ غلط ہے ۔

۲ ۔ پیش کرنا ۔

۳ ۔ مہر صاحب نے ۱۸۵۸ء لکھا ہے ، میں سمجھتا ہوں کہ فروری ۵۹ء کا خط ہے کیوں کہ دلی میں انھیں دنوں ٹکٹ کا قصہ شروع ہوا ۔ دیکھیے خط بنام مجروح نمبر ۶۵ ۔

۴ ۔ وہی پمفلٹ پیکٹ جس کی اطلاع پہلے خط میں دی ہے ۔ دیکھیے خط ۹ ۔

۵ ۔ قصبہ اور وہاں کا ڈاک خانہ ۔

میں بھجوا کر ان سے پارسل منگوا لیں ، اور اب اس رسید کا میری طرف راجع[1] کرنا کسی صورت میں ضرور نہیں ۔

والسلام ۔ (مئی ببعد[2] ۱۸۵۹ء)

شاہ عالم کے نام

(خط نمبر ۱۱)

مخدوم زادۂ والا تبار[3] ، حضرت شاہ عالم
سلام و دعائے[4] درویشانہ قبول فرماویں ۔

آپ کا مع الخیر وطن پہنچنا اور بزرگوں کی قدم بوسی اور بھائیوں کے ہم آغوش[5] ہونا ، آپ کو مبارک ہو : ع

یوسف[6] از مصر به کنعان آمد

---

۱ - پلٹانا ۔
۲ - خطوط غالب ، مہر : ۱۸۶۲ء ۔ نہ معلوم کیوں ترتیب بدلی گئی ہے۔ واضح طور پر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ عطا کی مثنوی سرور کو نہیں ملی ، اطلاعی خط مل گیا ؛ انھوں نے لکھا کہ خط ملا ، پارسل نہیں ملا ؛ مرزا رسید بھیج رہے ہیں کہ ڈاک خانے سے باز پرس کرو ۔ اب یا تو یہ خط بھی مئی کا ہے یا اس کے بعد جون کا اور بس ، ۱۸۶۲ء کیسے ہو سکتا ہے ؟
۳ - اصل ، اردو ا ، ''زادۂ والا تبار'' بغیر اضافت ـــــ والا تبار : عالی خاندان ۔ شاہ عالم ، صاحب عالم مارہروی کے صاحب زادے ۔ شائق تخلص تھا، ۲۴ مارچ ۱۸۷۱ء - ۱۰ محرم ۱۲۸۸ھ کو مارہرے میں فوت ہوئے (تلامذہ : صفحہ ۱۶۶)
۴ - اصل ، نارائینی : ''دعا درویشانہ'' ، اردو : ''دعائے درویشانہ''
۵ - بغل گیر ہونا : گلے ملنا ۔
۶ - یوسف مصر سے کنعان پہنچ گیا ، فراق اعزہ کے دن بیت گئے ۔

تفرقۂ اوقات و سفر[1] رام پور و شدتِ تموز[2] مقتضی[3] اس کے ہوے کہ ہنوز تمھارے مسودات نہیں دیکھے گئے ؛ تا نزول باران رحمت آور بھی چپکے بیٹھے رہو -

اپنے ماموں صاحب کو نیاز معتقدانہ اور اپنے بھائیوں کو سلام مخلصانہ کہیے گا ، اور اپنے والد ماجد یعنی میرے (۲۵) مرشد و ہم عمر و فن کو وہ سلام جس سے محبت ٹپکے اور اشتیاق برسے ، پہنچائیے گا اور عرض کیجیے گا کہ آرزوئے دیدار حد سے گزر گئی -

یا رب ! جب تک حضرت صاحب عالم کو مارہرے میں اور انورالدولہ کو کالپی[4] میں نہ دیکھ لوں اور آن سے ہم کلام نہ ہو لوں ، میری روح کے قبض کا حکم نہ ہو ! لیکن[5] ۱۲۷۷ء میں دو مہینے باقی ہیں ؛ اب کی محرم سے آس ذی حجہ تک میرا مدعا حاصل ہو جائے - ۱۲

---

۱ - مرزا غالب پہلی مرتبہ رام پور ۱۹ - جنوری ۱۸۶۰ء کو روانہ ہوئے اور ۲۴ - مارچ ۶۰ء ۳۰ - شعبان ۱۲۷۶ھ کو دہلی پہنچے (غالباً)

۲ - گرمی کی شدت -

۳ - مقتضی : چاہنے والے ، باعث -

۴ - انورالدولہ شفق ، کالپی کے رئیس اور امجد علی قلق اور غالب کے شاگرد تھے - مرزا سے مراسلت بھی تھی - دیکھیے دوسری فصل عود ، نول کشور ، ۱۴ء میں کالپی کو ''پالکی'' لکھا ہے (صفحہ ۳۳)

۵ - مرزا صاحب بادہ خواری کی وجہ سے اپنی ولایت کے مدعی تو نہ تھے مگر اپنی موت کے بارے میں بطور کشف یہ سمجھ رکھا تھا کہ ۱۲۷۷ھ میں مر جائیں گے ؛ چنانچہ مادہ و مصرع تاریخ نکالا ، لوگوں میں پروپیگنڈہ بھی کیا ، مگر بات غلط ہو گئی -

مشفقی مکرمی چودھری عبدالغفور صاحب کو میرا سلام شوق کہیے گا اور یہ پیغام پہنچائیے گا کہ حضرت صاحب عالم کی تمنائے دیدار به قید مارھرہ کنایه اس سے ھے که اور کسی[1] کا بھی دیدار مطلوب ھے - ع

خواهش وصل مقدر ھے ، جو مذکور نہیں

ان کے[2] اس خط کا جواب (جو) پرسوں مجھ کو پہنچا ھے ، موم جامے میں لپٹ کر پہنچے گا ، (لپیٹ کر بھیجوں گا) انشاء اللہ العزیز - ۱۲

ھاں جناب شاہ عالم صاحب !
پھر روئے سخن آپ کی طرف ھے -

جناب میر وزیر علی خان صاحب بلگرامی یہاں[3] تشریف لائے ، اور میرے مسکن سے ایک تیر پرتاب[4] کے فاصلے پر چاندنی چوک میں حافظ قطب الدین سوداگر کی حویلی میں آترے ھیں - مرفی صاحب کا کام آن کے سپرد ھوا ھے یعنی ڈپٹی کلکٹر اور ڈپٹی مجسٹریٹ ھیں اور ھزار روپے تک کا مقدمہ عدالت دیوانی کا بھی کرتے ھیں لیکن ھنوز قائم مقام ھیں - وہ صاحب

---

۱ - اس سے پہلے مرزا نے مارھرے جانے کی خواهش کا ذکر کرتے ھوئے صاحب عالم کی ملاقات کو بنیاد قرار دیا ھے ، اس لیے عبدالغفور کو رنج ھوا ھوگا ، مرزا اس کی تلافی کر رھے ھیں -

۲ - عود ۱ ''اونکی اس خط کا جواب پرسوں مجکو پہنچا ھی موم جامہ میں لپٹ کر . . . . صفحہ ۲۵ -

اردو ۱ : اون کے اس خط کا جواب جو پرسوں مجکو پہنچا ھے موم جامہ میں لپیٹ کر بھیجوں گا . . . .''صفحہ ۲۰۰ -

۳ - دھلی -

۴ - تیر کی دوڑ ، فرلانگ دو فرلانگ -

جس کا نام لکھ آیا ہوں ، بہ طریق رخصت سپاٹو گیا ھے ۔

ایک دن فقیر بھی اُن کے مکان پر چلا گیا تھا ؛ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں اُن میں جمع ھیں ۔ آنکھیں ان کی حسن صورت سے روشن ھوگئیں اور دل ان کی حسن سیرت سے خوش ھو گیا ۔

واہ خاک پاک بلگرام ! میں نے تو وھاں کے جس بزرگ کو دیکھا بہت اچھا پایا ۔

(مئی[1] ١٨٦٠ء ۔ شوال ١٢٧٦ھ)

چودھری عبدالغفور کے نام
(خط نمبر ١٢)

شفیق مکرم ، مظہر لطف و کرم !

جناب چودھری صاحب کی خدمت میں بعد سلام یہ عرض کرتا ھوں کہ آپ کا مہربانی نامہ آیا ، میرا رنج و تشویش مٹایا ، میری خدمت قبول ھوئی ، خوشی حصول ھوئی ۔

میر امداد علی شاہ کو میری دعا کہنا ؛ اُن کا باپ میرا بڑا یار تھا ۔ میری طرف سے خاطر جمع کر دیجیے گا کہ اب سبیل اچھی نکل آئی ھے ، چودھری صاحب کے ذریعے جو کچھ

---

١ ۔ یہ خط مئی یا جون ٦٠ء اور شوال ٧٦ھ کا ھے ، کیوں کہ مرزا کہتے ھیں کہ سال ختم ھونے میں دو مہینے باقی ھیں ۔ بارش کا انتظار کرنے کا حکم ھے ، گویا جون کا مہینا ھوا ، مئی سے ١٥ جولائی تک انتظار کی فرمائش ذرا مشکل ھے ـــــ خطوط : ١٨٦٠ء خط نمبر ١٥ بھی شاہ عالم کے نام ھے اور اس میں تاریخ مذکور ھے اس لیے یہ خط ٦٠ء ھی کا ھے ، دیکھیے خط مذکور کا حاشیہ ۔

مجھ کو بھیجنا ہوگا بھجواؤں گا ۔

جناب چودھری صاحب ! آج کا میرا خط کاسۂ گدائی ہے یعنی تم سے کچھ مانگتا ہوں ۔ تفصیل یہ ہے کہ ــــ مولوی محمد باقر[1] دہلوی کے مطبع میں سے ایک اخبار (۲۶) ہر مہینے میں چار مرتبہ نکلا کرتا تھا ، مسمیٰ بہ ــ دہلی اردو اخبار ــ بعض اشخاص سنین[2] ماضیہ کے اخبار جمع کر رکھا کرتے ہیں ، اگر احیاناً[3] آپ کے یہاں یا کسی آپ کے دوست کے یہاں جمع ہوتے چلے آئے ہوں تو اکتوبر ۱۸۳۷ء سے دو چار مہینے آگے کے اوراق دیکھے جائیں[4] جس میں بہادر شاہ کی تخت نشینی کا ذکر اور میاں ذوق کے دو سکّے[5] ان کے نام کے کہہ کر نذر کرنے کا ذکر مندرج ہو ، بے تکلف وہ اخبار چھاپے کا اصل بجنسہ میرے پاس بھیج دیجیے ۔

آپ کر معلوم رہے[6] کہ اکتوبر کی ساتویں آٹھویں تاریخ ۱۸۳۷ء میں یہ تخت پر بیٹھے ہیں اور ذوق نے اسی مہینے میں یا دو ایک مہینے کے بعد سکے کہہ کر گزرانے[7] ہیں ۔ احتیاطاً

---

۱ ۔ دیکھیے ضمیمۂ حواشی ۔
۲ ۔ گزشتہ سالوں کے ۔
۳ ۔ اتفاقاً ۔
۴ ۔ عود ۱ ''چاھئیں''۔
۵ ۔ دیکھیے ضمیمہ حواشی ۔
۶ ۔ اکبر شاہ ثانی ۲۸۔ ستمبر ۱۸۳۷ء کو فوت ہوئے اور ظفر شب جمعہ ۱۱ ۔ جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ ۔ ۱۲ ۔ اکتوبر ۱۸۳۷ء کو تخت نشین ہوئے ۔ صہبائی نے قطعۂ تاریخ میں ''چراغ دہلی'' سے مادہ نکالا ۔
۷ ۔ ذوق کے سکوں سے غدر کا کوئی تعلق نہیں ۔ مرزا اس طرح ایک قانونی اور منطقی ثبوت دینا چاہتے ہیں ۔ کوئی بعید نہیں کہ بقول جیون لال یہ سکہ انہیں نے کہا ہو :

بر زر آفتاب و نقرۂ ماہ   سکہ زد در جہاں بہادر شاہ

کیوں کہ یہ آہنگ مرزا ہی کا ہے ۔

پانچ چار مہینے تک کے اخبار دیکھ لیے جائیں ۔ یہاں تک میری طرف سے ابرام[1] ہے کہ اگر کسی اور شہر میں کوئی آپ کا دوست جامع[2] ہو اور آپ کو اس[3] پر علم ہو تو وہاں سے منگوا کر بھیجیے ۔

والسلام مع الاکرام ۔ ۱۲

(جون[4] ۱۸۵۹ء)

ایضاً (خط نمبر ۱۳)

شفیق میرے ، عنایت فرما میرے !

تمہاری مہربانی کا شکر بجا لاتا ہوں ۔ نہایتِ سعی یہ تھی کہ آپ کی طرف سے ظہور میں آئی ۔ میں نے کلکتے میں مہتمم

---

۱ ۔ ابرام : اصرار ۔
۲ ۔ جامع : جمع کرنے والا ۔
۳ ۔ مرزا نے اس سلسلے میں یوسف مرزا کے ذریعے ، حسین مرزا کو لکھا : ''ناظر جی (حسین مرزا) کو سلام کہنا اور کہنا کہ حال اپنا مفصل تم کو لکھ چکا ہوں ۔ وہ ''دھلی اردو اخبار'' کا پرچہ اگر مل جائے تو بہت مفید مطلب ہے ، ورنہ خیر کچھ محل خوف و خطر نہیں ہے ۔ حکام صدر ایسی باتوں پر نظر نہ کریں گے ـــــ میں نے سکہ کہا نہیں ، اور اگر کہا تو اپنی جان اور حرمت بچانے کو کہا ۔ یہ گناہ نہیں اور اگر گناہ بھی ہے تو کیا ایسا سنگین ہے کہ ملکۂ معظمہ کا اشتہار بھی اس کو نہ مٹا سکے گا ؟ . . . (مہیش صفحہ ۱۵۶)
۴ ۔ ۱۸ ۔ جون ۵۹ء کو مرزا نے یوسف مرزا کو اسی مضمون کا خط لکھا ہے ۔

مطبع جام جہان نما[1] کو لکھ بھیجا ہے اور ترک سعی[2] کیا ہے ؛ آپ بھی اب فکر نہ کیجیے ۔ اگر کہیں سے آپ کے پاس آ جائے تو مجھ کو بھیج دیجیے ، میرے پاس آئے گا تو میں تم کو اطلاع دے دوں گا ۔

عنایت الٰہی کا کون شخص مشتاق نہ ہوگا ، اس کی پرسش زائد ۔ میں خدمت گزاری کو حاضر ہوں ، وہ جب چاہیں اپنا کلام بھیج دیں ۔ میرا سلام اور پیام کہہ دیجیے گا ۔

صاحب ! تم نے ہمارے پیر و مرشد کو ہم پر خفا کر دیا ۔ بھلا وہ خط نہ لکھیں نہ لکھیں ، کبھی تم کو تو فرما دیں کہ غالب کو میری دعا لکھ بھیجنا ـــــ بہر حال میرا سلام نیاز عرض کیجیے اور ان کے مزاج مبارک کی خیر و عافیت لکھیے اور یہ بھی لکھیے کہ اگر خدا نخواستہ وہ مجھ سے ناخوش ہیں تو ناخوشی کی وجہ کیا ہے ۔

اپنے چچا[3] صاحب کی خدمت میں سلام نیاز پہنچائیے گا ،

---

۱ ۔ ''جام جہان نما'' ولیم ہاپکنس پیرس اینڈ کمپنی سرکار روڈ کلکتے سے شائع کرتی تھی ۔ منشی سدا سکھ اس کے ایڈیٹر تھے ۔ عبدالستار صاحب اور محمد عتیق صاحب کے مضامین سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پرچہ مدتوں پہلے بند ہو گیا تھا (۲۸ء) مگر اس خط اور ایک دوسرے مکتوب (دیکھیے میرا مضمون ''غالب کے تین خط اور ایک تحریر'' آج کل ، دھلی ، مارچ ۱۹۵۱ء) سے کچھ عجیب سی الجھن پیدا ہوتی ہے ـــــ (جام جہاں نما کے لیے دیکھیے آج کل ، دھلی ، فروری ۱۹۵۶ء نیز میرا مضمون مارچ ۱۹۵۱ء)

۲ ۔ پنشن کے معاملات رو براہ ہیں ۔ خط و کتابت ہو رہی ہے ، سعی سفارش کے علاوہ خود بھی حکام کو خوش کر چکے ہیں ، پھر تدبیر و استدلال بھی سوچ لیا ہے اسی لیے مطمئن ہیں ۔

۳ ۔ یعنی غلام رسول صاحب ۔

اور مولانا عطا[1] کو سلام شوق کہیے گا ۔
(جون[2] یا کچھ بعد ۱۸۵۹ء)

ایضاً (خط نمبر ۱۴)

میرے شفیق دلی چودھری عبدالغفور صاحب کو خدا سلامت رکھے !

دیکھو میرے حواس کا اب یہ عالم (۲۷) ہو گیا ہے کہ تمھارے نام کی جگہ تمھارے چچا صاحب کا نام لکھتا تھا ۔ اسی طرح سابق کے خط میں سرنامے[3] پر لکھ گیا ہوں[4] گا — بیت

بہار[5] پیشہ جوانے کہ غالبش نامند
کنوں بہ بیں کہ چہ خوں می چکد ز ہر نفسش

جو خطوط کہ[6] آپ کے خطوط کے جواب میں آئے ہیں ان کے

---

۱ - یعنی شیخ عطا حسین عطا مارہروی ۔
۲ - خط نمبر ۱۲ کے مطالعے کے بعد اس تاریخ میں بظاہر کوئی شبہ نظر نہیں آتا ۔
۳ - شاید پہلے کے کسی خط پر پتا چودھری غلام رسول کا لکھ دیا تھا ، اب معذرت کر رہے ہیں ۔
۴ - عود کے زیر نظر نسخوں میں یہی ہے - اردو ا صفحہ ۱۳۶ :— ''سرنامے پر یہ لکھا گیا ہوگا'' جو شاید موزوں نہیں ۔
۵ - وہ باغ و بہار جوان جسے غالب کہتے ہیں ، ذرا اسے اب دیکھو ، کہ ہر وقت کیسی خوں‌فشانی و اشک ریزی کرتا ہے ۔
اس مقطع کا مطلع ہے :

مپرس حال اسیرے کہ در خم ہوسش
بقدر کسب ہوا نیست روزن قفسش

(دیکھیے کلیات صفحہ ۴۵۸)
۶ - سرور نے غالب کی فرمائش کے مطابق مختلف لوگوں کو اخبار کے بارے میں لکھا اور ان کے جواب مرزا کو بھیج دیے ۔

بھیجنے کی کیا حاجت تھی ، آپ کی سعی اور اپنی ناکامی پہلے سے میرے دل نشیں اور خاطر نشان ہے ؛ جیسا کہ کوئی اُستاد کہتا ہے ـ بیت

تہی[1] دستان قسمت را چه سود از رهبر کامل
که خضر از آب حیوان تشنه می آرد سکندر را

وہ اخبار نہ کہیں سے ہاتھ آیا اور نہ ہاتھ[2] آئے گا ؛ میں اپنے خدا سے امیدوار ہوں کہ میرا کام بغیر اس کے نکل جائے گا ـ

بندہ پرور ! میرا کلام کیا نظم ، کیا نثر ، کیا اردو ، کیا فارسی کبھی کسی عہد میں میرے پاس فراہم نہیں ہوا ـ دو چار دوستوں کو اس کا التزام تھا کہ وہ مسودات مجھ سے لے کر جمع کر لیا کرتے تھے ؛ سو اُن کے لاکھوں روپے کے گھر لٹ گئے جس میں ہزاروں روپے کے کتاب خانے بھی گئے ؛ اس میں وہ مجموعہ ہائے پریشاں بھی غارت ہوئے ـ میں خود اس مثنوی[3] کے واسطے خوں در جگر ہوں ؛ ہائے کیا چیز تھی !

پارسل[4] میں خطوط بھیجنے محل اندیشہ ہے ، خدا نے بچایا ـ

---

۱ ـ بدنصیبوں کو رہبر کامل سے بھی کیا ملتا ہے ؟ خضر جیسا رہنما بھی سکندر کو آب حیات کے چشمے سے پیاسا ہی واپس لے آتا ہے ـــ

۲ ـ عود ا : ”ہات“ اردو ا : ”ہا تھ“

۳ ـ شاید اس سے مراد مثنوی ابر گہر بار ہے جو تقریباً پندرہ سال بعد ۱۲۸۰ھ ۱۸۶۳ء میں اکمل المطابع دہلی سے مع غلط نامہ اکتالیس صفحات میں چھپی اور بہت خوبصورت ـ

۴ ـ اگر پارسل سنسر ہو جاتا تو غضب تھا ، اب خط واپس کرتے ڈرتے ہیں ـ

چوں کہ اب وہ خط آپ کے کچھ کام کے نہ سمجھا از راہ احتیاط
پارسل میں سے نکال لیے - ۱۲

(جولائی[1] ۱۸۵۹ء)

شاہ عالم کے نام

(خط نمبر ۱۵)

مخدوم زادۂ عالی شان ، مقدس دودمان ، حضرت شاہ عالم!

امن و امان و عز و شان ، علم و عمر سے برخوردار رهیں -

همارے حضرت هم کو بھول گئے - هاں سچ هے ، ان کا لطف ، چودھری عبدالغفور صاحب کے جوهر محبت[2] کا عرض تھا ، جب جوهر نہ رها تو عرض کہاں ؟ بہر حال جناب حضرت صاحب عالم صاحب کو میری بندگی پہنچ جائے اور یہ سطریں آن کی نظر سے گزر جائیں -

چودھری عبدالغفور صاحب کو سلام کہیے گا اور یہ پوچھیے گا کہ قصیدے کا بعد اصلاح کے نہ پہنچنا میرا گناہ هے ؟ یا اس کے سوا آور[3] کوئی قصور هے ؟ اگر وهی[4] جرم هے تو معاف کیجیے اور کوئی جرم آور بھی هے تو مجھے اطلاع دیجیے ——

---

۱ - خطوط میں اس کی ترتیب بدل دی گئی هے - میں سمجھتا هوں کہ سرور کی ترتیب ٹھیک هے کیوں کہ سکے پر گفتگو کی گئی هے - اس لیے یہ خط جولائی یا زائد سے زائد اگست کا هونا چاهیے -

۲ - اردو ۱ صفحہ ۲۰۱ : ''جوهر مہر و محبت'' عود ''مہر'' ندارد - صحیح اردو -

۳ - اردو ۱ : ''سوا کوئی آور قصور هے -''

۴ عود ۱ : ''وہ هی''

ان دو پیام کی تبلیغ کے بعد پھر روئے سخن آپ کی طرف ہے۔ ۱۲
آپ کا خط میرے نام کا اور اس کے ساتھ ایک خط ڈپٹی میر (۲۷) وزیر علی صاحب کے نام کا پہنچا۔ وہ پڑھا، وہ بھجوا دیا۔ جو آدمی خط لے کر گیا تھا وہ دو بار جواب مانگنے کو گیا۔ پہلی بار حکم ہوا کل آئیو، دوسری بار حضرت نہ ملے۔ میں نے اس کے جواب سے قطع نظر کر کے اپنی خدمت گزاری کی آپ کو اطلاع دی[1]۔ یائے تحتانی[2] لکھ چکا تھا کہ ایک چپراسی آیا اور اس نے خط تمھارے نام کا ٹکٹ لگا ہوا دیا، اور کہا کہ — ''ڈپٹی صاحب نے سلام کہا ہے اور یہ خط دیا ہے'' — اب میں یہ خط اپنا مع اُن کے خط کے ڈاک گھر میں بھیجتا ہوں۔ صبح کا وقت، یک شنبے کا دن، ۸۔ صفر اور ۲۵۔ اگست کی ہے۔ ڈپٹی صاحب چاندنی چوک، حافظ قطب الدین سوداگر کی حویلی میں رہتے ہیں۔ باقی اُن کے حالات اُن کے خط سے معلوم ہو جائیں گے۔

اپنے ماموں صاحب کی خدمت میں سلام نیاز اور اپنے بھائی صاحبوں کی خدمت میں فقیر کی دعا پہنچائیے گا۔ والسلام
(یک شنبہ ۲۵۔ اگست ۱۸۶۰ء ۸۔ صفر ۱۲۷۶ء[3])

۱۔ عود، ۱۔''دے دی گئی'' غلط ــ اردو ۱: مطابق متن۔
۲۔ یائے تحتانی: مرزا کے رسم خط اور اصول املا پر عبدالستار صاحب، قاضی عبدالودود صاحب اور عرشی صاحب نے گفتگو کی ہے مگر ''یائے تحتانی'' کا تذکرہ ان حضرات کے مضامین میں نہیں ملا۔ یہ خاتمے کی علامت ہے، لیکن زیر نظر خطوط کے عکس اس سے خالی ہیں۔
۳۔ اس سے پہلے شاہ عالم کے خط میں ڈپٹی صاحب کے دھلی پہنچنے کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ گویا یہ خط پہلے خط کے چار مہینے بعد کا ہے۔

چودھری عبدالغفور کے نام
(خط نمبر ۱۶)

جناب عالی[1] !

چھا چھا ، ترجمہ ھندی ھے ۔ ایک بار 'چھا' کفایت کرتا ھے ؛ 'انواع انواع' ہماری آپ کی بول چال میں ھے لیکن تحریر میں درست نہیں ۔ 'چمن[2] پر فضا' کو 'چمن پر فزا' زائے ھوز سے کیوں لکھا ؟

خطاب[3] واحد غائب فقط شین ھے نہ 'اش' ، ھاں اگر آخر لفظ مبنی 'ھائے[4] انہائی حرکت' پر ھو ، مثل غمزہ و چشمہ و خانہ و دانہ تو اس کو یوں لکھتے ھیں — چشمہ اش ، غمزہ اش ، خانہ اش ، دانہ اش — اور باقی سب الفاظ کا حرف آخر شین سے مل جاتا ھے ۔

خطاب واحد حاضر ، خطاب متکلم 'ت' 'ش' 'میم' ھے ، 'الف' کو یہاں کیا دخل — اور جو دکھنی بوھرہ[5] یعنی

---

۱ ۔ میرا خیال ھے کہ عبدالغفور نے کوئی منظومۂ فارسی بھیجا ھے جس کی اصلاح اور وجوہ اصلاح الگ رقعے پر لکھ کر بھیج رہے ھیں ۔ منظومہ شریک اشاعت نہ ھونے سے خط کا لطف جاتا رہا ۔

۲ ۔ عود ۱ ، ''چمن پر و فضا'' ۔ عود نارایني وغیرہ ''پرفضا''

۳ ۔ خطاب بہ معنئ ضمیر ۔

۴ ۔ عود ۱ ، اور عود نارایني عود ۲ کے علاوہ ادبی : مبنی ھائے انتہائی حرکت'' سے عود ۱۴ ، خطوط ، وغیرہ نے نقل کیا ھے ۔

۵ ۔ دکھنی بوھرہ : محمد حسین تبریزی کو دکھن کا بوھرہ کہا ھے ۔ بوھرہ : جنوبی ھند کی ایک قوم ھے ۔

جامع برہان قاطع 'ات' 'اش' 'ام' لکھتا ہے[1] ، غلط کرتا ہے - ۱۲
جہاں تم نے بعد اپنے نام کے یہ اشعار لکھے ہیں :

پریشاں تر ز خویشم داستاں نیست الخ

وہاں ربط کلام جاتا رہا تھا ، ایک جملہ فاضل کر دیا ہے یعنی ''بدین اشعار زمزمہ سرا ست''۔ یہ خبر اس کاف توصیفی کی ہے اور آگے جو نثر ہے اُس کا فاعل وہی ''مصنف'' ہے - ۱۲

حضرت پیر و مرشد صاحب عالم صاحب کی خدمت عالی میں میرا سلام مسنون عرض کیجیے گا اور یہ عرض کیجیے گا کہ آپ کے منشورِ عطوفت کا جواب بانفراد[2] آپ کی خدمت میں پہنچے گا - ۱۲ (۱۸٦۱ء[3])

صاحب عالم صاحب کے نام

(خط نمبر ۱۷)

پیر و مرشد ! اس مطلع[4] و حسنِ مطلع کو کیا سمجھوں

---

۱ - برہان قاطع ات ، اش ، ام ، کے بارے میں قواعد کے نقطۂ نظر سے بحث نہیں کرتا ، وہ تو صرف لاحقے کی ایک شکل بتا کر مرزا کے بیان کردہ امثلہ پیش کرتا ہے ۔

۲ - بہ انفراد : الگ ۔

۳ - اگر ترتیب تاریخی لحاظ سے مانی جائے تو رقعہ سنہ ٦۱ ھی کا ہے ۔ اس کے بعد صاحب عالم کے نام کا (جس کے لیے مرزا یہاں اشارہ کر رہے ہیں) موجود ہے اس لیے غالباً میرا اندازہ ٹھیک ہی ہے ۔ خطوط : صفحہ ۲۸۵ ، سنہ ندارد ۔

۴ - صاجب عالم نے مرزا کی شان میں قصیدہ کہنا چاہا ہے اور دو شعر لکھے ہیں ۔ مرزا اس کے لیے سراپا سپاس ہیں اور منت کرتے ہیں کہ قصیدہ نہ لکھیے گا ۔

اور اس کا شکر کیوں کر بجا لاؤں ۔ خدا کی بندہ نوازیاں ہیں کہ مجھ ننگ آفرینش کو اپنے خاصانِ (۲۹) درگاہ سے بھلا کہواتا[1] ہے ۔

ظاہراً میرے مقدر میں یہ سعادت عظمیٰ تھی کہ میں اس[2] وبائے عام میں جیتا بچ رہا ۔ اللہ اللہ ! ایسے کشتنی و سوختنی کو یوں بچایا اور پھر اس رتبے کو پہنچایا ! کبھی عرش کو اپنا نشیمن قرار دیتا ہوں اور کبھی بہشت کو اپنا پائین باغ تصور کرتا ہوں ۔ واسطے خدا کے اور اشعار[3] نہ فرمائیے گا ورنہ بندہ دعویٰ خدائی کرنے میں محابا نہ کرے گا ۔ ۱۲

''کتاب افادت مآب پنج آھنگ ، نسخۂ لطیف تالیف شریف'' — اس کے آگے غلام سے کچھ نہ پڑھا گیا مگر چودھری صاحب اور حضرت سید شاہ امیر[4] صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب یہ تین اسم معلوم ہوئے ۔ پھر بھی دوسرے اسم میں متردد ہوں کہ آیا میرا قیاس مطابق واقع ہے یا نہیں ۔ ہاں 'چودھری صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب' ان دو ناموں میں تردد باقی نہیں ؛ مع ھذا یہ نہ سمجھا کہ مقصود کیا ہے ۔ اگر پنج آھنگ مطلوب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میرا ایک

---

۱ - کہواتا : کہلواتا ۔

۲ - ۱۸۶۱ء ۱۲۷۸ھ میں دھلی ہیضے کی زد میں آ گئی ۔ چٹاپٹ موتیں ہو رہی تھیں ۔ مرزا کی پیشین گوئی تھی کہ ۱۲۷۷ھ میں مر جائیں گے ، اب جو بچ گئے تو یہاں شکر خدا بجا لاتے ہیں ۔ دیکھیے اردوئے معلیٰ طبع اول صفحہ ۱۷۰ ، عود ۱ ، صفحہ ۹۰ ۔

۳ - اشعار : جمع شعر ۔ آسی نے اشعار ، خبر دینا لکھا ہے جو یہاں غلط ہے ۔

۴ - اصل : ''سید شاہ'' ، اردو ۱ : ''سید شاہ امیر'' یہی صحیح ہے ۔

سبی[1] بھائی ہے نواب ضیاء الدین خان سلمہ اللہ تعالیٰ ۔ وہ میری نظم و نثر کو فراہم کرتا رہتا تھا[2] ۔ چنانچہ مجمع نثرین اور کلیات نظم فارسی ، اور کلیات نظم اردو سب نسخے اس کے کتب خانے میں تھے ۔ وہ کتاب خانہ کہ ڈر کر عرض کرتا ہوں ، بیس ہزار روپے کی مالیت کا ہوگا ، لٹ گیا ، ایک ورق باقی نہ رہا ۔ ہاں ، چھاپے کی پنج آہنگیں اب بھی بکتی ہیں اور معیوب بہ دو عیب : ایک تو یہ کہ جو بعد انطباع از قسم نثر تحریر ہوا ہے ، وہ اس میں نہیں ۔ دوسرے یہ کہ کاپی نویس نے وہ اصلاح میری نثر کو دی ہے کہ میرا جی جانتا ہے ۔ اگر کہوں کوئی سطر غلطی سے خالی نہیں تو اغراق ہے ؛ بے مبالغہ یہ ہے کہ کوئی صفحہ اغلاط سے خالی نہیں[3] ۔ بہ ہر حال اگر فرمائیے تو لے کر بھیج دوں ۔

مخدوم زادہائے[4] والا تبار میں پہلا نام سمجھ میں نہیں آیا ،

---

۱ - اصل ، نارائینی : ''نسبی'' اردو ۱ : ''سبی'' اور یہی صحیح ہے ۔ مراد نسبتی بھائی ، بیوی کا بھائی ۔

۲ - نارائینی : ''رہتا ہے''

۳ - پنج آہنگ کا پہلا ایڈیشن ۱۳ - رمضان ۱۲۶۵ھ ، ۴- اگست ۱۸۴۹ء مطبع سلطانی دہلی میں چھپا ۔ اس کی تصحیح عضدالدولہ حکیم غلام نجف خاں بہادر نے اور کتابت شیخ احمد نے کی ۔ یہ نسخہ ۴۹۳ صفحات پر مشتمل ہے ۔

دوسرا ایڈیشن نورالدین احمد کے اہتمام سے (اپریل ۱۸۵۳ء) مطبع دارالسلام دہلی میں چھپا ۔ یہ نسخہ ۴۴۴ صفحات پر مشتمل ہے اور پہلے ایڈیشن سے زیادہ گنجان و پرمواد ہے ۔ مثلاً پہلے ایڈیشن میں ایک سو بائیس اور اس میں ایک سو ستائیس خط ہیں ۔ میرے پاس فخرالدین حسین سخن کا مملوکہ نسخہ ہے اور غلط نامہ غائب ہے ۔

۴ - عود ۱ : ''مخدوم زادہا''۔

مگر پہلے آن کی خدمت میں اور پھر حضرت سید مقبول عالم کی خدمت میں سلام مسنون اور اشتیاق روز افزوں عرض کرتا ہوں۔
(۱۸۶۱ء[۱])

چودھری عبدالغفور کے نام

(خط نمبر ۱۸)

میرے مشفق کو میرا سلام پہنچے۔

دونوں[۲] مخمس بعد اصلاح پہنچتے ہیں؛ منشاء اصلاح سمجھ لیجیے[۳] ــــ سید عالی نسب و سرور والا حسبی"۔ یہ افتتاح کلام اور ابتدائے خطاب کے درخور[۴] نہ تھا، مصرع ثالث اس کی جگہ رکھ دیا گیا۔ ۱۲

دوسرے بند کی تخمیس[۵] دو طرح پر ہے، دونوں بے عیب ہیں، اور مزید لطف کی[۶] (بات) کسی میں نہیں۔ جن مصرعوں کو چاہو رہنے دو (۳۰)۔ "گزشت از افلاک" و "از افلاک گزشت" ایک فارسی رہا اور ایک ہندی، حضرت نے دونوں

۱۔ عبدالغفور سرور کے سابقہ خط کا حوالہ ہے۔ دوسری بات جو سنہ معین کرنے میں مدد دیتی ہے وہ وبا کا تذکرہ ہے جو محرم ۱۲۷۸ھ اور ۱۸۶۱ء کا واقعہ ہے۔
۲۔ اصل "دونو" ــــ
۳۔ چوں کہ اصل اشعار موجود نہیں اس لیے منشاء واضح نہیں ہوسکتا۔
۴۔ درخور: لائق۔ ۵۔ تخمیس: شعر پر تین مصرع لگانا۔
۶۔ اصل: "مزید لطف کے کسی میں نہیں" یہی عود نارایبنی میں ہے۔ عود ۲، مبا، خطوط، ادبی میں: "مزید لطف کسی میں نہیں" میرے خیال میں کاتب نے "بات" کی لفظ چھوڑ دی ہے جسے میں نے قوسین کے ذریعے ظاہر کیا ہے۔

فارسی میں لکھے تھے -

''ندامت'' فعل پر مترتب ہوا کرتی ہے ، ترجمہ اس کا 'پشیمانی حضرت یوسف[4] کو ندامت کیوں ہو مگر خجالت' اس کا ترجمہ ہے شرمندگی - آپ غور کیجیے کہ ندامت اور خجالت میں کتنا فرق ہے - جہاں آپ نے ''عرق ریزِ ندامت'' لکھا ہے ، وہ محل 'خجالت' کا تھا ؛ آپ نے ندامت کیوں لکھا ؟ بہر حال وہ مصرع تو بدل گیا لیکن اطلاع ضرور تھی -

'طرح' بہ فتح اول و سکون ثانی بہ معنی 'فریب' ہے اور 'تصویر کے خاکے' کو بھی کہتے ہیں اور بہ معنی 'آسائش دنیا' بھی مجاز ہے - مرادف[1] طرز و روش ''طرح'' بفتحتین - اس کا تفرقہ منظور رہا کرے[2] -

نسیم تخلص اچھا ہے - اگر کوئی یہ کہے کہ 'نسیم' مؤنث ہے ، جواب اس کا یہ ہے کہ 'جرأت' اور 'وحشت' اور ایسے بہت تخلص ہیں کہ وہ مؤنث ہیں ؛ با ایں ہمہ اگر بدلا چاہیے تو اس کا ہم وزن 'سلام' و 'سلیم' اور 'خیال' بھی ہے ، اس میں سے جو پسند آئے -

آپ کے عم عالی مقدار اور آپ کے بزرگ آموزگار[3] کو میرا سلام پہنچے ۱۲ - ۱۲

پیر و مرشد کی خدمت میں سلام اور مرشد زادوں کی جنابِ

---

۱ - مرادف : ہم معنی لفظ -

۲ - دیکھیے فرہنگ غالب صفحہ ۱۶۹ - نیز عود طبع ھذا خط نمبر ۱۰۵ ، مشہور لغات میں یہ تذکرہ نہیں ملا -

۳ - بزرگ آموزگار : عطا حسین عطا بلگرامی -

۴ - اصل ، میں یہ عبارت حاشیہ پر ہے -

میں دعائے طول عمر و دوام دولت پہنچا کر یہ عرض کرتا ہوں کہ واقعی حضرت شاہ عالم کا عنایت نامہ آیا تھا اور میں اُس کا جواب بھیج چکا ہوں ۔

پنج آہنگ آپ نے لے لی ، دیوان فارسی آپ کے پاس ہے ، مگر یوں سمجھیے کہ یہ دونوں ناتمام ہیں اور اب کہیں سے اُس کا اتمام ممکن نہیں ؛ خیر جو کچھ ہے غنیمت ہے ۔ دستنبو میں نے نذر کی ہے ، مہر نیم روز معلوم نہیں آپ کے پاس ہے یا نہیں ؟

خلاصہ یہ کہ شعر کو مجھ سے اور مجھ کو شعر سے ہرگز نسبت باقی نہیں رہی ۔ اس فتنہ و فساد[1] کے بعد ایک قصیدہ[2] جو دستنبو میں ہے اور ایک قصیدہ نواب لفٹنٹ[3] گورنر بہادر غرب و شمال کی مدح میں اور ایک قصیدہ نواب لفٹنٹ[4] گورنر

---

۱ ۔ ہنگامۂ ۱۸۵۷ء مراد ہے ۔

۲ ۔ دستنبو میں ملکۂ وکٹوریہ کی مدح میں ہے جس کا مطلع ہے :

در روزگار ہا نتواند شمار یافت خود روزگار انچہ دریں روزگار یافت

(صفحہ ۵۶ ــــ ۶۰ تک ۶۲ شعر)

صفحہ ۶۰ پر ایک قطعہ دربیان روشنیٔ دہلی ہے :

دریں روزگار ہمایوں فرخ کہ گوئی بود روزگار چراغاں

۳ ۔ گورنر غرب و شمال ”سر جارج ایڈمنسٹن“ (از ۱۹ جنوری ۱۸۵۹ء تا ۲۷ فروری ۱۸۶۲ء) کی مدح میں غالب کا قصیدہ ہے :

باز پیغام بہار آورد باد مژدہ بہر روزگار آورد باد

۴ ۔ پنجاب کے لفٹنٹ گورنر سے مراد ”رابرٹ منٹگمری“ ہیں جو فروری ۱۸۵۹ء سے جنوری ۱۸۶۵ء تک حکم ران رہے ۔ مرزا کا قصیدہ کلیات میں ۲۹۸ پر ہے :

خامہ دانی ز چہ سر بر خط مسطر دارد

سر مدّاحی لفٹنٹ گورنر دارد

بہادر پنجاب (۳۱) کی مدح میں اور دو بیت کا ایک قطعہ اور ایک رباعی ، اس نظم کے سوا اگر کچھ لکھا ہو تو مجھ سے قسم لیجیے :

قطعہ

به[1] آدم[4] زن ، به شیطاں طوق لعنت
سپردند ، از ره تکریم و تذلیل
و لیکن در اسیری طوق آدم
گراں تر آمد از طوق عزازیل

رباعی

دنیا[2] هیچ است و شادی و غم هیچ است
هنگامهٔ سور[3] و بزم ماتم هیچ است
رو ، دل به یکے ده که دو عالم هیچ است
ایں ، نیز فرو گزار کایں هم هیچ است

اس واماندگی[4] کے دنوں میں چھاپے کی ''برهان قاطع'' میرے پاس تھی ، اُس کو میں دیکھا کرتا تھا ؛ هزارها لغت غلط ، هزارها بیان لغو ، عبارت پوچ ، اشارات پا در هوا - میں نے

---

۱ - فرزند آدم[4] کو عورت اور شیطان کو طوق لعنت عطا کیا گیا ، ایک (آدم) کے لیے اعزاز اور دوسرے کے لیے توهین لیکن جهاں تک قید کا تعلق هے ، طوق آدم[4] طوق شیطان سے زیادہ بھاری هے -

۲ - دنیا اور دنیا کی مسرتیں مہمل ، هنگامهٔ عید اور محفل غم بے کار ، جاؤ اور دل ایک سے وابستہ کر لو کیوں کہ دو عالم بے قیمت هیں ، یہ بھی چھوڑو . . . .

۳ - اصل ''شور'' کذا عود ۱، ۴ ، مبا ، نارائنی ، خطوط ــــ لیکن صحیح ''عود ۲ اور متن ، ''سور'' عید -

۴ - واماندگی سے مراد تعطل ، خالی بیٹھے بیٹھے -

سو دو سو لغت کے اغلاط لکھ کر ایک مجموعہ بنایا ہے اور ''قاطع برہان'' اس کا نام رکھا ہے - چھپوانے کا مقدور نہ تھا ، مسودہ کاتب سے صاف کروا لیا ہے - اگر کہو تو بہ سبیل مستعار[1] بھیج دوں ؟ تم اور چودھری صاحب اور جو اور سخن شناس اور منصف ہوں ، وہ اس کو دیکھیں اور پھر میری کتاب میرے پاس پہنچ جائے - ۱۲

(ستمبر ۱۸۵۹ء[2])

ایضاً (خط نمبر ۱۹)

میرے کرم فرما ! میرے شفیق !

شعر

شرط[3] اسلام بود ، ورزش ایمان بالغیب
اے تو غائب ز نظر مہر تو ایمان منست

آپ کے اس خط کا جواب بعد لکھنے اس شعر کے منحصر اس التماس پر ہے کہ میری طرف سے تحریر میں کبھی تقصیر نہ ہوگی

---

۱ - مستعار : مانگے ، عاریت -

۲ - غالب کہتے ہیں کہ ''قاطع برہان'' مکمل ہو چکی اور خود مرزا نے اس کی تاریخ ''درس الفاظ'' ۱۲۷۶ھ (۵۹—۱۸۶۰ء) لکھی ہے اس لیے یہ خط قطعاً اسی سنہ کا ہے - پھر یہ بھی یاد رہے کہ خط نمبر ۱۴۵ بنام ''جنون'' مکتوب ۲۸ اگست ۱۸۵۹ء میں ''طرح'' پر لغوی بحث کی ہے ؛ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط اگست یا ستمبر میں لکھا گیا ہوگا -

۳ - اسلام کی شرط غیب پر ایمان لانے کی کوشش ہے - اے نظر سے دور! تیری محبت ہی تو میرا ایمان ہے ، میں بے دیکھے تجھے چاہتا ہوں -

لیکن اغاب[1] اور اکثر ابتدا بہ تحریر نہ ہوگی ۱۲ -

یہ خط از روئے اضطرار[2] واپس بھیجتا ہوں - واسطے خدا کے میرے پیر و مرشد[3] کے ارشادات کو ایک اور کاغذ پر اپنے ہاتھ سے نقل کر کے[4] جلد بھیجیے تاکہ مجھ بد نصیب کو معلوم ہو کہ حضرت نے کیا لکھا ہے ۱۲ -

جناب چودھری صاحب غلام رسول کی خدمت میں سلام نیاز ، استاد شیخ عطا حسین صاحب[5] کی جناب میں سلام -

(۱۸۶۱ء[6])

ایضاً (خط نمبر ۲۰)

میرے شفیق دلی کو میرا سلام پہنچے -

کل 'انشاء' کا پارسل پہنچا اور آج خط - انشاء کا نام "بہارستان" اور اب[7] آپ کا تخلص "سرور" ؛ "بہارستان" مضاف اور

---

۱ - اردو ۱ ، "اغاب و اکثر" خطوط کذا ، عود مطابق متن -

۲ - از روئے اضطرار : مجبوری کی حالت میں -

۳ - اصل "پیر مرشد" اردو ۱ ، عود کے دوسرے نسخے "پیرومرشد"

۴ - اصل : "کر کر" ، اردو ۱ "کرکے" -

۵ - عود ۲ "کی خدمت میں" ؛ اردو ۱ ، "عطا حسین صاحب کے کی جناب من سام" پھر تصحیح یوں کرائی ہے "میں ، سلام" -

۶ - بعض حضرات نے اسے عبدالغفور کے نام کا پہلا خط قرار دیا ہے - شعر سے یہی شبہ ہوتا ہے مگر مضمون خط اور ترتیب سے یہ خیال کم زور ہوتا ہے - میں اسے ۶۰-۶۱ء کا خط سمجھتا ہوں ، غالباً اس درمیان میں خط و کتابت بند رہی ہے ؛ پھر عبدالغفور نے شکایت کی ہوگی ، اس کے جواب میں یہ خط لکھا گیا ہوگا -

۷ - یہ خط ، خط نمبر ۱۸ کے بعد کا ہے کیوں کہ اس میں تجویز تخلص پر گفتگو ہے - "اب" سے معلوم ہوتا ہے کہ "سرور" تخلص پسند کر لیا گیا -

''سرور'' مضاف الیہ ، ''بہارستان سرور'' اچھا نام ہے۔

قطعے کا وعدہ نہیں کرتا ، کس واسطے کہ اگر بے وعدہ پہنچ جائے گا تو لطف زیادہ دے گا (۳۲) اور اگر نہ پہنچے گا تو محل شکایت نہ ہوگا۔ رفع فتنہ و فساد آور بلاد[1] میں مسلّم ، یہاں کوئی طرح آسائش کی نہیں ہے ؛ اہل دہلی عموماً برے[2] ٹھہر گئے ، یہ داغ ان کی جبین حال سے مٹ نہیں سکتا ۔ میں اموات[3] میں ، مردہ شعر کیا کہے گا ؟ غزل کا ڈھنگ بھول گیا، معشوق کس کو قرار دوں جو غزل کی روش[4] ضمیر میں آوے ۔ رہا قصیدہ ، ممدوح کون ہے ؟ ہائے ! انوری[5] گویا میری زبان سے کہتا ہے :

شعر

اے[6] دریغا ! نیست ممدوحے سزاوار مدیح
اے دریغا ! نیست معشوقے سزاوار غزل

گورنمنٹ کے دربار میں ہمیشہ سے میری طرف سے قصیدہ

---

۱ ۔ بلاد : بلد ، شہر ، (شہروں) ۔
۲ ۔ اصل ''بڑی'' ۔ متن مطابق اردو ا ۔
۳ ۔ اموات : (جمع میت) مردے ، یہی صحیح ہے ۔
۴ ۔ اصل : ''روشن ضمیر'' ، متن مطابق اردو ۱ ۔
۵ ۔ انوری : حکیم اوحدالدین علی بن اسحاق ابیوردی متوفی ۵۵۶ء (بیست مقالہ قزوینی ، طبع ایران ، صفحہ ۳۶۹) ، قصیدے اور ہجو کا بادشاہ ، فن کا استاد ۔
۶ ۔ ہائے نہ کوئی ممدوح لائق مدح ملتا ہے ، نہ کوئی معشوق جس کے سہارے غزل کہی جائے ـــ غالب نے شاعری کے لیے جن نفسیاتی نکتوں کی طرف اشارہ کیا ہے ، وہ ہمارے مشرقی شعرا کے ذہنی پس منظر سے بڑے گہرے پردے اٹھاتا ہے ۔
مرزا کا گویا کوئی معشوق بھی رہا ہے ، اور اب وہ تصوف کا بھی سہارا نہیں لے سکتے ۔

نذر گزرتا ہے ، اشرفیاں نہیں ۔ اور خلعت ریاست دودمانی کا سات پارچہ اور تین رقم : جیغہ[1] ، سرپیچ ، مالائے مروارید مجھ کو ملا کرتا ہے ۔ اب نواب گورنر جنرل بہادر یہاں آتے ہیں ، دربار میں بلائے جانے کی توقع نہیں ، پھر کس دل سے قصیدہ لکھوں ؟ صناعت[2] شعر اعضاء و جوارح کا کام نہیں ، دل چاہیے ، دماغ چاہیے ، ذوق چاہیے ، آمنگ[3] چاہیے ۔ یہ سامان کہاں سے لاؤں جو شعر کہوں ، مع ہذا[4] کیوں کہوں ؟ چونسٹھ[5] برس کی عمر ، ولولۂ شباب کہاں ؟ رعایت فن کہاں ؟ اس کے اسباب کہاں ؟

"انا للہ و انا الیہ راجعون"

یہاں سے خطاب حضرت صاحب عالم کی طرف ہے[6]

پیر و مرشد کو سلام نیاز پہنچے ۔

"کف الخضیب" صُور جنوبی میں سے ایک صورت ہے ۔ اس کے طلوع کا حال مجھ کو کچھ معلوم نہیں ، اختر شناسان ہند کو اس کا کچھ حال معلوم نہیں اور ان کی زبان میں اس کا نام بھی یقین ہے کہ نہ ہوگا ۔

---

۱ ۔ جیغہ : ایک مرصع پٹی یا زیور جو پگڑی پر لپیٹتے ہیں ۔
۲ ۔ فن شعر ۔
۳ ۔ اس سے پہلے غزل کے لیے معشوق ، قصیدے کے لیے ممدوح کی ضرورت کا تذکرہ کر چکے ، یہاں چار باتیں اور بتائیں ۔
۴ ۔ اس کے باوجود ، اس کے ہوتے ہوئے ۔
۵ ۔ گویا یہ ۱۲۷۶ھ ہے ۔
۶ ۔ اصل میں یہ عبارت حاشیے پر ہے ، نارائنی میں ندارد ۔ عود کے دوسرے نسخوں اور اردو (ا) میں متن کے اندر ہے ۔ مہر صاحب نے یہ ٹکڑا کاٹ کر الگ کر دیا ہے ۔ دیکھیے خطوط ، ص ۵۰۳ ۔

''قبول دعا وقت طلوع'' منجملۂ مضامین شعری ہے ، جیسے 'کتان' کا پرتوِ ماہ[1] میں پھٹ جانا ۔ اور 'زمرّد' سے افعی کا اندھا ہو جانا ـــــ آصف الدولہ نے افعی[2] تلاش کر کے[3] منگوایا اور قطعات[4] زمرد اس کے محاذی[5] چشم رکھے ، کچھ اثر ظاہر نہ ہوا ؛ ایران و روم و فرنگ سے انواع[6] کپڑے منگائے ، چاندنی میں پھیلائے[7] ، کوئی[8] مسکا بھی نہیں ۔

''تحویل آفتاب برج حمل'' کے باب میں موٹی بات یہ ہے کہ ۲۲ مارچ کو واقع ہوتی ہے ، کبھی ۲۱ کبھی ۲۳ بھی آ پڑتی ہے ، اس سے تجاوز نہیں ؛ رہا طالع وقت تحویل درست کرنا ، بے کتب فن اور مبلغ[9] علم ممکن نہیں ، میرے پاس یہ دونوں باتیں نہیں :

بیت

ندانم[10] کہ گیتی چساں می رود
چہ نیک و چہ بد در جہاں می رود

---

۱ - پرتوِ ماہ : چاندنی ۔
۲ - افعی : اژدھا ، مراد کالا سانپ ۔
۳ - اصل ''کر کر'' اردو ا : ''کر کے'' ۔
۴ - قطعات : (قطعہ) ٹکڑا ۔
۵ - محاذی : برابر ، سامنے ۔
۶ - اصل و اردو ا کذا ، خطوط ''انواع انواع'' ۔
۷ - اصل ''پھلائے'' ۔
۸ - اصل و اردو ا کذا ، خطوط ''مسکا بھی نہیں'' ۔ اردو کے بعض نسخوں میں اور عود کے بعض نسخوں میں بھی ''کوئی'' اڑا دیا گیا ہے ۔
۹ - مبلغ علم : وسعت و دست رسیٔ معلومات ۔
۱۰ - مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ دنیا کس رنگ میں جا رہی ہے ، جہان میں اچھا برا کیا ہو رہا ہے ۔

میں تو اب روز و شب اس فکر میں ہوں کہ زندگی تو یوں گزری ، اب دیکھیے موت کیسی ہو :

شعر

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ
(۳۳) مرگئے پر دیکھیے دکھلائیں کیا ؟

میرا ہی شعر ہے اور میرے ہی حسب حال ہے ۔

سکّے[۱] کا وار تو مجھ پر ایسا چلا جیسے چھرا یا گراپ[۲] ۔ کس سے کہوں ، کس کو گواہ لاؤں ۔ یہ دونوں سکّے ایک وقت میں کہے گئے ہیں ، یعنی جب بہادر شاہ تخت پر بیٹھے تو ذوق نے یہ دو سکّے کہہ کر گزرانے[۳] ، پادشاہ نے پسند کیے ۔ مولوی محمد باقر جو ذوق کے معتقدین میں تھے ، اُنھوں نے 'دلی اردو اخبار' میں یہ دونوں سکّے چھاپے ۔ اس سے علاوہ اب وہ لوگ موجود ہیں کہ جنھوں نے اُس زمانے میں مرشد آباد اور کلکتے میں یہ سکّے سنے ہیں اور اُن کو یاد ہیں ، اب یہ دونوں سکّے سرکار کے نزدیک میرے کہے ہوئے اور گذرانے ہوئے ثابت ہوئے ہیں ۔ ہر چند قلمرو ہند میں 'دلی اردو اخبار' کا پرچہ ڈھونڈھا ، کہیں ہاتھ نہ آیا[۴] ۔ یہ دھبا مجھ پر رہا ، پنشن بھی گئی اور وہ ریاست کا نام و نشان و درباری خلعت و دربار بھی مٹا ۔ خیر! جو کچھ ہوا چونکہ موافق رضائے الٰہی کے ہے ،

---

۱ ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے خط نمبر۱۲ ۔

۲ ۔ "گراب" اردو ا ، اور اصل میں "گراپ" ۔ وہ گولا جس میں بہت سی گولیاں بھری ہوں ۔ (فرہنگ آصفیہ)

۳ ۔ اصل "گزرانے" اور دوسری جگہ "گذرانے" اردو ا ، دونوں جگہ 'ز' سے ۔

۴ ۔ دیکھیے خط نمبر۱۲ ۔

اُس کا گلہ کیا :

شعر

چوں جنبش سپہر بہ فرمان داور ست
بیداد نبود آں چہ بما آسماں دھد

یہ تحریر بہ طریق حکایت ہے ، نہ بہ سبیل شکایت ۔

گویند[1] : از ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ پرسش رفت کہ چہ حال داری ؟ فرمود : کدام حال خواھد بود کسے را کہ خدا از وی فرض طلبد و پیمبر سنت ، زن نان خواھد و ملک الموت جان ۔

قصہ مختصر ، اب زیست بہ امید مرگ ہے ۔

'قاطع برھان' چودھری صاحب کی نثر کے اجزا کے ساتھ بھیجا جائے گا ، بمقابلۂ برھان قاطع منطبعہ[2] دیکھا جائے اور بے حیف[3] و بے میل از راہ انصاف دیکھا جائے ۔

مرشد زادوں کو سلام مسنون اور دعائے افزونی عمر و دولت پہنچے ۔

(آخر[4] ۱۸۵۹ء / ۱۲۷۶ھ)

---

۱ - کہتے ھیں ابوالحسن خرقانی سے کسی نے پوچھا ، کیسا مزاج ہے ؟ انھوں نے جواب دیا : میاں ! اس شخص کا بھی مزاج کیا جس سے خدا فرائض ، پیغمبر سنت ، بیوی روٹی اور ملک الموت جان کا مطالبہ کرتا ھو ۔

۲ - مُنْطَبَعَہ : چھپی ھوئی ۔

۳ - 'بے حیف' : زیادتی کیے بغیر ، 'بے میل' : طرف داری کیے بغیر ۔

۴ - (الف) چوں کہ مرزا اپنی عمر چونسٹھ سال بتاتے ھیں اس کے معنی یہ ھیں کہ ۱۲۷۶ھ کی بات ہے کیوں کہ 'قاطع برھان' ۱۸۶۰ء میں

(باقی صفحہ ۹۰ پر)

ایضاً (خط نمبر ۲۱)

میرے مشفق ! آپ کا خط آیا اور اُس کے آنے نے تمھاری رنجش کا وسوسہ میرے دل سے مٹایا ۔

ایک قاعدہ آپ کو بتاتا ہوں ، اگر اُس کو منظور کیجیے گا تو خطوط کے نہ پہنچنے کا احتمال اٹھ جائے گا اور رجسٹری کا درد سر جاتا رہے گا ۔ آدہ آنہ نہ سہی ، ایک آنہ سہی ؛ آپ بھی خط بیرنگ بھیجا کیجیے اور میں بھی بیرنگ بھیجا کروں ، اسٹامپ پیڈ خطوط تلف بھی ہوتے ہیں ۔ اس قاعدے کا جیسا کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹)
مکمل ہوئی اور مرزا نے یہ تاریخ کہی :

یافت چوں گو شمال زیں تحریر　　　آنکہ برھان قاطعش نامست
شد مسمی بہ قاطع برھان　　　'درس الفاظ' سال اتمامست
۱۲۷۶ھ

(قاطع برھان ، ص۳)

(ب) اپریل ۱۸۶۰ء کو پنشن ملی ہے اس لیے ممکن ہے یہ خط اوائل ۱۸۶۰ء کا ہو ۔ لیکن مرزا کی یہ مایوسی ۱۸۵۹ء میں زیادہ رہی ہے اور ۱۲۷۶ھ ، جولائی ۱۸۵۹ء سے شروع ہو جاتا ہے ۔ مرزا نے اسی طرح کا ایک مایوسانہ خط نواب صاحب رام پور کو بھیجا ہے ، دیکھیے مکاتیب ، ص ۱۵ ، مکتوب نمبر۱۶ ، مورخہ ۷ نومبر ۱۸۵۹ء ؛ نیز دیکھیے خط نمبر۲۳ جس کی بنا پر میں اسے اواخر ۱۸۵۹ء کا خط مانتا ہوں ۔ عرشی صاحب (دیوان ، دیباچہ ص ۶۲ پر) اس خط کو ۱۸۶۱ء کا فرض کرتے ہیں ۔

میں (۳۴) واضع[1] ہوا ہوں ، بادی بھی ہوا اور یہ خط بیرنگ بھیجا ۔

پنشن جاری[2] ہوگئی ، تین برس کا چڑھا ہوا روپیہ مل گیا ، بعد ادائے قرض ستاسی روپے گیارہ آنے[3] بچے ۔ اب ماہ بہ ماہ روپیہ ملتا ہے مگر یہی تین مہینے ستمبر ، اکتوبر ، نومبر ملیں گے ، دسمبر ۱۸۶۰ عیسوی سے تنخواہ ششماہی ہو جائے گی؛ اس سے بڑھ[4] کر یہ بات ہے کہ چار روپے سیکڑا سالانہ عموماً وضع ہوا کرے گا ۔ اس حساب سے میرے حصے میں ڈھائی روپے مہینا آیا ، باسٹھ روپے آٹھ آنے[5] کے ساٹھ رہیں گے ؛ کچھ رام پور سے ماہ بہ ماہ آتا ہے ، یہ دونوں[6] آمدنیں[7] مل کر خوش و ناخوش گزارا ہو جاتا ہے ۔

یہاں شہر ڈھے[8] رہا ہے ، بڑے بڑے بازار ، نامی : 'خاص بازار' اور 'اردو بازار' اور 'خانم کا بازار' کہ ہر ایک بجائے خود ایک قصبہ تھا ، اب پتا بھی نہیں ۔ صاحبان[9] امکنہ اور دکاکین نہیں بتا سکتے کہ ہمارا مکان کہاں تھا اور دکان کہاں تھی ۔

---

۱ ۔ واضع : بنانے والا ۔ بادی : ابتدا کرنے والا ۔
۲ ۔ ۴ مئی ۱۸۶۰ء کو پنشن ملی ۔
۳ ۔ یہ عدد اصل میں علامت رقم میں ہے لیکن ٹائپ کی بنا پر مجبوراً ہم اس کے مطابق نہ لکھ سکے ۔
۴ ۔ اصل ''بڈھکر'' ۔
۵ ۔ یہ عدد اصل میں علامت رقم میں ہے ۔
۶ ۔ اصل ''دونو'' ۔
۷ ۔ اصل و اردو ا ، عود نارائنی مطابق متن ــ عود ۲ ، ۱۴ ــ ''دونوں آمدنی'' خطوط ۔
۸ ۔ اصل ، اردو ا ''ڈہ'' ۔
۹ ۔ مالکان مکان ، ''دکاکین'' جمع دکان ۔

برسات بھر مینہ نہیں برسا ، آب تیشہ[1] و کلند کی طغیانی سے مکانات گر گئے ، غلہ گراں ہے ، موت ارزاں ہے ، میوے[2] کے مول اناج بکتا ہے :

ماش کی دال ۸ سیر ، باجرا ۱۲ سیر ، گیہوں ۱۳ سیر ، چنے ۱۶ سیر ، گھی (ڈیڑھ) ۱۰ سیر ، ترکاری مہنگی[3] ۔

ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ بات کہ ''کوار'' جسے جاڑے کا دوار کہتے ہیں ، پانی گرم ، دھوپ تیز ، روز لُو چلتی ہے ، جیٹھ اساڑھ[4] کی سی گرمی پڑتی ہے ۱۲-

حضرت رفعت[5] درجت جناب صاحب عالم کی خدمت میں دوستانہ سلام اور مریدانہ بندگی بہ انکسار تمام عرض کرتا ہوں ۔ حضرت کو کس راہ سے میرے آنے کا انتظار ہے ؟ میں نے مرشد زادے کے خط میں کب اپنا[6] عزم لکھا ؟ یا کسی نے

---

۱ ۔ اردو ا ; ''تیشہ اور کلند'' ۔ تیشہ : نیالا ، پھاوڑا ؛ کلند : کسّی ، زمین کھودنے کا ایک اوزار ۔

۲ ۔ اصل : ''میوہ کی'' ۔

۳ ۔ اصل ''منہگی'' ۔

۴ ۔ اصل اردو ا ''اساڈہ'' ۔

۵ ۔ اصل : ''حضرت رفعات درجت'' ، کذا نارائنی ، خطوط میں یہ ٹکڑا الگ نہیں ۔

۶ ۔ مرزا نے چودھری صاحب کو خط نمبر۹ میں لکھا تھا ''اگر زمانہ میری خواھش کے موافق نقش قبول کرتا ہے تو میں مارہرے کو آتا ہوں ، حضرت پیر و مرشد کا اشتیاق ---------'' پھر شاہ عالم کو لکھتے ھیں ''عبدالغفور صاحب کو میرا سلام شوق کہیے گا ----------- حضرت صاحب عالم کی تمنائے دیدار بہ قید مارہرہ ، کنایہ اس سے ہے کہ اور کسی کا بھی دیدار مطلوب ہے'' (خط نمبر۱۱) ۔

آپ سے میری زبانی کہا ؟ کہ آپ روز روانگی کے تقرّر سے اطلاع چاہتے ہیں ۔ ہاں آپ کی قدم بوسی کی تمنا اور انورالدولہ[۱] کے دیدار کی آرزو حد سے زیادہ ہے اور ایسا جانتا ہوں کہ یہ آرزو گور میں لے جاؤں گا ۔

تنخواہ کے اجراء کا حال اور مستقبل میں اُس کے وصول کی صورت اُن سطروں سے جو آغاز مکتوب میں چودھری عبدالغفور صاحب کی خدمت میں لکھی گئی ہیں ، مع[۲] روداد شہر معلوم کر لیجیے گا ۔

لالہ گوبند پرشاد صاحب ہنوز میرے پاس نہیں آئے ۔ میں دنیادار نہیں ، فقیر (۳۵) خاکسار ہوں ، تواضع میری خو[۳] ہے ، انجاح[۴] مقاصد خلق میں حتی الوسع[۵] کمی کروں تو ایمان نصیب نہ ہو ؛ انشاءاللہ العزیز وہ فقیر سے راضی و خوشنود رہیں گے ۱۲-

جناب مستطاب حضرت محمد امیر صاحب کی خدمت میں بعد سلامِ نیاز یہ گزارش ہے کہ میرے پاس حضرت کا سلام پیام سوائے اب کی بار کے کبھی نہیں پہنچا[۶] ۔ اب ان سطور کو اپنا ذریعۂ افتخار سمجھا اور نوید[۷] مقدم مبارک سے بہت خوش ہوا ۔ یہ جو خانہ کوچی و گریز پائی اور بے اطمینانی کا آپ کو مجھ پر گمان اور اُس کا رنج ہے ، یہ کسی نے خلاف واقعہ آپ سے کہا

---

۱ - انورالدولہ شفق ، رئیس کالپی ۔
۲ - اصل "معہ" ۔
۳ - خو : عادت ۔
۴ - انجاح مقاصد : حاجت و ضرورت کو پورا کرانا ۔
۵ - وسع : امکان ، قدرت ۔ حتیٰ‌لوسع : (اردو تلفظ) امکان بھر ۔
۶ - دیکھیے خط نمبر ۱۷ -
۷ - نوید مقدم : خبر آمد ۔

ہے۔ میں مع[1] زن و فرزند ہر وقت اسی شہر میں قلزم خون کا شناور رہا ہوں؛ دروازے سے باہر قدم نہیں رکھا، نہ پکڑا گیا، نہ نکالا گیا، نہ قید ہوا، نہ مارا گیا۔ کیا عرض کروں میرے خدا نے مجھ پر کیا عنایت کی اور کیا نفس مطمئنّہ بخشا! جان و مال و آبرو میں کسی طرح کا فرق نہیں آیا۔

تنخواہ ـــــ جس کو حضرت نے ''یومیہ'' لقب[2] دیا ہے، اُس کا حال اوپر کی تحریر سے دریافت ہوگا، فقیر کو اپنا معتقد اور مشتاق تصور فرماتے رہیے گا۔

مرشد زادہ، مرتضوی دودمان، سید شاہ عالم کو سلام و دعا۔

ڈپٹی صاحب[3] سے مجھ سے ملاقات کثرت سے نہیں ہے۔ اُن کو کثرت اشغال سے فرصت نہیں، مجھ کو افراط ضعف سے طاقت نہیں؛ اگر بہ حسب اتفاق کہیں ملاقات ہو گئی تو آپ کا سلام کہہ دوں گا۔ آپ اپنے اخوان[4] عالی شان کو میرا سلام پہنچا دیجیے گا۔

مصرع

بندۂ[5] شاہ شمائیم و ثنا خوانِ شما

(ستمبر[6] ۱۸۶۰ء)

۱۔ اصل ''معہ''۔

۲۔ کس قدر نازک مزاج ہیں غالب، محمد امیر نے تنخواہ (جو معزز لفظ ہے) کو یومیہ (جو مزدوری کے لیے مستعمل ہے) کہا تو غالب اس کو 'لقب' کہتے ہیں۔

۳۔ ڈپٹی میر وزیر علی صاحب جو دھلی میں ڈپٹی کلکٹر تھے۔

۴۔ اخوان عالی شان: برادران محترم۔

۵۔ تمھارے شاہ کا غلام اور تمھارا مداح ہوں۔

۶۔ مرزا نے مہینا بتا دیا ہے، سنہ پنشن یابی سے معین کیا گیا۔ کذا خطوط، ص ۲۹۴۔

ایضاً (خط نمبر ۲۲)

میرے مشفق چودھری عبدالغفور صاحب !

اپنے خط اور قصیدہ بھیجنے کا مجھ کو شکر گزار اور قصیدۂ سابق کی اب تک اصلاح نہ پانے سے شرم سار تصور فرمائیں اور ان دونوں قصیدوں کے باہم پہنچنے کا انتظار کریں۔

شعر

نوید[1] وصل ویم می دھد ستارہ شناس
نہ کردہ ژرف نگاھی مگر در اختر من

تحقیق کہ اب روئے سخن جناب فیض نصاب 'جامع مدارج جمع الجمع' بزم وحدت کی فروزندہ شمع ، مستغرق مشاہدۂ ذات ، حضرت صاحب عالم صاحب قلسی صفات ، کی طرف ہے اور یہ شعر افتتاح کلام (۳۶) ہے۔

—— پہلے کچھ باتیں کہ بادی النظر[2] میں خارجِ مبحث معلوم ہوں گی ، لکھی جاتی ہیں۔

میں پانچ برس کا تھا کہ میرا باپ[3] مرا ، نو برس کا تھا کہ چچا مرا[4]۔ اُس کی جاگیر کے عوض میرے اور میرے شرکاء حقیقی کے واسطے شامل جاگیر نواب احمد[5] بخش خان

---

۱ - اس کا ترجمہ اتفاقاً نظم ہو گیا ہے :

نوید وصل نجومی مجھے سناتا ہے
مرے ستارے پہ بےچارہ غور کر نہ سکا

۲ - بادی النظر : بظاہر دیکھنے میں۔

۳ - عبداللہ بیگ خان نے ۱۸۰۲ء/۱۲۱۷ھ میں وفات پائی۔

۴ - نصراللہ بیگ خان ۱۸۰۶ء/۱۲۲۱ھ میں فوت ہوئے۔

۵ - فخرالدولہ دلاورالملک نواب احمد بخش خان ، رستم جنگ بہادر ، لارڈ لیک کے دست راست اور مرہٹوں کے معرکے میں فاتح ہوئے ؛ نواب فیروز پور جھرکہ اور لوہارو۔

دس ہزار روپے[۱] سال مقرر ہوئے ؛ انہوں نے نہ دیے مگر تین ہزار روپے[۱] سال ۔ اُس میں سے خاص میری ذات کا حصہ ساڑھے سات سو روپے[۱] سال ۔ میں نے سرکار انگریزی میں یہ غبن ظاہر کیا ، کولبرک صاحب بہادر رزیڈنٹ دھلی[۲] اور اُسٹرلنگ[۳] صاحب بہادر سکرتر[۴] گورنمنٹ کلکتہ متفق ہوئے میرا حق دلانے پر ۔ رزیڈنٹ معزول ہو گئے، سکرتر بہ مرگ ناگاہ مر گئے ۔ بعد ایک زمانے کے بادشاہ دھلی نے پچاس روپے مہینا مقرر کیا ، اُن کے ولی عہد نے چار سو روپے سال ، ولی عہد[۵] اس تقرر کے دو برس بعد مر گئے ۔ واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کی سرکار سے بہ صلۂ مدح گستری پانسو روپے سال مقرر ہوئے ، وہ بھی دو برس سے زیادہ نہ جیے ، یعنی اگرچہ اب تک جیتے ہیں مگر سلطنت جاتی رہی اور تباہی سلطنت دو ہی برس میں ہوئی ؛ دلی کی سلطنت کچھ سخت جان تھی ، سات برس مجھ کو روٹی دے کر بگڑی ۔

ایسے مربی کُش اور محسن سوز کہاں پیدا ہوتے ہیں ! اب جو میں والئ دکن کی طرف رجوع کروں ، یاد رہے کہ متوسط[۶] یا مر جائے گا یا معزول ہو جائے گا اور اگر یہ دونوں امر واقع نہ ہوئے تو کوشش اُس کی ضایع جائے گی اور والئ شہر

---

۱ ۔ اصل و اردو ا : ''روپیہ'' ۔
۲ ۔ کولبروک ۱۸۲۷ء سے ۱۸۲۹ء تک دھلی کے رزیڈنٹ رہے (مہر) ۔
۳ ۔ اصل ''اشترلنگ'' اردو ا ۔ ''استرلنگ'' ، یہ شخص مرزا پر مہربان اور ادب دوست تھا ۔ ۱۸۱۳ء میں ہندوستان آیا اور ۱۸۳۰ء میں مرا ۔
۴ ۔ اب سے ساٹھ ستر سال کے بوڑھے سکریٹری کو ''سکت تر'' کہا کرتے تھے ، مرزا کا املا بھی ''سکرتر'' ہے ۔
۵ ۔ شہزادہ فتح الملک بہادر ، میرزا فخرو متوفی ۱۰ جولائی ۱۸۵٦ء ۔
٦ ۔ متوسط : سفارشی ، معاملہ پیش کرنے والا اہل کار ۔

مجھ کو کچھ نہ دے گا ، اور احیاناً[1] اگر اس نے سلوک کیا تو ریاست خاک میں مل جائے گی اور ملک میں گدھے کے ھل پھر جائیں گے - اے خداوند بندہ پرور ! یہ سب باتیں وقوعی اور واقعی ھیں - اگر ان سے قطع نظر کرکے قصیدے کا قصد کروں ؛ قصد تو میں کر سکتا ھوں ، تمام کون کرے گا ؟ سوائے ایک ملکہ[2] کے کہ وہ پچاس پچپن برس کی مشق کا نتیجہ ھے ، کوئی قوت باقی نہیں رھی - کبھی جو سابق کی اپنی نظم و نثر دیکھتا ھوں تو یہ جانتا ھوں کہ یہ تحریر میری ھے ، مگر حیران رھتا ھوں کہ میں نے یہ نثر کیوں کر لکھی تھی اور کیوں کر یہ شعر کہے تھے - عبدالقادر بیدل کا یہ مصرع گویا میری زبان سے ھے : ع

عالم[3] ھمہ افسانۂ ما دارد و ما ھیچ

(۳۷) پایان[4] عمر ھے ، دل و دماغ جواب دے چکے ھیں ، سو روپے رامپور کے ، ساٹھ روپے پنشن کے روٹی کھانے کو بہت ھیں - گرانی اور ارزانی امور عامہ[5] میں سے ھے ، دنیا کے کام خوش و ناخوش چلے جاتے ھیں ، قافلے کے قافلے آمادۂ رحیل[6] ھیں ـــــ دیکھو ، منشی نبی بخش مجھ سے عمر میں چھوٹے تھے ،

---

۱ - احیاناً : اتفاقاً -

۲ - ملکہ : اصطلاح فلسفۂ قدیم میں ''وہ راسخ کیفیت جس کے سہارے افعال بلا غور و فکر ظاھر ھوتے رھتے ھیں -''

۳ - ساری دنیا میں ھمارا تذکرہ ھے اور ھم کچھ بھی نہیں -

۴ - پایان : آخر -

۵ - امور عامہ : فلسفے کی اصطلاح میں ''مباحث عناصر و اکوان'' کو کہتے ھیں - مرزا نے یہاں روزمرہ کی باتوں کے معنی میں استعمال کیا ھے -

۶ - رحیل : کوچ -

ماہ گذشتہ[1] میں گذر گئے - مجھ میں قصیدے کے لکھنے کی قدرت کہاں ؟ اور اگر ارادہ کروں تو فرصت کہاں ؟ قصیدہ لکھوں ، آپ کے پاس بھیجوں ، آپ دکن کو بھیجیں ، متوسط کب پیش کرنے کا موقع پائے ، پیش کیے پر کیا پیش آئے ؟ ان مراحل کے طے ہونے تک میں کیوں جیوں گا ؟

[2]اناللہ و انا الیہ راجعون

[3]لاالٰہ‌الا اللہ ولا معبود الااللہ ولا موجود الااللہ و کان اللہ ولم یکن معہ شیئاً ، واللہ الآن کماکان -

(نومبر ۱۸۶۰ع)

صاحب عالم کے نام
(خط نمبر ۲۳)

بعد حمدِ خداوند و نعتِ رسول صلی‌اللہ علیہ و آلہ وسلم

پہلے قبلۂ روح و روان جناب صاحب عالم صاحب کو بندگی اور حضرت مقبول عالم کی شادی کی مبارک باد -

کیا عرض کروں کہ میرا کیا حال ہے - اضمحلال قوی کا حال مختصر یہ کہ اگر کوئی دوست ایسا کہ جس سے تکلف کی ملاقات ہے ، آجائے تو اٹھ بیٹھتا ہوں ورنہ پڑا رہتا ہوں - جو

---

۱ - منشی نبی بخش حقیر کا انتقال بقول آفاق حسین اکتوبر ۱۸۶۰ع میں ہوا -

۲ - ہم خدا کے لیے ہیں اور ہم سب کو خدا کے ہی حضور میں حاضر ہونا ہے -

۳ - اللہ کے علاوہ کوئی اللہ نہیں ، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ، اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں ، اللہ تھا اور کچھ نہ تھا اور نہ اس کے ساتھ کوئی رہنے والا ہے ، اللہ جیسا اب ہے ویسا ہی پہلے تھا -

کچھ لکھنا ہوتا ہے وہ بھی اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہوں ۔ آج دوپہر کو میر عبدالعزیز صاحب آئے، میں ۔ کلاہ و پیرہن پلنگ پر لیٹا ہوا تھا ، اُن کو دیکھ کر اُٹھا ، مصافحہ کیا ۔ اُنھوں نے جناب شاہ عالم کا خط مع مسودات اشعار دیا اور فرمایا کہ ''پرسوں جاؤں گا'' ۔ عرض کیا گیا[1] کہ کل آخر روز آپ تشریف لائیں ، خط کا جواب اور اصلاحی مسودہ لے جائیں ۔ وہ تشریف لے گئے ، میں لیٹ رہا ۔ دن کے سونے کی عادت نہیں ہے ، جی میں کہا آؤ بیکار کیوں رہو ، خط کا جواب آج لکھ رکھو ۔ اُٹھے کون ؟ بکس کھولے کون ؟ لڑکوں کی دوات قلم مونڈھے پر پلنگ کے پاس رکھ لی ، ادب[2] مقتضی اس کا ہوا کہ آغاز نامہ بنام اقدس ہو۔

حضرت! نسخۂ ''قاطع برہان[3]'' ، تیسری چوتھی نظر میں مکمل ہو کر مسودات ایک کاتب کے حوالے ہوئے۔ آٹھ جزو لکھے ، کم و بیش دو جزو باقی ہیں ، پرسوں تک آ جائیں گے ، بعد اس کے انطباع[4] کی فکر ہوگی ۔ جب وہ عزیمت[5] امضا پذیر ہو جائے گی ،

---

۱ ۔ نارائنی : ''عرض کیا کہا'' ، اردو ، ''عرض کیا کہ کل'' ، اصل و نول ۲ مطابق متن ۔

۲ ۔ ادب و احترام نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ پہلے آپ کے نام خط لکھوں ۔

۳ ۔ دستنبو کے بعد مرزا قاطع برہان کی تیاری میں لگ گئے اور تقریباً سال سوا سال اس موضوع پر کام کرتے رہے ۔ کتاب مکمل ہونے کے بعد وہ اپنے بعض احباب سے توقع رکھتے تھے کہ اس پر مزید نظر کریں گے ۔ چنانچہ اُنھوں نے صاحب عالم کو خط (نمبر ۲۰) لکھا اور مطالعے کی دعوت دی ۔

۴ ۔ انطباع : نقش شدن چیزے بر چیزے (منتخب) چھپنا ، چھپوانا ۔

۵ ۔ جب وہ ارادہ تکمیل پا جائے گا اور کتاب چھپ جائے گی ۔ چنانچہ مئی یا اپریل ۱۸۶۲ع میں چھپ کر مرزا کے پاس آ گئی ۔

حضرت کی نظر سے شرف پائے گی ۔

حضرت سید عالم کو نیاز ، خورشید عالم کو سلام (۳۸) ۔
چودھری صاحب کو نہ نیاز نہ سلام ، صرف یہ پیام کہ ہم تمھارے
خط کو مفرح روح سمجھتے تھے ، باتوں کا مزا ملتا تھا ، خیر و عافیت
معلوم ہو جاتی تھی ؛ وہ وظیفۂ روحانی منقطع کیوں ہوا ؟ صاحب!
یہ روش اچھی نہیں ، گاہ گاہ ارسال رسائل کا طور بنا رہے - ۱۲
(جولائی[1] ۱۸۵۹ء)

چودھری عبدالغفور کے نام
(خط نمبر ۲۴)

حضرت چودھری صاحب ! عنایت نامۂ سابق :

بیت

تھا تو خط پر نہ تھا جواب طلب
کوئی اُس کا جواب کیا لکھتا

آج دوپہر کو یہ خط پہنچا ، آج ہی آخر روز جواب لکھ رکھ
چھوڑتا ہوں ، کل صبح کو شرط حیات ڈاک میں بھجوا دوں گا ۔
'قاطع برہان' کی مجلدات جو بموجب توقیع خریداری میری ملک میں
ہیں ، وہ اول جولائی میں میرے پاس اور اُن میں سے دو مجلد آخر
جولائی میں آپ کے پاس پہنچے گی ۔ ایک آپ رہنے دیں گے اور
ایک پیر و مرشد کی نذر کریں گے ، انشاءاللہ العلی العظیم - ۱۲

---

۱ - مرزا نے یہ خط دل لگا کر لکھا ہے اور شدت گرما کا ذکر نہیں
کیا - نہ لُو کا بیان ہے ، نہ دھوپ کا تذکرہ ؛ اس سے یہ گمان ہوتا
ہے کہ جولائی کے لگ بھگ کا خط ہے ۔ خط نمبر ۲۰ سے پہلے کا
ہے ۔ شاید یہ جولائی اگست میں لکھا ہو اور وہ اکتوبر نومبر میں
لکھا ہو ۔ دیکھیے ہمارا حاشیہ خط مذکور ــ خطوط سنہ ندارد

شعر

حبّذا فیض تعلق ، معجز کلکش نگر
گر رود صد ساله ره پیش نظر باشد ہماں

یہ شعر مولانا نورالدین ظہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ممدوح کی خوش نویسی کی تعریف میں ہے ــــ مبالغہ سرحد تبلیغ اور غلّو کو پہنچ گیا ہے ۔ خلاصہ[1] یہ کہ اس کا لکھا ہوا قطعہ یا کوئی عبارت سو برس کی راہ پر سے آدمی کو نظر آتا ہے ۔ وجہ اس کی یہ کہ حرف بہت روشن اور صاف و جلی ہیں ۔ اور چوں کہ یہ امر بحسب عادت و عقل ممتنع ہے ، اس کو معجزۂ قلم کہا اور چوں کہ معجزہ خرق عادت ہے اور خرق عادت ایک امر ہے مسلمات ِ جمہور میں سے ، پس منکر کو گنجائش انکار نہ رہی ۔

یہاں یہ خیال آئے گا کہ 'فیض تعلق' بےکار رہتا ہے ؟ میں کہتا ہوں کہ وہ حسن انتظام ہے ، یعنی نگاہ کو 'ازانجا کہ باصر مشتاق حسن' ہے ۔ اس خط سے وہ تعلق بہم پہنچا ہے کہ اگر وہ خط سو برس کی راہ پر ہو تو یہی نگاہ اس سے متعلق رہتی ہے ، جیسے طائر کو اپنا آشیانہ اور مسافر کو اپنا وطن اور عاشق کو معشوق کا خط و خال مسافت بعیدہ سے پیش نظر رہتا ہے ۔ چاہو ایک معلول کی دو علت سمجھو ، فیض تعلق مذکور اور حسن خط مقدر ، چاہو فیض تعلق کو ادعا کہو اور حسن خط جو (۳۹) تقدیر[2]

---

۱ - مرزا نے حق معنی آخر میں ادا کر دیا ہے - اس خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مرزا آخر تک ظہوری کی عظمت کے قائل رہے اور اس سے زیادہ کسی کی تعریف نہیں کی ۔ دیکھیے خط کا آخری حصہ ، نیز دیکھیے نذیر احمد کی کتاب ''تحقیقی مطالعہ'' میں ''غالب اور ظہوری'' ص ۳۵ ، طبع سرفراز پریس لکھنو ۵۴ء ۔

۲ - تقدیر : پوشیدہ - ظاہر بہ ظاہر نہیں ہے لیکن درحقیقت ہے ۔

میں ہے ، اس کو سبب سمجھو تعلق کا اور مؤکد جانو ادعا کا ۔

سنو ! دعوے کے واسطے دلیل موضوع ہے ، ادعا کو دلیل ضرور نہیں ہے ۔ ہاں ادعا پر تاکید طریقۂ بلاغت ہے ۔ یہ لطائف معنوی خاص اس بزرگ کے حصے میں آئے ہیں ۔

میں جانتا ہوں مشتری اور عطارد نے مل کر ایک صورت پکڑی تھی ، اس کا اسم نورالدین اور تخلص ظہوری تھا ـــــــــ اللہ ، اللہ ! فرماتا ہے :

شعر

مروت کرد لازم بر تو سیر بام و در لازم
نمی باشد چراغ خانہائے بے نوایاں را

ظہوری کا ممدوح اور معشوق ایک ہے ، یعنی سلطان جلیل القدر ابراہیم عادل شاہ[1] ۔ بادشاہوں کے منظر بلند ہوتے ہیں اور کیا بعید ہے کہ رعایا یا ملازمین میں سے کچھ لوگ زیر قصر رہتے ہوں ۔ اس واسطے بادشاہ دن کو اس منظر بلند پر نہیں چڑھتا کہ مبادا رعیت یا ملازموں کی جورو بیٹیاں نظر آئیں ۔ رات کو ان کے گھر تاریک ہوتے ہیں ، اگر کوئی بلند مکان پر چڑھا تو کچھ نظر نہ آئے گا ۔

یہ مدح ہے عفت کی، اور عفت ایک فضیلت ہے فضائل اربعہ

---

۱ ۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی (۹۸۸ــــ۱۰۳۷ھ) عادل شاہی فرماں روا علی عادل شاہ کے بعد نو سال کی عمر میں تخت نشیں ہوا ۔ فطری ذوق ، علم و فضل ، ذکاوت و سیاست کی وجہ سے اس نے بڑی شہرت پائی ۔ اس کا دربار اکبر کے لیے قابل رشک تھا ۔ فرشتہ ، رفیع الدین شیرازی ، ظہوری ، ملک قمی اور ابوطالب کلیم اسی کے وابستۂ دولت تھے ۔

میں سے - اب ایہام[1] کو سوچیے ؛ ممدوح نے راتوں کو کوٹھے پر چڑھنا اپنے اوپر لازم کیا ہے ، اس واسطے کہ رعایا کے گھروں میں چراغ نہیں - اگر کسی کو کسی کپڑے میں پیوند لگانا یا کوئی چمڑے کی چیز گانٹھنی یا کسی مریض کا تفحص حال منظور ہو ، تو وہ گھر اس ممدوح کے پرتو جمال سے روشن ہو جائے ، چراغ کی حاجت باقی نہ رہے - جو کام جو شخص چاہے وہ کرلے - ''مروت'' کے لفظ کا مزہ وجدانی ہے ، سوائے اس لفظ کے کوئی لفظ یہاں کام نہیں آتا - اگر حفظ ناموس رعایا ہے تو مروت ہے اور اگر مفلسوں کی کار برآری ہے تو ''مروت'' ہے -

قالب معنی کی جان ہے ظہوری ، ناطقے کی سرافرازی کا نشان ہے ظہوری ــــ زیادہ کیا لکھوں -

(جون[2] ۱۸۶۲ع)

---

۱ - تمام نسخوں میں ''ابہام'' ہے حالانکہ دوسری تشریح صاف بتلا رہی ہے کہ شعر کے دو معنی ہیں اور اس نے صنعت ''ایہام'' استعمال کی ہے - ''ایہام'' کسی لفظ کو اس طرح استعمال کرنا کہ سننے والا اس کے قریبی معنوں پر مطمئن ہو جائے ، مگر غور کرنے پر معلوم ہو کہ نہیں ، اس سے اچھے معنی مراد ہیں جو ذرا ذہن سے دور تھے -

۲ - ظاہر ہے کہ ۱۸۶۲ع میں ، یعنی ختم تالیف کے دوسرے سال بعد ''قاطع برہان'' نول کشور سے شائع ہوئی - اس خط سے معلوم ہوا کہ جولائی میں کتاب دہلی پہنچنے والی تھی تو خط جون ہی کا سمجھ میں آتا ہے - محی الدین زور نے نہ معلوم کس بنا پر قاطع کو ۱۸۶۴ع کا مطبوعہ قرار دیا ہے -

ایضاً (خط نمبر ۲۵)

جناب چودھری صاحب کو سلام پہنچے ۔

آپ نے اپنے مزاج کی ناسازی کا حال کچھ نہ لکھا ۔ اگر پیر و مرشد بھی نہ لکھتے تو میں کیوں کر اطلاع پاتا ؟ اور اگر اطلاع نہ پاتا تو حصول صحت کی دعا کیوں کر مانگتا ؟ کل سے وقت خاص میں میں دعا مانگ رہا ہوں (۔۴) ۔ یقین ہے کہ پہلے تم تندرست ہو جاؤ گے ، ازاں بعد یہ خط پاؤ گے ۔۱۲

اکثر صاحب ، اطراف و جوانب سے 'ماہ نیم ماہ' کے بھیجنے کا حکم بھیجتے ہیں اور میں جی میں کہتا ہوں کہ جب "مہر نیم روز" کی عبارت کو نہیں سمجھے تو 'ماہ نیم ماہ' کو لے کر کیا کریں گے ۔

صاحب ! 'مہر نیم روز' کے دیباچے میں میں نے لکھ دیا ہے کہ اس کتاب کا نام 'پرتوستان' ہے اور اس کی دو مجلد ہیں ۔ پہلی جلد میں ابتدائے خلقت[1] عالم سے ہمایوں کی سلطنت تک کا ذکر ، دوسرے حصے میں اکبر سے بہادر شاہ تک کی سلطنت تک کا بیان ۔ پہلے حصے کا نام 'مہر نیم روز' دوسرے حصے کا اسم 'ماہ نیم ماہ' ۔ بارے پہلا حصہ تمام ہوا ، چھاپا گیا ، جا بجا پہنچا ۔ قصد تھا جلال الدین اکبر کے حالات کے لکھنے کا کہ امیر تمر تک[2] کا نام و نشان مٹ گیا "آن دفتر را گاؤ خورد و گاؤ را قصاب برد و قصاب در راہ مرد[3]" ۔ جو کتاب میں نے لکھی ہی نہ ہو ، وہ بھیجوں کہاں سے ؟ ۱۲ ۔

---

۱ ۔ اصل و نارائنی "خلعت"۔ متن مطابق اردو طبع اول ۔

۲ ۔ اصل "نک" ۔

۳ ۔ 'مہر نیم روز' کا پہلا ایڈیشن ۱۸۵۴ع میں فخرالمطابع سے شائع ہوا ۔ دیکھیے "نادرات غالب" ۔

اب پیر و مرشد صاحب عالم صاحب کی طرف خطاب ہے ۔

پیر و مرشد کو میری بندگی اور صاحب زادوں کو دعا ۔
خدا وند ، مجھے مارهرے بلاتے هیں اور میرا قصد مجھے یاد دلاتے هیں ۔ اُن دنوں میں کہ دل بھی تھا اور طاقت بھی تھی ، شیخ محسن الدین مرحوم سے بطریق تمنا کہا گیا تھا کہ جی یوں چاھتا ھے کہ برسات میں مارهرے جاؤں اور دل کھول کر اور پیٹ بھر کر آم کھاؤں ۔ اب دل وہ دل کہاں سے لاؤں ؟ طاقت کہاں سے پاؤں ؟ نہ آموں کی طرف وہ رغبت ، نہ معدے میں اتنے آموں کی گنجائش — نہار منہ میں آم نہ کھاتا تھا ، کھانے کے بعد میں آم نہ کھاتا تھا ، رات کو کچھ کھاتا ھی نہیں ، جو کہوں بین الطعامین[1] ، ھاں آخر روز بعد ھضم معدی آم کھانے بیٹھ جاتا تھا ۔ بے تکلف عرض کرتا ھوں ، اتنے آم کھاتا تھا ، پیٹ اپھر جاتا تھا اور دم پیٹ میں نہ سماتا تھا ۔ کھاتا اب بھی اسی وقت ھوں مگر دس بارہ ، اگر پیوندی آم بڑے ھوں تو پانچ سات ۔

بیت

دریغا[2] کہ عمر جوانی گذشت

جوانی مگو زندگانی گذشت

اس کے واسطے کیا سفر[3] کروں ۔ مگر حضرت کا دیکھنا ؟ اُس کے واسطے متحمل رنج سفر ھوں ، تو جاڑے میں نہ برسات میں ۔

---

۱ ۔ اصل و نارابنی : ''مین الطعامین'' بین الطعامین دو کھانوں کے بیچ میں ، یعنی دوپہر کے بعد ، شام سے پہلے ۔
۲ ۔ افسوس جوانی ختم ھو گئی ، نہیں ''جوانی'' نہیں ، یہ کہو کہ زندگی ختم ھو گئی ۔
۳ ۔ اصل ''مقرر'' ۔

ع : اے وائے ز محرومی دیدار ، دگر ہیچ ——۱۲
(جون ۱۸۶۱ء[1])

ایضاً (خط نمبر۲۶)

(۴۱) بندہ پرور !

بہت دن کے بعد پرسوں آپ کا خط آیا ، سرنامے پر دستخط اور نام آپ کا پایا ۔ دستخط دیکھ کر مفہوم ہوا ، خط پڑھنے سے معلوم ہوا کہ تمھارے دشمن بہ عارضۂ تپ و لرزہ رنجور ہیں ۔ اللہ اللہ ! ضعف کی یہ شدت کہ خط کے لکھنے سے معذور ہیں ! خدا وہ دن دکھائے کہ تمھارا خط ، تمھارا[2] دستخطی آئے ، سرنامہ دیکھ کر دل کو فرحت ہو ، خط پڑھ کر دونی مسرت ہو ۔ جب تک ایسا خط نہ آئے گا ، دل سودا زدہ آرام نہ پائے گا ، قاصد ڈاک کی راہ دیکھتا رہوں گا ، جناب ایزدی میں سرگرم دعا رہوں گا ۔

آپ کے عم عالی مقدار اور بزرگ آموزگار کو میرا سلام مع صرف اشتیاق و الوف[3] احترام ۔

جناب چودھری صاحب ! آؤ ہم تم حضرت صاحب عالم کے پاس چلیں اور اپنی آنکھیں اُن کے کف پائے مبارک سے ملیں ، میں سلام کروں گا ، تم معرّف[4] ہونا کہ :

---

۱ ۔ آموں کی فصل ہے ، گویا جون جولائی کا مہینہ ہے ، سنہ ۶۱ ، ۶۲ کی بات ہے ۔ آفاق صاحب اسے اکتوبر ۶۰ء کا مکتوب بتاتے ہیں ۔ تمہید نادر خطوط ، ص ۸ ۔

۲ ۔ اصل و نارائنی "تمھارے" تصحیح اردو طبع اول ۔

۳ ۔ آلوف : جمع الف ، ہزارہا ۔

۴ ۔ معرف : تعارف کرانے والا ۔

غالب یہی ہے ، اہل دہلی میں آپ کے دیدار کا طالب یہی ہے ــــ میں نے عزم قدم بوسی[1] کیا ، پیر و مرشد نے مجھے گلے لگا لیا ــــ فرماتے ہیں کہ :

غالب ! تو اچھا ہے ؟

عرض کرتا ہوں کہ :

الحمد للہ ! حضرت کا مزاج مقدس کیسا ہے ؟

ارشاد ہوا ، کہ :

مولوی سید برکات حسن تیری تعریف بہت کرتے رہتے ہیں ۔

جناب ؛ یہ اُن کی خوبیاں ہیں ، میں ایسا نہیں ہوں جیسا وہ کہتے ہیں ۔ کاش ! وہ میری رنجوری[2] کا حال کہتے ، ضعف قویٰ و اضمحلال کہتے ، میں ان کے کلام کی تصدیق کرتا ، اُن کی غم خواری اور دردمند نوازی کا دم بھرتا ، ہے ہے !

شعر

در کشا کش ضعفم نگسلد روان از تن[3]
این کہ من نمی میرم ، هم ز ناتوانیها ست

حضرت نے میری گرفتاری کا نیا رنگ نکالا ، ''بوستان خیال'' کے دیکھنے کا دانہ ڈالا ۔ مجھ میں اتنی طاقت پرواز کہاں کہ بلا سے اگر پھنس جاؤں ، دام پر گر کے دانہ زمین پر سے اٹھاؤں ۔ حضرت ! سچ تو یوں ہے کہ غم ہائے روزگار نے مجھ کو گھیر لیا

---

۱ - اصل ''قدم بوس'' ۔

۲ - رنجوری : بیماری ۔

۳ - ضعف و ناتوانی کی کھینچا تانی میں مبتلا ہوں ، میرا نہ مرنا بھی ناتوانی ھی کی وجہ سے ہے کہ جسم سے جان نکل نہیں پاتی ، اتنی کمزور ہے ۔

ہے ، سانس نہیں لے[1] سکتا ، اتنا تنگ کر دیا ہے ۔ ہر بات سو طرح سے خیال میں آئی ، پر دل نے تسلی نہ پائی ۔ اب دو با تیں سوچا ہوں : ایک تو یہ کہ جب تک جیتا ہوں یوں ہی رویا کروں گا ۔ دوسری یہ ـــــ[2] آخر ایک نہ ایک دن مروں گا ، یہ صغریٰ[3] کبریٰ دل نشین ہے ، نتیجہ اس کا تسکین ہے ، ھیہات[4] !

(۴۲) شعر

منحصر مرنے پر ہو جس کی امید
ناامیدی اس کی دیکھا چاہیے

اجی[5] حضرت شاہ عالم صاحب ! میرا سلام لیجیے ۔ کاغذ باقی نہیں رہا ، اپنے سب بھائیوں کو مع میر وزیر علی صاحب میرا سلام کہہ دیجیے ۔ (۱۸۶۲ء)

ایضاً (خط نمبر ۲۷)

جناب چودھری صاحب !

سیاھی پھیکی ، کاغذ پتلا ، پیر و مرشد کی عبارت ایک[6] طرف ، آپ کی تحریر بھی مغشوش[7] ہوگئی ۔ بہرا ہو گیا ہوں مگر بصر

---

۱ ۔ اصل : ''ہے سکتا'' ۔
۲ ۔ اصل وغیرہ ''کہ'' ندارد ۔
۳ ۔ صغریٰ کبریٰ منطق میں دلیل کے پہلے اور دوسرے ٹکڑے کو کہتے ھیں ۔ ان دونوں میں ایک مشترک چیز ھوتی ہے جسے حد اوسط کہا جاتا ہے ۔ اس کے گرا دینے سے نتیجہ نکل آتا ہے ۔
۴ ۔ ھیہات : کلمۂ حسرت ۔ افسوس ۔
۵ ۔ اردوئے معلیٰ ۱ ، ''اے حضرت'' ۔
۶ ۔ اصل و نارائینی : ''یک طرف'' اردو ۱ ''ایک طرف'' ۔
۷ ۔ مغشوش : مراد گنجلک ہے ۔

ہنوز باقی ہے - تمھاری عبارت کا جو لفظ پڑھ لیا ، قرینے سے اُس کا محاورہ بھی معلوم ہو گیا - حضرت کی تحریر کا ایک لفظ سوائے ''سعادت تو ام[1] شاہ عالم'' کے اگر پڑھا گیا ہو تو دیدے[2] پھوٹیں ، ایمان نصیب نہ ہو- وہ خط بدستور تمھارے پاس واپس بھیجتا ہوں- ارولی سفید کاغذ پر حرف بہ حرف اُس کی نقل کر کے پھر مجھے بھیج دیجیے تا کہ اُس کے جواب لکھنے میں سعادت حاصل کروں ، لیکن بہت جلد -

آپ کی نگارش سے اتنا دریافت ہوا کہ اب آپ اچھے ہیں - الحمدللہ—۱۲

جناب ممتاز علی خان صاحب کہاں ، اور مارہرہ کہاں ؟ بہر حال میرا سلام -

(۱۸۶۲[3]ء)

ایضاً (خط نمبر ۲۸)

چودھری صاحب مشفق مکرم کو میرا سلام

آپ کا خط کہ سوائے چند سطر کے جو تم نے لکھیں تھیں ، سرا سر حضرت صاحب کا دستخطی تھا ، پہنچا - سبحان اللہ حضرت کو کس قدر محبت ہے تمھارے ساتھ ، تمھاری نا سازیٔ مزاج کا کیسا ملال اور تمھارے نہ دیکھنے کا کیسا رنج ہے - سچ یوں ہے کہ

---

۱ - توام : جڑواں - سعادت توام ، شریک سعادت ، خوش نصیبی کے ساتھی -

۲ - آنکھیں -

۳ - سنہ صرف تخمینی ہے ، خط میں مجھے کوئی حوالہ یا اشارہ نہیں ملتا - مہر صاحب نے بھی سنہ نہیں لکھا -

تم خوبان روزگار میں سے ہو - توقیع[1] قبول اہل نظر کا حاصل ہونا آسان نہیں ہے - سلامت رہو ، خوش رہو ، مختصر : مصرع

کارت بہ جہان جملہ[2] چناں باد کہ خواہی—۱۲

اب روے سخن حضرت صاحب عالم صاحب کی طرف ہے - !

خدمت خدام مخدوم نواز میں بعد تسلیم معروض ہے :

تفقد نامۂ نامی میں صورت عز و شرف نظر آئی - اللہ اللہ تم نے میری نظر میں میری آبرو بڑھائی ، حضرت کی قدردانی کی کیا بات ہے ، آپ کا التفات موجب مباہات ہے - یہ بات بہ طریق طیّ[3] لسان زبان پر آئی ہے ، ورنہ قدردانی کیسی ، یہ قدر افزائی ہے - نظیری علیہ رحمۃ کا شعر ایک کاغذ پر لکھ کر میرے گلے میں ڈال دیجیے اور زمرۂ[4] شعرا میں سے مجھ کو (۴۳) نکال دیجیے ، شعر یہ ہے :

شعر

جوہر[5] بینش من در تہہ زنگار بماند
آں کہ آئینۂ من ساخت نہ پرداخت دریغ

دعوی اور چیز ہے اور کمال اور ہے ، علم عربی اور شے ہے

---

۱ - توقیع : شاہی تحریر ، مراد سند قبولیت عارف و خدا آگاہ -

۲ - اصل و نارائنی "جملہ جہان باد"، متن مطابق عود ۲ ، وغیرہ -
ترجمہ : خدا کرے کہ دنیا میں ہر مقصد حسب دل خواہ پورا ہو -

۳ - اثنائے گفتگو میں ، بات کہتے کہتے زبان پر آ گیا -

۴ - زمرہ ، حلقہ ، سلسلہ -

۵ - میری بصیرت و بلند نگاہی کا جوہر زنگ میں دب گیا ، افسوس جس نے میرا دل و دماغ بنایا اس نے اسے صاف نہ کیا ، توجہ نہ کی —— اسی غزل کا مطلع ہے :

راز دیرینہ ز رخ پردہ بر انداخت دریغ
حال ما شہر بہ انشاے غزل ساخت دریغ

اور فارسی کی حقیقت حال اور ہے ۔ جلالائے طبا طبائی رحمۃاللہعلیہ نے شیدائے[1] ہندی کو ایک رقعہ لکھا ، عبارت اس وقت یاد نہیں آتی مگر یہ مضمون اس کا ہے کہ :

ایک دن مولانائے عرفی علیہ‌الرحمۃ اور ابوالفضل میں مباحثہ ہوا ۔ شیخ نے عرفی سے کہا کہ ہم نے تحقیق کو بہ سرحد افراط پہنچا دیا اور فارسی میں خوب کمال پیدا کیا ۔ عرفی نے کہا کہ اس کو کیا کرو گے کہ ہم نے جب سے ہوش سنبھالا اپنے گھر کی بڑھیوں سے اور لونڈیوں سے جو بات سنی ، فارسی میں سنی ۔ شیخ گفت : ما فارسی را از انوری و خاقانی فراگرفتہ ایم و شما از پیرزالان آموختہ اید ۔ عرفی فرمود : انوری و خاقانی نیز از پیر زنان آموختہ باشند[2]۔ختم ۔ ١٢

غالب کہتا ہے کہ ہندوستان کے سخن وروں میں حضرت امیر خسرو دہلوی علیہ‌الرحمۃ کے سوا کوئی استاد مسلم‌الثبوت نہیں ہوا ۔ خسرو ، کیخسرو قلم رو سخن طرازی ہے ، یا ہم چشم نظامی گنجوی و ہم طرح سعدی شیرازی ہے ۔ خیر فیضی بھی

---

١ ۔ شیدائے مشہدی کے نام سے مشہور ہے ، سر خوش (کا معاصر ہے) لکھتا ہے : ''در اواخر عہد جہانگیری و اوائل جلوس شاہ جہانی بعرصہ ہند آمدہ ہنگامہ سخن وری را گرم داشتہ'' ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مہدی حسین ناصری مرحوم کہتے ہیں کہ باپ دادا ایرانی تھے ؛ خود فتح پور سیکری میں پیدا ہوا ، ١٠٧٠ھ کے بعد مرا اور کشمیر میں دفن ہوا ۔ شاید غالب اسی وجہ سے ''ہندی'' کہتے ہیں ۔

٢ ۔ ترجمہ : شیخ نے کہا : ''ہم نے انوری و خاقانی سے فارسی سیکھی ہے اور تم نے کھوسٹ بوڑھیوں سے'' عرفی نے کہا ''خاقانی و انوری نے بھی بوڑھیوں ہی سے سیکھی ہوگی ۔''

نغز گوئی[1] میں مشہور ہے ، کلام اس کا پسندیدۂ جمہور ہے - دیکھو عبدالقادر بدایونی کیا لکھتا ہے :

''زہے[2] سپاهی فالیز -''

آرزو[3] ، فقیر[4] اور شیدا اور بہار[5] وغیرهم انهیں میں آ گئے - ناصر علی[6] اور غنیمت[7] ان کی فارسی کیا ؟ هر ایک کا کلام به نظر انصاف دیکھیے ، هاتھ کنگن کو آرسی کیا - منت[8] اور مکین اور واقف اور قتیل ، یہ تو اس قابل بھی نہیں کہ ان کا نام لیجیے - ان حضرات میں عالم علوم عربیه کے شخص هیں ؟ خیر هوں ، فاضل کہلائیں ، کلام میں ان کے مزا کہاں ؟ ایرانیوں کی سی ادا کہاں ؟ فارسی کی قاعده دانی میں اگر کلام

---

۱ - عمدگی -

۲ - مہر صاحب نے یہ عبارت نہیں لکھی - اصل ''زہے یہ سپاهی فالیز'' نارایِنی وغیرہ بغیر ''یہ'' -

۳ - سراج الدین خان (آرزو م ۱۱۶۹ھ) (مقدمه دستور الفصاحت ، یکتا ، ص ۴۳ ، از عرشی) فارسی کا نکتہ شناس لغت نویس و ادیب -

۴ - شمس الدین فقیر ''حدائق البلاغه'' کا مؤلف — ادبی خطوط میں 'شیدا' کے بجائے 'رشید' ہے جو اصل میں نہیں -

۵ - لاله ٹیک چند بہار ، شاگرد آرزو ، مؤلف ''بہار عجم'' (لغت) -

۶ - ناصر علی سرهندی ،توفی ۱۱۰۸ھ (کلمات الشعراء ، سرخوش ص ۴۷ ببعد)

۷ - محمد اکرم غنیمت کنجاهی ، متوفی قبل ۱۱۵۸ھ - (غلام ربانی : دیباچه دیوان غنیمت ، طبع لاهور ۱۹۵۸ء ص ط) -

۸ - میر قمرالدین منت (۱۲۰۸ھ) انهوں نے ''گلستان'' کے جواب میں ایک کتاب لکھی تھی ، دیکھیے ''دستورالفصاحت''-

ہے ، اس میں پیروی قیاس ایک بلائے عام ہے ۔ وارستہ[1] سیال کوٹی نے خان آرزو کی تحقیق پر سو جگہ اعتراض[2] کیا ہے اور ہر اعتراض بجا ہے ، با ایں ہمہ وہ بھی جہاں اپنے قیاس پر آ جاتا ہے ، منہ کی کھاتا ہے ۔ مولوی احسان اللہ ممتاز کو صنایع لفظی میں دست گاہ اچھی تھی ، اس شیوہ و روش کو خوب برت گئے ، فارسی وہ کیا جانیں ؟ قاضی محمد صادق اختر[3] عالم ہوں گے ، شاعری سے ان کو کیا (۴۴) علاقہ ؟

ایک بات حضرت کو اور معلوم رہے کہ ہندی فارسی والوں نے کمال کو وہم میں منحصر رکھا ہے ۔ کالپی کے نواب زادوں میں سے ایک صاحب قتیل کے شاگرد تھے ۔ میں نے ایک رقعہ قتیل کا اُن کے نام دیکھا ہے کہ قتیل اُن کو لکھتا ہے

---

۱ ۔ سیالکوٹی مـل وارستہ میر محمد علی رائج متوفی ۱۱۴۹ھ کے شاگرد اور ''مصطلحات شعرا'' کے مؤلف ہیں ۔ لاہور کے رہنے والے تھے ۔ ۱۱۸۰ھ ، ۱۷۶۶ء میں فوت ہوئے ۔

۲ ۔ مثلاً ''رقعہ مہمانی'' کے معنے لکھ کر خان آرزو کا شعر پیش کرتا ہے اور کہتا ہے ''لیکن اصطلاح اہل ہند است در اشعار شعرائے ولایت دیدہ نہ شدہ ۔'' یا ''دود کش'' کے معنے لکھتے ہوئے کہتا ہے ''و ایں را فارسی ساختۂ اہل ہند گفتن دود از نہاد فارسی بر آوردن است''۔ بہار اور آرزو پر بہت اعتراض ہیں ۔

۳ ۔ ملک الشعرا (غازی الدین حیدر شاہ اودھ) قاضی مولوی محمد صادق خاں اختر ، قاضی محمد لعل کے بیٹے اور ہوگلی کے رہنے والے ، قتیل کے شاگرد تھے ۔ فارسی ، عربی ، اردو کے ماہر، شاعر و انشاء پرداز تھے ۔ صبح صادق ، نورالانشاء ، تذکرۂ آفتاب عالم تاب ، دیوان فارسی و اردو وغیرہ کے مصنف و مؤلف ۔ ۱۸۵۸ء لکھنؤ میں فوت ہوئے ۔ غالب کی عزت کرتے تھے ۔
(خم خانۂ جاوید ، ج ۱ ، ص ۱۰۰ ببعد) ۔

کہ ـــ[۱] ''جامہ گزاشتن'' بہ معنی ''مردن'' مسلم لیکن بہت احتیاط کیا کرو ، موقع دیکھ لیا کرو ۔ میں کہتا ہوں احتیاط کیا ؟ اور موقع کیا ؟ ـــ فلاں مرد ، یہاں جامہ گزاشت ـ پھر وہ کہتا ہے کہ ـــ کدہ کے ساتھ سوائے پانچ سات لفظ کے اور لفظ کو ترکیب نہ دو ۔ پھر فرماتا ہے کہ ـــ 'ہمہ' کے لفظ کو جمع کے ساتھ لاؤ ، مفرد سے نہ ملاؤ[۱] ۔؟

نقل :

میں نے 'دستنبو' میں لکھا ہے کہ ''ہمہ کس داند'' ، ایک شخص نے کہ وہ بھی مولوی کہلاتا ہے ، میری غیبت میں کہا کہ ''ہمہ کس داند'' کیا ترکیب ہے ؟ ایک لڑکا میرا شاگرد وہاں موجود تھا ، اس نے کہا کہ یہ ترکیب بعینہ صائب کی ہے ، جیسا کہ وہ کہتا ہے :

---

۱ ۔ خواجہ امامی کے رقعے کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ مرزا نے تین جدا گانہ باتیں یک جا لکھ دی ہیں :

(۱) ''جامہ گذاشتن'' کا استعمال مرنے کے لیے غلط ہے ؟

(۲) 'کدہ' کا استعمال پانچ ، سات جگہ ہوسکتا ہے ؟

(۳) 'ہمہ' کو مفرد کے ساتھ استعمال نہ کرو ؟

(الف) 'ہمہ' کے بارے میں قتیل کا یہ حکم نہ ہمیں ملا ، نہ اسد صاحب کو ۔

(ب) 'کدہ' کے بارے میں قتیل کی رائے ہم لکھ چکے (خط نمبر ۳) ۔

(ج) ''جامہ گذاشتن'' کے سلسلے میں بھی غالب حق پر نہیں ، قتیل نے امامی کو کسی شخص کے بارے میں لکھا ہے کہ تمہیں سنی سنائی باتیں اول تو لکھنا نہیں چاہیے ، پھر یہ فارسی میں لکھنا اور وہ بھی اتنی کھلی لفظوں میں خلاف احتیاط ہے ۔

''و دیگر ایں کہ در خط شما لفظ 'جامہ گذاشتن' در حق شخصے بود، آیندہ مذکور او ہیچ نباید نوشت'' الخ ۔ صفحہ ۱۹ ، طبع نول کشور ، ۱۸۶۹ء ۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے (قتیل اور غالب ، ص ۸۴—۸۸) ۔

شعر

همه کس طالبِ آں سرو روان است این جا
آب حیوان نفس سوختگا نست ایں جا[1]

اس نے کہا کہ تمھارا استاد ''حاش للہ'' کو ما قبل کلمۂ منفی لایا ہے اور یہ جائز نہیں مصرع :

حاش للہ کہ بد نمی گویم

میرے شاگرد نے کہا کہ یہ ترکیب انوریؔ کی ہے :

حاش للہ نہ مرا بلکہ ملک را نہ بود
با سگ کوے تو ایں زہرہ و یارا و مجال[2]

مولوی ہدایت علی تمکین[3] کا آج تک میں نے نام نہیں سنا تھا ، چھپے ہوئے رستم ہیں ؟

صائب اگرچہ اصفہانی نژاد تھا ، مگر وارد شاہ جہان آباد تھا ۔ 'انتقام کشیدن' و 'انتقام گرفتن' دونوں[4] بول گیا ۔ مولوی صاحب لچ فارسی بولتے ہیں ، لا حول ولا قوۃ الا باللہ ۔

'کلیم' بر وزن فعیل ، صیغۂ اسم[5] فاعل ہے ، مثل کریم و

---

۱ ۔ دنیا میں ہر شخص اس سروقد کی تمنا رکھتا ہے ، یہاں نفس سوختہ ہی آب حیات ہے ، عاشق آہوں کے سہارے زندہ جاوید ہیں ۔
۲ ۔ توبہ توبہ ، میں ہی نہیں فرشتہ بھی تیرے سگ در سے مقابلہ نہیں کر سکتا ۔
۳ ۔ میر ہدایت علی تمکین کندرکی مراد آباد کے رہنے والے ، عربی و فارسی کے استاد ، فارسی نظم و نثر کے قلم کار ماہر تھے ۔ بارھویں صدی کے آخر تک زندہ تھے ۔ (خم خانہ ، ۲/۱۲۵)
۴ ۔ اصل و نارایني میں بھی یونہی ہے ۔
۵ ۔ صفت مشبہ کہنا چاہیے ۔

رحیم و بشیر و سمیع و بصیر و کلیم ، اسمائے الٰہی ہیں ۔ کلیم اگر بمعنی 'ہم کلام' لیجیے تو اسم الٰہی اس کو کیوں کر قرار دیجیے ؟ حضرت کا مصرع : ع

ہست کلامے ز کلامِ کلیم

مخدوش[1] البتہ ہے ، یعنے یا 'کلمہ از کلام کلیم' یا 'کلامے از کلمات کلیم ، چاہیے ۔ 'کلام از کلام' مفرد میں سے مفرد کو[2] نکالا چاہیے ، گو جائز نہ ہو ۔ گو باش و گو باشد ، ہرگز نہیں ، محل تردد اوہام و وساوس قواعد میں پیش نہیں جاتے : ع

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب

ہرگز یائے معروف نہیں ہے ، یائے مجہول ہے ۔ یائے معروف یہاں نا مقبول ہے : ع

خدائے کہ بالا و پست آفرید

ایسا خدا (۴۵) ، ایسا کریم ۔ اس تحتانی کو یائے وحدت کہو ، یائے توصیف کہو ، تعظیم کہو ، جس طرح کہو ، یائے مجہول آئے گی ۔

(۱۸۶۳ء[3])

---

۱ ۔ مصرع کا ترجمہ ہے "ہے ایک کلام کلیم کے کلام سے" مرزا کہتے ہیں ، کلام خود مفرد ، پھر اس سے کلام کا اخراج یعنے چہ ؟ دوسری بات یہ ہے کہ 'کلیم' اسمائے الٰہی میں سے ہے ، یہاں معنے ہیں 'ہم کلام' یہ کیا بات ہوئی ؟ مصرع مہمل ہے ـ یہ یاد رہے کہ اسماء الہی میں 'کلیم' نہیں ، 'متکلم' ہے ۔ 'کلیم' حضرت موسیٰ کا لقب ہے ۔ دوسرے یہ کہ 'کلیم' صفت مشبہ ہے ۔

۲ ۔ اصل : "مفرد کا لکا تہا چاہیی" نارایِنی مطابق اصل ۔

۳ ۔ ترتیب کی بنا پر خیال ہوتا ہے کہ شاید آغاز ۶۳ء کا ہو، کیوں کہ

باقی صفحہ ۱۱۷ پر

ایضاً (خط نمبر ۲۹)

بندہ پرور !

پرسوں تمہارا خط آیا ، آج جواب لکھ رکھتا ہوں، کل ڈاک میں بھجوا دوں گا۔ میرا حال کیوں پوچھو ، اپنے کو دیکھو ، جو تمہارا ڈھنگ ہے وہی میرا رنگ ہے - ثبور و اورام مرض خاص اور رنج عام ، یہ ایک اجمال ، دوسرا اجمال سنو کہ :

مہینا[1] بھر سے صاحب ِ فراش ہوں - صبح سے شام تک ، شام سے صبح تک پلنگ پر پڑا رہتا ہوں - محل سرائے اگرچہ دیوان کے بہت قریب ہے پر کیا امکان جو جا سکوں - صبح کو نو بجے کھانا یہیں آ جاتا ہے - پلنگ پر سے کھسل[2] پڑا ، ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھایا ، پھر ہاتھ دھوئے ، کلی کی ، پلنگ پر جا پڑا - پلنگ کے پاس حاجتی لگی رہتی ہے ، اٹھا اور حاجتی میں پیشاب کیا اور پڑ رہا -

مدتوں سے یہ مرض ہے کہ پیشاب جلد جلد آتا ہے - اس صاحب ِ فراش ہونے کو دیکھو اور دم بہ دم تقاضاے بول کو

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۶ :

اس کے بعد والے خط نمبر ۲۹ میں اس خط کی وجہ سے صاحب عالم کے ناراض ہونے کا تذکرہ ہے اور وہ خط یقیناً ۶۳ء کا ہے - جن مسائل پر بحث کی گئی ہے- وہ ابتدائی خطوط سے مربوط ہیں - دیکھیے خط نمبر ۳ - ۵ وغیرہ ، سرور کی شاگردی بھی ۶۰ء سے کچھ پہلے کا معاملہ ہے ، اس لیے اس میں ۵۹ ، ۶۰ کے مکتوب کا دھوکا ہوتا ہے - خطوط تاریخ ندارد -

۱ - اصل و نارایني و اردو ، مثل متن -

۲ - کھسک آیا

دیکھو ۔ پاخانے اگرچہ دن رات میں ایک بار جاتا ہوں مگر صعوبت کو تصور کرو ۔ ایک پھوڑا دائیں پہنچے میں جس کو 'ساعد' کہتے ہیں ، دو پھوڑے بائیں پہنچے میں ، یہ سہل ہیں ۔ پانو[1] میں کف پا و پشت پا سے لے کر آدھی پنڈلی تک ورم ہے ، سخت محللات[2] و رادعات[3] سے کچھ نہ ہوا ، اب تجویز ہے کہ نیب کا بھرتا باندھیے، جب پکے پھوٹے ، تب مرہم لگائیے۔ کبھو جب کف پا میں جراحت کا عمل ہوا تو قیام کا کہاں ٹھکانا ۔ یہ حال جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں ، مجمل اور موجز[4] ہے ۔ ۱۲

میرا قیاس اس کا مقتضی ہے کہ پیر و مرشد حضرت صاحب عالم مجھ سے آزردہ ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ میں نے ممتاز[5] و اختر[6] کی شاعری کو ناقص کہا تھا ۔

اس رقعے میں ایک میزان عرض کرتا ہوں ۔ حضرت صاحب ان صاحبوں کے کلام یعنی ہندیوں کے اشعار کو قتیل ، واقف سے لے کر بیدل ، ناصر علی تک اس میزان میں تولیں ، میزان یہ ہے کہ :

رودکی و فردوسی سے لے کر خاقانی و انوری وغیرہم تک ایک گروہ ، ان حضرات کا کلام تھوڑے تفاوت سے ایک وضع پر ہے ، پھر حضرت سعدی طرزِ خاص کے موجد ہوئے۔ سعدی

---

۱ ۔ غالب پاؤں کو ''پانو'' ہی لکھتے ہیں ۔

۲ ۔ محللات : ورم کو تحلیل کرنے والی دوائیں ۔

۳ ۔ رادعات : مادے کو روکنے اور نکالنے والی دوائیں ۔

۴ ۔ موجز : مختصر ۔

۵ ۔ ممتاز : احسان‌اللہ کا تخلص ۔

۶ ۔ قاضی محمد صادق اختر ۔

و جامی و هلالی ، یہ اشخـاص متعددہ نہیں ۔ فغانی اور ایک شیوۂ خاص کا مبدع ہوا ۔ خیال ہائے نازک و معانیٔ بلند ، اس شیوہ کی (۳۶) تکمیل کی ظہوری و نظیری اور عرفی و نوعی نے بھی ۔ سبحان اللہ قالبِ سخن میں جان پڑ گئی ۔ اس روش کو بعد اس کے صاحبان طبع نے سلاست کا چربا[1] دیا ۔ صائب و کلیم اور قدسی و حکیم شفائی اس زمرے میں ہیں ۔ رودکی و فردوسی؟ یہ شیوہ سعدی کے وقت میں ترک ہوا اور سعدی کے طرز نے بہ سبب سہل ممتنع ہونے کے رواج نہ پایا ۔ فغانی کا انداز پھیلا اور اس میں نئے نئے رنگ پیدا ہوتے گئے ۔

تو اب طرزیں تین ٹھہریں :

خاقانی، اُس کے اقران ۔

ظہوری، اُس کے امثال ۔

صائب، اس کے نظائر ۔

خالصاً للہ ممتاز و اختر وغیرہم کا کلام ان تینوں طرزوں میں سے کس طرز پر ہے ؟ بے شبہ فرماؤ گے کہ یہ طرز ہی اور ہے ؛ پس تو ہم نے جانا کہ یہ طرز چوتھی ہے ۔ کیا کہنا ہے ، خوب طرز ہے ، اچھی طرز ہے ، مگر فارسی نہیں ہے ، ہندی ہے ، دارالضرب[۲] شاہی کا سکہ نہیں ، ٹکسال باہر ہے ۔ داد ، داد ، انصاف ، انصاف !

---

۱ ۔ اصل و نارائنی : ''چرچا'' اردو ۱ ''چربا'' ۔

۲ ۔ دارالضرب : ٹکسال ۔

نظم

اگرچہ[1] شاعران نغز گفتار
ز یک جام اند در بزم سخن مست
و لے بـا بـادۂ بعضے حریفـان
خمار چشم ساقی ، نیز پیوست
مشو منکر کہ در اشعار ایں قوم
ورائے شاعری چیزے دگر ھست

وہ ''چیز دگر'' حصے میں پارسیوں کے آئی ہے ، ھاں اردو زبان میں اھل ھند نے وہ چیز پائی ہے ۔ میر تقی[2] علیہ‌الرحمۃ :

بیت

بد نام ہو گے جانے بھی دو امتحان کو
رکھے گا کون تم سے عزیز اپنی جان کو ؟

سودا :

بیت

دکھلائیے لے جا کے تجھے مصر کا بازار
خواھاں نہیں لیکن کوئی واں[3] جنس گراں کا

---

۱ ۔ ترجمہ : (۱) اگرچہ خوش کلام شاعر ایک ھی پیالے سے بزم سخن میں مست ھیں ۔
(۲) لیکن بعض حریفوں کی شراب میں چشم ساقی کی مستی بھی مل گئی ہے ۔
(۳) اس بات کا انکار نہ کرو کہ ان لوگوں کے یہاں شاعری کے علاوہ بھی کوئی چیز ہے ــ مختارالدین صاحب کہتے ھیں کہ یہ قطعہ آذری (م ۸۶۶ھ) کا ہے ۔
۲ ۔ اصل اور طبع نارابنی : 'مرتضی' اردو طبع اول میں 'میر تقی'۔
۳ ۔ اصل : ''وھاں''

قائم[1] :

قائم تجھ سے طلب بوسے کی ؟ کیوں کر مانوں
ہے تو نادان مگر اتنا[2] بد آموز نہیں

مومن خاں :

شعر

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا   جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

ناسخ کے ہاں کم تر اور آتش کے ہاں بیش تر یہ تیز نشتر ہیں ۔ مگر مجھے آپ کا کوئی شعر اس وقت یاد نہیں آیا ۔ یاد کیا آوے ؟ لیٹا ہوا ہوں ، دم بہ دم پانو کے ورم کی ٹیس ہوش اڑائے دیتی ہے ۔

انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

(۱۸۶۳ء)

ایضاً (خط نمبر ۳۰)

ایک عبارت لکھتا ہوں ۔ چوں کہ لفافہ جناب چودھری عبدالغفور صاحب کے نام کا ہو گا ، پہلے وہ پڑھیں ، پھر میرے پیر و مرشد کی نظر سے گزرانیں ، پھر مرشد زادہ شاہ عالم صاحب کو (۷۴) دکھائیں ۔

برس دن سے فساد خون کے عوارض میں مبتلا ہوں ، ثبور و اورام میں لد رہا ہوں ۔ برس دن میں اوجاع[3] سہتے سہتے روح تحلیل ہو گئی ، نشست و برخاست کی طاقت نہ رہی اور پھوڑے

---

۱ ۔ قائم چاند پوری ۔
۲ ۔ اردو ۱ : ''اتنا بھی''
۳ ۔ اوجاع : جمع وجع ، درد ۔

تو خیر ، مگر دونوں پنڈلیوں میں ھڈیوں کے قریب دو پھوڑے ھیں ، کھڑا ھوا اور پنڈلیوں کی ھڈیاں چرنے[1] لگیں اور رگیں پھٹنے لگیں ۔ بائیں پانؤ پر ورم ، کف پاسے جہاں تک وہ پھوڑا ھے ، پنڈلی[2] پر ورم ھے ۔ رات دن پڑا رھتا ھوں ۔ پلنگ کے پاس حاجتی[3] لگی رھتی ھے ، کھسل پڑا ، بعد رفع حاجت پھر لیٹ رھا ، اسی صورت روٹی کھاتا ھوں ۔

اشعار کی اصلاح یک قلم موقوف ، خطوط ضروری لیٹے لیٹے لکھتا ھوں ۔ دو خط چودھری صاحب کے آئے اور ایک خط شاہ عالم صاحب کا اور دو خط حضرت صاحب کے آئے ، جواب نہ لکھ سکا ۔ آج اپنے کو طعنے دے کر مرد بنایا ، جب یہ عبارت لکھی ۔

چودھری صاحب کو سلام ، شاہ عالم صاحب کو سلام ، حضرت صاحب کو بندگی ۔ ۱۲

(۱۸۶۳ء — ۱۲۷۸ھ)[4]

ایضاً (خط نمبر ۳۱)

آھاھا ! جناب منشی ممتاز علی خان صاحب مارھرے پہنچے ! صاحب یہ تو سیاح گیتی نورد ثانی مخدوم جہانیاں گرد ھیں ۔

بہر حال آپ نے دیباچہ بہت اچھا لکھا ھے ، کتاب کو

---

۱ ۔ اصل ، نارایني "چرنی" اردو ۱ "چرانی" ۔ ایسے موقع پر "ھڈیاں چٹخنا" "کھال چرانا" محاورہ ھے ۔ "چرنا" چرانے سے بہر حال بہتر ھے ۔

۲ ۔ اصل ، نارایني ، اردو ۱ ، مطابق متن ، عود ۲ ، ۱م ، مباء خطوط "پنڈلی تک"

۳ ۔ حاجتی : چوکی ۔

۴ ۔ ۱۸۶۲ء کے آخر کا یا ۶۳ء کا ابتدائی زمانہ معلوم ھوتا ھے ۔

اس سے رونق ہو جائے گی ۔

''نظم میں وہ پایا[1] بلند کہ شعریٰ آن کے شعر پر لآلیٔ انجم نثار کرے ، خود بلا گرداں ہو ، لولی سیا[2] ہر مصرع[3] پر دل و جان وار کرے ، صدقے قربان ہو ۔''

''وار کرے'' بمعنے ''حملہ کرے'' کے ہے ۔ اور وہ جو آپ کا مقصود ہے آن معنوں میں 'وارنا' اور 'وارے' آیا ہے ، نہ 'وار کرنا' 'وار کرے' ۔ ۱۲

آپ کو یاد ہو گا کہ چند سطریں میں نے بہ ہزار دشواری لکھ کر تمھیں بھیجی[4] تھیں ۔ خواہش یہ تھی کہ یہی سطریں میرے مخدوم اور مخدوم زادے کی نظر سے گزر جائیں ۔ آج ایک خط میں نے پیر و مرشد کا اور پایا ، وہ ابھی نہیں پڑھا مگر شاہ عالم صاحب اُس خط کی پشت پر لکھتے ہیں کہ تو نے میرے خط کا جواب نہیں لکھا ۔ حالانکہ میں آن سطروں میں یہ لکھ چکا ہوں کہ نہ مجھے تحریر کی طاقت ، نہ اصلاح کے ہوش ۔ ایک بات کو دس دس بار کیا لکھوں ۔ اب میرا انجام کار دو طرح

---

۱ ۔ اصل ''مایہ'' ، نارائنی ''پایہ'' ۔

۲ ۔ اصل ، نارائنی ''لؤلی سیا'' ۔

۳ ۔ ''مصرع'' اصل ، نارائنی وغیرہ نے اس عبارت کو بدل دیا ہے — ''دل و جان وارے'' — سرور نے پہلے یہ فقرے لکھے تھے ، مرزا کی اصلاح نے انھیں یوں کردیا : ''لولی سیا عروس ہر مصرع پر دل و جان وارے ، صدقہ قربان ہو'' اصل صفحہ ۷۴ ہمارے متن کے مطابق ہے ۔

۴ ۔ اصل نارائنی : ''بھیجیں'' ۔

پر متصور ہے : یا صحت ، یا مرگ ۔ پہلی صورت میں خود
اطلاع دوں گا ، دوسری صورت میں سب احباب (۷۴) خارج سے
سن لیں گے ۔

یہ سطریں لیٹے لیٹے لکھی ہیں ۔ ۱۲ [1]

۱۸۶۲ء — ۱۲۷۸ھ

---

۱ ۔ سرور نے دیباچے میں ممتاز علی خاں کے مارہرے آنے کا تذکرہ کیا
ہے ۔ گویا اس خط کے بعد مہر غالب کا دیباچہ لکھا گیا اور کتاب
مکمل کر کے ممتاز علی خاں کے حوالے ہوئی ۔ مکرمی عرشی صاحب
کا خیال ہے کہ یہ خط ۶۳ء کا ہے ۔

دوسری فصل

نواب انورالدولہ سعدالدین خان بہادر شفق کے نام

(خط نمبر ۳۲)

قبلۂ حاجات !

قصیدہ دوبارہ پہنچا۔ چونکہ پیشانی پر دستخط کی جگہ نہ تھی ، ناچار اس کو ایک اور دو ورقے پر لکھوایا اور حضور میں گزرانا اور اپنی تمنائے دیرینہ حاصل کی ، یعنے دستخط خاص مشتمل اظہار خوشنودی طبع[1] پر ہو گئے۔

احترام الدولہ بہادر میرے ہم زبان اور آپ کے ثناخوان رہے۔ گویا اس امر خاص میں وہ شریک غالب ہیں——ہم بہ طریق کسرۂ اضافی اور ہم بہ[2] سبیل کسرۂ توصیفی——پروردگار اس بزرگوار کو سلامت رکھے کہ قدردان کمال ، بلکہ حق تو یوں ہے کہ خیر محض ہے - ۱۲

"غیاث اللغات" ایک نام موقر و معزز جیسے الفربہ ، خواہ نہ خواہ[3] مرد آدمی۔ آپ[4] جانتے بھی ہیں کہ یہ کون ہے ؟

---

۱ - مہیش : "طبع ہو گئے" اردو طبع اول مطابق متن۔
۲ - اردو ۱ مہیش: "بہ طریق" حکیم احسن اللہ خاں کا لقب احترام الدولہ تھا۔ مطلب یہ کہ وہ مدح و ثنا میں میرے شریک بلکہ مجھ سے بڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ دربار میں ہم دونوں نے خوب خوب داد دی ، حتیٰ کہ بادشاہ نے دستخط و توقیع پسند سے سرفراز کیا۔
۳ - اردو ۱ مہیش : "خواہ مخواہ"
۴ - اردو ۱ مہیش : "آپ جانتے ہیں"۔

ایک معلم فرومایہ ، رام پور کا رہنے والا ، فارسی سے نا آشنائے[1] محض ، اور صرف و نحو میں نا تمام - ''انشائے خلیفہ'' و ''منشأت مادھو رام'' کا پڑھانے والا - چنانچہ دیباچے میں اپنا ماخذ بھی اس نے ''خلیفہ شاہ محمد'' و ''مادھو رام'' و ''غنیمت'' و ''قتیل'' کے کلام کو لکھا ہے - یہ لوگ راہ سخن کے غول[2] ہیں ، آدمی کے گمراہ کرنے والے ، یہ فارسی کو کیا جانیں ؟ ہاں طبع موزوں رکھتے تھے ، شعر کہتے تھے :

شعر

ہرزہ مشتاب و پئے جادہ شناساں بردار
اے کہ در راہِ سخن چوں تو ہزار آمد و رفت

میرا دل جانتا ہے کہ آپ کے دیکھنے کا میں کس قدر آرزو مند ہوں - میرا ایک بھائی—ماموں کا بیٹا—کہ وہ نواب ذوالفقار[3] بہادر کی حقیقی خالہ کا بیٹا ہوتا تھا اور مسند نشین حال کا چچا تھا اور وہ میرا[4] ''ہم شیر'' بھی تھا ، یعنے میں نے اپنی ممانی کا اور اس نے اپنی پھوپھی کا دودھ پیا تھا - وہ باعث ہوا تھا میرے

---

۱ - اصل : ''ناآشنا محض'' اردو ۱ ''نا آشناء''

۲ - غول : بھوت—غالب کے عہد میں مذکورہ کتابیں نصاب درس میں داخل تھیں - غیاث‌اللغات انھی درسی کتابوں کا فرہنگ ہے -

۳ - ذوالفقار بہادر نواب آف باندہ ، علی بہادر نواب باندہ و ممدوح غالب کے والد - حاشیہ خطوط صفحہ ۳۵۰ - خط کی عبارت سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ مرزا اورنگ خاں (اوزبک خان) غالب کے رضاعی اور ذوالفقار بہادر کے خالہ زاد بھائی تھے ، نہ کہ ذوالفقار بہادر - خطوط میں اس کے برعکس ہے - مرزا نے ''ایک بھائی'' ''وہ میرا ہم شیر'' 'باعث زحمت باندا ہی کو ''مرزا اورنگ خاں میرا بھائی'' لکھا ہے -

۴ - اصل ''باھمشیر'' عود طبع نارایني ، اردو مطابق متن -

"باندا بوندیل کھنڈ" آنے کا ۔ میں نے سب سامان (سفر[1]) کر لیا ۔ "ڈاک میں" روپیہ ڈاک کا دے دیا ۔ قصد یہ تھا کہ فتح پور تک ڈاک میں جاؤں گا ، وھاں سے نواب علی بہادر کے ھاں کی سواری میں باندے جا کر ھفتہ بھر رہ کر کالپی ھوتا ھوا (۹۴) آپ کے قدم دیکھتا ھوا بہ سبیل ڈاک دلی چلا آؤں گا ۔ ناگاہ حضور والا[2] بیمار ھو گئے اور مرض نے طول کھینچا ۔ وہ ارادہ قوت سے فعل میں نہ آیا اور پھر مرزا[3] اورنگ خان میرا بھائی مر گیا ۔

مصرع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

واللہ وہ سفر اگرچہ بھائی کی استدعا سے تھا مگر میں نتیجہ اس شکل کا آپ کے دیدار کو سمجھا ھوا تھا ۔ ھرزہ سرائی کا جرم معاف کیجیے گا ، میرا جی آپ کے ساتھ باتیں کرنے کو چاھا ، اس واسطے جو دل میں تھا ، وہ[4] اسی عبارت سے زبان پر لایا ۔

([5] ۱۸۵۳ء بعد اکتوبر)

---

۱ ۔ اردو ۱ مہیش: نارائنی مطابق متن ـــ اصل "سفر" ندارد ۔

۲ ۔ حضور والا : بادشاہ جو جولائی ۱۸۵۳ء میں سخت بیمار ھوے تھے ۔ اسی بیماری سے شفا کے لیے "علم" کی منت مانی گئی تھی ، جس پر ایک ھنگامۂ عظیم برپا ھوا تھا ۔ دیکھیے میرا مضمون "مثنوی بے نام کا نام" طبع نگار رام پور ۔

۳ ۔ اصل ، نارائنی ، مہیش مطابق متن ، اردو ۱ "اوزبک خاں"

۴ ۔ اصل : "اوس" ـــ مرزا نے صاحب عالم سے بھی کہا تھا کہ آپ سے اور انورالدولہ سے ملنے کا شوق ھے ۔

۵ ۔ مرزا نے نبی بخش حقیر کو لکھا ھے "ڈاک کے سفر کی خوشی ، کول پہنچنے کی مسرت ، بھائی سے ملنے کی فرحت ، فرزندوں کے دیکھنے کا لطف ، راہ میں جابجا آم خریدنے کا ذوق ، کیا کہوں

باقی صفحہ ۱۲۸ پر

ایضاً (خط نمبر ۳۳)

پیر و مرشد !

اگر میں نے ''امید[1] کاہ'' (بکاف عربی) از راہ شکوہ لکھا تو کیا گناہ ؟ نہ خط کا جواب نہ قصیدے کی رسید !

بیت

دریں خستگی پوزش از من مجوی
بود بندۂ خستہ گستاخ گوی

اور یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ ''ان موانع کے سبب سے میں قصیدے کی تحسین نہ لکھ سکا'' بندہ بے ادب نہیں ، تحسین طلب نہیں - ایسے مجمع میں محشور ہوں کہ سوائے احترام‌الدولہ کے کوئی سخن داں نہیں - میں جو اپنا کلام آپ کے پاس بھیجتا ہوں ، گویا اپنے آپ پر احسان کرتا ہوں ''وائے[3] برجان سخن گر بہ سخن داں[4] نہ رسد -''

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۷ :

کہ کیسی حسرت رہ گئی - تم کو معلوم ہے ، روپیہ فتوح کا آیا ہوا تھا ، چاہتا تھا کہ اس کو سفر میں خرچ کروں ، یہاں یہ رنگ پیش آیا -'' (صفحہ ۴۵ ، نادرات غالب) -

مہیش : ۱۸۵۶ء اس لیے غلط ہے کہ خط میں بہادر شاہ کی علالت کا ذکر ہے جو جولائی ۱۸۵۳ء کا واقعہ ہے ، مہر - لیکن خود کوئی تاریخ معین نہیں کرتے -

۱ - اصل ، نارائنی : ''امید گاہ''—بکاف عربی—عود ندارد ، اردو ، مہیش سے ماخوذ ہے -

۲ - اس غم و اندوہ میں معذرت کی خواہش مجھ سے نہ کریں - غمگین و مصیبت زدہ زبان دراز و بے ادب ہوتا ہے -

۳ - اس شعر پر لعنت جو سخن فہم تک نہ پہنچ سکے -

۴ - اصل ''بہ‌رسد'' متن اردو ، مہیش کے مطابق -

افسوس کہ میرا حال اور یہ لیل و نہار آپ کی نظر میں نہیں ، ورنہ آپ جانیں کہ اس بجھے ہوے دل اور اس ٹوٹے ہوئے دل ، اور اس مرے ہوے دل پر کیا کر رہا ہوں ۔

نواب صاحب ! اب نہ دل میں وہ طاقت ، نہ قلم میں وہ زور ۔ سخن گستری کا ایک ملکہ باقی ہے ، بے تامل اور بے فکر جو خیال آ جاے وہ لکھ لوں ، ورنہ فکر کی صعوبت کا متحمل نہیں ہو سکتا ، بقول مرزا عبدالقادر بیدل :

شعر

جہدہا درخور توانائیست   ضعف یکسر فراغ می خواہد[1]

مُہر کا حال معلوم ہوا ، پہلے آپ لکھ بھیجیے کہ کیا کھودا جائے گا ۔ مہدی حسین خان ۔ مہدی حسین خان بہادر ــــ لکھ رہا ہوں ، صرف یاد پر لکھ رہا ہوں ورنہ خط لڑکوں نے کھو دیا ۔ یاد پڑتا ہے کہ نگینہ وہاں سے بھیجنے کو آپ نے لکھا ہے ۔ سو اب میں مکرر خواہاں ہوں کہ یہ معلوم ہو جائے کہ نگینہ بھیجیے گا یا یہاں سے خریدا جائے گا ؟ اور نقش نگین کیا ہوگا ؟ تا کہ شمار حروف کا مجھ کو معلوم رہے ۔ اب جب آپ مجھ کو لکھیں گے تب میں اس کا جواب لکھوں گا ۔

حافظ[2] صاحب کا پہنچنا تقریباً معلوم ہوا ، یعنے اُن کی طرف سے آپ نے (۵۰) مجھ کو سلام لکھا ہے ، سو میں بھی اُن کی خدمت میں بندگی اور جناب منشی نادر حسین خان صاحب کی

۱ - کوشش و کاوش توانائی اور ضعف فراغت و سکون چاہتا ہے ۔
۲ - حافظ محمد بخش صاحب ۔

جناب میں سلام عرض کرتا ہوں۔

زیادہ حد ادب

(۱۸۵۶ء[1])

ایضاً (خط نمبر ۳۴)

پیر و مرشد!

حضور[2] کا توقیع خاص اور آپ کا نوازش نامہ، یہ دونوں حرز بازو ایک دن اور ایک وقت پہنچے۔ توقیع کا جواب دو چار دن میں لکھوں گا۔ ناسازی مزاج مبارک موجب تشویش و ملال ہوئی۔ اگرچہ حضرت کی تحریر سے معلوم ہوا کہ مرض باقی نہیں مگر ضعف[3] (باقی ہے)۔ لیکن تسکین خاطر منحصر اس میں ہے کہ آپ بعد اس تحریر کے ملاحظہ فرمانے[4] کے اپنے مزاج کا حال پھر لکھیں۔

۳۷ روپے[5] کی ہنڈوی پہنچی، اس کا بھی حال سابق کی ہنڈوی کا سا ہے[6]، یعنے ساہوکار کہتا ہے کہ ابھی ہم کو کالپی کے ساہوکار کی اجازت نہیں آئی جو ہم روپیہ دیں۔ اگر سرکار کے کارپرداز وہاں کے ساہوکار سے کہہ کر اجازت لکھوا بھیجیں تو مناسب ہے۔

۱۔ مہیش پرشاد اور مہرصاب نے تاریخ نہیں لکھی، حالاں کہ خط نمبر ۹ سے واضح ہے کہ یہ خط بھی جون ۵۶ء کے لگ بھگ کا ہے۔
۲۔ شاید انورالدولہ کے والد کا خط مراد ہو۔
۳۔ اصل، نارائنی: ندارد، اردوا، مہیش سے نقل۔
۴۔ اصل، نارائنی: ''فرمانیگی''۔
۵۔ اصل میں ۳۷ کا ہندسہ ہندی رقوم میں ہے۔ یونہی مہیش میں ہے۔
۶۔ اردو ا ''اس کا بھی حال سابق کی ہی ہنڈوی کا سا ہے''۔

"صہبائی" کے تذکرے کی ایک جلد میری ملک میں سے میرے پاس تھی ، وہ میں بہ سبیل ارمغان آپ کو بھیجتا ہوں ، نذر قبول ہو ۔

اب میں حضرت سے باتیں کر چکا ! خط کو سرنامہ کر کر کہار کو دیتا ہوں کہ ڈاک مین دے آوے ۔

بارہ پر دو بجے کتاب کا پارسل بہ طریق بیرنگ روانہ کروں گا ۔

پیش گاہ[1] وزارت میں میری بندگی پہنچے ۔ عرض داشت اس کے بعد پہنچے گی ۔ جناب میر صاحب قبلہ میر امجد علی صاحب کو سلام نیاز اور جناب منشی نادر حسین خان صاحب کو سلام ۔ (۱۸۵۶[2]) ؟

ایضاً (خط نمبر ۳۵)

پیر و مرشد !

آداب ! مزاج مقدس !

میرا جو حال آپ نے پوچھا ، اس پرسش کا شکر بجا لاتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ آپ کا بندۂ بے درم خریدہ اچھی طرح ہے ۔ ایک[3] فصد ، بائیس منضج ، چار مسہل ، کہاں تک

---

۱ ۔ نواب افضل الدولہ والد شفق کا مراد ہونا ذرا مشکل ہے کیوں کہ وہ وزیر نہیں تھے ۔

۲ ۔ یہ خط بھی مہیش و خطوط میں بے تاریخ ہے ۔ میں اسے خط سابق سے متعلق مانتا ہوں ۔ خیال ہے کہ روپیہ مہر کے لیے بھیجا گیا ہے ۔

۳ ۔ مرزا کی بیماری کا تذکرہ خطوط میں کئی جگہ ہے ، لیکن مسہل کا ذکر پہلی مرتبہ ۱۸۵۴ء میں ملتا ہے ، چنانچہ ۲۷ مارچ ۵۴ء کے ایک خط میں ہے ــــ "آٹھ دن غذا نہ کھائی ۔ اب اگرچہ

باقی صفحہ ۱۳۲ پر

آدمی کو ضعیف نہ کرے ! بارے آفتاب عقرب میں آگیا ، پانی برفاب ہوگیا ہے ، کابل و کشمیر کا میوہ بکنے لگا ہے ۔ یہ ضعف ، ضعف قسمت تو نہیں کہ ایسے ایسے امور اس کو زائل نہ کر سکیں ۔

غزلوں کو برسوں سے پڑھ رہا ہوں اور وجد کر رہا ہوں ۔ خوشامد میرا شیوہ نہیں ہے ، جو ان غزلوں کی حقیقت میری نظر میں ہے ، وہ مجھ سے سن لیجیے اور میرے داد دینے کی داد (۵۱) دیجیے ۔

مولانا قلق نے متقدمین ، یعنے امیر خسرو و 'سعدی' و جامی کی روش کو سرحد کمال کو پہنچایا ہے اور میرے قبلہ و کعبہ مولانا شفق اور مولانا ہاشمی اور مولانا عکسری[۲] متاخرین یعنے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۱ :

تپ نہ رہی ، لیکن اور عوارض پیدا ہو گئے ۔ چناں چہ کل پانچواں مسہل تھا اور کل پھر ہو گا'' (نادرات ، ص ۵۲)

قلق ہی کو ۵۵ء کے خط میں لکھتے ہیں ـــــ ''بندہ عرض کر چکا ہے کہ مسہل میں ہوں ، چناں چہ کل تیسرا مسہل ہو گیا'' تفتہ کو ایک بے تاریخ خط میں لکھا ہے ـــــ ''میں مسہل میں ہوں ۔ یہ نہ سمجھنا کہ بیمار ہوں ، حفظ صحت کے واسطے مسہل لیا ہے'' ۔

ایک قطعہ ہے :-

سہل تھا مسہل ، ولے یہ سخت مشکل آ پڑی
مجھ پہ کیا گزرے گی اتنے روز حاضر بن رہے

تین دن مسہل سے پہلے ، تین دن مسہل کے بعد
تین مسہل ، تین تبرید یں ، یہ سب کے دن ہوئے ؟

مرزا کی بیماری پر 'ذکر غالب' اور 'غالب' میں بہت سرسری اور ابتدائی کام ہے ، جس پر فاضل مؤلفین کو نظر ثانی کرنا چاہیے ۔

۲ ۔ اصل ، نارابنی ـــــ ''مولانا عکسری نہ متاخرین'' ـــــ 'نہ' زائد ہے ، دیکھیے اردو وغیرہ ۔

صائب و کلیم و قدسی کے اندازکو آسمان پر لے گئے ہیں ۔ اگر[۱] تکلف اور تملق سے کہتا ہوں تو مجھ کو ایمان نصیب نہ ہو ۔

یہ جو آپ اپنے کلام کی حک و اصلاح کے واسطے مجھ سے فرماتے ہیں ، یہ آپ میری آبرو بڑھاتے[۲] ہیں ۔ کوئی بات بے جا ہو ، کوئی لفظ ناروا ہو تو میں حکم بجا لاؤں زیادہ ۔ حد ادب ۔

(۱۸۵۴ء[۳])

ایضاً (خط نمبر ۳۶)

قبلہ و کعبہ !

کیا لکھوں ؟ امور نفسانی میں اضداد کا جمع ہونا محالات عادیہ میں سے ہے ؛ کیوں کر ہو سکے کہ ایک وقت خاص میں ایک امر خاص موجب انشراح کا بھی ہو اور باعث انقباض کا

---

۱ - اصل ، نارائنی — ''اور تکلیف اور تملق'' تصحیح از ''اردو ۱''۔
۲ - اصل ، نارائنی — ''بڈھاتے'' ۔
۳ - قرائن سے یہ خط ۱۸۵۴ء کا ہے ۔ خطوط اور مہیش میں تاریخ نہیں ہے ۔ وجوہ تائید یہ ہیں :
(۱) یہ خط غالباً ابتدائی ہے کہ قلق اصلاح کلام کی خواہش ظاہر کرتے ہیں ۔
(۲) مرزا نے اپنے ایک خط مورخہ ۱۸ - اکتوبر ۱۸۵۵ء میں اصلاح کے وجوہ لکھے ہیں ، اس لیے یہ خط اس سے پہلے کا ہے ، اور چونکہ چار مسہل ہو چکنے کا ذکر ہے اس لیے یہ سال نہیں ہو سکتا ، اس سے ایک سال پہلے ہی کی بات ہو گی ۔
(۳) خط کے آداب والقاب سے واضح ہوتا ہے کہ ۵۵ء کا جیسا بے تکلفانہ دور دوستی ابھی شروع نہیں ہوا ہے ۔

بھی ہو ؟ یہ بات میں نے آپ کے[1] اس خط میں پائی کہ اُس کو پڑھ[2] کر خوش بھی ہوا اور غمگین بھی ہوا ۔ سبحان اللہ ! اکثر امور میں تم کو اپنا ہم طالع (اور[3] ہم درد) پاتا ہوں ۔ عزیزوں کی ستم کشی اور رشتے داروں سے ناخوشی ، میرا[4] ہم قوم تو سراسر قلم رو ہند میں نہیں ، سمرقند میں دو چار یا دشت خفچاق[5] میں سو دو سو ہوں گے ۔ مگر ہاں اقربائے[6] سببی ہیں ، پانچ برس کی عمر سے اُن کے دام میں اسیر ہوں ، اکسٹھ برس ستم اٹھائے ہیں :

شعر

گر دهم شرح ستمهائے عزیزاں غالب
رسم امید ہما نا ز جہاں بر خیزد[7]

نہ تم میری خبر لے سکتے ہو ، نہ میں تم کو مدد دے سکتا

---

۱ ۔ اصل ''آب کے پاس اس خط میں پائی'' نارائنی ، اردو ۱ وغیرہ مطابق متن ۔

۲ ۔ اصل : ''پڈھ کر'' نیز ''غمگین'' ۔

۳ ۔ اصل ، اردو ۱ وغیرہ مطابق متن ، مہیش ''ہم طالع اور ہم درد ۔''

۴ ۔ یہ جملہ مرزا کی حس انا اور خودی پر کتنی تیز روشنی ڈالتا ہے ۔

۵ ۔ خفچاق : ترکستان کی ایک صحرا نشین قوم جو اب مہذب ہو چکی ہو گی ۔

۶ ۔ اصل ، عود نارائنی ۔ مہا عود ۲ ، ۱م ''اقربا سے'' متن مطابق اردو ۱ ۔

مقصود یہ کہ ہم جدی تو نہیں ، ہاں دور کے عزیز ہیں جیسے مرزا حاجی کی اولاد ، یا سسرالی اقربا ، سببی عزیز در حقیقت صرف سسرالی عزیز ہی کہلاتے ہیں ۔

۷ ۔ غالب اگر عزیزوں کی زیادتیوں کا ذکر چھیڑ دوں تو دنیا سے رسم امید ختم ہو جائے ۔

ہوں ـــ اللہ اللہ[1] ـــ دریا سارا تیر چکا ہوں ، ساحل نزدیک ہے ، دو ہاتھ لگائے اور بیڑا پار ہے ۔

بیت

عمر بھر دیکھا کیا[2] مرنے کی راہ
مر گئے پر دیکھیے دکھلائیں کیا ؟ ۱۲

یہ[3] بھی تو پوچھو کہ آپ کے خط کا جواب اتنی جلد کیوں لکھا ؟ یعنے کم و بیش مہینا بھر[4] کے بعد ـــ کیا کروں ، شاہ اسرارالحق کو آپ کا اور حافظ نظام الدین صاحب کا خط بھجوا دیا ؛ ہفتہ بھر کے بعد جواب مانگا ، جواب دیا کہ اب بھیجتا ہوں ۔ دس بارہ دن ہوئے کہ حضرت خود تشریف لائے ، جواب آپ کے اور حافظ جی کے خط کا مانگا ، کہا کہ کل بھیج دوں گا ۔ اس واقعے کو آج قریب دو ہفتے کے عرصہ ہوا ؛ ناچار اُن کے جواب سے قطع نظر کر کے آپ کو یہ چند سطریں (۵۲) لکھیں !

---

۱ ۔ اردو ۱ ، عود ۲ ، ۱،۴ ، مبا ، خطوط ''اللہ اللہ'' اصل ، مہیش ، نارائینی مطابق متن ۔

۲ ۔ اصل ، اردو ۱ وغیرہ میں مطابق متن ، نیز دیکھیے دیوان غالب ترتیب عرشی ، صفحہ ۱۶۱ ، لیکن تاج میں ''کیے'' جیسا کہ خطوط ، مبا وغیرہ میں ۔ مرزا نے کہیں 'کیا' لکھا ہے کہیں 'کیے' دیکھیے صوفی منیری کے نام غالب کا خط (علی گڑھ میگزین ، غالب نمبر : ۸۰) ۔

۳ ۔ اردو ۱ ، خطوط ـــ ''یہ بھی ـــ کیا کروں'' ندارد ، اصل عود ۲ ، نارائینی ، مہیش میں یہ پوری سطر موجود ہے ۔

۴ ۔ اصل ''بہر'' ۔

شعر

از[1] خون دل نوشتم نزدیک دوست نامه
انیؔ رأیتُ دھراً فی[2] ھجرك القیامه

حافظ جی صاحب کو میری بندگی کہیے گا اور یه خط اُن کو پڑھوا[3] دیجیے گا۔

جناب منشی نادر حسین خان صاحب کو میرا سلام پہنچے۔ اگرچه آپ مبتلاے رنج و الم ھیں مگر یه شرف کیا کم ھے که انورالدوله کے همدرد ھو۔ مورد ستم ھاے روزگار ھونا شرافت ذاتی کی دلیل[4] ھے ساطع اور برھان ھے قاطع۔

ھاں حضرت! بہت دن سے جناب میر امجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں۔ اُن کے تخلص نے مجھ کو حیران کر رکھا ھے، یعنے قلق میں مبتلا ھوں۔ آپ اُن کا حال لکھیے۔ خواجه اسماعیل خان صاحب کہاں ھیں؟ اور کس طرح ھیں؟

سنیے قبله! میں تو آپ سے شاه انوارالحق کے خط کے جواب کا طالب نہیں ھوں که آپ اُن کے خط کے حاصل ھونے کے

۱۔ دوست کو خون دل سے خط لکھا ھے که میں تمھارے فراق میں مدتوں سے قیامت دیکھ رھا ھوں۔

۲۔ اصل اور عود کے اکثر نسخے، اردو ۱ اور دوسرے مطبوعه نسخے "فی ھجرک"۔ مہیش، خطوط۔ دیوان حافظ طبع مبارک علی، صفحه ۳۵۱ "من ھجرک" نیز طبع مطبوعات موسسات کبیر تہران صفحه ۳۰۱۔

۳۔ اصل کے کاتب کی ستم ظریفی ملاحظه کریں که "پڑھوا دیجیے" کا املا لکھا ھے: "پڑہوادیجی گا۔"

۴۔ اصل "شرافت والیکی" پھر یہی غلطی عود کے تمام نسخوں میں ھے۔ اردو ۱، مہیش مطابق متن۔

انتظار میں مجھ کو خط نہ لکھ سکیں ۔ متر ّصد ہوں[1] کہ اس اپنے خط کا جواب جلد پاؤں ۔

[صبح[2] سہ شنبہ ، ۲۲ اکتوبر[3] (۱۸۶۱ء)]
جواب کا طالب ، غالب ۔

ایضاً (خط نمبر ۳۷)

ناوک بیداد کا ہدف ، پیر خرف ، یعنے غالب آداب بجا لاتا ہے ۔ نوازش نامے کو دیکھ کر جانا کہ میں نے ''کمری[4] چند'' کے شعر پر خط بطلان کھینچ دیا ۔ یہ تو کوئی گمان نہ کرے گا کہ میں ''کمر'' کو کمر بند نہیں جانتا ۔ مع ہذا وہاں پہلے مصرع میں اگر کمر بمعنی کمر فرض کیجیے تو بھی تو شعر کاٹ ڈالنے کے قابل نہیں ۔ قصد کر کے بیٹھا تھا کہ اس شعر پر صاد

---

۱ ۔ مترصد : منتظر ، امید وار ۔

۲ ۔ اصل اور اردو وغیرہ میں یہ پوری سطر نہیں ۔ ہم نے یہ عبارت مہیش سے نقل کی ہے ۔

۳ ۔ اصل خط میں سنہ اور ماخذ قدیم میں تاریخ موجود نہیں ۔ مہیش پرشاد صاحب نے متن میں اصل خط سے 'سہ شنبہ ۲۲ ۔ اکتوبر'' اپنے حساب سے قوسین میں سنہ نقل کیا ہے ۔ تعجب ہے کہ ۶۱ء کا خط اور بیماری و تندرستی کے تذکرے سے خالی ؟ــــ(۲) اس خط میں مرزا اپنے تئیں اکسٹھ برس کا مظلوم بتا رہے ہیں ۔ اگر یہ اندازہ صحیح ہے تو اسے ۷۳ھ (۵۶ء) کا ہونا چاہیے ، مگر ۵۶ء میں ۲۲ ۔ اکتوبر کو چہار شنبہ تھا اور ۷۲ھ (۵۵ء) کی ۲۲ ۔ اکتوبر کو دو شنبہ ہوتا ہے ۔

۴ ۔ شفق کا کوئی شعر ہے جس میں ''کمری چند'' پر مرزا کے قلم سے غلطی کا نشان لگ گیا ۔ شفق نے اس سلسلے میں وجہ پوچھی تو مرزا عذر کر رہے ہیں ۔

کروں گا ، خدا جانے قلم سے خط کیوں کر کھنچ[1] گیا — اب حواس بجا نہیں ، حافظہ رہا نہیں ، اکثر الفاظ بے قصد لکھ جاتا ہوں ۔ ستر برس کی عمر ہوئی ، کہاں تک خرافت[2] نہ آئے ۔ اس شعر کا گنہ گار اور حضرت سے شرمسار ہوں ۔ معاف کیجیے گا[3] ۔
زیادہ حد ادب ۔

(پنج شنبہ[4] ۱۹ ذی‌الحجہ ، سال غفر)

ایضاً (خط نمبر ۳۸)

کیوں کر کہوں کہ میں دیوانہ نہیں ہوں ، ہاں اتنے ہوش باقی ہیں کہ اپنے کو دیوانہ سمجھتا ہوں ۔ واہ ، کیا ہوش مندی ہے کہ قبلۂ ارباب ہوش کو خط لکھتا ہوں ؛ نہ القاب ، نہ آداب ، نہ بندگی ، نہ تسلیم ۔

سن غالب ، ہم تجھ سے کہتے ہیں ، بہت مصاحب[5] نہ بن — اے ایاز حد خود بشناس ۔ مانا کہ تو نے کئی برس کے بعد رات[6] کو نو بیت کی غزل لکھی ہے اور آپ اپنے کلام پر وجد کر رہا ہے —

مگر یہ تحریر کی کیا روش ہے ؟ — پہلے القاب لکھ ، پھر

---

۱ ۔ اصل : ”کہچ“ ۔
۲ ۔ خرافت : بے عقلی ۔
۳ ۔ مہیش ، مبا ، عود ۲ ”گا“ ندارد ، متن مطابق اصل ۔
۴ ۔ اصل عود وغیرہ تاریخ ندارد ۔ مہیش نے یہ عبارت اصل خط سے نقل کی ہے ۔
سال غفر یعنی ۱۲۷۸ھ مطابق ۲۹ جون ۱۸۶۲ء ۔
۵ ۔ اصل ”بہت مصاحبت نہ بن ۔“
۶ ۔ اردو ۱ : رات کو“ ندارد ۔

بندگی عرض کر ، پھر ہاتھ جوڑ کر مزاج (مبارک[1]) کی خبر[2] پوچھ ، پھر عنایت نامے کے آنے کا شکر ادا کر (۵۳) اور یہ کہہ کہ جو میں تصور کر رہا تھا وہ ہوا ۔ یعنے جس دن صبح کو میں نے خط بھیجا ، اسی دن اخیر روز حضور کا فرمان پہنچا ۔ معلوم ہوا کہ حرارت ہنوز باقی ہے ، انشاءاللہ تعالیٰ رفع ہو جائے گی ، موسم اچھا آ گیا ہے :

شعر[3]

گرمی از آب بروں رفت و حرارت ز ہوا
محمل مہر جہاں تاب بہ میزاں آمد

اگر صرف تبرید و تعدیل سے کام نکل جائے تو کیا کہنا ہے ، ورنہ بحسب رائے طبیب تنقیہ کروائیے[4] ۔

مجھ کو بھی آج دسواں منضج ہے ، پانچ سات دن کے بعد مسہل ہوگا[5] ۔ شب کو ناگاہ ایک زمین[6] نئی خیال میں آئی ، طبیعت نے راہ دی ، غزل تمام کی ۔ اسی وقت سے یہ خیال میں تھا کہ کب صبح ہو اور کب یہ غزل نواب صاحب کو بھیجوں ۔

---

۱ - مہیش : ''مزاج مبارک کی'' اصل ، اردو ، عود کے زیر نظر ایڈیشن میں ''مزاج کی ۔''

۲ - اصل : ''خیر پوچھ ۔''

۳ - مہیش 'شعر' 'ندارد' اردو ، '' '' اصل مطابق متن ۔
ترجمہ : پانی سے اور ہوا سے گرمی رخصت ہوگئی کیونکہ آفتاب عالم تاب کی سواری برج میزان میں آ گئی ــــ کنوار کا مہینہ شروع ہو گیا ۔

۴ - اردو ، مہیش : ''کر ڈالیے''۔

۵ - اردوے معلیٰ ، یہیں ختم ہے ۔

۶ - مہیش : ''ایک نئی زمین خیال میں آئی

خدا کرے آپ پسند کریں اور میرے قبلہ جناب میر[1] امجد علی صاحب کو سنا دیں ، اور میرے شفق منشی نادر حسین خان صاحب اور اُن کے بھائی صاحب اس کو پڑھیں - پروردگار اس مجمع کو سلامت رکھے -

غزل

اے ذوق نواسنجی ، بازم[2] به خروش آور
غوغاے شبیخونی ، بربنگہِ هوش آور
گر خود نه جہد از سر ، از دیده فروبارم
دل خوں کن و آں خوں را در سینه بجوش آور
اے همدم فرزانه ، دانی ره ویرانه
شمعے که نخواهد شد از باد خموش ، آور
شورابۂ ایں وادی تلخ ست، اگر رادی
از شہر به سوۓ من ، سر چشمۂ نوش آور

---

۱ - مہیش پرشاد صاحب کہتے ہیں که اصل خط میں مرزا نے ''واجد علی'' لکھا ہے ، شاید عود میں اصلاح کر دی گئی -

۲ - اصل : ''نازم''—''که خود نه جهد'' متن مطابق کلیات - مہیش ''گر خود بجهد'' عود ۱۹ء ''از دیده فرو بارش'' -

ترجمۂ غزل :

(۱) اے ذوق شاعری! مجھے پھر جوش دلا دے ، هوش و خرد کے ساز و سامان پر هنگامۂ شب خون لے آ (۲) اگر خون سر سے نه نکلے تو آنکھوں سے برساؤں - تو صرف یه کر که دل کو خون کرکے اسے سینے میں طوفانی بنادے - (۳) اے دانش مند همدم ! تجھے ویرانے کا راسته بھی معلوم ہے ؟ وه شمع لا جو هوا سے بجھ نه سکے -

(۴) اس (عشق) کی وادی کا پانی بڑا شور ہے - اگر تو سخی و

باقی صفحه ۱۴۱ پر

دانم کہ زرے داری ، ہر جا گزرے داری
مے گر نہ‌دهد سلطاں ، از بادہ فروش آور
گر مغ بہ کدو ریزد ، بر کف نہ و راهی شو
ور شہ بہ سبو بخشد بردار و بہ دوش آور
ریحاں دمد از مینا ، رامش چکد از قلقل
آں در رہ چشم افگن ، ویں از پئے گوش آور
گاهے بہ سبک دستی ، زاں بادہ ز خویشم بر
گاهے بہ سیہ مستی از نغمہ بہ هوش آور
غالب کہ بقایش باد ، همپاے تو گر ناید
بارے ، غزلے ، فردے زاں موینہ پوش آور

(روان[۲] داشتۂ ، پنجشنبہ ، ۲۱ محرم ۱۲۷۲ھ و ۴ ماہ اکتوبر سنہ ۱۸۵۵ء)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۰ :
با همت ہے تو شہر سے میرے لیے ایک شہد کا چشمہ نکال دے ۔ (۵) مجھے معلوم ہے کہ تیرے پاس دولت ہے ، ہر جگہ رسائی بھی ہے ، پھر اگر بادشاہ سے شراب نہ ملے تو بادہ فروش سے لے آ ۔ (۶) اصل ''گرمے بہ کدو ریزد'' مہیش و کلیات—پیر میخانہ کدو (فقیروں کا کاسہ) میں انڈیل دے تو اسے ہاتھوں پر لیے آگے بڑھ جاؤ ، اور اگر شہ سبو عطا کرے تو کاندھے پر رکھ کر اٹھالاؤ ۔ (۷) مینا صراحی سے سبزہ (ریحان) اور قلقل سے نغمہ پیدا ہو رہا ہے اس لیے اسے (سبزے کو) نگاہوں کے سامنے اور اسے (نغمے کو) کانوں کے لیے لیتا آ ۔ (۸) کبھی اپنی تیز دستی سے اس شراب کے ذریعے مجھے بے قابو کر دے ، کبھی سیہ مستی کے ذریعے اپنے نغموں سے مجھے هوشیار کر دے ۔ (۹) غالب کو خدا زندہ رکھے ، اگر وہ تمہارے ساتھ نہ آسکے تو اس کمبل پوش کی کوئی غزل
(باقی صفحہ ۱۴۲ پر)

ایضاً (خط نمبر ۳۹)

للہ الشکر کہ پیر و مرشد کا مزاج اقدس بخیر و عافیت ہے۔ پہلے نوازش‌نامے کا جواب با آنکہ وہ مشتمل ایک سوال پر تھا ، ہنوز نہیں لکھنے پایا کہ کل اور[1] ایک مکرمت نامہ آیا۔ بندہ عرض کرچکا ہے کہ مسہل میں ہوں ، چنانچہ کل تیسرا مسہل ہوگا۔ اس سبب سے اس توقیع کا پاسخ نگار نہ ہو سکا تھا ، اور[2] لکھتا بھی تو یہی لکھتا جو آپ نے لکھا ہے (۵۴)۔

'ارِنی' کی 'رے' کی حرکت و سکون کے باب میں قول فیصل یہی ہے جو حضرت نے لکھا ہے۔ اگر تقطیع شعر مساعدت کر جائے اور 'ارنی' بروزن '-چمنی' ، گنجائش پائے تو نعم‌الاتفاق ، ورنہ قاعدۂ تصرف مقتضیِ جواز ہے۔ مرزا عبدالقادر بیدل :

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۱ :)

یا بیت ہی لیتے آنا—(یہ غزل کلیات ، ص ۴۶۰ میں ہے)۔

۲۔ اصل و عود ندارد ، مہیش صفحہ ۱۳۱ سے نقل ہے۔ مہیش پرشاد کو اصل خط دستیاب ہو گیا تھا۔ خطوط صفحہ ۳۵۲ میں انگریزی تاریخ قوسین میں ہے اور ۲ اکتوبر ۱۸۵۵ء ہے جو غلط ہے۔

۱۔ یہ عبارت ذرا گڑ بڑ ہے۔ اصل اور اردو میں اختلاف ہے۔ اصل و نارائنی میں ہے : "کل اور ایک مکرمت نامہ آیا" اردو ۱ ، اور مہیش میں ہے : "کل ایک اور مکرمت نامہ آیا"۔ عود کے تمام نسخے یکساں۔ خطوط میں "اور نہ" طبع اول میں نہ "ایک" کے بعد ہے۔

۲۔ اصل "اور لکھتا ہے تو ہے لکھتا" نارائنی "اور لکھنا ہی تو ہی لکھنا ہے" باقی نسخوں میں مطابق متن۔

شعر

چو رسی[1] به طور همت، ارنی مگو و بگزر
که[2] نیرزد این تمنا بجواَب 'لن ترانی'

اسداللہ بیگ غالب، شعر

[3]رفت آنکه ما ز حسن مدارا طلب کنیم
سر رشته در کف 'ارنی گوے طور، بود

زوائد سے فارغ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ ہائے کیا غزل لکھی ہے! قبلہ آپ فارسی کیوں نہیں کہا کرتے؟ کیا پاکیزہ زبان ہے! اور کیا طرز بیان ہے! کیا میں سخن ناشناس اور نا انصاف ہوں کہ ایسے کلام کی حک و اصلاح پر جرأت کروں؟

مصرع[4]

چه حاجت است بمشاطه روے زیبا را

ہاں ایک جگہ آپ تحریر میں سہو کر گئے ہیں:

---

۱ - جب طور ہمت پر پہنچو تو 'ارنی' (مجھے جلوہ دکھا دے) نہ کہو اور آگے بڑھ جاؤ، کیونکہ یہ تمنا 'لن ترانی' (مجھے نہیں دیکھ سکتے) کا جواب سننے کے قابل نہیں—بلند ہمتی یہ ہے کہ بام یار اور منزل مقصود پر پہنچنے کے بعد بھی جھکو نہیں۔
۲ - اصل، نارایِنی: ''کمترزد'' - اس سے پہلے ''وبگزرد'' کو عود ۲
۱ ۴ - خطوط میں ''بگو وبگریز'' ہے - (اردوے معلی ''مگریز'')
۳ - وہ وقت گزر گیا جب ہم حسن سے تمناے خوش اخلاق کرتے؟ جس وقت 'ارنی' کہی گئی اس وقت معاملات موسیٰ ''ارنی گوئے بلندی طور'' کے ہاتھوں میں تھے، اب کسی اور کا عہد ہے۔
۴ - دونوں جگہ اصل و نارایِنی و نول کشور میں ''مصرعہ'' ہے، اور اردو میں ' ' مہیش و خطوط بلا علامت۔

مصرع

اے مطرب جادو فن ، بازم رہ ہوشم زن

دو میم آپڑے ہیں ، ایک میم محض بیکار ہے ، "دیگر" کی جگہ آپ "بازم" لکھ گئے ہیں :

اے مطرب جادو فن دیگر رہ ہوشم زن

اب دیکھیے اور صاحبوں کی غزلیں کب آتی ہیں ؟ اتنی عنایت فرمائیے گا کہ ہر صاحب کے تخلص کے ساتھ اُن کا اسم مبارک اور کچھ حال رقم کیجیے گا - زیادہ حد ادب -

(نگاشتۂ[۱] پنجشنبہ ، ششم صفر سنہ ۱۲۷۲ھ و ہژدہم اکتوبر سنہ ۱۸۵۵ء از اسداللہ)

ایضاً (خط نمبر ۴۰)

پیر و مرشد !

یہ خط لکھنا نہیں ہے ، باتیں کرنی ہیں اور یہی سبب ہے کہ میں القاب و آداب نہیں لکھتا -

خلاصہ عرض کا یہ ہے کہ آج شہر میں بدرالدین علی خان کا نظیر نہیں ، پس مُہر اور کون کھود سکے گا ؟ ناچار میں نے آپ کا نوازش نامہ جو میرے نام تھا ، وہ اُن کے پاس بھیج دیا - اُنھوں نے رقعہ میرے نام کا آج بھیجا ، سو وہ رقعہ حضرت کی خدمت میں بھیجتا ہوں - میں نہیں سمجھتا کہ قسم دوم پکھراج کی کیا ہے - آپ اس کو سمجھ لیں گے اور نگیں بہ احتیاط ارسال

---

۱ - اصل و عود کے نسخوں میں نہیں - مہیش صاحب نے یہ عبارت و تاریخ اصل خط سے نقل کی ہے -

فرماویں - روپے کے بھیجنے کی ابھی ضرورت نہیں ہے ، جب میں عرض کروں تب بھیجیے گا -

تعجب ہے کہ جناب میر امجد علی صاحب قلق کا اس خط میں سلام نہ تھا - متوقع ہوں کہ چھاپے کے قصیدے اُن کو سنائے جاویں اور میری بندگی (۵۵) کہی جائے -

جناب منشی نادر حسین خان صاحب کو میرا سلام بہ صد ہزار اشتیاق پہنچے -

([۱]مرقومۂ یکشنبہ ، ۲۹ جون ، سنہ ۱۸۵۶ع ، از غالب)

ایضاً (خط نمبر ۴۱)

قبلہ و کعبہ !

وہ عنایت نامہ جس میں حضرت نے مزاج کی شکایت لکھی تھی ، پڑھ کر بے چین ہو گیا ہوں اور عرض کر چکا ہوں کہ مزاج کا حال مفصل لکھیے - چونکہ آپ نے کچھ نہیں لکھا تو اور زیادہ مشوش ہوں - نسخۂ رفع تشویش یعنے شفقت نامہ جلد بھیجیے -

جناب منشی نادر حسین خان صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں ، حضرت میر امجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں - متوقع ہوں کہ ان دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام پہنچے اور آپ ان کی خیر و عافیت لکھیں -

کبوتروں کا نسخہ جیسا کہ میرے پاس آیا ، بجنسہ ارسال کرتا ہوں -

---

۱ - یہ عبارت اردو اور عود کے نسخوں میں نہیں ہے ، مہیش میں ہے - اس سلسلے میں خط ۳۳ بھی دیکھیں -

آپ کو معلوم ہوگا کہ میرن[1] صاحب نے انتقال کیا ۔ یہ چھوٹے بھائی تھے مجتہدالعصر[2] لکھنو کے ۔ نام اُن کا سید حسین

---

۱ ۔ جناب میرن صاحب ، سیدالعلماٗ سید حسین بن سید دلدار علی ۔ جناب سلطان العلماٗ معروف بہ مجتہدالعصر (بڑے قبلہ و کعبہ) کے چھوٹے بھائی ۱۴ ۔ ربیع الثانی ۱۲۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔ سترہ سال کی عمر میں کمالات علمی و عملی پر فائز ہوئے۔ زہد و اخلاق ، تقویٰ اور انسان دوستی ، اقتدار و عظمت کا مجموعہ تھے ۔

فقہ و تفسیر ، مناظرہ و حدیث میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے ۔ شب و روز عبادت و درس کے علاوہ کوئی مشغلہ نہ تھا ۔ بادشاہ ، فقیر و امیر ، علماٗ و طلباٗ سب یکساں احترام کرتے تھے ۔ پورے ہندوستان سے مسائل آتے اور آپ جواب لکھتے تھے ۔ ہر شخص سے اس طرح ملتے تھے کہ وہ آپ کو اپنا عزیز سمجھتا تھا ۔ متعدد کتابوں کے مصنف و مؤلف ہیں ۔

۱۸ ۔ صفر ۱۲۷۳ھ میں لکھنو ہی میں انتقال فرمایا اور اپنے والد کے امام باڑے میں دفن ہوئے ۔

غالب سے آپ کی مراسلت تھی ۔ بہادر شاہ کے شیعہ ہونے اور شاہ اودھ سے وظیفہ حاصل کرنے کے سلسلے میں غالب نے آپ سے مدد لی تھی ۔

(دیکھیے 'ورثۃ الانبیا' عربی ۔'تذکرہ بے بہا' اردو ، صفحہ ۱۲۴—۱۲۸)

۲ ۔ مجتہدالعصر ، سید محمد بن غفران مآب سید دلدار علی ۔ ۱۷ صفر ۱۱۹۷ھ لکھنو میں ولادت پائی ۔ علوم ظاہری و باطنی ، فنون ریاضت باطنی و ظاہری کے ماہر ، نیک نفس ، بلند حوصلہ ، سخی و عادل ۔ حضرت امجد علی شاہ اودھ نے آپ کو قاضی القضاۃ اودھ قرار دیا اور سلطان العلماٗ کا خطاب دیا اور انتہائی فرماں برداری کا مظاہرہ کیا ۔ آپ نے اودھ کی حکومت اور حکم ران کو اسلامی حکومت و حکمران بنادیا ۔ باقاعدہ زکوٰۃ و خمس ، عدل و انصاف پر عمل ہوتا تھا ۔ مقامات مقدسہ مکہ و مدینہ و کربلا و نجف میں

(باقی صفحہ ۱۴۷ پر)

اور خطاب سیدالعلماؑ ۔ نقش نگین ''میر حسین ابن علی'' میں نے ان کی رحلت کی ایک تاریخ پائی ، اس میں پانچ بڑھتے ہیں ، یعنے ۱۲۷۸ ہوتے تھے ، تخرجه نئی روش کا میرے خیال میں آیا ، میں تو جانتا ہوں اچھا ہے ، دیکھوں آپ پسند فرماتے ہیں یا نہیں :

قطعه

''حسین ابن علی'' آبروے علم و عمل

که سید العلماؑ نقش خاتمش بودے

نماند و ماندے اگر زنده پنج سال دگر

'غم حسین علی' سال ماتمش بودے

زیاده حد ادب ۔

(عرضداشت[1] جواب طلب ، دو شنبه ، به حساب تقویم یازدهم و از روے رویت دهم[2] ربیع الاول سنه ۱۲۷۳ھ) ۔

(بقیه حاشیه صفحه ۱۴۶) :

امدادی رقوم بھجوائیں ۔ تقریباً پچاس کتابوں کے مصنف و مؤلف ہیں ۔ بہادر شاہ نے اپنے تشیع کا اظہار آپ ہی کے نام عریضه لکھ کر کیا تھا جو چھپ چکا ہے ۔ (دیکھیے میرا مقاله ''عہد مغل میں عزاداری'' 'رضا کار' محرم نمبر ۱۳۷۸ء ۔ نیز رساله 'علم حیدری' از حیدر شکوه ۔ در بے بہا ، صفحه ۳۳۸) ۔

۲۲ ربیع الثانی ۱۲۸۴ء میں انتقال فرمایا اور امام باڑہ غفران مآب میں سپرد خاک ہوئے ۔

۱ ۔ یه عبارت عود و اردو ۱ میں نہیں ہے ۔ ہم نے خطوط غالب از مہیش سے نقل کی ہے ۔

۲ ۔ ۱۰ نومبر ۱۸۵٦ء ۔

ایضاً (خط نمبر ۴۲)

پیرو مرشد ! معاف کیجیے گا
میں نے جمنا کا کچھ[1] نہ لکھا حال

یہاں کبھی کسی نے اس دریا کی کوئی حکایت ایسی نہیں کی کہ جس سے استبعاد[2] اور استعجاب پایا جائے ۔ پرسشن کے بعد بھی کوئی نئی بات نہیں سنی ۔

سنیے تو سہی ! موسم کیا ہے ؟ گرمی ، جاڑا ، برسات تین فصلیں اکھٹی ، تگرگ[3] باری علاوہ ۔ اگر ایک بحر رواں کی حقیقت متغیر ہو جائے تو محل استعجاب کیوں ہو ؟ اور یہ بات کہ دلی میں تغیر نہ ہو اور پورب میں ہو ، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں جمنا بانفراد بہہ رہی ہے اور وہاں کہیں ''کین'' کہیں اور ندی ، کہیں گنگا باہم مل گئی ہیں ۔ مجمع البحار ہے ۔ ۱۲

حضرت نے خوب وکالت کی ، مولانا قلق سے تقصیر میری معاف نہ کروائی ۔ (۵۶) کہہ دو گے کہ گناہ معاف ہو گیا ، میں بغیر سارٹیفکٹ کے کب مانوں گا ۔

یہ دن مجھ پہ برے گزرتے ہیں ، گرمی میں میرا حال بعینہ وہ ہوتا ہے جیسا زبان سے پانی پینے والے جانوروں کا ، خصوصاً اس تموز میں کہ غم وہم کا ھجوم ہے :

---

۱ ۔ عود ، ۱۴۱ ، مبا ''میں نے جمنا کا کچھ حال نہیں لکھا'' متن مطابق اصل وغیرہ ۔ گویا شعر موزوں ہوگیا ۔
۲ ۔ استبعاد : دور از خیال ۔ استعجاب ۔ تعجب خیز ۔
۳ ۔ تگرگ : اولا ۔

شعر

آتش دوزخ میں یہ گرمی کہاں ؟
سوزِ غم ہائے نہانی اور ہے

(یوم[1] الخمیس ، ۲۹ - ذی الحجہ (۱۲۷۶ھ) ،
(مرگ کا طالب غالب)

ایضاً (خط نمبر ۴۳)

حضرت پیر و مرشد !

اگر آج میرے سب دوست اور عزیز یہاں فراہم ہوتے ، اور ہم اور وہ باہم ہوتے تو میں کہتا کہ آؤ اور رسم تہنیت بجا لاؤ - خدا نے پھر وہ دن دکھایا کہ ڈاک کا ہرکارہ انورالدولہ کا خط لایا : ع

[2]این کہ می بینم ، بہ بیداریست ، یا رب ! یا بہ خواب ؟

منہ[3] پیٹتا ہوں اور سر پٹکتا ہوں کہ جو کچھ لکھا چاہتا ہوں ، نہیں لکھ سکتا ہوں - الٰہی ! حیاتِ جاودانی نہیں مانگتا ، پہلے انورالدولہ سے مل کر سرگزشت بیان کروں ، پھر اس کے بعد مروں -

---

۱ - جمعرات ، ۱۹ جولائی ۱۸۶۰ء مہیش - اصل ندارد ، لیکن سنہ اصل خط میں نہیں ہے - مہیش پرشاد نے تاریخ آغاز خط میں نقل کی ہے - گویا غالب نے تاریخ آخر میں نہیں لکھی مگر ہم نے عود کی زیادہ سے زیادہ مطابقت اور تاریخوں کی جگہ ایک ہی رکھنے کے خیال سے آخر میں اضافہ کیا ہے -
۲ - خدایا یہ جو نظر آ رہا ہے ، یہ عالم بیداری ہے یا خواب ہے -
۳ - اصل ، اردو ۱ ، نارائنی ، ''مونہہ'' -

روپے[1] کا نقصان اگرچہ جان کاہ ہے اور جان گزا ہے ، پر به موجب "تلف المال[2] خلف العمر" عمر فزا ہے ۔ جو روپیہ ہاتھ سے گیا اس کو عمر کی قیمت جانیے اور ثباتِ ذات و بقائے عرض و ناموس کو غنیمت جانیے ۔ اللہ تعالیٰ حضرت[3] وزیر اعظم کو سلامت رکھے اور اس خاندان کے نام و نشان اور عز و شان کو بر قرار تا قیامت رکھے !

میں نے گیارھویں مئی ۱۸۵۷ء سے اکتیسویں جولائی ۱۸۵۸ء تک[4] کی روداد نثر میں به عبارت فارسی نا آمیختہ به عربی لکھی ہے اور وہ پندرہ سطر کے مسطر سے چار جزو کی کتاب آگرے کو مطبع مفید الخلائق[5] میں چھپنے کو گئی ہے ؛ 'دستنبو' اُس کا نام رکھا ہے اور اس میں صرف اپنی سرگزشت اور اپنے مشاهدے کے بیان سے کام رکھا ہے ۔ بعد چھپ جانے کے وہ نسخہ حضرت کی نظر سے گزرانوں گا اور اُس کو ہم سخنی اور

---

۱ ۔ جناب مہر صاحب لکھتے ہیں :
غالباً یہ غدر کے نقصان کی طرف اشارہ ہے اور وزیر اعظم سے مراد شفق کے والد ہیں ۔

۲ ۔ عربی مثل ہے جیسے ہمارے یہاں ہے "جان کا صدقہ مال" ۔

۳ ۔ اردو ۱ "حضرت" ندارد ۔

۴ ۔ غالب نے میر مہدی مجروح کو لکھا ہے : "بھائی میں نے ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء سے اکتیسویں جولائی ۱۸۵۸ء تک کا حال لکھا ہے اور خاتمے میں اس کی اطلاع دے دی ہے (دیکھیے دستنبو، طبع ۲، ص ۵۳) .... کیا کرتا اگر تحریر موقوف نہ کرتا ، منشی امید سنگھ اندور جانے والے تھے ۔ اگر ختم کرکے مسودہ ان کے سامنے آگرے نہ بھیج دیتا تو پھر چھپواتا کون ؟" (اردو ۱ ، صفحہ ۱۸۹) ۔

۵ ۔ اصل ، نارایني ، عود ۲ ، مبا ، "مفیدالاخلاق" عود ۱، ۳ ، مفید خلائق ، خطوط "مفید الخلاق" متن مطابق اردو ۱ ، مہیش ۔

هم زبانی جانوں گا ۔

جناب میر امجد علی صاحب کا جو آپ کے خط میں ذکر نہیں آیا ہے ، تو اس خیرخواہ احباب کا دل گھبرایا ہے ۔ اب کے جو خط لکھیے تو اُن کی خیریت بہ ہر نمط لکھیے ۔

اُن کو بندگی اور جناب منشی نادر حسین خان صاحب کو سلام پہنچے ۔

(۱۸۵۸ء[۳])

ایضاً (خط نمبر ۴۴)

پیر و مرشد !

ایک نوازش نامہ آیا اور 'دستنبو' کے پہنچنے کا مژدہ پایا ۔ اُس کا جواب یہی ہے کہ کار پردازان (۵۷) ڈاک کا احسان مانوں اور اپنی محنت کا رایگان نہ جانا یقین جانوں ۔ چند روز کے بعد ایک عنایت نامہ اور پہنچا ، گویا ساغر التفات کا دوسرا دور پہنچا ۔

---

۱ ۔ مہیش اور مہر صاحب نے اکتوبر ۵۸ء لکھا ہے ۔ ۱۸۵۸ء تو خیر صاف ہے لیکن اکتوبر میں مجھے شبہ ہے کیونکہ مجروح کے خط (مذکورہ بالا) میں یہ تو ضرور لکھا ہے کہ اسی اکتوبر میں قصہ تمام ہو جائے ، مگر پیش نظر خط سے ملتا جلتا خط لکھتے ہوئے مجروح ہی کو لکھا ہے : "کتاب کا نام 'دستنبو' رکھا گیا ہے ، آگرے مین چھاپی جاتی ہے ۔ ۷ ستمبر ۵۸ھ ۔" میرا خیال ہے کہ یہ خط بھی ستمبر ہی کا ہے ؟ ورنہ کتاب کی تیاری کا ذکر ضرور کرتے ۔

اب ضرور آ پڑا کہ کچھ حال اس ''ستارۂ دم دار[۱]'' کا لکھوں ؛ چنانچہ جس وقت سے وہ خط پڑھا ہے ، سوچ رہا ہوں کہ کیا لکھوں ؟ چونکہ بہ سبب فقدان اسباب ، یعنے عدم رصد[۲] و کتاب کچھ نہیں کہا جاتا ہے ، ناچار میرزا صائب کا مصرع زبان پر آ جاتا ہے : مصرع

ازیں ستارۂ دنبالہ دار می ترسم[۳]

یہ مطلع ہے اور پہلا مصرع ہے :

ز خال گوشۂ ابروے یار می‌ترسم

کیا آپ مجھ کو بے ہنری اور ہیچمیرزی[۴] میں صاحب کمال نہیں جانتے ؟ اور اس عبارت فارسی کو میرا مصداق حال نہیں جانتے : ''پیش ملا طبیب و پیش طبیب ملا ، پیش ہیچ ہردو و پیش ہردو ہیچ[۵]۔'' ۱۲

آرائش مضامین شعر کے واسطے کچھ تصوف ، کچھ نجوم لگا رکھا ہے ورنہ سوائے موزونی طبع کے یہاں اور کیا رکھا ہے ۔

---

۱ ۔ موجودہ فلکیات کے ماہرین اس تارے کو مستقل ستارہ اور شمسی نظام سے قریبی تعلق رکھنے والا جرم سمجھتے ہیں جو سینکڑوں کی تعداد میں محور کے گرد چکر لگاتے ہیں ۔ یہ ایک انتہائی روشن جرم ہے جس کی شعاعیں فضا میں جھاڑو کی طرح کبھی کبھی نظر آتی ہیں ۔

۲ ۔ رصد : ستاروں کی رفتار و احوال دیکھنے کا مکان و سامان ۔

۳ ۔ (۱) اس دم‌دار تارے سے ڈرتا ہوں (۲) یعنے ابروے یار کے (لمبے) گوشے سے ۔

۴ ۔ ہیچمیرزی : بے قیمتی ،

۵ ۔ ملا کے سامنے طبیب ، طبیب کے سامنے مولانا صاحب بنے ، اگر دونوں نہ ہوں تو ملا بھی اور طبیب بھی ، اور اگر دونوں ہوں تو کچھ بھی نہیں ۔

بہر حال ، 'علم نجوم' کے قاعدے کے موافق جب زمانے کے مزاج میں فساد کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں ، تب سطح فلک پر یہ شکلیں دکھائی دیتی ہیں - جس برج میں یہ نظر آئے اُس کا درجہ[1] و دقیقہ دیکھتے ہیں ، پھر ذو ذنابہ کا ممر اور طریقہ دیکھتے ہیں ، ہزار طرح کی چال ڈالتے ہیں ، تب ایک حکم نکالتے ہیں -

شاہ جہاں آباد میں بعد غروب آفتاب ، افق غربی شہر پر نظر آتا تھا اور چوں کہ اُن دنوں میں آفتاب اول میزان[2] میں تھا تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ صورت عقرب میں ہے - درجے اور دقیقے کی حقیقت نا معلوم رہی ، بہت دن شہر میں اس ستارے کی دھوم رہی - اب دس بارہ دن سے نظر نہیں آتا ، وہاں شاید اب نظر آیا ہے جو آپ نے اس کا حال پوچھا ہے - بس میں

---

۱ - اصطلاح نجوم میں :

درجہ : آسمان پر متعدد دائرے فرض کیے گئے ہیں - ان میں سے ایک دائرۃالبروج ہے - اس دائرے کے بارہ حصے ہیں ، ہر حصہ 'برج' کہلاتا ہے - سیارے ان برجوں میں داخل ہوتے اور اسی راستے پر دورہ کرتے ہیں - دائرے میں تیس درجے ہیں جن سے مہینہ ، پھر درجے کے حصے دقیقوں اور ہر دقیقے کے چھ سو ثانیے فرض کیے گئے ہیں -

ذوذنابہ : وہ تارہ جو جھاڑو کی طرح نظر آتا ہے ، بشرطیکہ اس کی شعاعیں مشرق کی طرف ہوں - اگر شعاعیں مغرب کی طرف ہوں تو ذوذوابہ ہے - یہ ستارہ منحوس فرض کیا گیا ہے، خون اور تباہی کی علامت ہے - ممر : راستہ (عود ۱۴ ، "حمر") -

طریقہ : چاند کا برج میزان کے پندرہ سے انیس درجے تک کی مسافت طے کرنا جو ہبوط کا محل ہے - اور تیسرے درجے تک جو ہبوط قمر کی جگہ ہے—آسی -

(بقیہ صفحہ ۱۵۴)

اتنا جانتا ہوں کہ یہ صورتیں قہر الٰہی کی ہیں اور دلیلیں ملک کی تباہی کی۔قران النحسین ، پھر کسوف ، پھر خسوف ، پھر یہ صورت پر کدورت ـــــ ؟ عیاذاً باللہ[1] و پناہ بخدا ۔

یہاں پہلی نومبر کو 'بدھ' کے دن حسب الحکم حکام کوچہ و بازار میں روشنی ہوئی اور سب کو کمپنی[2] کا ٹھیکہ ٹوٹ جانا اور قلمرو ہند کا پادشاہی عمل میں آنا سنایا گیا ۔ نواب گورنر جنرل لارڈ کیننگ بہادر کو ملکۂ انگلستان نے فرزند ارجمند خطاب دیا اور اپنی طرف سے نائب اور ہندوستان کا (۵۸) حاکم کیا۔ میں تو اس تہنیت[3] میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں ، چناں چہ بہ شمول 'دستنبو' نظر انور سے گزرا ہوگا :

شعر

تا نہال[4] دوستی کے بردھد حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم

اللہ ! اللہ ! اللہ !

(جمعہ[5] ، پنجم نومبر ۱۸۵۸ء -

[6]چرا گویم کہ نامہ از کیست ، خود می‌دانند کہ نامہ نگار کیست)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۳)

میزان : منطقۃ البروج کا ساتواں برج ۔ عقرب : آٹھواں برج ۔ قران النحسین : دو منحوس ستاروں کا اجتماع ۔ کسوف : سورج گہن ۔ خسوف : چاند گہن ۔

۱ ۔ اصل ، ناراینی ، اردو ۱ ۔ "عیاذ باللہ" ۔

۲ ۔ اصل "کنپنی" ، ناراینی "کننی" ۔ مالک رام نے معلوم نہیں جشن چراغاں کے، اکتوبر ۵۸ء میں کیسے لکھ دیا ہے ؟ (ذکر غالب ، صفحہ ۱۵۵) ۔

۳ ۔ یہ قصیدہ 'دستنبو' میں چھپا ہوا ہے ۔ کلیات نثر، صفحہ ۴۱۳ ۔

۴ ۔ اب تو ہم تخم محبت بو چلے ، دیکھیے یہ درخت کب پھل لاتا ہے ۔

حاشیہ نمبر ۵ اور ۶ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں

ایضاً (خط نمبر ۴۵)

پیر و مرشد! آداب

''تتمۂ غلط نامۂ قاطع برہان'' کو بھیجے ہوئے تین دن اور آپ کی خیر و عافیت مولوی حافظ عزیزالدین کی زبانی سنے ہوئے دو دن ہوئے تھے کہ کل آپ کا نوازش نامہ پہنچا۔

'قاطع برہان' کے پہنچنے سے اطلاع پائی۔

معتقدان ''برہان قاطع'' برچھیاں اور تلواریں پکڑ پکڑ کے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ ہنوز دو اعتراض مجھ تک پہنچے ہیں:

ایک تو یہ کہ ''قاطع برہان'' غلط ہے، یعنے یہ[1] ترکیب خلاف قاعدہ ہے۔ 'کلام' قطع کیا جاتا ہے، 'برہان' قطع نہیں ہو سکتی (ہے[2]) — لو صاحب! ''برہان قاطع'' صحیح اور

گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۵ اور ۶:

۵ - اضافہ از مہیش — لیکن یہ عجیب بات ہے کہ مرزا نے اوپر پہلی نومبر کو بدھ کا دن لکھا ہے اور یہاں اتوار پانچ کے بجائے جمعہ پانچ لکھا ہے، اس لیے پہلی نومبر کو بدھ کا دن نہ تھا، مرزا کو سہو ہوا کیونکہ مرزا نے ایک اور خط میں ۷ نومبر کو یک شنبہ لکھا ہے۔

۶ - میں یہ کیوں کہوں کہ خط کس کا ہے، آپ خود جانتے ہیں کہ خط لکھنے والا کون ہے'' — مہر صاحب نے یہ عبارت متن کے بجائے حاشیے میں لکھی ہے۔

۱ - اصل، نارائنی ''یہ''، مہیش ندارد۔

۲ - مہیش ''ہو سکتی ہے'' اصل وغیرہ ندارد۔

''قاطع برہان'' غلط[1]—مگر 'برہان' 'قطع' کی فاعل ہو سکتی ہے اور 'قطع' کا فعل آپ نہیں قبول کرتی ؟ — ''قاطع برہان'' میں جو 'برہان' کا لفظ ہے ، یہ مخفف 'برہان قاطع' ہے - 'برہان قاطع' کے رد کو قطع سمجھ کر ''قاطع برہان'' نام رکھا تو کیا گناہ ہوا ؟

دوسرا ایراد یہ ہے کہ :

مصرع

با انگلیسیاں[2] ستیز بے جا

''انگلس'' کا نون تلفظ میں نہیں آتا - میں پوچھتا ہوں کہ خدا کے واسطے 'انگلش' اور 'انگریز' کا نون بہ اعلان کہاں ہے ؟ اور اگر ہے بھی تو ضرورت شعر کے واسطے لغات عربی میں سکون و حرکت کو بدل ڈالتے ہیں - اگر 'انگلش' کے نون کو غنہ کر دیا تو کیا گناہ ہوا - ۱۲

وہ ورق چھاپے کا جو آپ کے پاس بھیجا[3] ہے ، اس کو غلط نامۂ شاملہ کے بعد لگا کر جلد بندھوا لیجیے گا - ۱۲

حضرت ! کیوں اپنے[4] مراسلے اور میرے مکتوب کا حال

---

۱ - اعتراض یہ ہے کہ 'برہان' کی اضافت 'قاطع' کی طرف درست ، لیکن انھیں معنوں میں 'قاطع برہان' غلط ہے - مفتی محمد عباس صاحب قبلہ نے ایک خط میں اس شبہے کو حل کیا ہے -

۲ - اصل ''انگلشیاں'' نیز ''انگلش'' ، نارا ینی ادبی ، عود ۲ انگلستان ، مبا ''انگلش کا نون''—قاطع برہان صفحہ ۱ سطر ٦ -
چون کرد سپاہ ھند درھند با انگلسیاں ستیز بے جا

۳ - مہیش ''پہنچا'' اور تمام نسخے، اردو ، خطوط عود ، نول ، عود ۱ ، نارا ینی مطابق اصل -

۴ - عود نول ، مبا ، ''آپ نے مراسلہ'' -

پوچھا :

مصرع

این هم که جوابے نه نویسند جواب است

سمجھ لو اور چپ رھو -

میں نے مانا که جس کو تم نے لکھا ھے وہ لکھے گا که میں نے مختار سے پوچھا ، اس نے یوں کہا ، پھر میں نے یوں کہا ، اب یه بات قرار پائی ھے ، تو اس تقریر کو حضرت ھی باور کریں گے ، فقیر کبھی نه مانے گا -

ایک حکایت سنو !

امجد علی شاہ[1] کی سلطنت کے آغاز میں ایک صاحب میرے نیم آشنا ، یعنے خدا جانے کہاں کے رھنے والے ، کسی زمانے میں وارد اکبر آباد ھوئے تھے ، کبھی کہیں کے تحصیل‌دار بھی ھو گئے‌تھے (۵۹)، زبان آور اور چالاک ؛ اکبر آباد میں نوکری کی جستجو کی ، کہیں کچھ نه ھوا ؛ میرے ھاں دو ایک بار آئے تھے ، پھر وہ خدا جانے کہاں گئے - میں دلی آ رھا -

---

۱ - امجد علی شاہ ، اودھ کے بادشاہ جو ۵ - ربیع الاول ۱۲۵۸ھ میں تخت نشین ھوئے اور ۲۶ - صفر ۱۲۶۳ھ میں انتقال فرمایا - بڑے دین دار ، علم دوست اور علماء پرور حکم ران تھے -

بعض حضرات کو عبارت سے اشتباہ ھو سکتا ھے که امجد علی شاہ کی سلطنت کے آغاز میں ایک صاحب دلی آئے ، پھر انھیں نے بیس برس بعد عہد امجد علی شاہ میں مرزا کو خط لکھا ؟ بات یه ھے که مرزا امجد علی شاہ کے لیے قصیدہ اور ان صاحب کے لیے مہر کھدوانے کا قصه لکھنا چاھتے تھے - پہلا جمله لکھ کر وہ ''ایک صاحب'' کی ملاقات کا ذکر کرنے لگے اور عبارت کے پہلے اور آخری جملے میں ربط نه رھا -

کم و بیش بیس برس ہوئے ہوں گے ، امجد علی شاہ کے عہد میں ان کا خط ناگاہ مجھ کو بہ سبیل ڈاک آیا ۔ چوں کہ آن دنوں میں دماغ درست اور حافظہ برقرار تھا ، میں نے جانا کہ یہ وہی بزرگ ہیں ، خط میں مجھ کو پہلے یہ مصرع لکھا :

مصرع[1]

از بخت شکر دارم و از روزگار ہم

آپ سے جدا ہو کر بیس برس آوارہ پھرا ، جے پور میں نوکر ہو گیا ، وہاں سے دو برس کے بعد کہاں گیا ؟ اور کیا کیا ؟ اب لکھنؤ آیا ہوں ، وزیر سے ملا ہوں ، بہت عنایت کرتے ہیں ، بادشاہ کی ملازمت انھیں کے ذریعے سے حاصل ہوئی ہے ۔ بادشاہ نے 'خانی' اور 'بہادری' کا خطاب دیا ہے ، مصاحبوں میں نام لکھا ہے ۔ مشاہرہ[2] ابھی قرار نہیں پایا ۔ وزیر کو میں نے آپ کا بہت مشتاق کیا ہے ۔ اگر آپ کوئی قصیدہ حضور کی مدح میں اور عرضی یا خط جو مناسب جانیں ، وزیر کے نام لکھ کر میرے پاس بھیج دیجیے گا تو بے شک بادشاہ آپ کو بلائیں گے اور وزیر کا خط (مشعر[3]) فرمان طلب آپ کو پہنچے گا ۔''

میں نے اسی عرصے میں ایک قصیدہ لکھا تھا جس کی بیت اسم

---

۱ ۔ نارایتی ''مصراع'' ، عود نول ''مصرعہ'' مہیش ہر دو ندارد ۔
ترجمہ : قسمت اور دنیا دونوں کا شکر گزار ہوں ۔

۲ ۔ مبا : ''مشاعرہ''— مشاہرہ : تنخواہ ۔

۳ ۔ مہیش ''مشعر'' ، اردو ۱ ، عود ندارد ۔

یہ ہے : آغاز قصیدہ[1]

امجد علی شہ آنکہ بہ ذوق دعاے او
صد رہ نماز صبح قضا کرد روزگار

متردد تھا کہ کس کی معرفت بھیجوں ، توکلت علی اللہ بھیج دیا ، رسید آ گئی صرف ۔ پھر دو ھفتے کے بعد ایک خط آیا کہ قصیدہ وزیر تک پہنچا ، وزیر پڑھ کر بہت خوش ھوا ، بہ آئین شائستہ پیش کرنے کا وعدہ کیا ۔ میں متوقع ھوں کہ میاں بدرالدین مُہر کن سے میری مہر خطابی کھدوا کر بھیج دیجیے ۔ چاندی کا نگینہ ، مربع اور قلم جلی ۔ ۱۲ فقیر نے سر انجام کر کے بھیج دیا ۔ رسید آئی اور قصیدے کے بادشاہ تک گزرنے کی نوید ، بس[2] پھر دو مہینے تک اُدھر سے کوئی خط نہ آیا ۔ میں نے جو خط بھیجا اُلٹا پھر آیا ؛ ڈاک کا یہ توقیع کہ ''مکتوب الیہ یہاں نہیں' ایک مدت کے بعد حال معلوم ھوا کہ

---

۱ ۔ اردو ۱ ، عود ، مبا ، مہیش ندارد ۔ آغاز قصیدہ ہے :
''در مدح جہاں پناہ امجد علی شاہ اورنگ نشین اودھ دام ملکہ''
شادم کہ گردشے بہ سزا کرد روزگار
بے جادہ کام عیش روا کرد روزگار
۶۵ شعر ھیں اور اکتیسواں شعر اسم وہ ہے جو خط میں لکھا ہے ۔ دیکھیے دیوان فارسی طبع اول ، صفحہ ۱۹۸—۲۰۲ اور طبع نول کشور اول صفحہ ۳۱۲ سے ۳۱۶ تک ۔ طبع لکھنؤ میں عنوان کے بجائے ''قصیدہ ۵۰'' لکھا ہے ۔
ترجمہ : ''وہ امجد علی شاہ کہ جن کی دعا کے شوق میں زمانے نے سینکڑوں مرتبہ نماز صبح قضا کی'' ان کی عبادت ومناجات دیکھنے میں زمانہ ایسا محو ھوا کہ خود اس کی نماز بارھا قضا ھو گئی ۔
۲ ۔ اصل ، نارائنی ، نول ، اردو ۱ ، مبا ۔ ''پس'' مہیش ''بس''۔

آس بزرگ کا وزیر تک پہنچنا اور حاضر رہنا سچ ، بادشاہ کی ملازمت اور خطاب کا ملنا غلط ؛ بہادری کی مُہر تم سے بہ فریب حاصل کر کے مرشد آباد (٦۰) کو چلا گیا ۔ چلتے وقت وزیر نے دو سو روپے دیے تھے ۔ ۱۲

ایک قاعدہ کلیہ دلی کا سمجھ لو ؛ خالق کی قدرت مقتضی اس کی ہے کہ جو اس شہر پناہ کے اندر پیدا ہو ، مرد ہو یا عورت ، خفقان و مراق آس کی خلقت و فطرت میں ہو ۔ آٹھ دس برس کے بعد سانون (ساون) کے اخیر مینہ خوب برسا ، لیکن نہ دریا جاری ہوئے ، نہ طوفان آیا ؛ ہاں شہر کے باہر ایک دن بجلی گری ، دو ایک آدمی ، کچھ جانور تلف ہوئے ۔ مکان گرے ، دس بیس دب کر مرے ۔ مراقیوں نے غل مچانا شروع کیا ۔ اپنے اپنے عزیزان بہ سفر رفتہ کو لکھا ، جا بہ جا اخبار نویسوں نے آن سے سن کر درج اخبار کیا ۔ لو ، اب دس بارہ دن سے مینہ کا نام نہیں ، دھوپ آگ سے زیادہ تر تیز ہے ۔ وہی خفقانی صاحب اب روتے پھرتے ہیں کہ کھیتیاں جلی جاتی ہیں ، اگر مینہ نہ برسے گا تو پھر کال پڑے گا ۔

مکانات کے گرنے کا حال یہ ہے کہ چار پانچ برس ضبط رہے ؛ یغمائی لوگ کڑی ، تختے[1] ، کواڑ ، چوکھٹ ، بعض مکانات کی چھت کا مسالہ ، سب لے گئے ۔ اب آن غربا کو وہ مکان ملے تو آن میں مرمت کا مقدور کہاں ، فرمائیے مکانات کیوں کر نہ گریں ؟

[صبح[2] دو شنبہ ، ۱۳ صفر (۱۲۷۹ھ و ۱۱ ماہ اگست ۱۸٦۲ء]

---

۱ - اصل وغیرہ "تختہ"ـ اصل و نارایني " کیواڑ ۔"

(حاشیہ ۲ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

ایضاً (خط نمبر ۴۶)

پیرو مرشد![1]

بارہ بجے تھے، میں ننگا اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا حقہ پی رہا تھا کہ آدمی نےآ کر خط دیا، میں نے کھولا، پڑھا۔ بھلے کو انگرکھا یا کرتا گلے میں نہ تھا، اگر ہوتا تو میں گریبان پھاڑ ڈالتا۔ حضرت کا کیا جاتا؟ میرا نقصان ہوتا —— سرے سے سنیے!۔

آپ کا قصیدہ بعد اصلاح پہنچا، اس کی رسید آئی، کٹی کٹے ہوئے شعر الٹے آئے، اُن کی قباحت پوچھی[2] گئی، قباحت بتائی گئی، الفاظ قبیح کی جگہ، بے عیب الفاظ لکھ دیے گئے۔ لو صاحب یہ اشعار بھی قصیدے میں لکھ لو۔ اس نگارش کا جواب آج تک نہیں۔ شاہ اسرار الحق[3] کے نام کا کاغذ ان کو

(گزشتہ صفحے کا حاشیہ ۲):
مہیش میں یہ عبارت آغاز خط میں ہے۔ ۱۲۷۹ھ مہیش صاحب کا اضافہ ہے۔ اردو ۱، عود وغیرہ میں یہ عبارت نہیں ہے۔ تاریخ اور دن میں ذرا سی الجھن ہے۔ خط ۳۲۱ مہیش میں مرزا نے مجروح کو اسی برسات کی تفصیل ۲۹ جولائی کو لکھی ہے اور لکھا ہے: "سہ شنبہ یکم صفر و ۲۹ جولائی" حساب سے ۲۹ جولائی کو منگل اور ۱۱ اگست کو منگل ٹھیک ہے، اور ۱۳ کے بجائے ۱۴ صفر ہونا چاہیے، لیکن شاید چاند ۲۹ کا مانا گیا اس لیے ۱۳ ٹھیک ہے۔ وہاں یکم صفر کے بجائے ۳۰ محرم لکھنا چاہیے تھا۔ مرزا نے اشتباهاً وہاں ۳۰ محرم کو یکم صفر لکھ دیا۔

۱۔ اصل میں 'مرشد' کے بعد بارہ کا ہندسہ ہے "مرشد ۱۲ بارہ بجے" اردو، نارائنی، مہیش وغیرہ " مرشد ۱۲ بجے"۔

۲۔ اصل، اردو، نارائنی "پونچھی"۔

۳۔ نارائنی "امیرارالحق"۔

دیا ؛ جواب میں جو کچھ انھوں نے زبانی فرمایا ، وہ آپ کو لکھا گیا ۔ حضرت کی طرف سے اس تحریر کا بھی جواب نہ ملا ۔

شعر

پر ہوں میں شکوے سے[1] یوں ، راگ سے جیسے باجا
اک ذرا چھیڑیے ، پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے

سوچتا ہوں کہ دونوں خط بیرنگ گئے تھے ، تلف ہونا کسی طرح متصور نہیں ۔ خیر ! اب بہت دنوں کے بعد شکوہ کیا لکھا جائے ، باسی کڑھی میں ابال کیوں آئے ؟ بندگی بے چارگی ۔

پانچ لشکر کا حملہ پے بہ پے[2] اس شہر پر ہوا ۔ پہلا باغیوں کا ، اس میں اہل شہر کا اعتبار لٹا ۔ دوسرا لشکر خاکیوں[3] کا ، اس میں جان و مال و ناموس و مکان و مکین و آسمان و زمین ، آثار ہستی سراسر لٹ گئے ۔ تیسرا لشکر کال کا ، اس میں ہزارہا آدمی بھوکے مرے ۔ چوتھا لشکر ہیضے کا ، اس میں بہت سے پیٹ بھرے مرے ۔ پانچواں لشکر تپ کا ، اس میں تاب و طاقت عموماً لٹ گئی ۔ مرے آدمی کم ، لیکن جس کو تپ آئی ، اس نے پھر اعضا میں طاقت نہ پائی ۔ اب تک اس لشکر نے شہر سے کوچ نہیں کیا ۔ میرے گھر میں دو آدمی تپ میں مبتلا ہیں : ایک بڑا[4] لڑکا اور ایک میرا داروغہ ، خدا ان دونوں کو جلد صحت دے !

برسات یہاں بھی اچھی ہوئی ہے لیکن نہ ایسی کہ جیسی

---

۱ ۔ مبا 'شکوے سے ، ہو راگ سے جیسے بابا' متن مطابق دیوان و اصل ۔
۲ ۔ اصل ، نارائنی ، مبا ، نول "پے بہ پے" ۔ مہیش : "پے در پے ۔"
۳ ۔ خاکی : انگریز سپاہی ۔
۴ ۔ عارف کے بیٹے باقر علی ۔ غالب کے داروغے کا نام "کلو" تھا ۔

کالپی اور بنارس میں ۔ زمین دار خوش ، کھیتیاں تیار ہیں ، خریف کا بیڑا پار ہے ، ربیع کے واسطے پوہ ماہ میں مینہ درکار ہے ۔ کتاب کا پارسل پرسوں ارسال کیا جائے گا ۔ ۱۲

اہاہاہا ! جناب حافظ محمد بخش صاحب ! میری بندگی ۔

مغل علی خان غدر سے کچھ دن پہلے مستسقی ہو کر مر گئے ۔ ہے ہے ! کیوں کر لکھوں ! حکیم رضی الدین خان کو قتل عام میں ایک خاکی نے گولی مار دی اور احمد حسین خان اُن کے چھوٹے بھائی اسی دن مارے گئے ۔ طالع یار خان کے دونوں بیٹے ٹونک سے رخصت لے آئے تھے ، غدر کے سبب جا نہ سکے ، یہیں رہے ، بعدِ فتح دہلی دونوں بے گناہوں کو پھانسی ملی ۔ طالع یار خاں[1] ٹونک میں ہیں ، زندہ ہیں ، پر یقین ہے کہ مردے سے بد تر ہوں گے ۔ میر چھوٹم نے بھی پھانسی پائی ۔

حال صاحب زادے میاں نظام الدین[2] کا یہ ہے کہ جہاں

---

۱ ۔ طالع یار خاں ابن نواب محمد یوسف خاں ، حمیدالدین ناگوری اور شیخ عطاءاللہ بخاری کی اولاد سے تھے ۔ ان کے والد ظفر کے مصاحب اور ''کلو خواص'' کے نام سے مشہور تھے ۔ طالع یار خاں ۱۸۲۳ء سے ۱۸۶۲ء تک ٹونک میں رہے ، وزیر الدولہ رئیس ٹونک نے ان سے فنون سپہ گری سیکھے تھے ۔ طالع یار نواب کے مصاحب اور وزیر پورہ کے جاگیردار تھے ۔ بذلہ سنج ، حاضر جواب اور منتظم ہونے کی وجہ سے معزز سمجھے جاتے تھے ۔ وزیرالدولہ کی وفات جون ۱۸۶۴ء کے بعد بھوپال گئے اور وہیں ۱۸۶۴ء میں وفات پائی ۔ (دیکھیے نوائے ادب ، بمبئی ، اکتوبر ۱۹۵۴ء ، صفحہ ۵ ، ''طالع یارخان'' از سید جمیل الدین) ۔

۲ ۔ شیخ نصیرالدین عرف کالے میاں کے فرزند ۔

سب اکابر شہر کے بھاگے تھے ، وہاں وہ بھی بھاگ گئے تھے - بڑودے میں رہے ، حیدر آباد میں رہے ، سال گذشتہ یعنے جاڑوں میں یہاں آئے - سرکار سے ان کی صفائی ہوگئی ، لیکن صرف جان بخشی - روشن الدولہ[۱] کا مدرسہ جو ''عقب کوتوالی چبوترہ'' ہے ، وہ اور خواجہ قاسم کی حویلی جس میں مغل علی خاں مرحوم رہتے تھے وہ ، اور خواجہ صاحب کی حویلی ، یہ املاک خاص حضرت کالے صاحب کی اور کالے صاحب کے بعد میاں نظام الدین کی قرار پا کر ضبط ہوئی (۶۲) اور نیلام ہو کر روپیہ سرکار میں داخل ہو گیا - ہاں ، قاسم جان کی حویلی ، جس کے کاغذ میاں نظام الدین کی والدہ کے نام کے ہیں ، وہ ان کو ، یعنے نظام الدین کی والدہ کو مل گئی ہے - فی الحال میاں نظام الدین پاک پٹن گئے ہیں ، شاید بہاول پور بھی جائیں گے -

(۱۸۶۰ء[۲])

ایضاً (خط نمبر ۴۷)

خداوند نعمت !

شرف افزا نامہ پہنچا - شاہ اسرارالحق کے نام کا مکتوب آن کی خدمت میں بھیج دیا گیا - جناب شاہ صاحب سالکِ مجذوب ، یا مجذوبِ سالک ہیں - اگر جواب بھجوا دیں گے تو جناب میں ارسال کیا جائے گا - ۱۲

قصیدے کو بار ہا دیکھا اور غور کی - جس طور پر ہے آس

---

۱ - اصل ''رؤس الدولہ'' -

۲ - یہ تاریخ مہیش پرشاد صاحب نے تجویز کی ہے اور مہر صاحب نے صحیح مانی ہے -

میں گنجایش اصلاح کی نہ پائی ، یعنے لفظ کی جگہ لفظ مرادف[1] بالمعنی لانا صرف اپنی دستگاہ کا اظہار ہے ، ورنہ کوئی لفظ بے محل اور بے موقع نہیں ، کوئی ترکیب فارسی ٹکسال باہر نہیں - مگر ہاں طرزگفتار کا بدلنا[2] ، اُس کے واسطے چاہیے دوسرا قصیدہ لکھنا ، اور وہ "تکلف بارد[3]" ہے ، بلکہ شاید حضرت کو یہ منظور بھی نہ ہو - پس شرم کم خدمتی سے دل ریش اور سردر پیش ہو کر قصیدہ اس لفافے میں بھیجتا ہوں - خدا کرے مورد عتاب نہ ہوں -

(حضرت[4] ! انہدام مساکن و مساجد کا حال کیا گزارش کروں ؟ بانی شہر کو وہ اہتمام مکانات کے بنانے میں نہ ہوگا جو اب والیان ملک کو ڈھانے میں ہے - اللہ اللہ ! قلعے میں اکثر اور شہر میں بعض بعض وہ شاہ جہانی عمارتیں ڈھائی گئی ہیں کہ کدال ٹوٹ ٹوٹ گئے ہیں ، بلکہ قلعے میں تو ان آلات سے کام نہ نکلا ، سرنگیں کھودی گئیں اور بارود بچھائی گئی اور مکانات سنگین اُڑا دیے گئے)

غلے کی گرانی ، آفت آسمانی ، امراض دموی ، بلائے جانی

---

۱ - مرادف بالمعنی : وہ لفظ جو کسی دوسرے لفظ کے ہم معنی ہو ، جیسے خط ، نامہ ، مراسلہ وغیرہ -

۲ - اصل "بدلنا ۱۲" -

۳ - تکلف بارد : بے لطف تکلف ، زبر دستی کی بات -

۴ - یہ پیراگراف زیر نظر نسخوں میں سے صرف مجموعۂ مہیش میں ہے ، لیکن منشی صاحب نے ذکر نہیں کیا - تعجب ہے کہ جناب مہر صاحب نے بھی اتنی اہم بات نظر انداز فرمادی ؟ اس خط سے نہ صرف دلی کی قابل قدر عمارتوں کی تباہی کا علم ہوا بلکہ خط کی تاریخ اس پیرے کے بغیر مشکوک نظر آتی ہے -

انواع و اقسام کے اورام و ثبور[1] شایع ، چارہ ناسودمند اور سعی ضایع ۔ میں نہیں جانتا کہ ۱۱ - مئی ۱۸۵۷ عیسوی کو پہر دن چڑھے وہ فوج باغی میرٹھ سے دلی آئی تھی یا خود[2] قہر الٰہی کا پے بہ پے[3] نزول ہوا تھا ۔

بہ قدرِ خصوصیتِ سابق دلی ممتاز ہے ، ورنہ سرا سر قلم رو ھند میں فتنہ و فساد کا دروازہ باز ہے——انا للہ و انا الیہ راجعون - ۱۲

جناب میر امجد علی صاحب کو بندگی ، جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کو سلام ۔

(مرقومہ سحر گاہ آدینہ[4] ، ۲۴ ماہ اگست ۱۸۶۰ء ۔
نجات کا طالب ، غالب)

ایضاً (خط نمبر ۴۸)

پیر و مرشد !

میں آپ کا بندۂ فرمان پزیر[5] اور آپ کا حکم بہ طیب خاطر[6] بجا لانے والا ھوں ، مگر سمجھ تو لوں کہ کیا لکھوں ۔ وہ مکتوب کہاں بھیجوں ؟ آپ کے پاس بھیج دوں یا انہیں منشی صاحب کے پاس بھیج دوں ؟ اور وسیم الدین و ظہورالدین کو منشی ، میر ، شیخ ، خواجہ کیا کر کے لکھوں[7] ؟ - ۱۲

---

۱ - مہیش ''اورام و بثور'' مواد فاسدہ سے جلد پر دانوں کا نکلنا ۔
۲ - اصل و عود ، خطوط ، مہیش ''جنود قہر الٰہی'' ۔
۳ - مہیش ''پے در پے'' ۔
۴ - بین القوسین پوری عبارت نسخۂ مہیش سے منقول ہے ، جو آخر خط میں ہے——آدینہ : جمعہ ۔
۵ - اردو ۱ ، خطوط——''بندۂ فرمان بردار ۔''
۶ - بہ طیب خاطر : خوشی سے ۔
۷ - اصل ''لکھنؤ ۱۲''

دو حاکم کی رائے کے شمول کا قیدی اور اس زمانے میں دریائے شور کو بھیجا جاتا ہے جس زمانے میں (٦٣) سیکڑوں جزیرہ نشین رہائی پا کر اپنے اپنے گھر آگئے ؛ با ایں ہمہ منشی کو کیا اختیار ہے کہ وہ چھوڑ دے ۔ ([1]آیا امیرالدین نے، جس محکمے کا وہ منشی ہے، اس محکمے میں یہ مقدمہ بہ طریق مرافعہ[2] پیش کیا ہے ؟ جو منشی کو کارپردازی و کارسازی کی گنجائش ہو ؟) یہ آپ کی تحریر سے معلوم نہیں ([3]ہوا کہ اپیل ہو گیا[4] ہے اور مقدمہ دائر ہے، بلکہ یہ بھی طرز تحریر سے نہیں معلوم) ہوتا کہ اب سعی منحصر اس میں ہے کہ قیدی دریائے شور کو نہ جاوے اور یہیں محبوس رہے، یا یہ منظور ہے کہ جزیرے کو بھی نہ جاوے اور یہاں کی قید سے بھی رہائی پاوے ۔ خواہش کیا ہے ؟ اور کارپرداز سے کس طرح کی اعانت چاہوں ؟ــــ پہلے تو یہ سوچتا ہوں کہ کیا لکھوں، پھر جو کچھ لکھوں، اس کو کہاں بھیجوں ؟ــــ طریق تو یہ ہے کہ میاں امیرالدین وہ نگارش لے کر منشی صاحب کے پاس

---

۱ ۔ اصل، عود، اردو، خطوط، وغیرہ ندارد ۔ قوسین کی عبارت مہیش سے ماخوذ ہے ۔ غالباً معاملہ خفیہ اور سرکاری معاملات میں دخل کا ہے اس لیے مطبوعہ نسخۂ عود سے حذف کر دیا گیاــــشاید امیرالدین کے عزیز وسیم الدین و ظہیرالدین مارشل لا میں ماخوذ ہیں اور شفق مرزا سے کسی دفتر کے آدمی کے ذریعے انہیں رہا کرانا چاہتے ہیں اور مرزا ڈر رہے ہیں ۔

۲ ۔ مرافعہ : اپیل ۔

۳ ۔ یہاں پھر عبارت حذف کی گئی ہے ۔ عود و اردو و خطوط میں یوں ہے "چھوڑ دے، یہ آپ کی تحریر سے معلوم نہیں ہوتا کہ اب سعی"ــاردو میں "تحریر سے نہیں معلوم ہوتا ۔"

۴ ۔ اپیل مونث ہے ۔

جائیں اور به ذریعه اس خط کے روشناس ہوں ۔ میں کیا جانوں که امیرالدین کا مسکن کہاں ہے ؟ ان کے نزدیک احمق بنوں که کس طرح امر موہوم مجہول میں مجھ کو لکھا ہے ۔ کیوں کر ہو سکتا ہے که وہ اس خط کو پڑھ کر تفحص کریں که امیرالدین کون ہے اور کہاں ہے اور کیا چاہتا ہے ؟ به ہر حال اس خط کے ساتھ ایک لفافه آپ کے نام کا روانه کرتا ہوں ، اس میں صرف ایک خط موسومه منشی صاحب ہے ، کھلا ہوا ، اس کو پڑھ کر میاں امیرالدین کے پاس بھیج دیجیے گا مگر گوند لگا کر ۔ اور اگر به منظور نه ہو تو میری طرف سے منشی صاحب کے نام کے خط کا مسوده لکھ کر بھیجیے اور لکھ بھیجیے که اس مسودے کو صاف کر کے کہاں بھیجوں ۔

(صبح[1] یک شنبه ، ۲ جون سنه ۱۸۶۱ء)

ایضاً (خط نمبر ۴۹)

پیر و مرشد !

شب رفته کو مینھ خوب برسا ، ہوا میں فرط برودت[2] سے گزند پیدا ہو گیا ۔ اب صبح کا وقت ہے ، ہوا ٹھنڈی بےگزند چل رہی ہے ، ابر تنک[3] محیط ہے ، آفتاب نکلا ہے ، پر نظر نہیں آتا ہے ۔ میں عالم تصور میں آپ کو مسند عز وجاہ پر جانشین اور منشی نادر حسین خاں صاحب کو آپ کا جلیس مشاہده کر کے

---

۱ ۔ یه عبارت ''خطوط غالب'' جلد اول ترتیب مہیش پرشاد آخر خط میں ہے ۔ صفحه ۱۴۷ طبع اله آباد ۔

۲ ۔ فرط برودت : ٹھنڈک کی زیادتی ۔ گزند : تکلیف ۔

۳ ۔ تنک : ہلکا ۔ ابر تنک : ہلکا ہلکا بادل ۔ محیط : چھایا ہوا ۔

آپ کی جناب میں کورنش بجا لاتا ہوں اور منشی صاحب کو سلام کرتا ہوں۔

کافر نعمت ہو جاؤں اگر یہ مراتب بجا نہ لاؤں۔ حضرت نے اور منشی صاحب نے میری خاطر سے زحمت اٹھائی ہے۔ بھائی صاحب بہت خوشنود ہوئے۔ منت پزیری میں میرے شریک غالب ہیں۔ فی‌الحال بتوسط میرے سلام نیاز عرض کرتے ہیں، اغلب ہے کہ نامۂ جدا گانہ بھی ارسال (٦۴) کریں۔

حضرت! آپ غالب کی شرارتیں دیکھتے ہیں؟ سب کچھ کہہ جاتا ہے اور اس اصل کا کہ جس پر یہ مراتب متفرع[۱] ہوں، ذکر نہیں کرتا۔ فقیر کو تو یہ طرز پسند نہ آئی؛ مطلب اصلی کو مقدر[۲] چھوڑ جانا کیا شیوہ ہے؟ ـــــ یوں لکھنا تھا کہ آپ کا عنایت نامہ اور اس کے ساتھ نسب نامۂ خاندان مجد و علا کا پارسل پہنچا؛ میں ممنون ہوا، نواب ضیاالدین خان بہادر بہت ممنون و شاکر ہوئے۔ جناب عالی! میں تو غالب ہرزہ سرا[۳] کا معتقد نہ رہا۔ آپ نے اس کو مصاحب بنا رکھا ہے، اس سے[۴] اس کا دماغ چل گیا ہے۔

قبلہ و کعبہ! کیا جناب[۵] مولانا "قلق" میں حضرت "شفق" نے جو "غالب" کی شفاعت[٦] کی تھی، وہ مقبول نہ ہوئی؟ اب جناب "ہاشمی" کو اپنا ہم زباں اور مددگار بنا کر

---

۱ - متفرع: پیدا ہوں، جس کی بنیاد پر یہ باتیں ہیں۔
۲ - مقدر: پوشیدہ۔
۳ - ہرزہ سرا: بے ہودہ گو۔
۴ - اصل "اسی۔"
۵ - جناب: بارگاہ۔
٦ - شفاعت: سفارش۔

پھر کہتے ھیں ؟ــــآپ کی بات اس باب میں کبھی نہ مانوں گا ، جب تک سید صاحب کا خوشنودی نامہ نہ بھجوائیے گا ۔ اس سارٹیفکٹ کے حصول میں رشوت دینے کو بھی موجود ھوں ۔

والسلام

(۱۸۶۰ء[1])

ایضاً (خط نمبر ۵۰)

پیرو مرشد ! کورنش ، مزاج[2] اقدس !

الحمد للہ ! تو اچھا ھے ؟

حضرت دعا کرتا ھوں ! پرسوں آپ کا خط مع سارٹیفکٹ کے پہنچا ۔ آپ کو مبدء فیاض[3] سے ''اشرف الوکلاء'' خطاب ملا ،

---

۱ ۔ مہیش ، خطوط وغیرہ تاریخ ندارد ، لیکن خط نمبر ۴۲ کے مطالعے سے معلوم ھوتا ھے کہ جولائی ۱۸۶۰ء کا مکتوب ھونا چاھیے کیونکہ شفق کو منانے کا تذکرہ اور بارش کا قصہ اس میں بھی ھے اور اس میں بھی ۔ اور چونکہ سردی کی گزند کا اس میں ذکر ھے ، اور یہ کیفیت اطراف دھلی میں جولائی میں بھی ممکن ھے ، اس واسطے میرا خیال آغاز جولائی ۱۸۶۰ء کا ھے ۔ خط نمبر ۴۲ اس کے بعد کا ھے کیونکہ اس میں بارش کا ذکر ھے ، لیکن جمنا کا حال نہیں ، اس کے جواب میں جمنا کا حال پوچھا گیا ، پھر خط ۴۲ لکھا ، اس کے بعد خط نمبر ۵۰ ۔ گویا یہ تینوں خط یکے بعد دیگرے کے ھیں ، وہ خط نہیں ھے جس میں مرزا نے نسب نامہ مانگا ھے ۔

۲ ۔گویا مکالمہ ھے ۔ پہلا جملہ غالب کا ، دوسری سطر شفق کی ، تیسری میں غالب کا کلام ۔

۳ ۔ مبدء فیاض : کرم کا مرکز ۔ یہاں مراد خود غالب ھیں کیوں کہ شفق نے قلق سے راضی نامے کا سارٹیفکٹ بھیج دیا ، اس لیے خوش ھو کر نواب صاحب کو ''اشرف الوکلا'' کا خطاب دے رھے ھیں ۔

محنتانہ محبتانہ ۔

ایک لطیفۂ نشاط انگیز سنیے !

ڈاک کا ہرکارہ[1] جو ''بلی ماروں'' کے محلے کے خطوط پہنچاتا ہے ، ان دنوں میں ایک بنیا[2] پڑھا لکھا ، حرف شناس ، کوئی فلاں ناتھ یا ڈھمک[3] داس ؛ میں بالا خانے پر رہتا ہوں ، حویلی میں آ کر اس نے داروغہ کو خط دیا اور اس نے خط دے کر مجھ سے کہا کہ ڈاک کا ہرکارہ بندگی عرض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مبارک ہو ، آپ کو جیسا کہ دلی کے بادشاہ نے 'نوابی' کا خطاب دیا تھا ، اب کالپی سے خطاب 'کپتانی' کا ملا ـــــ حیران کہ یہ کیا کہتا ہے ! سرنامے کو غور سے دیکھا ، کہیں قبل از اسم ''مخدوم نیاز کیشان'' لکھا تھا ؛ اس قرم ساق[4] نے اور الفاظ سے قطع نظر کر کے 'کیشان' کو 'کپتان' پڑھا ۔

بھائی ضیاء الدین خاں صاحب شملے گئے ہوئے ہیں ۔ شاید آخر ماہ حال ، یعنے جولائی یا اول ماہ آئندہ یعنی اگست[5] (میں) یہاں آ جائیں ۔ آپ کو نوید تخفیف تصدیع دیتا ہوں ۔ آپ نواب صاحب سے کتاب کیوں مانگیں اور زحمت کیوں اٹھائیں ؟ (٦٥) جس قدر کہ علم آن کو اس خاندان مجدت[6] نشان کے حال پر

---

۱ ۔ ہرکارہ : ڈاکیہ ۔
۲ ۔ انقلاب کی برکت ہے کہ بنیے اب سرکاری ملازم ہو گئے ۔
۳ ۔ اصل ، نارایني ، ''دھمک'' ۔
۴ ۔ قرم ساق : بہ ضم ہر دو (صح) ، (فحش ترکی) ، زن قحبہ (دیوث) ''فرہنگ آموزگار'' : بھڑوا ۔
۵ ۔ اصل و عود کے تمام نسخے ''اگست یہاں'' ۔ مہیش ''اگست میں'' ۔
٦ ۔ مجدت نشان : بزرگی کی صفتیں رکھنے والا ۔

حاصل ہو گیا ہے ، کافی ہے -

مولانا 'قلق' کے نام کی[1] عرضی اُن کو پہنچا دیجیے گا اور جناب نادر حسین خاں صاحب کو میرا سلام فرما دیجیے گا - ۱۲

([2]جولائی ۱۸۶۰ء)

مرزا یوسف[3] علی خاں عزیز کے نام

(خط نمبر ۵۱)

بھائی! تم کیا فرماتے ہو ؟ جان بوجھ کر انجان بنے جاتے ہو -

---

۱ - اصل ''نام سی عرضی'' -

۲ - جیسا کہ عرض کیا گیا ، یہ خط نمبر ۴۲ ، ۴۹ کے بعد کا ہے اور مہیش پرشاد کا یہ اندازہ بالکل صحیح ہے -

۳ - مرزا یوسف علی خاں ، میرزا نجف علی خاں جنون کے صاحب زادے تھے - جنون بنارس سے علی‌گڑھ آ بسے تھے - کچھ جائداد پیدا کی اور اطراف دہلی میں سرشتہ داری و تحصیل داری کرتے رہے - جنوری ۱۸۵۴ء میں فوت ہوئے تو عزیز مفلوک‌الحال اور کچھ دنوں کے بعد بے جائداد ہوگئے - دلی میں رہے تو غالب نے کچھ ماہانہ مقرر کردیا - ایک ہندو رئیس کے بچوں کو پڑھایا کیے - مرثیہ گوئی و سوز خوانی کا شوق تھا ، غالب نے اسی سلسلے میں دربار پہنچا دیا - بادشاہ نے ''خلعت چار پارچہ'' اور سراج الشعراء سراج الذاکرین'' خطاب اور ''تیس روپے'' مہینے سے سرفراز کیا - ۵۷ء کے بعد مدرسی پیشہ کر لیا ، اسکول میں پڑھاتے تھے - آخر عمر میں بھوپال چلے گئے اور وہیں ۱۸۷۲ء/۱۲۸۹ھ میں وفات پائی - (ادبی خطوط ، صفحہ ۳۰۱ ، تلامذہ : ۲۳۷ - مالک رام صاحب نے 'گلستان سخن' کا حوالہ دیا ہے ، مجھے اس حوالے سے احوال عزیز نہ ملے) -

واقعی غدر میں میرا گھر نہیں لٹا ، مگر میرا کلام میرے پاس کب تھا کہ نہ لٹتا ؟ ہاں ، بھائی ضیاء الدین خاں صاحب بہادر اور ناظر حسین مرزا صاحب ہندی اور فارسی نظم اور نثر کے مسودات مجھ سے لے کر اپنے پاس جمع کر لیا کرتے تھے ، سو اُن دونوں گھروں پر جھاڑو پھر گئی ؛ نہ کتاب رہی ، نہ اسباب رہا ۔ پھر اب میں اپنا کلام کہاں سے لاؤں ؟

ہاں ، تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ مئی کی گیارہویں ۱۸۵۷ء سے جولائی کی اکتیسویں ۱۸۵۸ء تک پندرہ مہینے کا اپنا حال میں نے نثر میں لکھا ہے اور وہ نثر فارسی ، زبان قدیم میں ہے کہ جس میں کوئی. لفظ عربی نہ آئے اور ایک قصیدہ فارسیِ متعارف عربی اور فارسی ملی ہوئی زبان میں حضرت فلک رفعت جناب ملکۂ معظمۂ انگلستان کی ستائش میں اُس نثر کے ساتھ شامل ہے ۔ یہ کتاب ''مطبع مفید خلائق ، آگرہ'' میں منشی نبی بخش صاحب حقیر اور مرزا حاتم علی بیگ مہر اور منشی ہرگوپال تفتہ کے اہتمام سے چھاپی گئی ہے ۔ فی الحال مجموعہ میری نظم و نثر کا اُس کے سوا اور کہیں نہیں ۔ اگر منشی امیر علی خاں صاحب میرے کلام کے مشتاق ہیں تو یہ نسخہ موسوم بہ ''دستنبو'' مطبع مفید خلائق میں سے منگا لیں اور ملاحظہ فرمائیں ۔ فقط[1]

(آغاز[2] ۱۸۵۹ء)

---

۱ ۔ اردو ''فقط'' ندارد ۔ خطوط ندارد ۔ عود ، مہیش میں ہے ۔

۲ ۔ مہیش میں سنہ ہے ۔ خطوط ندارد ۔ میرا خیال ہے کہ فقط ۵۹ء نہیں بلکہ نومبر ۵۸ء سے اپریل ۵۹ء کے درمیان کا ہے ۔

'دستنبو' نومبر ۱۸۵۸ء میں شائع ہوئی اور اپریل ۱۸۵۹ء میں ختم ہوگئی ۔

ایضاً (خط نمبر ۵۲)

میاں !

کل زین العابدین فوق کا خط ، مع[1] اشعار کے ، ٹکٹ دار لفافے کے اندر رکھ کر بہ سبیل ڈاک بھجوا دیا ہے ؛ آج صبح کو تمھارا خط آیا ، دوپہر کو میں نے جواب لکھا ، تیسرے پہر کو روانہ کیا -

''موتیوں[2] کا پھنکا'' البتہ بہت مناسب ہے ، خیر ''موتیوں کا نوالہ'' بھی سہی -

حافظ کے شعر کی حقیقت جب سمجھو گے جب[3] قواعد مقررۂ اہل سخن دریافت کر لو گے - قاعدہ یہ ہے کہ اگر مطلع میں یا اور اشعار میں قافیے کی احتیاج[4] آ پڑے اور اس کی (٦٦) اطلاع ایک شعر میں کردیں ، تو وہ عیب جاتا رہتا ہے - جیسا کہ اُستاد کا قطعہ ہے - اُس میں 'ریو' و 'غریو' و 'کالیو' کا قافیہ ہے اور شعر اخیر قطعے کا یہ ہے :

شعر

غلط کردم دریں معنے کہ گفتم زنخدان نگار خویش را سیو

---

۱ - اصل : ''معہ'' -

۲ - موتیوں کا پھنکا کم اور موتیوں کا نوالہ زیادہ مستعمل ہے - معنی ہیں 'نہایت قیمتی خوراک'- لغت نامہ مشہور بہ جدید نسیم اللغات ، تالیف حقیر -

۳ - اصل، عود ، خطوط ، ادبی مطابق متن - مہیش ''سمجھو گے کہ قواعد''-

۴ - اصل ، نارائنی 'اشعار میں قصیدہ کے احتیاط آ پڑے' عود، نول ، ادبی ''کے احتیاج'' -

حالاں کہ[1] صحیح ''سیب'' ہے بہ بائے موحدہ[2]۔ شاعر نے اطلاع دی[3] کہ میں نے غلط کیا جو ''سیو'' لکھا ۔

اسی طرح حافظ فرماتا ہے : ع

به بیں تفاوت رہ از کجا ست تا به کجا

حاصل اس کا یہ کہ ''دیکھ کتنا تفاوت ہے''۔ ایک جگہ حرف روی ساکن اور ایک جگہ متحرک ، مگر یہاں ابھی معترض کو گنجائش ہے کہ وہ یہ کہے کہ ''ہاں تفاوت کو ہم بھی جانتے ہیں ، سوال یہ ہے کہ یہ تفاوت تم نے کیوں رکھا ؟'' اس کا جواب پہلا مصرع ہے :

صلاح کار کجا و من خراب کجا

یعنی حافظ فرماتا ہے کہ ''میں عاشق زار و دیوانہ ہوں ، صلاح کار سے مجھ کو کیا کام ہے ؟''

پورب کے ملک میں جہاں تک چلے جاؤ گے ، تذکیر و تانیث کا جھگڑا بہت پاؤ گے ۔ ''سانس'' میرے نزدیک مذکر ہے لیکن اگر کوئی مؤنث بولے گا تو میں اس کو منع نہیں کر سکتا ۔ خود 'سانس' کو مؤنث نہ کہوں گا ۔

سیف[4] کو 'عدو کش' اور کمند کو 'عدو بند' کہتے ہیں ، سیف 'عدو بند' نہیں ہو سکتی ۔ تم کو کہتا ہوں کہ تم تلوار کو 'عدو بند' نہ کہو ۔ کوئی اور اگر کہے تو اس سے نہ لڑو ۔

''زلف'' کو ''شب رنگ'' اور ''شب گوں'' کہتے ہیں ،

---

۱ ۔ اصل ، نارائنی ''حال آں کہ''۔

۲ ۔ بائے موحدہ : ب ۔

۳ ۔ خطوط ''اطلاع کردی'' ۔

۴ ۔ سیف : تلوار ۔

'شب گیر' زلف کی صفت ہرگز نہیں ہو سکتی ۔ 'شب گیر' اُس سفر کو کہتے ہیں کہ پہر چھ گھڑی رات رہے چل دیں ۔ 'نالۂ شب گیر'، آہ و زاریٔ آخر شب کو کہتے ہیں، 'زلف شب گیر' نہ مسموع، نہ معقول ۔

'سخن' کا قافیہ 'بن' بھی درست ہے اور 'تن' بھی جائز ہے، یعنی 'سخن' کا دوسرا حرف مضموم بھی ہے اور مفتوح بھی ہے اور اس پر متقدمین اور متاخرین اور اہل ایران اور اہل ہند کو اتفاق ہے ۔

'قبۂ خشخاش' پوست کے ڈوڈے[1] کو کہتے ہیں ۔ اس میں کچھ تامل نہ چاہیے ۔

تم اپنی تکمیل کی فکر کرو، زنہار کسی پر اعتراض نہ کیا کرو، والدعا ۔

(؟[2])

میر مہدی کے نام[3]

(خط نمبر ۵۳)

برخوردار !

تمہارا خط آیا، حال معلوم ہوا ۔ میں اس خیال میں تھا

---

۱ ۔ اصل، نارائنی ''ڈوری'' ۔
۲ ۔ خط میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے تاریخ یا زمانہ معین کیا جا سکے ۔ زین العابدین فوق کا تذکرہ او، کہیں نہیں ملا ۔
۳ ۔ میر مہدی حسین مجروح مرزا کے محبوب ترین شاگرد ۔ دیکھیے ضمیمہ ۔

که الور کا کچھ حال معلوم کرلوں اور کپتان الگزنڈر[۱] کا خط آئے اور میں اس کو (۶۷) میر سرفراز حسین کے مقدمے[۲] میں لکھ لوں[۳] تو اس وقت تمھارے خط کا جواب لکھوں۔ چوں که آج تک اُن کا خط نه آیا ، میں[۴] سوچا که اگر اسی انتظار میں رھوں گا اور خط کا جواب نه بھیجوں گا تو میرا پیارا میر مہدی خفا ھوگا۔ ناچار جو کچھ الور کا حال سنا ھے وہ ، اور کچھ اپنا حال لکھتا ھوں ۔ ھر چند میں نے دریافت کرنا چاھا مگر حکیم میر محمود علی کا وھاں پہنچنا اور یه که وھاں پہنچنے کے بعد کیا طور قرار پایا ؟ کچھ معلوم نہیں ھوا ۔ صرف خبر واحد ھے که اُن کو 'راؤ راجا' نے صاحب اجنٹ سے اجازت لے کر بلا لیا ھے ۔

کہتے ھیں که صاحب اجنٹ الور نے راجه کے بالغ اور

---

۱ - اصل ''الکذاندر'' ۔ الگزنڈر ھیڈرلے ، جیمز ھیڈرلے کا بیٹا تھا ۔ اس کے مورث اعلیٰ سالسبری (انگلینڈ) کے تعلقه دار تھے ۔ الگزنڈر ۱۸۲۹ء میں ھندوستان میں ایک ھندوستانی عورت کے یہاں پیدا ھوا اور پورا مشرقی انگریز ھوا - وہ اٹھارہ برس کے سن سے شعر کہتا تھا ۔ آگرے میں رھنے کی وجه سے عارف و غالب سے اصلاح لیتا تھا ۔ ۷ - جولائی ۱۸۶۱ء میں گولی لگنے سے فوت ھوا ۔ الور میں کپتانی کے عہدے پر فائز تھا اور اس کا بھائی بھی الور میں ملازم تھا ۔ صاحب دیوان ھے ۔ (خم خانه ۲، صفحه ۲۷ ۔ ناظر حسن : ''الگزنڈر ھیدرلی آزاد'' طبع آج کل ، دھلی ، مئی ۱۹۵۷ء)

۲ - اصل وغیرہ ''مقدمه'' مراد معامله ۔

۳ - خطوط ''لکھوں تو اس وقت'' ۔

۴ - اصل میں ''میں'' کے بعد ''نے'' نہیں ھے ۔ مہر صاحب کے نسخے میں ''که'' ندارد ۔

عاقل ہونے کی رپوٹ[1] صدر کو بھیجی ہے ؛ کیا عجب ہے کہ ان کا راج ان کو مل جائے۔ کہتے ہیں کہ راؤ راجا نے اہل خطہ کے فراق کی شکایت حاکم سے کی تھی - جواب پایا کہ وہ لوگ مفسد اور بدمعاش ہیں اور تمھاری برادری کے لوگ اُن سے ناخوش ہیں ؛ اُن کے آنے میں فساد کا احتمال ہے ، وہ نہ آنے پائیں گے -

مولانا غالب علیہ الرحمۃ ان دنوں میں بہت خوش ہیں - پچاس ساٹھ جزو کی کتاب 'امیر حمزہ کی داستان' اور اسی قدر حجم[2] کی ایک جلد 'بوستان خیال' کی آ گئی ؛ سترہ بوتلیں بادۂ ناب کی توشک[3] خانے میں موجود ہیں ؛ دن بھر کتاب دیکھا کرتے ہیں ، رات بھر شراب پیا کرتے ہیں -

بیت

کسے کایں مرادش میسر بود[4]
اگ جم نہ باشد ، سکندر بود

میرسر فراز حسین[5] کو اور میرن صاحب کو اور میر

---

۱ - اصل ، نارائنی ، مہیش ''رپوٹ'' باقی نسخوں میں ''رپورٹ'' -

۲ اصل ، نارائنی ، اردو ۱ ''ھجم'' -

۳ - توشک خانہ : گودام ، سامان رکھنے کی جگہ -

۴ - جسے یہ مراد مل جائے تو اگر وہ جمشید نہ ہو تو کم سے کم سکندر تو ہے -

۵ - اصل ''سر افراز حسین''

نصیرالدین صاحب کو دعائیں اور دیدار کی آرزوئیں[1]۔

(۱۸۶۰ء[2])

ایضاً[3] (خط نمبر ۵۴)

اھاھا! میرا پیارا میر مہدی آیا !

آؤ بھائی ، مزاج تو اچھا ہے ؟ بیٹھو!۔۔۔یہ رام پور ہے ، دارالسرور ہے ، جو لطف یہاں ہے ، وہ اور کہاں ہے ؟ پانی ! سبحان اللہ! شہر سے تین سو قدم کے فاصلے پر ایک دریا ہے اور 'کوسی' اُس کا نام ہے ۔ ۔ شبہ چشمۂ آب حیات کی کوئی سوت

---

۱ ۔ اس کے بعد اصل اور عود کے پیش نظر نسخوں میں اگلا خط شروع ہو جاتا ہے ۔ شاید نقل یا کتابت میں ''ایضاً'' رہ گیا ہے ۔ خط ہے : آھاھاھا ۔

۲ ۔ خم خانۂ جاوید میں الگزینڈر کی وفات ۷ جولائی ۱۸۶۱ء بتائی گئی ہے ، اس لیے بہ قول مہر صاحب جولائی ۱۸۶۱ء سے پہلے کا ہے اور مہیش صاحب اسے دسمبر ۱۸۶۲ء کا مانتے ہیں ۔ اب رہا یہ کہ مئی ۱۸۶۱ء کا مانا جائے جیسا کہ مہر صاحب کی ترتیب سے واضح ہوتا ہے یا ۱۸۶۰ء کے آخر اور ۱۸۶۱ء کے آغاز سے متعلق مانا جائے ؟ میں سمجھتا ہوں کہ ۱۸۶۱ء میں مرزا کی صحت خراب رہی ہے ، اور مارچ ۱۸۶۰ء یعنی واپسی رام پور کے بعد وہ خوش حال و مسرور تھے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ محرم ۱۲۷۷ھ میں سرفراز حسین نے رام پور کے لیے مرزا سے خط لیا ہے اور صفر کے قریب ناکام واپسی کی اطلاع ملتے ہی مرزا نے مجروح کو یہ خط لکھا ، اس لیے ہم اسے ستمبر ۱۸۶۰ء کے لگ بھگ کا مکتوب قرار دیتے ہیں ۔

۳ ۔ یہ خط اصل اور پھر عود کے تمام نسخوں میں خط نمبر ۵۳ میں شامل ہے ۔ کاتب یا ناسخ نے اس سے پہلے ''ایضا'' کا لفظ چھوڑ دیا، حالاں کہ دونوں کا مضمون اور اسلوب جدا ہے ۔

اس میں ملی ہے۔ خیر اگر یوں بھی ہے تو بھائی آب حیات عمر بڑھاتا ہے لیکن اتنا شیریں کہاں ہوگا ؟

تمھارا خط پہنچا ، تردد عبث۔ میرا مکان ڈاک گھر کے قریب اور ڈاک منشی میرا دوست ہے ، نہ عرف (۶۸) لکھنے کی حاجت نہ محلے کی حاجت۔ بے وسواس خط بھیج دیا کیجیے اور جواب لیا کیجیے۔

یہاں کا حال سب طرح خوب (ہے[1])، صحت مرغوب ہے۔ اس وقت تک مہمان ہوں ، دیکھوں کیا ہوتا ہے ؛ تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہے۔ لڑکے[2] دونوں میرے ساتھ آئے ہیں ، اس وقت اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔

(فروری[3] ۱۸۶۰ء)

ایضاً (خط نمبر ۵۵)[4]

اے جناب میرن[5] صاحب ! السلام علیکم

۱۔ اصل ندارد۔ اردو سے اضافہ ہے۔
۲۔ عارف کے دونوں لڑکے باقر علی خاں اور حسین علی خاں ہم سفر تھے۔
۳۔ غالب آخر (۲۷) ماہ جنوری ۶۰ء میں رام پور پہنچے۔ (مکاتیب ، صفحہ ۹۵ ، دیباچہ) اور انداز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے مجروح کے نام یہ پہلا خط لکھا ہے۔ گویا یہ تحریر فروری کے آغاز کی ہے۔
۴۔ نول کشور پریس کے ایڈیشن نیز مبارک علی ایڈیشن میں چوں کہ گزشتہ خط کو الگ نہیں لکھا گیا ہے اس لیے نمبر غلط ہوگئے۔
۵۔ میر افضل علی عرف میرن صاحب مرثیہ خوان ، میر مہدی مجروح اور غالب کے عزیز دوست۔ خط میر مہدی کے نام ہے۔ بات میرن صاحب سے شروع کی ہے۔

''حضرت آداب !''

''کہو صاحب ، آج اجازت ہے میر مہدی کے خط کے جواب لکھنے کی[1] ؟''

''حضور ، میں کیا منع کیا کرتا ہوں ؟ میں نے تو یہ عرض کیا تھا کہ اب وہ تندرست ہو گئے ہیں ، بخار جاتا رہا ہے ، صرف پیچش باقی ہے ، وہ بھی رفع ہو جائے گی - میں اپنے ہر خط میں آپ کی طرف سے دعا لکھ دیتا ہوں ، آپ پھر کیوں تکلیف کریں ؟''

نہیں ، میرن صاحب ! اُس کے خط کو آئے ہوئے بہت دن ہوئے ہیں ؛ وہ خفا ہوا ہوگا ، جواب لکھنا ضرور ہے !''

''حضرت ! وہ آپ کے فرزند ہیں ، آپ سے خفا کیا ہوں گے ؟''

''بھائی ! آخر کوئی وجہ تو بتاؤ کہ تم مجھے خط لکھنے سے کیوں باز رکھتے ہو ؟''

''سبحان اللہ[2] ، سبحان اللہ ، اے لو حضرت ! آپ تو خط نہیں لکھتے اور مجھے فرماتے ہیں کہ تو باز رکھتا ہے -''

''اچھا تم باز نہیں رکھتے ، مگر یہ تو کہو کہ تم کیوں نہیں چاہتے کہ میں میر مہدی کو خط لکھوں ؟''

''کیا عرض کروں ، سچ تو یہ ہے کہ جب آپ کا خط جاتا

---

۱ - اردو ۱ ، مہیش ''لکھنے کو'' لیکن صحیح ''کی'' ہے -
۲ - اصل ، نارائینی ، عود ، نول ، مبا ۱ ''سبحان اللہ ، سبحان اللہ''-
اردو ، مہیش میں ایک مرتبہ ''سبحان اللہ'' -

اور وہ پڑھا جاتا تو میں سنتا اور حظ [۱] اُٹھاتا ۔ اب جو میں وهاں نہیں هوں تو نہیں چاهتا که تمهارا خط جائے ۔ میں اب پنج شنبه کو روانه هوتا هوں ۔ میری روانگی کے تین دن کے بعد آپ خط شوق سے لکھیے گا ۔"

"میاں بیٹھو ، هوش کی خبر لو ۔ تمهارے جانے نه جانے سے مجھے کیا علاقه ؟ میں بوڑھا آدمی ، بھولا آدمی ، تمهاری باتوں میں آ گیا اور آج تک اُس کو [۲] خط نہیں لکھا ، لا حول و لا قوة ۔"

سنو ، میر مهدی صاحب ! میرا کچھ گناه نہیں ، میرے [۳] خط کا جواب لکھو ۔ تپ تو رفع هو گئی ، پیچش رفع هونے کی خبر شتاب لکھو ۔ پرهیز کا بھی خیال رکھا کرو ۔ یه بری [۴] بات هے که وهاں (۶۹) کچھ کھانے کو ملتا هی نہیں ۔ تمهارا پرهیز اگر هوگا بھی تو "عصمت بی بی [۵] از بے چادری" هوگا ۔

حالات یہاں کے مفصل میرن صاحب کی زبانی معلوم هوں گے ۔ دیکھو بیٹھے هیں ؛ کیا جانوں حکیم میر اشرف علی میں اور ان میں کچھ کونسل [۶] تو هو رهی هے ۔

---

۱ ۔ حظ : لطف ، مزه ، حصه ۔
۲ ۔ عود "اوس کو" اردو ، مهیش "اُسے" ۔
۳ ۔ عود ۱ ، نارائنی ، عود "نہیں یه اپنے خط کا جواب لکھو" تصحیح از اردو ، مهیش ۔
۴ ۔ اردو ۱ ، "بڑی بات" ۔
۵ ۔ "بی بی کی آبرو چادر نه هونے کی وجه سے هے" ۔ پردے میں ره کر سب کچھ کیا جا سکتا تھا ۔ مطلب یه که بد پرهیزی کی چیزیں ملتی هوتیں تو مزا تھا ۔
۶ ۔ "کونسل هونا" چپکے چپکے باتیں اور مشورے هونا ۔

پنج شنبہ روانگی کا دن ٹھہرا تو ہے[1] ، اگر چل نکلیں اور پہنچ جائیں تو اُن سے یہ پوچھیو کہ جناب ملکۂ انگلستان کی سال گرہ کی روشنی کی محفل میں تمھاری کیا گت ہوئی تھی اور یہ بھی معلوم کر لیجیو[2] کہ یہ جو فارسی مثل مشہور ہے کہ 'دفتر را گاؤ خورد' اس کے معنی کیا ہیں ؟ پوچھیو اور نہ چھوڑیو جب تک نہ بتائیں ۔

اس وقت پہلے تو آندھی چلی ، پھر مینہ آیا ، اب مینہ برس رہا ہے ۔ میں خط لکھ چکا ہوں ، سر نامہ لکھ کر رکھ چھوڑوں گا ۔ جب ترشح موقوف ہو جائے گا تو کلیان[3] ڈاک کو لے جائے گا ۔

میر سرفراز حسین[4] کو دعا پہنچے ۔ اللہ اللہ ، تم پانی پت کے سلطان العلماء اور مجتہد العصر بن گئے ۔ کہو وہاں کے لوگ تمھیں قبلہ و کعبہ کہنے لگے یا نہیں ؟ میر نصیر الدین کو دعا کہنا ۔

(جون ۱۸۶۱ء[5])

---

۱ - اصل ''تو یہی'' ۔
۲ - اصل ، عود ''معلوم کر لیجیے'' ۔
۳ - کلیان : مرزا کے نوکر اور کہار کا نام ہے ۔
۴ - اصل ، عود ، نرائنی : ''میر سرافراز حسین'' ۔
۵ - منشی مہیش پرشاد صاحب نے مئی ۱۸۶۱ء تاریخ تجویز کی ہے ، جسے مہر صاحب نے بھی نقل کر دیا ، لیکن کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آئی ۔ خط میں ملکہ انگلستان کی سال گرہ کی روشنی کا ذکر ہے اور ۱۸ جون ۱۸۶۱ء میں تخت نشینی ملکہ ہے ۔ خط میں آندھی اور ترشح کا بھی تذکرہ ہے ، اس لیے خط کو جون کے آخر کا ماننا قرین قیاس ہے ۔ مئی میں آندھی اور ترشح کا سوال ہی نہیں ۔

مرزا علاء الدین خان کے نام[1]

(خط نمبر ۵۶)

سنو[2] ، عالم دو ھیں : ایک عالم ارواح اور ایک عالم آب و گل ۔ حاکم ان دونوں عالموں کا وہ ایک ھے جو خود فرماتا ھے :

"لمن الملک الیوم"[3]

---

۱ ۔ نواب امین الدین خاں مرزا غالب کے سببی بھائی اور نواب ضیاؤالدین خاں کے حقیقی بھائی تھے ۔ علاؤالدین خاں انھیں کے بیٹے اور ولی النساء بیگم (بنت نواب غضنفرالدولہ محمد وزیر بیگ عرف مرزا مینڈھو خاں رسال دار سلطنت اودھ) کے بطن سے ۲۵ اپریل ۱۸۳۳ء/۴ ذی الحجہ ۱۲۴۸ھ کو پیدا ھوئے اور جمعہ ۳۱ اکتوبر ۱۸۸۴ء/۱۱ محرم ۱۳۰۲ھ کو رحلت کی ۔ (تلامذۂ غالب : ۲۳۹ ببعد) ۔

۲ ۔ خط کا آغاز یوں ھے :

"جان غالب !ــ یاد آتا ھے کہ تمھارے عم نامدار سے سنا ھے کہ لغات "دساتیر" کی فرھنگ وھاں ھے ۔ اگر ھوتی تو کیوں نہ تم بھیج دیتے ، خیر :

آنچہ مادر کار داریم اکثرے درکار نیست ۔

تم ثمر نورس ھو اس نہال کے کہ جس نے میری آنکھوں کے سامنے نشو و نما پائی ھے اور میں ھوا خواہ و سایہ نشین اس نہال کا رھا ھوں ۔ کیوں کر تم مجھ کو عزیز نہ ھو گے ؟ رھی دید وادید ، اس کی دو صورتیں :ــ تم دلی میں آؤ ، یا میں لوھارو آؤں ۔ تم مجبور ، میں معذور ۔ خود کہتا ھوں کہ میرا عذر زنہار مسموع نہ ھو ، جب تک نہ سمجھ لو کہ میں کون ھوں ، اور ماجرا کیا ھے" ؟

۳ ۔ "آج ملک کس کا ھے ؟ واحد بااقتدار اللہ کا" (پ ۲۴ مومن ، ع ۱۶)

اور پھر آپ ہی جواب دیتا ہے :

''للہ الواحد القہار''

ہر چند قاعدہ عام یہ ہے کہ عالم آب و گل کے مجرم ، عالم ارواح میں سزا پاتے ہیں ، لیکن یوں بھی ہے کہ عالم ارواح کے گنہ گار کو دنیا میں بھیج کر سزا دیتے ہیں - چناں چہ ۸ رجب[1] ۱۲۱۲ھ کو مجھ کو روبکاری کے واسطے یہاں بھیجا - ۱۳ برس حوالات میں رہا - ۱۷[2] رجب ۱۲۲۵ھ کو میرے واسطے حکم دوام حبس صادر ہوا - ایک بیڑی میرے پانؤں میں ڈال دی اور دلی[3] شہر کو زندان مقرر کیا ، اور مجھے اس زندان میں ڈال دیا - نظم و نثر کو مشقت ٹھہرایا -

برسوں کے بعد میں جیل خانے[4] میں سے بھاگا - تین برس بلاد شرقیہ میں پھرتا رہا ، پایان کار مجھے کلکتے سے پکڑ لائے

---

۱ - یعنے ۲۷ دسمبر ۱۷۹۷ء رات کے وقت آگرے میں پیدا ہوے -

۲ - ۱۷ اکتوبر ۱۸۱۰ء کو شادی ہوئی -

۳ - دلی میں آنے کی تاریخ مالک رام صاحب نے علائی ہی کے ایک خط اور ''درفش کاویانی'' کی ایک عبارت سے ۱۸۱۰—۱۱ء قرار دی ہے - یہ خط اس کی تائید کرتا ہے - گویا شادی کے بعد انھیں سسرال کے شہر اور ''شعبان بیگ'' کی حویلی میں رہنا پڑا (ذکر غالب) کیوں کہ نہ باپ زندہ تھے ، نہ چچا اور خود نابالغ بھی تھے - دس گیارہ سال کی عمر سے شاعری کا شوق ہوا -

۴ - مہیش صاحب نے حاشیہ میں ع ا ''جہل خانے'' لکھا ہے حالاں کہ عود ا میں نہیں ، نارائینی میں ''جہل خانہ'' ضرور ہے - اس جملے میں اشارہ ہے سفر کلکتہ کی طرف جو اگست ۱۸۲۶ء سے شروع ہوا اور ۰۸ نومبر ۱۸۲۹ء کی واپسی دھلی پر ختم ہوا - (ذکر غالب : ۵۵ - ۶۲) -

اور پھر اسی (۷۰) محبس میں بٹھا دیا۔ جب دیکھا کہ قیدی گریز پا ہے، دو ہتھکڑیاں[1] اور بڑھا دیں۔ پانؤں بیڑی سے فگار، ہاتھ ہتھکڑیوں سے زخم دار، مشقت مقرری اور مشکل ہو گئی، طاقت یک قلم[2] زائل ہو گئی، بے حیا ہوں۔

سال گزشتہ بیڑی کو زاویۂ زندان میں چھوڑ مع دونوں ہتھکڑیوں کے بھاگا۔ میرٹھ، مراد آباد ہوتا ہوا رام پور پہنچا۔ کچھ دن کم دو مہینے وہاں رہا کہ پھر پکڑا آیا۔ اب عہد کیا کہ پھر نہ بھاگوں گا۔ بھاگوں کیا، بھاگنے کی طاقت بھی نہ رہی۔ حکم رہائی دیکھیے کب صادر ہو۔ ایک ضعیف سا احتمال ہے کہ اسی ماہ ذی حجہ[3] ۱۲۷۷ھ میں چھوٹ جاؤں۔ بہ ہر تقدیر بعد رہائی کے تو آدمی سوائے اپنے گھر کے اور کہیں نہیں جاتا۔ میں بھی سیدھا عالم ارواح کو چلا جاؤں گا:

شعر

فرخ[4] آں روز کہ از خانۂ زنداں بروم
سوئے شہر خود ازیں وادیٔ ویراں بروم[5]

۱۔ دو ہتھکڑیاں باقر علی اور حسین علی عارف کے دونوں بیٹے ہیں جنھیں مرزا اپنے گھر لے آئے تھے اور بیٹوں کی طرح پالتے رہے۔

۲۔ اصل، "ایک قلم"۔

۳۔ اردو ا " اس ماہ ذی الحج میں" سنہ ندارد۔ مرزا کو اپنی اس پیشین گوئی پر بڑا بھروسہ تھا۔

۴۔ مبارک ہے وہ دن کہ جب اس قید خانے اور ویرانے سے اپنی منزل اصلی جاؤں گا۔

۵۔ اردو اور مہیش میں اس کے بعد یہ عبارت اور ہے:

(باقی صفحہ ۱۸۹ پر)

میر مہدی کے نام

(خط نمبر ۵۷)

او میاں سید زادۂ آزادہ ، دلی کے دل دادہ ، ڈھئے ہوئے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۶:

''گانے میں غزل کے سات شعر کافی ہوتے ھیں - دو فارسی غزلیں ، دو اردو غزلیں اپنے حافظے کی تحویل میں بھیجتا ہوں - بھائی صاحب کی نذر :- غزل

از جسم بجاں نقاب تا کے ؟ ایں گنج دریں خراب تا کے ؟
ایں گوھر پر فروغ یارب ! آلودۂ خاک و آب تا کے ؟
ایں راھرو مسالک قدس واماندۂ خورد وخواب تا کے؟
بیتابی برق جز دمے نیست ماویں ھمہ اضطراب تا کے ؟
جاں در طلب نجات تا چند ؟ دل در تعب عتاب تا کے ؟
پرسش ز تو بے حساب باید غم ھائے مرا حساب تا کے ؟
غالب بہ چنیں کشا کش اندر
یا حضرت بوتراب تا کے ؟

دوش ، کز گردش بختم گلہ بر روے تو بود
چشم سوےفلک و روے سخن سوے تو بود
آنچہ شب شمع گماں کردی و رفتی بہ عتاب
نفسم پردہ کشاے اثر خوے تو بود
چہ عجب ، صانع اگر نقش دھانت گم کرد؟
کاں خود ازحیرتیان رخ نیکوے تو بود
بکف باد مباد ، ایں ھمہ رسوائی دل
کا خر از پردگیان شکن موئے تو بود
مردن وجاں بہ تمناے شہادت دادن
ھم از اندیشۂ آزردن بازوے تو بود

(باقی صفحہ ۱۸۸ پر)

'اردو بازار' کے رہنے والے ، حسد سے لکھنؤ کو برا کہنے والے !
نــہ دل مہر و آزرم ، نــہ آنکھ مـیں حـیـا و شـرم ——

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۷) :

دوست دارم گرہے را کہ بکارم زدہ اند
کایں ہماں است کہ پیوستہ در ابروے تو بود
لالہ و گل دمد از طرف مزارش پس مرگ
تا چہا در دل غالب ہوس روے تو بود

ہے بس کہ ہر اک ان کے اشارے میں نشاں اور
کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اور
لوگوں کو ہے خورشید جہاں تاب کا دھوکا
ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغ نہاں اور
ہے خون جگر جوش میں ، دل کھول کے روتا
ہــوتے جــو کئی دیدۂ خونتابہ فشــاں اور
یارب نہ وہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور
تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم ؟ جب اٹھیں گے
لے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جاں اور
مرتا ہوں اس آواز پہ ہر چند سر اڑ جائے
جلاد کو لیکن وہ کہے جائیں کہ "ہاں اور"
ہیں اور بھی دنیا میں سخن‌ور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

اس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کیے
بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے
ضد کی ہے اور بات مگر خو بری نہیں
بھولے سے اس نے سیکڑوں وعدے وفا کیے

(باقی صفحہ ۱۸۹ پر)

نظام الـدین[1] ممنون کہاں ! ذوق[2] کہـاں ! مومن[3] خاں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۸ :

صحبت میں غیر کی نہ پڑی ہو کہیں یہ خو
دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے
رکھتا پھروں ہوں خرقہ و سجادہ رہن مے
مدت ہوئی ہے دعوت آب و ہوا کیے
کس روز تہمتیں نہ تراشا کیے عدو
کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کیے
غالب تمھیں کہو کہ ملے گا جواب کیا
مانا کہ ہم کہا کیے اور وہ سنا کیے
(ذی‌الحج ۱۲۷۷ھ ، جون ۱۸۶۱ء)

(مرزا نے یہ تاریخ اثنائے تحریر میں لکھی ہے۔ دیکھیے اردو۱، صفحہ ۴۰۰۔

۱ - قمرالدین منت کے بیٹے ، اجمیر میں صدر الصدور رہ چکے تھے - آخر عمر میں شاہ جہان آباد آ گئے تھے - ۱۲۶۰ھ میں فوت ہوئے۔ (گلستان سخن ، صفحہ ۴۳۲ ، ۴۳۴) -

۲ - شیخ محمد ابراہیم ذوق مولود ۱۱ ذی حجہ ۱۲۰۴ھ (مطابق ۲۳ اگست ۱۷۹۰ء) دھلی - وفات ۲۴ صفر ۱۲۷۱ھ (مطابق ۱۶ نومبر ۱۸۵۴ء) - بادشاہ نے اس دن جشن جلوس ملتوی کیا ، تین سو سے زائد قطعات کہے گئے جن میں بادشاہ کا قطع بھی تھا اور غالب کا بھی (دیکھیے گلستان سخن : صفحہ ۲۱۷ ، ببعد - آب حیات صفحہ ۴۳۵ ببعد ، طبع دوازدھم اور میری کتاب ''انتخاب ذوق'' طبع شیخ غلام علی اینڈ سنز لاھور) -

۳ - مومن خاں مومن فرزند غلام نبی‌خاں مولود ۱۲۱۵ھ (مطابق ۱۸۰۰ء) وفات ۱۲۶۸ھ (مطابق ۱۸۵۲ء) دیکھیے تمام تذکرے -

کہاں ؟ ایک 'آزردہ'[1] سو خاموش ، دوسرا غالب وہ بے خود و مدہوش ۔ نہ سخن وری رہی نہ سخن دانی ، کس برتے پرتتا پانی ؟ــــ ہائے دلی ، وائے دلی ! بھاڑ میں جائے دلی !

سنو صاحب ! پانی پت کے رئیسوں میں ایک شخص ہیں احمد حسین خاں ولد سردار خاں ولد دلاور خاں اور نانا اس احمد حسین خاں کے غلام حسین خاں ولد مصاحب خاں ۔ اس شخص کا حال از روے تحقیق مشرح اور مفصل لکھو ۔ قوم[2] کیا ہے ؟ معاش کیا ہے ؟ طریق کیا ؟ احمد حسین کی عمر کیا ہے ؟ لیاقت ذاتی کا کیا رنگ ہے ؟ طبیعت کا کیا ڈھنگ ہے ؟

بھائی ! (خوب[3] چھان کر) لکھ اور جلد لکھ ۔

(پنجشنبہ[4] ، ۲۳ مئی ۱۸۶۱ء)

---

۱ - مفتی صدرالدین خاں آزردہ ولد مولوی لطف اللہ کشمیری (۱۷۸۹ء تا ۱۶ جولائی ۱۸۶۸ء) ممنون کے شاگرد اور دلی کے معزز ترین ادیب (خم خانہ ج ۱ ، صفحہ ۵۳ ۔ گلستان سخن صفحہ ۱۱۲)

۲ - اردو ۱ ''قوم کیا ہے ، عمر کیا ہے ، طریق کیا ہے ، احمد حسین خاں کی لیاقت ذاتی . . . .'' خطوط ''عمر'' ندارد ۔ عود مطابق متن۔

۳ - قوسین کی عبارت نہ اردو میں ہے نہ عود میں ، ہم نے مہیش سے نقل کی ہے ۔

۴ - یہ تاریخ مہیش نے ''انتخاب'' سے لی ہے جو جناب ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی کے پاس مخطوط ہے ۔

میر مہدی کے بھائی میر سرفراز[1] حیسن کے نام

(خط نمبر ۵۸)

نور چشم ، راحت جان ، میر سرفراز حسین !

جیتے رہو اور خوش رہو! تمہارے دستخطی خط نے میرے ساتھ وہ کیا جو بوے پیرہن نے یعقوب[۴] کے ساتھ کیا تھا (۱۷)

میاں یہ ہم تم بوڑھے ہیں یا جوان ہیں ، توانا ہیں یا ناتوان ہیں ، بڑے بیش قیمت ہیں، یعنی بہ ہر حال غنیمت ہیں ۔ کوئی جلا بھنا کہتا ہے :

شعر

یادگار زمانہ ہیں ہم لوگ یاد رکھنا فسانہ ہیں ہم لوگ

وہی بالا خانہ ہے اور وہی میں ہوں ۔ سیڑھیوں پر نظر ہے کہ وہ میر مہدی آئے ، وہ یوسف مرزا آئے ـــ وہ میرن آئے ، وہ یوسف علی خاں آئے ۔ مرے ہووں کا نام نہیں لیتا ، بچھڑے ہووں میں سے کچھ گنے ہیں ۔ اللہ ، اللہ ، ہزاروں کا میں ماتم دار ہوں ، میں مروں گا تو مجھ کو کون روئے گا ؟ سنو غالب ! رونا پیٹنا کیا ، کچھ اختلاط کی باتیں کرو ۔ کہو میر سرفراز حسین سے کہ یہ خط میر مہدی کو پڑھواؤ اور

---

۱ ۔ میر سرفراز حسین جنہیں مرزا مجتہد العصر کہا کرتے تھے ، غدر کے بعد بہت پریشان رہے ۔ کچھ دنوں مہاراجا الور راجا شیو دان سنگھ کے مصاحب بھی رہے ۔ (دیکھیے العصر، لکھنؤ ج ۱ ، نمبر ۴ ، جون ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۸۶) مرزا نے انہیں رام پور بھی بھیجا تھا ۔

میرن صاحب کو بہلاؤ ـ کل شام کو یا پرسوں شام کو میر
اشرف علی صاحب میرے پاس آئے تھے ؛ کہتے تھے کہ کل یا
پرسوں پانی پت کو جاؤں گا ـ میں نے اُن کی زبانی کچھ پیام
میرن صاحب کو بھیجا ہے ، اگر بھول نہ جائیں گے، پہنچائیں گے۔
خلاصہ اس کا یہ ہے کہ صاحب! ابّن نہیں ہے نہ ہو ، غلام
اشرف نہیں ہے نہ ہو ـ اگر منظور کیجیے تو میں صوفی ہوں ،
ہمہ اوست کا دم بھرتا ہوں۔ بہ موجب اس مصرع کے : ع

دل بدست آور کہ حج اکبر است

تم سے کب انکار کرتا ہوں۔ اگر مرزا گوہر کی جگہ مانو
تو خوش ، اگر غلام اشرف جانو تو راضی ۔ رات کو اپنے گھر
میں باتیں بناؤ ، دن کو مجھ سے جی بہلاؤ ـ قصہ مختصر آؤ اور
جلد آؤ ـ

سید الور کا جو حال لکھتے ہو ، وہ سچ ہے ـ راجپوت
ایسا ہی کچھ کرتے ہیں ، مگر مہاراجہ مسلمانوں کا دم بھرتے
ہیں ، کچھ دن جاتے ہیں کہ یہ لوگ پھر وہاں آتے ہیں ـ
کیا مجمع برہم ہوا ہے ، مجھ کو کیسا غم ہوا ہے ـ تم اس
جرگے سے جدا ہو ، تم کو کیا اندیشہ ہے ؟ میر قربان علی صاحب
جیسا لکھیں ویسا کرو ـ میر مہدی صاحب سارا خط پڑھ کر
کہیں گے ، مجھ کو دعا بھی نہ لکھی ـ بھائی میری دعا پہنچے ـ
میر نصیر الدین ایک دن میرے ہاں آئے تھے ، اب میں نہیں
جانتا یہاں ہیں یا وہاں ہیں ـ اگر وہاں ہوں تو دعا کہنا ـ
میرن صاحب کے نام تو اتنا کچھ پیام ہے ، دعا سلام کی حاجت
کیا ؟ دیکھو ہم اپنا نام نہیں لکھتے ، بھلا دیکھیں تو سہی تم

جان جاتے ہو کہ یہ خط کس کا ہے ؟

(۱۸۶۳ء[1] ببعد)

میر مہدی کے نام
(خط نمبر ۵۹)

(۷۲) سید ! خدا کی پناہ ! عبارت لکھنے کا ڈھنگ ہاتھ کیا آیا ہے کہ تم نے سارے جہان کو سر پر اٹھایا ہے - ایک غریب سید مظلوم[2] کے چہرۂ نورانی پر مہاسہ نکلا ہے ، تم کو سرمایۂ آرایش گفتار بہم پہنچا ہے - میری ان کو دعا پہنچاؤ اور ان کی خیر و عافیت جلد لکھو -

بھائی[3] ، یہاں کا نقشہ ہی کچھ اور ہے ؛ سمجھ میں کسی کے نہیں آتا کہ کیا طور ہے - اوائل ماہ انگریزی میں روک ٹوک

---

۱ - جناب مہر صاحب لکھتے ہیں "۱۸۶۳ء میں راجا کو اختیارات ملے ، کچھ مدت تک کام بڑی اچھی طرح جاری رہا لیکن پھر بدنظمیاں شروع ہو گئیں" (غالب ، صفحہ ۲۲۷) خط میں اس طرف اشارے ہیں اس لیے میں اسے ۶۳ء کے لگ بھگ کی تحریر سمجھتا ہوں -

۲ - شاید میرن صاحب کی طرف اشارہ ہو ، کیوں کہ آخر میں لکھا ہے "میرن صاحب کو سلام پہلے لکھ چکا ہوں -" یہ بھی ایک لطیف ایہام ہے کہ اردو محاورہ ہے " بوڑھے منہ مہاسے لوگ چلے تماشے" جوانی ختم ہونے پر جوانوں کی طرح بننا - داغ کا شعر ہے :

ہوئے ہیں دختِ رز پر شیخ عاشق
مثل سچ ہے کہ "بوڑھے منہ مہاسے"

(جدید نسیم اللغات) — "فرہنگ آصفیہ" میں ہے ، "بوڑھے منہ مہاسے لوگ آئے تماشے" (فائق) -

۳ - عود : یہاں کا بھائی - اردو ، مہیش مطابق متن -

کی شدت ہوتی تھی ، آٹھویں دسویں سے وہ شدت کم ہوجاتی تھی ؛ اس مہینے میں برابر وہی صورت رہی ہے ؛ آج ۲۷ مارچ کی ہے ، پانچ چار دن[1] مہینے میں باقی ہیں ، آنچ ویسی ہی تیز ہے ۔ خدا اپنے بندوں پر رحم کرے !

مجھ پر میرے اللہ نے ایک اور عنایت کی ہے اور اس غم زدگی میں ایک گونہ خوشی ــــ اور کیسی بڑی خوشی ــــ دی ہے ۔ تم کو یاد ہوگا کہ ایک 'دستنبو' نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کی نذر بھیجی تھی ، آج پانچواں دن ہے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کا خط مقام الہ آباد سے بہ سبیل ڈاک آیا ؛ وہی کاغذ افشانی ، وہی القاب قدیم ، کتاب کی تعریف ، عبارت کی تحسین ، مہربانی کے کلمات ۔ کبھی تم کو خدا یہاں لائے گا تو

---

۱ ۔ اس مقام پر مرزا کی چند تحریروں سے بڑا تضاد پیدا ہوا ہے ؛ یہ تحریریں جناب فائق صاحب کی توجہ خاص سے فراہم ہوئیں :
(۱) منشی شیونرائن کو لکھتے ہیں : ''وہ لمبر اخبار کا جو تم نے مجھ کو بھیجا تھا ، اس میں اڈمنشٹن صاحب کے لفٹنٹ (گورنر) ہونے کی اور بہت جلد آگرے آنے کی خبر لکھی تھی ۔'' (خطوط ، از مہیش صفحہ ۳۸۵ ، مکتوب نومبر ۱۸۵۸ء) ۔
(۲) مرزا حاتم علی مہر کو لکھا : ''بندے نے ''دستنبو'' جناب. . . اڈمنشٹن صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کی نذر بھیجی تھی ، سو ان کا فارسی خط محررۂ دہم مارچ مشتمل بر تحسین و آفرین و اظہار خوشنودی بہ طریق ڈاک آگیا ۔ پھر میں نے تہنیت میں لفٹنٹ گورنری کی قصیدۂ فارسی بھیجا ۔ اس کی رسید میں نظم کی تعریف اور اپنی رضامندی پر متضمن خط فارسی بہ سبیل ڈاک مرقومہ چہار دہم آگیا'' (مہیش صفحہ ۳۱۳) ۔ اب یہاں لکھتے ہیں کہ آج ۲۷ مارچ کو کتاب کی رسید ملے ہوئے پانچواں دن ہوا ، جو اشتباہ ہے ۔

اس کی زیارت کرنا ۔ پنسن[1] کے ملنے کا حکم آج کل میں آیا چاھتا ھے اور یہ توقع پڑی ھے کہ گورنر جنرل بہادر کے ھاں سے بھی کتاب کی تحسین اور عنایت کے مضامین کی تحریر آ جائے ۔

میرن صاحب کو سلام پہلے لکھ چکا ھوں ، میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین کو دعا کہہ دینا ۔

([2]۲۷ مارچ ۱۸۵۹ء)

ایضاً (خط نمبر ۶۰)

بھائی !

ایک خط تمھارا پہلے پہنچا اور ایک خط تمھارا کل آیا ۔ پہلے خط میں کوئی امر جواب طلب نہ تھا ۔ اگرچہ کل کے خط میں بھی صرف کتابوں کی رسید تھی ، لیکن چوں کہ دو امر لکھنے کے لائق تھے ، اس واسطے ایک لفافہ تمھاری پسند کا تمھاری نذر کرنا پڑا ۔ پہلا امر یہ کہ آج میر نصیر الدین دوپہر کو میرے پاس آئے تھے ، اُن کو دیکھ کر دل خوش ھوا ۔ تم نے بھی خط لکھا تھا کہ میر سرفراز حسین الور گئے[3] اور میر نصیر الدین بھی کہتے تھے کہ میں اور وہ ایک دن پانی پت سے چلے ؛ وہ اُدھر گئے اور میں ادھر آیا ۔ ظاھرا پارسل کے پہنچنے سے پہلے وہ

---

۱ ۔ دیکھیے حواشی خط بنام عبدالغفور ۔ مرزا عموماً پنشن کو ''س'' ھی سے لکھتے تھے ۔ دیکھیے عود ۱ ، اردو ۱ ، مہیش ۔

۲ ۔ مہیش اور غالب صحیح ھے کیوں کہ دلی میں روک ٹوک اسی سال تک سختی سے رھی ھے ۔

۳ ۔ اصل ، ناراینی ''سرفراز حسین الور گئے ۔'' اردو ۱ ، مہیش وغیرہ ''سرفراز حسین الور گئے تھے ۔''

روانہ ہوئے ہیں ۔ اُن کی کتاب[1] رہ گئی ، اب اُن تک کیوں کر پہنچے گی ؟ (۳ے) خدا خیر کرے !

میاں لڑکے ، سنو! میر نصیر الدین اولاد میں سے ہیں شاہ محمد عظیم صاحب کے ، وہ خلیفہ تھے مولوی فخر الدین صاحب کے اور میں مرید ہوں اس خاندان کا ؛ اس واسطے میر نصیرالدین کو پہلے بندگی لکھتا ہوں اور پھر تمھارے علاقے سے ان کو دعا لکھتا ہوں ۔ صوفیٔ صافی ہوں اور حضرات صوفیہ حفظ مراتب ملحوظ رکھتے ہیں : ع

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی[2]

یہ جواب ہے تمھارے اُس سوال کا کہ جو پہلے خط میں تم نے لکھا تھا ۔

اب کی خط میں تم نے میرن صاحب کی خیر و عافیت کیوں نہ لکھی ؟ یہ بات اچھی نہیں ۔ میں تو ڈر گیا کہ اگر تمھارے خط میں اُن کو دعا سلام لکھوں گا تو اُن سے تم کاہے کو کہو گے ۔

پیر زادے[3] صاحب یعنے میر نصیر الدین نے اُن کی بندگی مجھ سے کہی ہے ، واسطے خدا کے میری دعا ان کو کہہ دینا ۔

([4]جولائی ۱۸۵۹ء)

---

۱ ۔ کتاب سے مراد غالباً 'دستنبو' ہے ، جو نومبر ۵۸ء میں شائع ہوئی ۔
۲ ۔ صوفی کے نزدیک درجے و مرتبے کا لحاظ نہ رکھنا زندیقی و کفر ہے ۔
۳ ۔ مرزا کو خیال ہے کہ مجروح اور میرن صاحب میں کچھ بدمزگی ہے اس لیے دونوں میں بات چیت کرنے کا ایک موقع نکال رہے ہیں ۔
۴ ۔ میر مہدی کو ''دستنبو'' ۵۹ء ہی میں بھیجی ہے ۔ مہیش اور خطوط تاریخ ندارد ۔

ایضاً (خط نمبر ٦١)

برخوردار نورچشم میر مہدی کو بعد دعاے حیات و صحت کے معلوم ہو ۔ بھائی ! تم نے بخار کو کیوں آنے دیا ؟ تپ کو کیوں چڑھنے دیا ؟ کیا بخار میرن صاحب کی صورت میں آیا تھا جو تم مانع نہ آئے ؟ کیا تپ ابن[1] بن کر آئی تھی جو اس کو روکتے ہوئے شرمائے ۔ حکیم اشرف علی ابھی[2] گئے ہیں ، کہتے تھے کہ میں نے نسخہ لکھ کر آج ڈاک میں بھیج دیا ہے ۔ چوں کہ یہ خط بھی آج روانہ ہوتا ہے ، کیا عجب ہے کہ دونوں خط ایک دن ، بلکہ ایک وقت پہنچیں ۔ دل تمھارے واسطے بہت کڑھتا ہے ، حق تعالیٰ تم کو جلد شفا دے اور تمھاری تندرستی کی خبر مجھ کو سنائے !

سنو میاں سرفراز حسین ! ہزار برس میں تم نے مجھ کو ایک خط لکھا ؛ وہ بھی اس طرح کہ جیسا جلال اسیر کہتا ہے : ع

بغیر در شکر آب است و رو بما دارد[3]

---

۱ - اصل 'ابن' نارائنی 'این' مہیش پرشاد نے نارائنی کو ع ۱ مان کر ایک نوٹ لکھ دیا جو غلط ہے ۔ اردو ۱ میں "ابن" ہے جو ابن حسن کی عرفیت ہے ۔ مرزا نے دوبارہ سرفراز حسین کے خط میں بھی یہی لکھا ہے ۔

۲ - خطوط "ابھی آ گئے ہیں ۔"

۳ - اصل " بہ غیر در شکر الست دروھا ، دارد" - نارائنی "است" نول "بہ غیر دل نگران است و رو بما دارد" اردو مطابق متن ۔ بے خبر نے اس مصرع کی تصحیح کے لیے مرزا کو لکھا تھا مگر جواب نہ ملا اور غلط چھپا لیکن ان سے "روبما دارو" نہیں پڑھا جارہا تھا ، دیکھیے "فغان" ۔
ترجمہ : شیرو شکر ہیں دوسروں سے اور منہ ہماری طرف کر رکھا ہے اور جلا رہے ہیں ۔

پڑھتا ھوں اس خط کو اور ڈھونڈھتا ھوں کہ میرے واسطے کون سی بات ھے ، مجھ کو کیا پیام ھے ، کچھ نہیں ۔ شاید دوسرے صفحے میں کچھ ھو ، ادھر خاتمہ بالخیر ھے ۔ یا رب سرنامہ میرے نام کا ، آغاز تحریر میں القاب میرا ، پھر سارے خط میں میرن صاحب کا جھگڑا ! یہ کیا سیر ھے ؟ میں ایسے خط کا جواب کیوں لکھوں ؟ میری بلا لکھے ۔ اب جو تم خط لکھو گے اور اس میں اپنے بھائی کی خیر و عافیت رقم[1] کرو گے (۴۷) اور میرن صاحب[2] کا نام اور ان کے لیے سلام تک بھی اس میں نہ ھوگا تو میں اس کا جواب آنکھوں سے لکھوں گا ۔ ۱۲

اور ھاں میاں! پھر تم نے میر اشرف علی کو کیا لکھا ؟ کہ ھم نے سنا ھے کہ چچا نے اس کا مرنا سنا ھوگا ۔ اس غریب کا قول یہ ھے کہ میری دونوں بہنیں اور پانچ بھانجیاں پانی پت میں ھیں ، کیا چچا کو نہ معلوم ھوگا کہ کون سی لڑکی مری ۔ کاش اس کے باپ کا نام لکھتے تاکہ میں جانتا کہ کون سی بھانجی مری ھے ۔ اب میں کس کا نام لے کر روؤں اور کس کی فاتحہ دلواؤں ؟ اس امر میں حق بجانب اس مظلوم کے ھے ، توضیح بقید نام لکھو ۔۱۲

(۱۸۵۹[3]ء)

---

۱ ۔ خطوط : ''رقم نہ کرو گے''۔

۲ ۔ شاید مجروح اور میرن صاحب میں کشیدگی ھے اور مرزا طنز کر رھے ھیں ۔

۳ ۔ اس خط کا مضمون بھی خط نمبر ۶۰ کے مشابہ ھے اس لیے یہ بھی اسی زمانے کا مکتوب ھے ۔ مہیش اور خطوط تاریخ ندارد ۔

ایضاً (خط نمبر ٦٢)

میری جان ! سنو داستان -۱۲

صاحب کمشنر بہادر دهلی ، یعنے سانڈرس[1] صاحب بہادر نے مجھ کو بلایا[2] ؛ پنج شنبہ ۲۴ - فروری کو میں گیا ؛ صاحب شکار کو سوار ہو گئے تھے ، میں الٹا پھر آیا - جمعہ ۲۵ - فروری کو گیا ، ملاقات ہوئی ، کرسی دی ، بعد پرسش مزاج کے ایک خط انگریزی چار ورق کا اٹھا کر پڑھتے رہے - جب پڑھ چکے تو مجھ سے کہا کہ یہ خط ہے مکلوڈ[3] صاحب حاکم اکبر صدر بورڈ پنجاب کا - تمھارے باب میں لکھتے ھیں کہ ان کا حال دریافت کر کے لکھو ، سو ہم تم سے پوچھتے ھیں کہ تم ملکۂ معظمہ سے خلعت کیا مانگتے ہو ؟ حقیقت کہی گئی - ایک

---

۱ - چارلس سانڈرس کا حال نہیں ملتا ؛ صرف اتنا معلوم ہے کہ هنگامۂ ۱۸۵۷ء کے بعد دهلی کا کمشنر تھا اور بظاهر رحم دل اور مدبر تھا - اس نے ۲۳ اکتوبر ۵۸ء کو لوٹ کے سلسلے میں کہا تھا : ''سپاہ کو کھلے بندوں لوٹ کی اجازت دے دینا حد درجہ برا ہے ؛ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو سپاہ نظم و ترتیب کو فراموش کرکے (بد معاشوں کا) ایک انبوہ بن جائے گی - (۱۸۵۷ء ، صفحہ ۱٦۴) -

۲ - اصل ''بولایا''

۳ - سر ڈانل میکلوڈ کلکتے میں پیدا ھوا ، تعلیم انگلینڈ میں پائی ، ۲۸ء میں واپس آیا ، ۱۸۴۹ء میں جالندھر کا کمشنر اور ۱۸۵۴ء میں پنجاب کا جوڈیشنل کمشنر ھوا ، ۱۸٦۵ء سے ۱۸۷۰ء تک پنجاب کا لفٹنٹ گورنر رہا - ۲۸ نومبر ۱۸۷۲ء لندن میں انتقال کیا - 'سبد چین' میں میکلوڈ کے نام کا قطعہ و رباعی موجود ہے - مالک رام صاحب اسے فنانشل کمشنر بتاتے ھیں - (حواشی مکاتیب ، صفحہ ۱۸۰ ، ذکر غالب ۱۷٦) -

کاغذ آمدہ ولایت لے گیا تھا ، وہ پڑھوا دیا ۔ پھر پوچھا تم نے کتاب کیسی لکھی ہے ؟ اُس کی حقیقت بیان کی ۔ کہا ایک مکلوڈ صاحب نے دیکھنے کو مانگی ہے اور ایک ہم کو دو ۔ میں نے عرض کیا "کل حاضر کروں گا ۔" پھر پنسن کا حال پوچھا ، وہ گزارش کیا ، اپنے گھر آیا اور خوش آیا ۔

دیکھو ، میر مہدی ! حاکم پنجاب کو مقدمۂ ولایت کی کیا خبر ؟ کتابوں سے کیا اطلاع ؟ پنسن کی پرسش سے کیا مدعا ؟ یہ استفسار بہ حکم نواب[1] گورنر جنرل بہادر ہوا ہے ۔ یہ صورت مقدمہ فتح و فیروزی ہے ۔ غرض کہ دوسرے دن یک شنبہ یوم تعطیل تھا ، میں اپنے گھر رہا ۔ دو شنبہ ۲۸ ۔ فروری کو گیا ، باہر کے کمرے میں بیٹھ کر اطلاع کروائی ۔ کہا اچھا توقف کرو ۔ بعد تھوڑی دیر کے گڑھ کپتان کی چٹھی آئی ؛ سواری مانگی ، جب سواری آ گئی ، باہر نکلے ۔ میں نے کہا وہ کتابیں حاضر ہیں ۔ کہا منشی جیون لال[2] کو دے جاؤ ۔ وہ ادھر سوار ہو گئے ، میں ادھر سوار ہو کر اپنے مکان پر (۷۵) آیا ۔ سہ شنبہ یکم مارچ کو پھر گیا ۔ بہت انبساط[3] اور اختلاط سے باتیں کرتے رہے ۔ کچھ سرٹیفکیٹ گورنروں کے ساتھ لے گیا

---

۱ ۔ لارڈ کیننگ ۱۸۵۶ء سے ۶۲ء تک گورنر جنرل رہے ۔ یہاں نواب گورنر جنرل سے وہی مراد ہیں ۔

۲ ۔ منشی جیون لال کمپنی کا ملازم اور ہنگامۂ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کا خبر رساں تھا ۔

۳ ۔ اصل ، مہیش "استنباط اور اختلاط" ، اردو "التفات سے" ، خطوط 'التفات اور اختلاط' ؛ صحیح "انبساط" ہے جس کے معنی ہیں خوشی اور توجہ سے باتیں کہنے کے ۔ کاتب نے انبساط کو استنباط کر دیا ۔

تھا ، وہ دکھائے ۔ ایک خط میکلوڈ صاحب بہادر کے نام کا لے گیا تھا ، وہ دے کر یہ استدعا کی کہ کتاب کے ساتھ یہ بھی بھیجا جائے ، بہت اچھا کہہ کر رکھ لیا ۔ پھر مجھ سے کہا کہ ہم نے تمھاری پنسن کے باب میں اجرٹن صاحب بہادر کو کچھ لکھا ہے ، تم اُن سے ملو ؛ عرض کیا بہتر ۔ اجرٹن صاحب بہادر جیسا کہ تم کو معلوم تھا ، گئے ہوئے تھے ؛ کل وہ آئے ، آج میں نے اُن کو خط لکھا ہے، جیسا وہ حکم دیں گے، اُس کے موافق عمل کروں گا ۔ جب بلائیں[1] گے تب جاؤں گا ۔ دیکھو سید ! اسد اللہ الغالب[2] علیہ السلام کی مدد کو کہ اپنے غلام کو کس طرح سے بچایا ۔ بائیس مہینے تک بھوکا پیاسا نہ رہنے دیا ۔ پھر کس محکمے سے کہ وہ آج سلطنت کا دھندہ ہے ، میرے تفقد[3] کا حکم بھجوایا ، حکام سے مجھ کو عزت دلوائی ، میرے صبر و ثبات کی داد ملی ، صبر و ثبات بھی اسی کا بخشا ہوا تھا ، میں کیا اپنے باپ کے گھر سے لایا تھا ؟

میر سرفراز حسین کو یہ خط پڑھا دینا اور ان کو اور نصیر الدین چراغ کو اور میرن صاحب کو دعا کہنا ۔ ۱۲

([4]مارچ ۱۸۵۹ء)

---

۱ ۔ اصل ''بولائیں گے'' خطوط ''بلائین''

۲ ۔ حضرت علی علیہ السلام کا لقب ، مبا ''اسداللہ الغالب رضی اللہ عنہ۔''

۳ ۔ تفقد : خبرگیری ۔

۴ ۔ شاید یہ خط یکم یا دوم مارچ کا ہو، دیکھیے خط نمبر ۷۰ ۔ اس خط سے متعلق موضوع ''پنشن کی دوبارہ بحالی'' کے سلسلے میں ہم نے ایک خط بہ نام عبدالغفور سرور میں کافی تفصیلی گفتگو کی ہے ۔ یہاں صرف اتنا کافی ہے کہ مئی ۵۷ء سے مرزا کی انگریزی پنشن بند تھی ،

(باقی صفحہ ۲۰۲ پر)

ایضاً (خط نمبر ۶۳)

میاں کس[1] حال میں ہو ؟ کس خیال میں ہو ؟

کل شام کو میرن صاحب روانہ ہوئے ؛ یہاں ان کی سسرال میں قصے کیا کیا نہ ہوئے ؛ ساس اور سالیوں نے اور بی بی نے آنسوؤں کے دریا بہا دیے ۔ خوشدامن صاحب بلائیں لیتی ہیں ، سالیاں کھڑی ہوئی دعائیں دیتی ہیں ، بی بی مانند صورت دیوار چپ ، جی چاہتا ہے چیخنے کو مگر ناچار چپ ۔ وہ تو غنیمت تھا کہ شہر ویران ، نہ کوئی جان نہ پہچان ورنہ ہمسائے میں قیامت برپا ہوتی ، ہر ایک نیک بخت اپنے گھر سے دوڑی آتی ۔ امام[2] ضامن علیہ‌السلام کا روپیہ بازو پر باندھا گیا ، گیارہ روپے خرچ راہ دیے ۔ مگر ایسا جانتا ہوں کہ میرن صاحب اپنے جد کی نیاز کا روپیہ راہ ہی میں اپنے بازو پر سے کھول لیں گے اور تم سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۱ :

اور ۱۸۵۹ء میں اس سلسلے میں گفتگو شروع ہوئی ، آخر مئی ۱۸۶۰ء میں پنشن مل گئی جس کی تفصیل آتی ہے ۔

مہر صاحب نے اس خط کی تاریخ نہیں لکھی ، ہم نے مہیش سے نقل کی ہے اور بالکل صحیح تاریخ ہے ۔ مارچ کی ۵ ، ۶ تاریخ ہوسکتی ہے ۔

۱ ۔ مبا ”کس خیال میں ہو“ مکرر ۔

۲ ۔ امام ضامن کا روپیہ : یہ دستور تھا کہ جب کوئی شخص سفر کے لیے جاتا تو اس کے دائیں بازو پر ایک روپیہ ایک پیسہ یا حسب مقدور کم و بیش رقم باندھ دیتے تھے ۔ جب وہ سفر ختم ہوتا تھا تو مسافر وہ روپیہ خیرات کر دیتا تھا یا امام رضا[4] کی نیاز کے لیے کچھ خرید کر نیاز دے دی جاتی تھی ۔ خیال تھا کہ یہ روپیہ امام رضا[4] کی نذر کا ہے اور وہ سفر میں خیرو عافیت کے ضامن ہیں ۔

صرف پانچ روپے ظاہر کریں گے - اب سچ جھوٹ تم پر کھل جائے گا - دیکھنا ، یہی ہوگا کہ میرن صاحب تم سے بات چھپائیں گے - اس سے بڑھ کر ایک بات اور ہے اور وہ محل غور ہے ؛ ساس غریب نے بہت سی (۶۷) جلیبیاں اور تودہ قلاقند[1] ساتھ کر دیا ہے اور میرن صاحب نے اپنے جی میں یہ ارادہ کیا ہے کہ جلیبیاں راہ میں چٹ کریں گے اور قلاقند تمھاری نذر کر کر تم پر احسان دھریں گے ''بھائی میں دلی سے آیا ہوں ، قلاقند تمھارے واسطے لایا ہوں -'' زنہار نہ باور کیجیو ، مال مفت سمجھ کر لے لیجیو - کون گیا ہے ؟ کون لایا ہے ؟ کلو ، ایاز کے سر پر قرآن رکھو ، کلیان کے ہاتھ گنگا جلی دو ، بلکہ میں بھی قسم کھاتا ہوں کہ ان تینوں میں سے کوئی نہیں لایا ، واللہ میرن صاحب نے کسی سے نہیں منگایا - اور سنو ، مولوی مظہر علی[2] صاحب لاہوری دروازے کے باہر صدر بازار تک اُن کے پہنچانے کو گئے ، رسم مشایعت[3] عمل میں آئی - اب کہو بھائی کون برا اور کون اچھا ہے ؟ میرن صاحب کی نازک مزاجیوں نے کھیل بگاڑ رکھا ہے - یہ لوگ تو اُن پر اپنی جان نثار کرتے ہیں ، عورتیں صدقے جاتی ہیں ، مرد پیار کرتے ہیں -

---

۱ - بہت سی قلاقند -

۲ - مولوی مظہر علی غالباً میرن صاحب کے خسر تھے ؛ چنانچہ ایک اور خط میں مرزا نے لکھا ہے کہ انھوں نے مولوی مظہر علی سے میرن کے بلوانے کا ذکر کیا تھا اور وہ بلاوے کا خط لکھ چکے ہیں (اردو مکمل ، صفحہ ۲۱۹)

۳ - مشایعت : کسی کو رخصت کرنے کے لیے کچھ دور تک جانا -

مجتہدالعصر سلطان العلماء مولانا سرفراز حسین[1] کو میری دعا کہنا اور کہنا حضرت ہم تم کو دعا کہیں اور تم ہم کو دعا دو ۔ میاں کس قصے میں پھنسا ہے؟ فقہ پڑھ کر کیا کرے گا؟ طب و نجوم و ہیئت و منطق و فلسفہ پڑھ جو آدمی بنا چاہے ۔ خدا کے بعد نبی اور نبی کے بعد امام[2] ، یہی ہے مذہب حق ۔ والسلام والا کرام ، علی علی کیا کر اور فارغ البال رہا کر ۔
(جون[3] ۱۸۶۱ء)

ایضاً (خط نمبر ۶۴)

واہ ، واہ ! سید صاحب !

تم تو بڑی عبارت آرائیاں کرنے لگے ، نثر میں خود نمائیاں کرنے لگے ۔

کئی دن سے تمھارے خط کے جواب کی فکر میں ہوں ، مگر جاڑے نے بے حس و حرکت کر دیا ہے ۔ آج جو بہ سبب ابر کے وہ سردی نہیں تو میں نے خط لکھنے کا قصد کیا ہے ، مگر حیران ہوں کہ کیا سحر سازی کروں ، جو سخن پردازی کروں ؟

بھائی تم تو اردو کے مرزا قتیل بن گئے ہو ، ''اردو بازار'' میں نہر کے کنارے رہتے رہتے رود نیل بن گئے ہو ۔ کیا قتیل ، کیا رود نیل ، یہ سب کہنے کی باتیں ہیں ۔

---

۱ - سرفراز حسین مجروح کے چھوٹے بھائی اور کتابوں کے شوقین ، فقہ سے خاص دل چسپی رکھتے تھے ۔ مرزا اسی وجہ سے انھیں مجتہدالعصر کہا کرتے ہیں ۔

۲ - نبی کے بعد امام شیعوں کا عقیدہ ہے ، مرزا اسی کو مذہب حق مانتے ہیں ۔

۳ - مہیش و مہر نے مئی ۱۸۶۱ء کا خط مانا ہے لیکن خط نمبر ۶۵ کا مضمون بتاتا ہے کہ یہ خط اس کے بعد (یعنے جون ۱۸۶۱ء) کا ہے ۔

لو سنو ! اب تمھاری دلی کی باتیں ھیں !

چوک[1] میں بیگم کے باغ کے دروازے کے سامنے حوض کے پاس جو کنواں تھا ، اس میں سنگ و خشت و خاک ڈال کر بند کر دیا ۔ بلی ماروں کے دروازے کے پاس کی کئی دکانیں ڈھا کر راستہ چوڑا کر لیا ۔ شہر کی آبادی کا حکم ، خاص و عام (۷۷) کچھ نہیں[2] ، پنسن داروں سے حاکموں کو کام[3] کچھ نہیں ۔ تاج[4] محل ، مرزا قیصر ، مرزا جواں بخت کی سالی ، ولایت علی بیگ جے پوری کی زوجہ ، ان سب کی الہ آباد سے رھائی ھو گئی ھے ۔ بادشاہ ، میرزا جواں بخت ، میرزا عباس شاہ ، زینت محل یہ کلکتے پہنچے اور وھاں سے جہاز پر چڑھائی ھو گی ۔ دیکھیے کیمپ[5] میں رھیں یا لندن جائیں ؟ خلق نے از روے قیاس ، جیسا کہ دلی کے خبر تراشوں کا دستور ھے ، یہ بات اڑادی ، سو سارے شہر میں مشہور ھے کہ جنوری سال ۱۸۵۹ء میں لوگ عموماً شہر میں آباد کیے جائیں گے اور پنشن داروں[6] کو جھولیاں بھر بھر کر روپے دیے جائیں گے ۔ خیر آج بدھ کا دن ۲۲ ۔ دسمبر کی ھے ، اب

---

۱ ۔ چاندنی چوک ۔

۲ ۔ اردو ۱ "کچھ نہیں ھے"

۳ ۔ اردو ، مہیش "حاکموں کا کام"

۴ ۔ غالباً بہادر شاہ کی بیگم ، مرزا قیصر شکوہ بن سلیمان شکوہ وغیرہ ۶ نومبر ۱۸۵۸ء کو دھلی سے الہ آباد روانہ ھوئے ، وھاں کچھ دن قیام پزیر رھے ، پھر کلکتے روانہ کیے گئے اور غالباً یہ لوگ ۱۵ ، ۲۰ دسمبر کو کلکتے پہنچے ۔ دھلی میں مشہور ھوا کہ لندن جائیں گے لیکن وہ بلا انتظار رنگون بھیجے گئے ۔

۵ ۔ اردو ، اصل ، نارایني ، مہیش ، نولہ "کیپ"

۶ ۔ اصل "پنشن"

شنبے کو بڑا دن اور اگلے شنبے کو جنوری کا پہلا دن ہے ، اگر جیتے ہیں تو دیکھ لیں گے کہ کیا ہوا ۔ تم اس کا جواب لکھو اور شتاب لکھو ۔

میری جان سرفراز حسین ! تم کیا کر رہے ہو ؟ اور کس خیال میں ہو ؟ اور آیندہ عزیمت کیا ہے ؟ میر نصیرالدین کو صرف دعا اور اشتیاق دیدار !

میرن صاحب کہاں ہیں ؟ کوئی جائے اور بلا لائے ۔ حضرت! آئیے ، سلام علیکم[۱]، مزاج مبارک ۔ کہیے! مولوی مظہر علی نے آپ کے خط کا جواب بھیجا یا نہیں ؟ اگر بھیجا ہو تو کیا لکھا ؟ میں جانتا ہوں کہ میر اشرف علی صاحب اور میر سرفراز علی کم اور یہ ستم پیشہ میر مہدی بہت آپ کی جناب میں گستاخیاں کرتے ہیں ۔ کیا کروں ؟ میں کہیں ، تم کہیں ؛ وہاں ہوتا تو دیکھتا کہ کیوں کر تم سے بے ادبیاں کر سکتے ۔ انشاالله تعالیٰ جب ایک جا ہوں گے ، انتقام لیا جائے گا ۔ ہے ہے کیوں کر ایک جا ہوں گے ۔ دیکھیے زمانہ اور کیا دکھائے[۲] گا ! الله ، الله ، الله! ۱۲ ([۳]بدھ ۲۲ دسمبر ۱۸۵۸ء)

ایضاً (نمبر ٦۵)

میاں !

کیوں تعجب کرتے ہو ، یوسف مرزا کے خطوط کے آنے

---

۱ ۔ اردو ، اصل ، نارائنی ، مہیش 'سلام علیکم'' ، خطوط ''السلام علیکم''
۲ ۔ اصل ''دکھائے گا'' اردو ''دکھاتا ہے'' ۔
۳ ۔ مہیش ، خطوط میں ''۲۳ دسمبر'' طبع اول و ثانی، حالانکہ متن میں ''۲۲'' موجود ہے ۔

سے ؟ وہ وہاں اچھی طرح ہے ، حاکموں کے ہاں آنا جانا ، نوکری کی تلاش -

حسین مرزا صاحب بھی وہیں[1] ہیں ؛ وہاں کے حکام سے ملتے ہیں ، وہاں[2] پنشن کی درخواست کر رہے ہیں - ان دونوں صاحبوں کے ہر ہفتے میں ایک دو خط مجھ کو آتے ہیں ، میں جواب بھیجتا ہوں -

بھائی ! لکھنؤ میں وہ[3] امن و امان ہے (۷۸) کہ نہ ہندوستانی عمل داری میں ایسا امن و امان ہوگا ، نہ اس فتنہ و فساد سے پہلے انگریزی عمل داری میں یہ چین ہو گا - امرا اور شرفا کی حکام سے ملاقاتیں ، بقدر رتبہ تعظیم و توقیر ، پنشن کی تقسیم علی‌العموم ، آبادی کا حکم عام ، لوگوں کو کمال لطف اور نرمی سے آباد کرتے جاتے ہیں -

اور ایک نقل سنو ، وہاں کے صاحب کمشنر بہادر اعظم نے جو دیکھا کہ عملے میں ہنود بھرے ہیں ، اہل اسلام نہیں ، ہنود کو اور علاقوں پر بھیج دیا اور اُن کی جگہ سب مسلمانوں کو بھرتی کیا - یہ آفت تو دلی پر ٹوٹ پڑی ہے - لکھنؤ کے سوا

---

۱ - حسین مرزا دربار میں ناظر تھے، ہنگامۂ ۱۸۵۷ء میں روپوش ہو کر برست ، پانی پت ہوتے ہوئے لکھنؤ پہنچے؛ غالباً ''وہیں'' سے مراد لکھنو ہے -

۲ - اردو ''وہاں کے'' -

۳ - یہ دور کے ڈھول سہانے والی مثل ہے ؛ لکھنؤ میں دلی کے سال بھر بعد تک افراتفری مچی رہی - وہاں کے مجاہد ہتھیار ڈالنے پر تیار نہ تھے ؛ ہاں یہ ضرور ہے کہ شہر میں امن بحال ہونے کے بعد ٹکٹ وغیرہ شاید نہیں لگا -

اور شہروں میں عمل داری کی وہی[1] صورت ہے جو غدر سے پہلے تھی - ۱۲

اب یہاں ٹکٹ چھاپے گئے ہیں ، میں نے بھی دیکھے ؛ فارسی عبارت یہ ہے : ''ٹکٹ آبادی درون شہر دھلی بشرط ادخال جرمانہ'' مقدار روپے کی حاکم کی رائے پر ہے - آج پانچ ہزار کا ٹکٹ چھپ چکا ہے ، کل اتوار یوم التعطیل ہے ، پرسوں دو شنبہ سے دیکھیے یہ کاغذ کیوں کر تقسیم ہوں - یہ کیفیت عموماً شہر کی ہے ؛ خصوصاً میرا حال سنو : بائیس مہینے کے بعد پرسوں کوتوال کا حکم آیا ہے کہ اسداللہ خاں پنشن دار کی کیفیت لکھو کہ وہ بے مقدور اور محتاج ہے یا نہیں ؟ کوتوال نے موافق ضابطے کے مجھ سے چار گواہ مانگے ہیں ، سو کل چار گواہ کوتوالی چبوترے جائیں گے اور میری بے مقدوری ظاہر کر آئیں گے - تم کہیں یہ نہ سمجھنا کہ بعد ثبوت مفلسی چڑھا ہوا روپیہ مل جائے گا اور آیندہ کو پنشن جاری ہو جائے گا[2] - نہ صاحب ، یہ تو ممکن ہی نہیں - بعد ثبوت افلاس مستحق ٹھہروں گا چھ[3] مہینے کا یا برس دن کا روپیہ علی الحساب پانے کا - ۱۲

میرن صاحب جو بلائے گئے ہیں ، اس طلب کے جواب میں

---

۱ - اصل ''وہ ہی'' ، خطوط ''وہ'' -

۲ - بے خبر نے عود کی ترتیب اور خطوط کے نقل کرتے وقت مرزا کو ایک خط لکھا تھا کہ صاحب یہ کیا غضب ہے کہ آپ ''پنشن'' کو کہیں مذکر لکھتے ہیں ، کہیں مؤنث ، ایک بات لکھیے تا کہ اس کے مطابق تصحیح کی جائے -

۳ - اس سلسلے میں دیکھیے خط نمبر ٦۲ -

یہ عبارت اصل میں یونہی ہے ، اردو میں ''چھ مہینے برس دن کا -''

بھی کیوں نہیں لکھتے کہ ٹکٹ میرے نام کا حاصل کر کے بھیج دو تو میں آؤں ۔ دیکھو اب دس پانچ دن میں سب حال کھلا جاتا ہے ۔ میر سرفراز حسین کو دعا اور میری طرف سے گلے لگانا اور پیار کرنا ۔ میر نصیرالدین کو دعا کہنا ۔ میرن صاحب کو مبارک باد کہنا ۔ ۱۲

(مارچ[1] ۱۸۵۹ء)

ایضاً (خط نمبر ٦٦)

کیوں یار کیا کہتے ہو ؟ ہم کچھ آدمی کام کے ہیں یا نہیں ؟ تمھارا خط پڑھ کر دو سو بار یہ شعر پڑھا :

---

۱ - مرزا نے خود تاریخ تحریر کے بارے میں ''شنبہ بائیس مہینے کے بعد'' کا حوالہ دیا ہے ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ خط ''مارچ'' کا ہے کیونکہ مئی مئی بارہ جنوری ۵۹ بیس فروری اکیس مارچ بائیس مہینے ، بعد کے معنی ہیں اپریل کا آغاز یا مارچ کا آخر ۔ چونکہ مارچ ۵۹ء کے ایک اور مکتوب میں ملاقاتوں کا ذکر کر چکے ہیں اس لیے یہ خط مارچ ہی کا معلوم ہوتا ہے ۔
مہیش اور خطوط میں 'فروری ۵۹ء' ہے ۔

یہ بات بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ مرزا نے مجروح کے ایک خط مورخہ ۷ - فروری ۵۸ء اور تفتہ کے ایک خط مورخہ ۵ - مارچ ۵۸ء ، عبدالغفور وغیرہ کے خط میں بھی ٹکٹ کا ذکر ہے اور یہاں بھی ؟ بات یہ ہے کہ پہلے شہر میں کرفیو اور مسلمانوں کے لیے پاس جاری ہوئے ہوں گے ، پھر ۵۹ء میں آبادی شہر کے لیے پاس اور جرمانہ لازم قرار دیا گیا ۔

شعر

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک[1]
آتش شوق تیز تر گردد

کلو (۹۷) کو مولوی مظہر علی صاحب کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا کہ آپ کہیں جائیے گا نہیں ، میں آتا ہوں - بھلا بھائی اچھی حکمت کی ؟ کیا وہ میرے بابا کے نوکر تھے کہ میں اُن کو بلاتا ؟ اُنھوں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ "آپ تکلیف نہ کریں ، میں حاضر ہوتا ہوں -" دو گھڑی کے بعد وہ آئے ؛ ادھر کی بات ، اُدھر کی بات ، کوئی انگریزی کاغذ دکھایا ، کوئی فارسی خط پڑھوایا[2] " اجی کیوں حضرت ! آپ میرن صاحب کو نہیں بلاتے ؟" "صاحب ، میں تو ان کو لکھ چکا ہوں کہ تم چلے آؤ اور ایک مقام کا ان کو پتا لکھا ہے کہ وہاں ٹھہر کر مجھ کو اطلاع کرو ، میں شہر میں بلا لوں گا -" "صاحب ! اب وہ ضرور آئیں گے -" آخر کار اُن سے اجازت لے کر اب تم کو لکھتا ہوں کہ ان سے مختصر یہ کلمہ کہہ دو کہ "بھائی یہ تو مبالغہ ہے کہ روٹی وہاں کھاؤ تو پانی یہاں پیو ؛ یہ کہتا ہوں کہ عید وہاں کرو تو باسی عید یہاں کرو -"

یہ میرا حال سنو کہ بے رزق جینے کا ڈھب مجھ کو آ گیا ہے - اس طرف سے خاطر جمع رکھنا - رمضان کا مہینہ روزے کھا کھا کر کاٹا ، آئندہ خدا رازق ہے - کچھ اور کھانے کو نہ ملا تو غم تو ہے ؟ پس[3] جب ایک چیز کھانے کو ہوئی ،

---

۱ - جب وصل کا وعدہ (وعدے کا دن) قریب ہوتا ہے تو شوق کی گرمی اور زیادہ تیز ہو جاتی ہے -

۲ - اصل ، نارابنی "پڑھوایا ۱۲ -"

۳ - اردو ، خطوط ، مہیش "بس صاحب جب ایک -"

اگرچہ غم ہی ہو ، تو پھر کیا غم ہے ؟

میر سرفراز حسین کو میری طرف سے گلے لگانا اور پیار کرنا ؛ میر نصیرالدین کو دعا کہنا اور شفیع احمد صاحب کو اور میر احمد علی صاحب کو سلام کہنا ؛ میرن صاحب کو نہ سلام نہ دعا ؛ یہ خط پڑھا دو اور ادھر کو روانہ کرو ۔

کیا خوب بات یاد آئی ہے ؛ کیوں وہ شہر سے باہر ٹھہریں ؟ اور کیوں کسی کے بلانے کی راہ دیکھیں ؟ شکرم[1] میں ، کرانچی میں ، چوپہیے میں یعنی ڈاک میں آئیں، بلی ماروں کے محلے میں میرے مکان پر آتر پڑیں ۔ میرزا قربان علی بیگ کے مکان میں مولوی مظہر علی رہتے ہیں ؛ میرے ان کے مسکن میں ایک میر خیرات علی[2] کی حویلی درمیان ہے ۔ ڈاک کو زنہار کوئی نہیں روکتا ۔ یہ صلاح تو ایسی ہے کہ اگر اس خط کے پہنچتے ہی چل دیں تو بھی عید یہیں کریں ۔

(مئی[3] ۱۸۵۹ء)

ایضاً[4] (خط نمبر ٦٧)

برخوردار ، کامگار ، میر مہدی !

قطعہ تم نے دیکھا ؟ سچ سچ میرا حلیہ ہے ۔ واہ اب کیا

---

۱ - شکرم ، کرانچی : فٹن ٹمٹم کی قسم کی گھوڑا گاڑیاں ۔
چوپہیہ : ڈاک گاڑی ۔

۲ - اردو ، مہیش "میر خیراتی" ۔

۳ - مہیش اور مہر مئی ۱۸۵۸ء لکھتے ہیں ، لیکن قرائن اور تقابلی مطالعہ ۱۸۵۹ء کی تائید کرتا ہے ۔ ۵۸ء میں دھلی آنا اور عید کی دعوت کا امکان ذرا کم ہے ۔

۴ - اردو میں اس خط سے پہلے "ایضاً" رہ گیا اس لیے خط نمبر ٦٨ سے (جو اردو کی ترتیب میں پہلے ہے) مل گیا ۔ دیکھیے صفحہ ١٩٦ ۔

شاعری رہ گئی ہے - جس وقت میں نے یہ قطعہ وہاں کے بھیجنے کے واسطے لکھا ، ارادہ تھا کہ خط بھی لکھوں ؛ لڑکوں نے ستایا (۸۰) کہ دادا جان چلو کھانا تیار ہے ، ہمیں بھوک لگی ہے - تین خط اور لکھے رکھے تھے ، میں نے کہا کہ اب کیوں لکھوں - اسی کاغذ کو لفافے میں رکھ کر ، ٹکٹ لگا کر سرنامہ لکھ ، کلیان کے حوالے کر ، گھر میں چلا گیا - اور ہاں ایک چھیڑ بھی تھی کہ دیکھوں ، میرا میر مہدی خفا ہو کر کیا باتیں بناتا ہے - سو وہی ہوا ، تم نے جلے پھپھولے پھوڑے - لو اب بتاؤ خط لکھنے بیٹھا ہوں ، کیا لکھوں ؟ یہاں کا حال زبانی میرن صاحب کے سن لیا ہو گا ، مگر وہ جو کچھ تم نے سنا ہو گا ، بے اصل باتیں ہیں - پنسن کا مقدمہ کلکتہ میں نواب گورنر جنرل بہادر کے پیش نظر ، یہاں کے حاکم نے ایک روبکاری لکھ کر اپنے دفتر میں رکھ چھوڑی ، میرا اس میں کیا ضرر -

یہاں تک لکھ چکا تھا کہ دو ایک آدمی آ گئے ؛ دن بھی تھوڑا رہ گیا ، میں نے بکس بند کیا ، باہر تختوں پر آ بیٹھا ، شام ہوئی ، چراغ روشن ہوا ؛ منشی سید احمد حسین سرہانے کی طرف مونڈھے پر بیٹھے ہیں ؛ میں پلنگ پر لیٹا ہوا ہوں کہ ناگاہ چشم و چراغ دودمان علم و یقین سید نصیرالدین آیا ؛ ایک کوڑا ہاتھ میں اور ایک آدمی ساتھ ، اس کے سر پر ٹوکرا ، اس پر گھانس ہری بچھی ہوئی- میں نے کہا ”آہا ہا ہا ! سلطان العلما مولانا سرفرازحسین دہلوی نے دوبارہ رسد بھیجی ہے - بارے معلوم ہوا کہ وہ نہیں ہے ، یہ کچھ اور ہے - فیض خاص نہیں ، لطف عام ہے ؛ شراب نہیں ، آم ہے - خیر یہ عطیہ بھی بے خلل ہے ، بلکہ نعم‌البدل ہے -

ایک ایک آم کو ایک ایک سر بمہر گلاس سمجھا ، لکیور[1] سے بھرا ہوا - مگر[2] واہ کس حکمت سے بھرا ہے کہ پینسٹھ گلاس میں سے ایک قطرہ نہیں گرا ہے - میاں کہتا تھا کہ یہ اسی تھے ، پندرہ بگڑ گئے ، بلکہ سڑ گئے ؛ تا اُن کی برائی اوروں میں سرایت نہ کرے ، ٹوکرے میں سے پھینک دیے - میں نے کہا ''بھائی ، یہ کیا کم ہے ؟ مگر میں تمھاری تکلیف اور تکلف سے خوش نہیں ہوا - تمھارے پاس روپیہ کہاں ہے جو تم نے آم خریدے ؟ خانہ آباد ، دولت زیادہ !''

لکیور[3] ایک انگریزی شراب ہوتی ہے ، قوام کی بہت لطیف اور رنگت کی بہت خوب اور طعم[4] کی ایسی میٹھی (۸۱) جیسا قند کا قوام پتلا - دیکھو ، اس لغت کے معنی کسی فرہنگ میں نہ پاؤ گے ، ہاں فرہنگ سرور[5] میں ہو تو ہو -

مجتہدالعصر اور حکیم میر اشرف علی کو کہ وہ ان کے علم کی کنجی ہیں اور ٹکے ٹکے کی کتابیں چالیس پچاس روپے کو لے گئے ہیں ، میری دعا کہہ دینا - ۱۲

(جولائی[6] ، ۱۸۵۹ء)

---

۱ - اصل ''ملکیور'' ، نارائنی ''ملکور'' ، نول ''لمکور'' ، اردو ''بادۂ انگوری''

۲ - اصل ''وہ'' -

۳ - اصل ''لکیور'' ، اردو ''لیکور'' ، مہیش ، حاشیہ ع ص ''لکور ، یعنے Liqueur - تلفظ : لیکیور'' ، خطوط ''لیکور'' -

۴ - طعم : مزا -

۵ - مہیش میں ''سرور'' کے بعد قوسین میں بلاوجہ 'ی' بڑھائی گئی ہے جس کی کوئی ضرورت نہیں -

(حاشیہ نمبر ٦ صفحہ ۲۱۴ پر)

ایضاً (خط نمبر ٦٨)

میری جان ! خدا تجھ کو ایک سو بیس برس کی عمر دے !
بوڑھا ہونے کو آیا ، ڈاڑھی[1] میں بال سفید آ گئے مگر بات
سمجھنی نہ آئی !

پنشن کے باب میں اُلجھے ہو اور کیا بے جا الجھے ہو !
یہ تو جانتے ہو کہ دلی کے سب پنشن داروں کو مئی ۱۸۵۷ عیسوی
سے پنشن نہیں ملا ؛ یہ فروری ۱۸۵۹ء بائیسواں مہینا ہے ؛
چند اشخاص کو اس بائیس مہینے میں سال بھر کا روپیہ بہ طریق
مدد خرچ مل گیا ، باقی چڑھے[2] ہوئے روپے کے باب میں اور
آیندہ ماہ بہ ماہ ملنے کے واسطے ابھی کچھ حکم نہیں ہوا ۔ تو[3]
اب اپنے سوال کو یاد کرو کہ اس واقعے سے اس کو کچھ
نسبت ہے یا نہیں ؟ یہ حضرت کا سوال امیر خسرو کی انملی ہے :

"چیل بسولا لے گئی تو کا ہے سے پھٹکوں راب"

گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ
متعدد خطوں کے مقابلے سے ہم اسے جولائی ۱۸۵۹ء کا خط مانتے
ہیں کیونکہ پنشن کے کاغذات کلکتے گئے ہیں (دیکھیے مکتوب
۷ مارچ ۱۸۵۹ء) ۔ دوسری بات یہ ہے کہ آموں کا آنا جو ماہ جون
کے آخر سے جولائی تک ہوگا ، اس کے معنی یہ ہیں کہ خط ٦٠ بنام
مجروح اس خط کے بعد کا ہے ۔

۱ ۔ تنہا صاحب نے 'مرأۃالشعرا' جلد ۲ میں ارشاد فرمایا ہے کہ مجروح
کی عمر ہنگامۂ ۱۸۵۷ء کے وقت میں پچیس سال تھی ، مرزا
کہتے ہیں بوڑھا ہونے کو آیا ؟

۲ ۔ اصل "باقی چڑھی ہوئی روپیہ کی بات میں" نارائنی بھی مغشوش ہے۔

۳ ۔ اردو "تم اب" ۔

علی بخش خاں[1] پچاس روپے مہینا پاتے تھے ، بائیس مہینے کے گیارہ سو ہوتے ہیں ، اُن کو چھ سو روپے مل گئے ، باقی سو روپیہ چڑھا رہا ۔ آیندہ ملنے میں کچھ کلام نہیں ۔

غلام حسین خاں سو روپے مہینے کا پنشن دار ؛ بائیس مہینے کے بائیس سو روپے ہوتے ہیں ، اس کو بارہ سو ملے ۔

دیوان کشن لعل[2] ڈیڑھ سو روپے ؛ بائیس مہینے کے تیتیس سو[3] ہوتے ہیں ، اس کو اٹھارہ سو ملے ۔

متا جاعہ دار[4] دس روپے مہینے کا سکہ نمبر ، سال بھر کے ایک سو بیس لے آیا ـــــ اسی طرح پندرہ سولہ آدمیوں کو ملا ہے ، آیندہ کے واسطے کسی کو کچھ حکم نہیں ۔

مجھ کو پھر مدد خرچ نہیں ملا ؛ جب کئی خط لکھے تو اخیر خط پر صاحب کمشنر بہادر نے حکم دیا کہ ''سایل کو بہ طریق مدد خرچ سو روپے مل جائیں ۔'' میں نے وہ سو روپے نہ لیے اور پھر صاحب کمشنر بہادر کو لکھا کہ میں باسٹھ رو۔ آٹھ آنے مہینا پانے والا ہوں (۸۲) سال بھر کے ساڑھے سات سو روپے ہوتے ہیں ۔ سب پنشن داروں کو سال سال بھر کا روپیہ ملا ، مجھ کو سو روپے کیسے ملتے ہیں ؟ مثل اوروں کے مجھے

---

۱ ۔ شاید اس سے مراد مرزا کے نسبتی بھائی علی بخش خاں رنجور ہیں ، جو ۳۱ دسمبر ۱۸۶۳ء کو فوت ہوئے ۔

۲ ۔ اصل ، نارائنی ''لعل'' اردو ، مہیش ''لال'' ۔

۳ ۔ اردو ، مہیش ''تین ہزار تین سو'' ۔

۴ ۔ اصل ''مناجاعہ دار'' ، نارائنی ، اردو ، مہیش ''متا''ـــ اردو مہیش ''لمبر'' اصل ، ''نمبر''۔ مرزا کا املا ''لمبر'' ہی ہے مرتبین عود نے ''نمبر'' کر دیا ہوگا ۔

بھی سال بھر کا روپیہ مل جائے ـــــ ابھی اس میں کچھ جواب نہیں ملا۔

آبادی کا یہ رنگ ہے کہ ڈھنڈورا پٹوا کر، ٹکٹ چھپوا کر 'اجرٹن[1]' صاحب بہادر بہ طریق ڈاک کلکتہ چلے گئے ـــ دلی کے حمقا[2] جو باہر پڑے ہوئے ہیں، منہ کھول کر رہ گئے۔ اب جب وہ معاودت[3] کریں گے، تب شاید آبادی ہوگی یا کوئی اور نئی صورت نکل آئے۔

میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین اور میرن صاحب کو دعائیں پہنچیں۔ ۱۲

(فروری[4] ۱۸۵۹ء)

ایضاً (خط نمبر ٦۹)

سید صاحب!

نہ تم مجرم، نہ میں گنہ‌گار؛ تم مجبور، میں ناچار۔

لو اب کہانی سنو، میری سرگزشت میری زبانی سنو ـــ

۱۔ اجرٹن: فلپ ھنری ایجرٹن۔ ۱۸۲۴ء میں پیدا ھوا، ۴۲ء میں ھندوستان آیا، ۵۵ سے ۵۹ء تک دھلی میں مجسٹریٹ کلکٹر رھا۔ اس کے بعد امرتسر اور راولپنڈی میں کمشنر ھو گیا تھا۔ ۱۸۹۳ء میں فوت ھوا۔

۲۔ حمقا: جمع احمق بہ معنی بے وقوف۔

۳۔ معاودت: واپسی۔

۴۔ شاید خط نمبر ٦۵ اس کے بعد اور خط نمبر ٦۹ اس سے پہلے کا ھے۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۷۰۔

نواب مصطفیٰ خاں[1] بہ میعاد سات برس کے قید ہو گئے تھے ، سو ان کی تقصیر معاف ہوئی اور ان کو رہائی ملی ۔ صرف رہائی کا حکم آیا ہے ، جہانگیر آباد کی زمینداری اور دلی کی املاک اور پنشن کے باب میں ہنوز کچھ حکم نہیں ہوا ۔ ناچار وہ رہا ہو کر میرٹھ ہی میں ایک دوست کے مکان میں ٹھہرے ہیں ۔ میں بہ مجرد[2] اس خبر کے استماع کے ڈاک میں بیٹھ کر میرٹھ گیا ، اُن کو دیکھا ، چار دن وہاں رہا ، پھر ڈاک میں اپنے گھر

---

۱ ۔ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ و حسرتی عالم و ادیب ، زاہد و عابد ، ذی اثر ، وسیع الاخلاق و کثیرالاحباب امیر تھے ۔ دھلی کی املاک اور جہانگیر آباد کا علاقہ ان کی ملکیت میں تھا ؛ حاکموں سے روابط اور امیر و غریب سے میل جول تھا ؛ غالب و مومن و آزردہ کے چاہنے والوں میں تھے؛ شاعر و مصنف بھی تھے۔ 'گلشن بے خار' ان کی مشہور تصنیف ہے ۔ غدرمیں ریاست پر حملے کا خطرہ دیکھ کر خان پور (متصل جہانگیر آباد) چلے گئے۔ ٹھاکروں نے گھر لوٹ لیا، سامان و کتب خانہ جلا دیا ۔ اتفاقاً نواب یوسف علی خاں فوج لیے انگریزوں کی مدد کو جا رہے تھے ، انھوں نے مدد کی اور ٹھاکروں کو سزا دی اور کمپنی کی حکومت نے مشتبہ یا باغی سمجھ کر سات سال کی سزا دی مگر میرٹھ ہی میں رہے، باقاعدہ پہرہ رہتا تھا ۔ جائداد ضبط ہوگئی تھی ۔ نواب صدیق حسن خاں نے مومن علی خاں ساکن سندیلہ سے سفارش کی اور یوں نواب صاحب کا جرم معاف ہوا ۔ (اس سلسلے میں نواب صاحب کا خط بنام صدیق حسن کے لیے دیکھیے 'شمع انجمن' (ص ۱۳۴) ۔ ۶۳ سال کی عمر میں ۱۸۶۹ء میں انتقال کیا۔(کلیات شیفتہ طبع اول حواشی مکاتیب صفحہ ۱۵۸ ۔ گلستان سخن ، صفحہ ۳۰۳) ۔

۲ ۔ اردو ، مہیش ، خطوط ''میں بہ مجرد استماع اس خبر کے ۔''

آیا - تاریخ[1] یاد نہیں مگر ہفتے کو گیا ، منگل کو آیا ؛ آج بدھ دوم فروری ہے ، مجھ کو آئے ہوئے نواں دن ہے - انتظار میں تھا کہ تمہارا خط آئے تو اُس کا جواب لکھا جائے ؛ آج صبح کو تمہارا خط آیا ، دوپہر کو میں جواب لکھتا ہوں - ۱۲

روز اس شہر میں اک حکم نیا ہوتا ہے
کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا ہوتا ہے

میرٹھ سے آ کر دیکھا کہ یہاں بڑی شدت ہے اور یہ حالت ہے کہ گوروں کی پاسبانی پر قناعت نہیں ہے ؛ لاہوری دروازے کا تھانے دار مونڈھا بچھا کر سڑک پر بیٹھا ہے ؛ جو باہر سے گورے کی آنکھ بچا کر آتا ہے اس کو پکڑ کر حوالات میں بھیج دیتا ہے - حاکم کے یہاں سے پانچ پانچ بید لگتے ہیں یا دو روپے جرمانہ لیا جاتا ہے—آٹھ دن قید رہتا ہے - اس کے علاوہ سب تھانوں پر حکم ہے کہ دریافت کرو ، کون بے ٹکٹ مقیم ہے اور کون ٹکٹ رکھتا ہے - تھانوں میں نقشے مرتب ہونے لگے ؛ یہاں کا جمعدار میرے پاس بھی آیا - (۸۳) میں نے کہا بھائی ! تو مجھے نقشے میں نہ رکھ ، میری کیفیت کی عبارت الگ لکھ - عبارت یہ کہ :

''اسد اللہ خاں پنشن دار ۱۸۵۰ء سے حکیم پٹیالے والے کے بھائی کی حویلی میں رہتا ہے ؛ نہ کالوں کے وقت میں کہیں گیا ،

---

۱ - مرزا تفتہ کو لکھتے ہیں : ''میں مصطفیٰ خاں کی ملاقات کو بہ سبیل ڈاک میرٹھ گیا تھا، تین دن وہاں رہا، کل وہاں سے آیا''- مورخہ چہار شنبہ ۲۶ جنوری ۵۹ء - اس خط میں بھی حساب تین ہی دن کا ہے ''ہفتہ کو گیا ، منگل کو آیا -'' گویا شیفتہ ۲۰ جنوری کے لگ بھگ رہا ہوئے اور مرزا ۲ جنوری کو ہفتے کے دن میرٹھ پہنچے -

نہ گوروں کے زمانے میں نکلا اور نکالا گیا ۔ کرنل برون صاحب بہادر کے زبانی حکم پر اس کی اقامت کا مدار ہے ؛ اب تک کسی حاکم نے وہ حکم نہیں بدلا ، اب حاکم وقت کو اختیار ہے ۔"

پرسوں یہ عبارت جمعدار نے محلے کے نقشے کے ساتھ کوتوالی بھیج دی ۔

کل سے یہ حکم نکلا کہ یہ لوگ شہر سے باہر مکان و دکان کیوں بناتے ہیں ؟ جو مکان بن چکے ہیں ، انہیں ڈھا دو اور آیندہ کی ممانعت کا حکم سنا دو ۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ پانچ ہزار ٹکٹ چھاپے گئے ہیں ؛ جو مسلمان شہر میں اقامت چاہے ، بہ قدر مقدور نذرانہ دے ۔ اس کا اندازہ قرار دینا حاکم کی رائے پر ہے ۔ روپیہ دے اور ٹکٹ لے ۔ گھر برباد ہو جائے ، آپ شہر میں آباد ہو جائے ۔ آج تک یہ صورت ہے ، دیکھیے شہر کے بسنے کی کون مہورت[1] ہے ؟ جو رہتے ہیں وہ بھی اخراج کیے جاتے ہیں یا جو باہر پڑے ہوئے ہیں ، وہ شہر میں آتے ہیں ؟ الملک للہ و الحکم للہ ۔

نور چشم میر سرفراز حسین اور برخوردار میر نصیر الدین کو دعا اور جناب میرن صاحب کو سلام بھی اور دعا بھی ؛ اس میں سے جو وہ چاہیں قبول کر لیں ۔ ۱۲

(۲ فروری ۱۸۵۹ء[2])

---

۱ ۔ مہورت : ساعت ، سبھ لگن ۔
۲ ۔ مرزا نے اثنائے تحریر میں خود ہی تاریخ لکھ دی ہے ۔ و سنہ مہیش صاحب نے لکھا ہے نیز خط نمبر ۶۵ بھی پڑھیے ۔

ایضاً (خط نمبر ۷۰)

میر مہدی ! جیتے رہو !

آفرین ، صد ہزار آفرین ! اردو عبارت لکھنے کا کیا[1] اچھا ڈھنگ پیدا کیا ہے کہ مجھ کو رشک آنے لگا ۔

سنو ! دلی کی تمام مال و متاع و زر و گوھر کی لوٹ پنجاب احاطے میں گئی ہے ۔ یہ طرزِ عبارت خاص میری دولت تھی ، سو ایک ظالم پانی پت ، انصاریوں کے محلے کا رہنے والا لوٹ لے گیا ، مگر میں نے اس کو بحل کیا ، اللہ برکت دے !

میری پنشن اور ولایت کے انعام کا حال کماحقہ سمجھ لو ، "و للرحمان[2] الطاف خفیة" ایک طرز خاص پر تحریک ہوئی ؛ نواب گورنر جنرل بہادر نے حاکم پنجاب کو لکھا کہ "حاکم دھلی سے فلانے[3] شخص کے پنشن کے کل چڑھے ہوئے روپے کے یک مشت پانے کی اور آیندہ ماہ بہ ماہ روپیہ ملنے کی رپو(ر)ٹ[4] منگوا کر اپنی منظوری لکھ کر ھمارے پاس بھیج دو ، تاکہ ھم حکم منظوری دے کر تمھارے پاس (۸۴) بھیج دیں"—— سو یہاں اس کی تعمیل فوراً[5] بہ طرز مناسب ھو گئی ۔ کم و بیش دو مہینے میں[6] روپیہ سب مل جائے گا ۔

اور ھاں ! صاحب کمشنر بہادر نے یہ بھی کہا کہ "اگر

---

۱ ۔ اردو "لکھنے کا ڈھنگ" ۔ "متاع و زر ، گوھر" ۔
۲ ۔ اور خدا کے انعامات خفی بھی ھیں ۔
۳ ۔ اردو "فلان"
۴ ۔ اردو ، اصل "رپورٹ" ۔
۵ ۔ اردو "فوراً ندارد ۔"
۶ ۔ اردو "دو مہینے میں سب روپیہ مل ۔"

تم کو ضرورت ہو تو سو روپیہ خزانے سے منگوا لو ۔" میں نے کہا "صاحب ! یہ کیسی بات[1] کہ اوروں کو برس دن کا روپیہ ملا اور مجھے سو روپیہ دلواتے ہو ؟" فرمایا کہ "تم کو اب چند روز میں سب روپیہ اور اجرا کا حکم مل جائے گا ؛ اوروں کو یہ بات برسوں میں میسر آئے گی ۔" میں چپ ہو رہا ۔

آج دو شنبہ یکم شعبان اور ہفتم مارچ ہے ، دوپہر ہو جائے تو اپنا آدمی مع رسید بھیج کر سو روپے منگا لوں ۔ پر یار ولایت کے انعام کی توقع خدا ہی سے ہے ۔ حکم تو اسی حکم کے ساتھ اس کی رپورٹ کرنے کا بھی آیا ہے ، مگر یہ بھی حکم ہے کہ اپنی رائے لکھو ۔ اب دیکھیے یہ دو حاکم ، یعنی حاکم دہلی اور حاکم پنجاب اپنی رائے کیا لکھتے ہیں ۔ پنجاب کے گورنر بہادر کا یہ بھی حکم ہے کہ 'دستنبو' منگا کر اور تم دیکھ کر ہم کو لکھو کہ وہ کیسی ہے اور اس میں کیا لکھا ہے ۔ چناں چہ حاکم دہلی نے ایک کتاب یہی[2] کہہ کر مجھ سے مانگی اور میں نے دی ۔ اب دیکھو حاکم پنجاب کیا لکھتا ہے ۔ اس وقت تمھارا ایک خط اور یوسف مرزا کا ایک خط آیا ، مجھ کو باتیں کرنے کا مزا ملا تو دونوں کا جواب ابھی لکھ کر روانہ کیا ۔ اب میں روٹی کھانے جاتا ہوں ۔ میر سرفراز حسین ، میرن صاحب ، میر نصیر الدین کو دعا ۔ ۱۲

(دو شنبہ[3]، ۷ ۔ مارچ ۱۸۵۹ء ، یکم شعبان ۱۲۷۵ھ)

---

۱ ۔ اردو "بات ہے"
۲ ۔ اردو "یہی" اصل "بہی"
۳ ۔ دیکھیے خط نمبر ۶۲ ، ۶۵ ، ۶۸ ، ۶۹ ۔

ایضاً (خط نمبر ۷۱)

مار ڈالا یار تیری جواب طلبی نے ـ اس چرخ کج رفتار کا برا ہو ، ہم نے اس کا کیا بگاڑا تھا ؟ ملک و مال ، جاہ و جلال کچھ نہیں رکھتے تھے ، ایک گوشہ و توشہ تھا ، چند مفلس بے نوا ایک جگہ فراہم ہو کر کچھ ہنس بول لیتے تھے :

شعر

سو بھی نہ تو کوئی دم دیکھ سکا ، اے فلک!
اور تـو یـاں کچھ نہ تھا ایک مگـر دیکھنـا

یہ شعر میر درد[۱] کا ہے ــ ''کل[۲] سے مجھ کو 'میکش' بہت یاد آتا ہے''۔ سو صاحب! اب تم ہی بتاؤ کہ میں تم کو کیا لکھوں ؟ وہ صحبتیں اور تقریریں جو یاد کرتے ہو (۸۵) اور تو کچھ بن نہیں آتی ، مجھ سے خط پر خط لکھواتے ہو ۔ آنسوؤں

---

۱ ۔ اردو ''خواجہ میر درد'' ــ خواجہ میر نام ، ۱۱۳۳ھ میں ولادت ، ۱۱۹۹ء میں وفات پائی (دیکھیے خم خانہ ۳ ، صفحہ ۱۶۸ ۔ تاریخ نظم و نثر اردو ، باقر، صفحہ ۶۴ ۔ آب حیات ، صفحہ ۱۸۴ ۔ سخن شعرا صفحہ ۱۵۰ ۔ مقدمہ دیوان درد (اردو) مرتبہ خلیل الرحمان داؤدی طبع مجلس ترقی ادب ، فروری ۱۹۶۲ء) اس غزل کا مطلع ہے :

جان پہ کھیلا ہوں میں ، میرا جگر دیکھنا
جی نہ رہے یا رہے مجھ کو اُدھر دیکھنا

۲ ۔ شاید مجروح کا جملہ نقل کر دیا ہے ، ــ میکش سے مراد احمد حسین دہلوی ہیں جن کو ۱۸۵۸ء میں ایک گورے نے گولی مار دی تھی ۔ مرزا کے بے تکلف دوست اور عزیز شاگرد تھے ۔ (تلامذہ : ۲۶۷ ۔ گلستان سخن :۴۴۹ ۔ نگارستان : ۱۱۴ ۔ روز روشن : ۶۶۸ ۔

پیاس نہیں بجھتی ، یہ تحریر تلافی اس تقریر[1] کی نہیں کر سکتی -
بہ ہر حال کچھ لکھتا ہوں ، دیکھو کیا لکھتا ہوں -

سنو ! پنشن کی رپورٹ کا ابھی کچھ حال معلوم نہیں ؛
دیر آید درست آید -

بھئی! میں تم سے بہت آزردہ ہوں ؛ میرن صاحب کی تندرستی کے بیان میں نہ اظہار مسرت ، نہ مجھ کو تہنیت ، بلکہ اس طرح سے لکھا گیا ہے کہ گویا ان کا تندرست ہونا تم کو ناگوار ہوا ہے - لکھتے ہو کہ ''میرن صاحب ویسے ہی ہو گئے جیسے آگے تھے ؛ اچھلتے کودتے پھرتے ہیں -'' اس کے یہ معنی کہ ''ہے ہے ، کیا غضب ہوا ! یہ کیوں اچھے ہو گئے !'' یہ باتیں تمھاری ہم کو پسند نہیں آتیں - تم نے میر کا وہ مقطع سنا ہوگا ؛ بہ تغیر الفاظ لکھتا ہوں :

کیوں نہ میرن کو مغتنم[2] جانوں ؟
دلی والوں میں اک بچا ہے یہ

میر تقی کا مقطع یوں ہے :

میر کو کیوں نہ مغتنم جانیں
اگلے لوگوں میں اک رہا ہے یہ

'میر' کی جگہ 'میرن' اور 'رہا' کی جگہ 'بچا' کیا اچھا تصرف ہے !

ارے میاں ! تم نے کچھ اور بھی سنا ، کل یوسف مرزا کا

---

۱ - اصل مطابق متن ، البتہ نارایتی ''یہ تحریر تلافی اس تقریر کا'' پھر نول مبا بلکہ اردو میں یونہی ہے -

۲ - مغتنم : غنیمت -

خط لکھنؤ سے آیا ، وہ لکھتا ہے کہ نصیر خاں[1] عرف نواب جان ، والد اُن کا دائم الحبس ہو گیا ۔ حیران ہوں کہ یہ کیسی آفت آئی ۔ یوسف مرزا تو جھوٹ کاہے کو لکھے گا ، خدا کرے اُس نے جھوٹ سنا ہو !

لو بھئی! اب تم چاہو بیٹھے رہو ، چاہو[2] اپنے گھر جاؤ ، میں تو روٹی کھانے جاتا ہوں ۔ اندر باہر سب روزہ دار ہیں ، یہاں تک کہ بڑا لڑکا باقر علی خاں بھی ۔ صرف ایک میں اور ایک میرا بیٹا حسین علی خاں یہ ہم روزہ خوار ہیں ۔ وہی حسین علی خاں جس کا روزمرہ ہے 'کھلونے منگا دو ، میں بھی بجار جاؤں گا ۔' میر سرفراز حسین کو دعا پہنچے ۔ ۱۲

(اپریل[3] ۱۸۵۹ء)

ایضاً (خط نمبر ۷۲)

(۸۶) خوبیِ دین و دنیا روزی باد !

میر اشرف علی نے تمہارا خط دیا ۔ وہ جو تم نے لکھا تھا کہ تیرا خط میرے نام کا میرے ہم نام کے ہاتھ جا پڑا ؛ صاحب قصور تمہارا ہے کیوں ایسے شہر میں رہتے ہو جہاں

---

۱ ۔ سید محمد نصیر عرف نواب جان صحیح ہے ، "نصیر خان" غلط ہے ۔ محمد نصیر یوسف مرزا کے والد تھے اور ۱۸۶۰ء میں "الزام بغاوت" میں پھانسی پا گئے ۔ (تلامذہ : صفحہ ۲۷۰) ۔

۲ ۔ اردو ۱ "چاہو جاؤ اپنے گھر ۔"

۳ ۔ خطوط ندارد ، مہیش پرشاد کا یہی اندازہ ہے کیونکہ یہ خط نمبر ۵۹ کے بعد کا ہے جس میں میرن صاحب کے مہاسے نکلنے کا ذکر ہے ۔ ماہ رمضان بھی آخر مارچ تک رہا ہے ۔

دوسرا میر مہدی بھی ہو - مجھ کو دیکھو کہ میں کب سے
دلی میں رہتا ہوں ؛ نہ کوئی اپنا ہم نام ہونے دیا ، نہ کوئی
اپنا ہم عرف بننے دیا ، نہ ہم تخلص بہم پہنچایا - فقط

پنشن کی صورت یہ ہے کہ کوتوال سے کیفیت طلب ہوئی ،
اس نے اچھی لکھی - کل ہفتے کا دن ساتویں اگست کی مجھ کو
اجرٹن صاحب بہادر نے بلایا[1] ، کچھ سہل سوال مجھ سے کیے -
اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تنخواہ ملے ؛ اور جلد ملے تردد
اگر ہے تو اس میں ہے کہ ۱۵ مہینے پچھلے بھی ملتے ہیں یا صرف
آیندہ کو مقرر ہوتی ہے -

غلام فخر الدین خاں کی دو ایک روبکاریاں ہوئی ہیں ؛
صورت اچھی ہے ، خدا چاہے تو رہائی ہو جائے -

صاحب! ہم نے گھبرا کر اس تحریر فارسی کو تمام کیا ،
دفتر بند کر دیا اور یہ لکھ دیا کہ ''یکم[2] اگست ۱۸۵۸ء تک
میں نے ۱۵ مہینے کا حال لکھا اور آیندہ لکھنا موقوف کیا -''
تم کو آگے اس سے لکھا تھا کہ تم اپنے اوراق کا فقرۂ اخیر لکھ
بھیجو ؛ اب پھر تم کو لکھا جاتا ہے کہ جلد لکھو تا کہ میں
اس کے آگے کی عبارت تم کو لکھ کر بھیج[3] دوں -

---

۱ - دیکھیے خط نمبر ٦٨ ، مکتوب فروری ۵۹ء -
۲ - مگر 'دستنبو' میں لکھا— ''از مئی سال گذشتہ تا جولائی سال یک
هزار و هشتصد و پنجاه وهشت روداد نبشته ام و از یکم اگست
خامه از دست فروهشته ام -''
۳ - 'دستنبو' کی ایک نقل میر مہدی مجروح کو پانی پت بھیجی جاتی
تھی ؛ ان دنوں میں منشی امید سنگھ آگئے اور انھوں نے اشاعت کا
ذمہ لیا اس لیے تحریر کتاب ختم ہوئی اور کتاب مکمل کرلی - (دیکھیے
اس کے بعد کا خط)

ھاں میر اشرف علی صاحب یہ بھی فرماتے تھے کہ میر سرفراز حسین پانی پت آیا چاہتے ھیں ، اگر آ جائیں تو مجھ کو اطلاع کرنا - ۱۲

(۸[۱] - اگست ۱۸۵۸ء)

ایضاً (خط نمبر ۷۳)

سید صاحب !

تمھارے خط کے آنے سے وہ خوشی ھوئی جو کسی دوست کے دیکھنے سے ھو ، لیکن زمانہ وہ آیا ھے کہ ھماری قسمت میں خوشی ھی نہیں - خط سے معلوم ھوا تو کیا معلوم ھوا کہ ڈھائی سو دیے - ان دنوں میں ڈھائی روپے بھی بھاری ھیں ڈھائی سو کیسے ؟ سبحان اللہ! باوجود اس تہی دستی کے پھر بھی کہنا پڑتا ھے کہ روپے گئے بلا سے ، آبرو بچی - اب میر سرفراز حسین کو چاھیے کہ الور چلے جائیں ؛ شاید نئے بند و بست میں کوئی صورت نوکوی کی نکل آئے - میری دعا کہو اور یہ کہو کہ اپنا حال اور اپنا قصد[۲] اپنے ھاتھ سے مجھ کو لکھیں - پنشن کا حال کچھ معلوم ھوا ھو تو کہوں - حاکم خط کا جواب نہیں لکھتا ؛ عملے میں ھر چند تفحص (۸۷) کیجیے کہ ھمارے خط پر کیا حکم ھوا ، کوئی کچھ نہیں بتاتا - بہ ھر حال اتنا سنا ھے اور دلائل اور قرائن سے معلوم ھوا ھے کہ میں بے گناہ

---

۱ - مرزا نے شنبہ ۷ اگست لکھا ھے ؛ اس حساب سے یک شنبہ کی ۸ ھوتی ھے اور چوں کہ 'دستنبو' کے ختم ھونے کی اطلاع دی ھے، لہذا ۵۸ء ، مگر جنتری میں دن اور تاریخ میں مطابقت نہیں ھے -

۲ - اصل "قصد" ، اردو ۱ "قصہ" -

قرار پایا ھوں اور ڈپٹی کمشنر بہادر کی رائے میں پنشن پانے کا استحقاق رکھتا ھوں - بس[1] اس سے زیادہ نہ مجھے معلوم، نہ کسی کو خبر - ۱۲

میاں ! کیا باتیں کرتے ھو ؟ میں کتابیں کہاں سے چھپواتا ؛ روٹی کھانے کو نہیں ، شراب پینے کو نہیں ؛ جاڑے آئے ھیں ، لحاف توشک کی فکر ھے ، کتابیں کیا چھپواؤں[2] گا ؟ منشی امید سنگھ اندور والے دلی آئے تھے ، سابقۂ معرفت مجھ سے نہ تھا ، ایک دوست ان کو گھر میرے لے آیا - انھوں نے وہ نسخہ دیکھا، چھپوانے کا قصد کیا - آگرے میں میرا شاگرد رشید منشی ھرگوپال تفتہ تھا ، اس کو میں نے لکھا ، اس نے اس اھتمام کو اپنے ذمے لیا ؛ مسودہ بھیجا گیا ؛ آٹھ[3] آنے فی جلد قیمت ٹھہری - پچاس جلدیں منشی امید سنگھ نے لیں ، پچیس روپے چھاپے خانے میں بطور ھنڈوی بھجوا دیے - صاحب مطبع نے بہ شمول سعی منشی ھرگوپال تفتہ چھاپنا شروع کیا - آگرے کے حکام کو دکھایا ، اجازت چاھی ؛ حکام نے بہ کمال خوشی اجازت دی - پان سو جلد چھاپی جاتی ھے - اس پچاس جلد میں[4] سے شاید پچیس جلد منشی امید سنگھ مجھ کو دیں گے ، میں عزیزوں کو بانٹ دوں گا - پرسوں خط تفتہ کا آیا تھا ، وہ لکھتے ھیں کہ ایک فرمہ چھپنا باقی رھا ھے - یقین ھے کہ اسی اکتوبر میں قصہ تمام ھو جائے - بھائی ! میں نے ۱۱ - مئی ۱۸۵۷ء سے اکتیسویں جولائی ۱۸۵۸ء تک کا حال لکھا ھے اور خاتمے میں اس

---

۱ - اصل ''پس'' ، اردو ''بس'' -

۲ - اصل ''کتابیں چھپواؤں گا - ۱۲ -'' اردو ''کیا چھپواؤں گا'' -

۳ - اصل ''۸ آنہ فی جلد'' -

۴ - اردو ''پچاس جلد میں'' -

کی اطلاع دے دی ہے ۔

امین الدین خاں کو جاگیر ملنے کا حال اور بادشاہ کی روانگی کا حال کیوں کر لکھتا ؟ ان کو جاگیر اگست میں ملی ، بادشاہ اکتوبر میں گئے ۔ کیا کرتا اگر تحریر موقوف نہ کرتا ؟ منشی اُمید سنگھ اندور جانے والے تھے ، اگر ختم کر کر مسودہ اُن کے سامنے آگرے نہ بھیج دیتا تو پھر چھپواتا کون ؟

اهلِ خطه[1] کا حال از روئے تفصیل مجھ کو کیوں کر معلوم ہو ؛ سنتا ہوں کہ دعوائے[2] خون پیش کیا چاہتے ہیں ، سودا ہو گیا ہے ، مسودہ ہو رہا ہے ۔ بلنک صاحب کے جے پور میں ٹکڑے اُڑ گئے ، گورنر مدعی نہ ہوئے ، قصاص نہ لیا ، اب ایک ہندوستانی کے خون کا قصاص کون لے گا :

شعر

[3]اے سبزۂ سر رہ، از جور پا چہ نالی
در کیش روزگاراں گل خوں بہا نہ دارد

(۸۸) خیر جو ہونا ہے ہو رہے گا ، بعد وقوع ہم بھی سن لیں گے ؛ تم اتنا کیوں دل جلا رہے ہو ؟- ۱۲
(اکتوبر[4] ۱۸۵۸ء)

---

۱ - یہ عبارت اردو ، خطوط طبع اول ندارد ۔
۲ - اصل ''دعویٰ'' ۔
۳ - اصل و مہیش میں 'سر راہ' ہے لیکن صحیح 'سر رہ' ہے ـــــ خطوط ، مہر 'نالی' کے بجائے 'خالی'ـــــ اے راستوں کے پھیلے ہوئے سبزے ! پامالی کا شکوہ کیا ؟ اہل دنیا کے نزدیک پھولوں کا خون بہا کچھ بھی نہیں ۔
۴ - یہ اضافہ مہیش پرشاد کا ہے اور صحیح ہے ، کیونکہ اکتوبر تک کا نام خود مرزا نے لیا ہے ، نومبر ۵۸ء میں کتاب چھپ چکی تھی ۔

ایضاً (خط نمبر ۷۴)

میری جان ! وہ پارسی‌قدیم جو ہوشنگ[1] و جمشید و کیخسرو کے عہد میں مروج تھی ، اُس میں 'خُر' بہ خائے مضموم نور قاہر کو کہتے ہیں اور چوں کہ پارسیوں کی دید و دانست میں بعد خدا کے آفتاب سے زیادہ کوئی بزرگ نہیں ہے ، اسی واسطے آفتاب کو 'خُر' لکھا ، 'شید' کا لفظ بڑھا دیا ۔ 'شید' بہ‌شین مکسورہ و یائے معروف بر وزن 'عید' روشنی کو کہتے ہیں ، یعنے یہ اُس نور قاہر ایزدی کی روشنی ہے ۔ 'خُر' اور 'شید' یہ دونوں اسم 'آفتاب' کے ٹھہرے ۔ جب عرب و عجم مل گئے تو اکابر عرب نے کہ وہ منبع[2] علوم ہوئے ، واسطے دفع‌التباس[3] کے 'خُر' میں واو معدولہ[4] بڑھا کر 'خور' لکھنا شروع کیا ۔ ہر آئینہ[5] متاخرین نے اس قاعدے کو پسند کیا اور منظور کیا اور فی الحقیقت یہ قاعدہ بہت مستحسن[6] ہے ـــ فقیر جہاں 'خُر' بے اضافۂ لفظ 'شید' لکھتا ہے ، موافق قانون عظمائے عرب بہ واو معدولہ لکھتا ہے ، یعنے 'خور' ، اور جہاں بہ اضافۂ لفظ 'شید' لکھتا ہے وہاں بہ پیروی بزرگان پارسی سر بہ سر لفظ 'خور' کو بے واو لکھتا ہے ، یعنے 'خرشید' ۔ 'خُور' کا قافیہ 'دُر' اور 'بُر' کے ساتھ جائز اور

---

۱ ۔ پیشدادی خاندان کے نامور بادشاہ ۔

۲ ۔ منبع علوم : سرچشمۂ فرہنگ ۔

۳ ۔ التباس : دھوکا ، اشتباہ ۔

۴ ۔ واؤ معدولہ : واو بے صدا ۔ وہ واو جو لکھنے میں آئے لیکن بولنے میں نہ آئے ۔

۵ ۔ ہرآئینہ : یقیناً ۔

۶ ۔ مستحسن : پسندیدہ ۔

روا ہے - خود میں نے دو چار جگہ باندھا ہوگا ؛ وہاں میں بے واو کیوں لکھوں ؟ رہا 'خورشید' ؟ چاہو بے واو لکھو ، چاہو مع الواو لکھو - میں بے واو لکھتا ہوں ، مگر مع الواو کو غلط نہیں جانتا ، اور 'خُر' کو کبھی بے واو نہ لکھوں گا ، قافیہ ہو یا نہ ہو ، یعنے نظم میں وسط شعر میں آ پڑے یا نثر کی عبارت میں واقع ہو ، 'خور' لکھوں گا -

یہ بات بھی تم کو معلوم رہے کہ جس طرح 'خُر' ترجمہ قاہر کا ہے ، اسی طرح 'جم' ترجمہ قادر کا ہے کہ بہ اضافۂ لفظ 'شید' اسم شہنشاہ وقت قرار پایا ہے -

مجتہد العصر[1] میر سرفراز حسین کو دعا پہنچے - سچ کہیے[2] تمھیں وہاں کوئی 'مجتہد العصر' نہ کہتا ہو گا ؟ نہ کہو ، تم کو کیا ؟ میں نے کہا ، تم[3] نے مان لیا ، اب کوئی کہے یا نہ کہے — میاں بدرالدین سے ایک مہر کھدوا دوں گا (۸۹)

مصرع

"جناب مجتہد العصر سرفراز حسین"

بس تم یہ مہر خطوں پر ، محضروں پر ، تمسکوں پر کرنی شروع کرنا ، سب کے سب تم کو مجتہد العصر کہنے لگیں گے -

---

۱ - اصل "مجتہدالعصر و میر سرافراز حسین" -
۲ - اصل "سچ کہتے"
۳ - نول ۲ "تمھیں مان" ، علی گڑھ ۴۲ء "تم کو مان لیا" ، مبا "میں نے تو تمھیں مان لیا" ، انوار احمدی ، نارائینی ، مہیش ، خطوط مطابق متن -

حکیم میر اشرف علی کو اور اُن کے فرزند کو دعا پہنچے -

میرن صاحب کو دعا پہنچے۔ بھائی میرن ! اب وہ خس کا پردہ کھول ڈالا ؛ صافیاں جھجر پر لپیٹتا ہوں ، دم بہ دم بھگوتا ہوں ؛ وہ لو کہاں جو پردے سے لپٹ کر ہوا صافی کو لگے اور پانی کو ٹھنڈا کرے - وہ پانی جو میر مہدی اور تم اور حکیم جی پیا کیے ہو ، اب کہاں ؟ شراب[1] پندرہ دن کی اور باقی ہے ، آیندہ خدا رزاق ہے - ۱۲

([2]۱۸۶۱ء)

ایضاً (خط نمبر ۷۵)

ھاں صاحب! تم کیا چاہتے ہو ؟ مجتہد العصر کے مسودے کو اصلاح دے کر بھیج دیا ، اب اور کیا لکھوں ؟ تم میرے ہم عمر نہیں جو سلام لکھوں ، میں فقیر نہیں جو دعا لکھوں ؟

تمھارا دماغ چل گیا ہے۔ لفافے[3] کو کریدا کرو ، مسودے

---

۱ - نارایني ''شراب'' ندارد ''صرف پندرہ دن کی اور باقی ہے''— عود ، نول ، صبا ، مہیش ، ''برف''۔ ھمارا متن اصل کے مطابق ہے -

۲ - مہیش ، خطوط ، ندارد - میرا خیال ہے کہ یہ خط جولائی ۱۸۶۱ء کا ہو گا - اس سال کے مکاتیب کچھ اسی خط کے اسلوب سے ملتے جلتے ھیں — یہ خط اردوئے معلیٰ میں نہیں ہے -

۳ - یہ خط مختصر کیا گیا ہے - انتخاب رقعات مملوکہ ڈاکٹر عبدالستار صاحب اور انشا۔ٔ اردو دونوں جگہ ہے - انتخاب میں کم اور انشا میں زیادہ اختصار ہے - ھم انتخاب کے نسخے کو مہیش اور انشا کے نسخے کو اپنے مطبوعہ مملوکہ نسخے سے مطابق کریں گے— ''انشا''— لفافے — سے — ''یعنی'' تک حذف -

کو[۱]، کاغذ کو بار بار دیکھا کرو، پاؤ گے کیا ؟—یعنی تم کو وہ محمد شاہی روشیں پسند ہیں۔

"یہاں خیریت ہے، وہاں کی عافیت مطلوب ہے۔ خط تمھارا بہت دن کے بعد پہنچا، جی خوش ہوا۔ مسودہ بعد اصلاح کے بھیجا جاتا ہے، برخوردار میر سرفراز حسین کو دینا اور دعا کہنا۔ اور ہاں حکیم میر اشرف علی اور میر افضل علی کو بھی دعا کہنا۔ لازمۂ سعادت مندی یہ ہے کہ ہمیشہ اسی طرح خط بھیجتے رہو—"

کیوں[۲] سچ کہو، اگلوں کے خطوط کی تحریر کی یہی طرز تھی ؟

ہائے[۳] ! کیا اچھا شیوہ ہے۔ جب تک یوں نہ لکھو، وہ خط ہی نہیں ہے؛ چاہ بے آب ہے، ابر بے باراں ہے، نخل بے میوہ ہے، خانہ بے چراغ ہے، چراغ بے نور ہے۔ ہم جانتے ہیں[۴] تم زندہ ہو، تم جانتے ہو کہ ہم زندہ ہیں۔ امر ضروری کو لکھ لیا، زوائد کو اور وقت پر موقوف رکھا اور اگر

۱۔ مہیش "مسودے کے کاغذ کو"۔ اردو، عود مطابق، متن حاشیۂ مہیش غیر واضح۔

۲۔ انتخاب میں اوپر کی عبارت کو بہت مختصر کر دیا گیا ہے اور "سچ" سے قبل "برخوردار" تھا اسے قلم زد کر دیا ہے۔ "کہیو" کو کاٹ کر حاشیے پر "کہنا" لکھا ہے۔ مہیش۔

۳۔ "ہائے، کیا اچھا .... نہ لکھو" کی جگہ انتخاب میں ہے: "موقوف کیا۔"

۴۔ انشا "ہیں کہ تم زندہ ہو"۔ "تمھاری خوشنودی ...... خفا نہ ہو۔" انتخاب، نیز انشا میں نہیں۔

تمھاری خوشنودی اسی طرح کی نگارش پر منحصر ھے تو بھائی ساڑھے تین سطریں ویسی بھی میں نے لکھ دیں ۔ کیا نماز قضا نہیں پڑھتے ؟ اور وہ مقبول نہیں ھوتی ؟ خیر ھم نے بھی وہ عبارت جو مسودے کے ساتھ لکھنی[1] تھی ، اب لکھ بھیجی ؛ قصور معاف کرو ، خفا نہ ھو ۔

[2]میر نصیر الدین ایک بار آئے تھے ، پھر نہ آئے ۔ نثر فارسی نئی میں نے کہاں لکھی کہ تمھارے (۹۰) چچا کو یا تم کو بھیج دوں ؟

نواب فیض محمد خاں[3] کے بھائی حسن علی خاں مر گئے ۔ حامد علی[4] خاں کے ایک لاکھ تیس ھزار کئی سو روپے کی ڈگری

---

۱ ۔ اردو ''لکھی تھی'' ۔

۲ ۔ انشا کی عبارت مختصر یہ ھے :

''ھاں صاحب . . . . عافیت مطلوب ھے ۔ سچ کہنا ، اگلوں کے خطوط کی تحریر کی یہی طرز تھی یا اور ؟ واہ کیا شیوہ ھے ، اور جب تک یوں نہ لکھو گویا وہ خط ھی نہیں ھے ، چاہ . . . . . لکھ لیا ، زواید کو موقوف کیا ، میر نصیرالدین . . . . یک شنبہ ۲۲ ستمبر'' ــ تک موجود ھے ۔

۳ ۔ نواب فیض محمد خاں جھجر کے نواب اور تعلقہ‌دار تھے ۔ ھنگامۂ ۱۸۵۷ء میں ملزم قرار دیے گئے ، ۱۸ ۔ اکتوبر ۵۷ء کو گرفتار ھوئے ، مقدمہ چلا ، پھانسی پائی (۱۸۵۷ء ، صفحہ ۱۷۸) ۔

۴ ۔ اعتماد الدولہ میر فضل علی کے داماد ؛ لکھنؤ میں رھتے تھے ، کچھ دنوں دربار دھلی میں معزز عہدے پر بھی رھے ، غدر کے زمانے میں دھلی میں تھے ۔ بادشاہ کی طلب پر اپنا روپیہ شاھی خزانے کو دے دیا تھا ۔ بعد غدر باغی قرار پائے لیکن پھر بچ گئے ۔ معلوم ھوتا ھے کہ انھوں نے کمپنی سے ظفر کو قرض دیا ھوا رپیہ مانگا تھا

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

بادشاہ پر ہو گئی - کلو داروغہ بیمار ہو گیا تھا ، آج اس نے غسل صحت کیا - باقر علی خاں کو مہینہ بھر سے تپ آتی ہے ، حسین علی خاں کے گلے میں دو غدود ہو گئے ہیں - شہر چپ چاپ ؛ نہ کہیں پھاوڑا بجتا ہے ، نہ سرنگ لگا کر کوئی مکان اڑایا جاتا ہے ، نہ آہنی سڑک آتی ہے ، نہ کہیں دمدمہ بنتا ہے ؛ دلی شہر شہر خموشاں ہے - کاغذ نبڑ گیا ورنہ تمہارے دل کی خوشی کے واسطے ابھی اور لکھتا -۱۲

یک شنبہ ، ۲۲ - ستمبر (۱۸۶۱ء[1])

ایضاً (خط نمبر ۷٦)

سید صاحب !

کل پہر دن رہے تمہارا خط پہنچا - یقین ہے کہ اسی[2] وقت یا شام کو میر سرفراز حسین تمہارے پاس پہنچ گئے ہوں گے - حال سفر[3] کا جو کچھ ہے ان کی زبانی سن لو گے ، میں کیا

(گزشتہ صفحے کا باقی حاشیہ)

جو کمپنی نے ادا کردیا - مٹکاف کی ڈائری اور جیون لال کے روز نامچے میں متعدد مقامات پر ان کا ذکر آیا ہے ، (غدر کی صبح و شام، صفحہ ۱۵۹ و ۲۰۹ وغیرہ ، نیز دیکھیے دھلی کا آخری سانس ، صفحہ ٦۸ ، ۱۲۴ وغیرہ - حامد علی پر مفصل مضمون کے لیے دیکھیے 'العلم' کراچی اپریل تا جون ۱۹۵۹ء ، صفحہ ۱۰۱) -

۱ - انشا ، (اور غالباً انتخاب) میں تاریخ و دن ہے ، سن نہیں ہے ، وہ مہیش نے لکھا ہے اور جنتری کے مطابق ہے -

۲ - عود ۱ ''اوسی'' مہیش میں م غلط ع چاہیے -

۳ - میر سرفراز حسین اور میرن صاحب مرزا کی سفارش پر رام پور گئے

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

لکھوں - میں نے بھی جو کچھ سنا ہے ، انہیں سے سنا ہے -
اُن کا اس طرح ناکام پھر آنا میری تمنا اور میرے مقصود کے
خلاف ہے لیکن میرے عقیدے اور میرے تصور کے مطابق ہے -
میں جانتا تھا کہ وہاں کچھ نہ ہوگا ؛ سو روپے کی ناحق
زیر باری ہوئی - چوں کہ یہ زیر باری میرے بھروسے پر ہوئی
تو مجھے شرم ساری ہوئی - میں نے اس چھیاسٹھ برس کی عمر میں اس
قسم کی شرم ساریاں اور روسیاہیاں بہت اٹھائی ہیں - جہاں ہزار
داغ ہیں ، ایک ہزار ایک سہی ؛ میر سرفراز حسین کی زیر باری
سے دل کڑھتا[1] ہے -

(گزشتہ صفحے کا باقی حاشیہ)

لیکن ناکام واپس آئے اور دہلی ہوتے ہوئے پانی پت گئے -
مرزا مجروح سے اظہار افسوس کر رہے ہیں - غالب کا خط بنام
یوسف علی خاں ۲۲ جولائی ۱۸۶۱ء کا ہے ، گویا زیر نظر
خط سے پہلے لکھا تھا — "میر سرفراز حسین اور میرن صاحب کو
واللہ باللہ اگر میں نے بھیجا ہو - نوکری کی جستجو کو نکلے تھے -
میر سرفراز حسین نوکری پیشہ اور میرن صاحب مرثیہ خواں
اور یہاں کے مرثیہ خوانوں میں ممتاز - خان ساماں صاحب کو جو
میں نے یہ لکھا کہ یہ ایسے ہیں اور ایسے ہیں ، غرض اس سے یہ
تھی کہ محرم میں جہاں دس پانچ آدمی مرثیہ خواں اور مقرر ہوئے
ہیں ، میرن بھی مقرر ہو جائیں - آخر جا بجا تھانیدار ، کوتوال ،
تحصیلدار نوکر ہیں ؛ میر سرفراز حسین ہوشیار ، کار گذار آدمی
ہیں ، کسی علاقے پر یہ بھی مقرر ہو جائیں" — ۹ جولائی کو محرم
شروع ہوا اس لیے یہ دونوں جولائی کے آغاز میں گئے ہوں گے
اور ۲۰ سے پہلے واپس آگئے -

۱ - انتخاب ، مہیش "شرم ساری ہے"—'دل کڑھتا ہے' پر انتخاب ختم -

وبا کو کیا پوچھتے ہو ؟ قدر انداز قضا کے ترکش میں
یہ بھی ایک تیر باقی تھا - قتل ایسا عام ، لوٹ ایسی سخت ،
کال ایسا بڑا ، وبا کیوں کر نہ ہو ؟ ''لسان الغیب''[1] نے
دس برس پہلے فرمایا ہے :

شعر

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام ایک مرگ ناگہانی اور ہے

میاں ۱۲۷۷ھ کی بات غلط نہ تھی ، میں نے وبائے عام میں
مرنا اپنے لائق نہ سمجھا ؛ واقعی اس میں میری کسر شان تھی -
بعد رفع فساد ھوا سمجھ لیا جائے گا -

'کلیات اردو[2]' کا چھاپا تمام ہوا ؛ اغلب کہ اسی ہفتے میں ،
غایت اس مہینے میں ایک نسخہ بہ سبیل ڈاک تم کو پہنچ
جائے گا -

---

۱ - خود مرزا نے متعدد بار یہ پیشین گوئی کی ہے اور کہا ہے :
''من کہ باشم کہ جاوداں باشم چوں نظیری نہ ماند و طالب مرد
ور بپرسند در کدامیں سال مرد غالب ؟ بگو کہ 'غالب مرد'
۱۲۷۷ھ

۲ - یہ تیسرا ایڈیشن تھا - عظیم الدین احمد نامی میرٹھ کے تاجر کتب کی
تحریک سے مرزا تیار ہوئے ، لیکن عظیم الدین چونکہ ان سے متعارف
نہ تھے اس لیے ممتاز علی خاں کے حوالے کرنے پر تیار ہو گئے
اور کچھ دن بعد دیوان مرتب کر کے میرٹھ بھیج دیا ، لیکن
شیونرائن کے اصرار پر اسے واپس منگا لیا اور ان کے پاس
آگرے بھیج دیا، مگرشیونرائن نے بھی تاخیر کی تو عطا حسین تحسین
کو اجازت دی - آخر ۲۰ محرم ۱۲۷۸ھ ، ۳۱ جولائی ۱۸۶۱ء کو
مطبع احمدی دھلی ، امو جان کے اہتمام سے شائع ہوا - مکمل تفصیل
کے لیے دیکھیے ''دیوان غالب'' دیباچہ صفحہ ۹۸ بہ بعد -

'کلیات نظم فارسی' کے چھاپنے کی بھی تدبیر ہو رہی ہے۔ اگر ڈول[1] بندھ گیا تو وہ بھی چھاپا جائے گا۔ 'قاطع برھان' کے خاتمے میں کچھ فوائد بڑھائے گئے ہیں، اگر مقدور مساعدت کرے گا تو میں بے شرکت غیر اس کو چھپواؤں گا، مگر یہ خیال محال ہے۔ میرے مقدور کی تیاری کا حال مجتہد العصر کو معلوم ہے۔ واللہ علی کل شیٔ قدیر۔

خدا کا بندہ ہوں، علیؓ کا غلام، میرا خدا کریم (۹۱) میرا خداوند[2] سخی:

علیؓ دارم چہ غم دارم[3]

وبا کی آنچ مدھم ہو گئی ہے؛ پاں سات دن بڑا شور رہا۔ پرسوں خواجہ مرزا ولد خواجہ امان مع اپنی بی‌بی بچوں کے دلی میں آیا؛ کل رات کو اس کا نو برس کا لڑکا ھیضہ کر کے مر گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون——الور میں بھی وبا ہے۔

الگزنڈر ھدرلے[4] مشتہر بہ الک صاحب مر گیا۔ واقعی

۱۔ ڈول: صورت، ڈھب۔

۲۔ نارائنی، نول، مبا "خاوند"۔

۳ حب علیؓ جیسا وسیلہ موجود ہے تو پھر کیا غم دنیا اور کیا غم عقبیٰ۔

۴۔ نول، مبا "پدرلے" مبا "الکہ" اصل، اردو، نول "الکد ندر مدرنی مشتہر بہ" الگزنڈر ھڈرلے الک اور آزاد الور میں کپتان تھا، اس کا بھائی اور دوسرے عزیز بھی وہیں رہتے تھے؛ دوسرے بھائی مختلف مقامات پر تھے۔ کسی سیاسی یا نجی اختلاف کی بنا پر ۷ جولائی ۱۸۶۱ء کو گولی کا نشانہ بنا (خم خانہ ج ۱، صفحہ ۲۷، نیز ناظر حسن "الیگزنڈر . . . ." آج کل، مئی ۱۹۵۷ء صفحہ ۱۱ ببعد)۔

بے تکلف وہ میرا عزیز اور ترقی خواہ اور راج[1] میں اور مجھ میں متوسط تھا۔ اس جرم میں ماخوذ ہو کر مرا؟ خیر! یہ عالم اسباب ہے، اس کے حالات سے ہم کو کیا؟ - ۱۲

(جمعہ[2] ۱۷ - محرم ۷۸ھ، ۲۶ - جولائی ۱۸۶۱ء)

ایضاً (خط نمبر ۷۷)

جان غالب!

اب کے ایسا بیمار ہو گیا تھا کہ مجھ کو خود افسوس تھا؛ پانچویں دن غذا کھائی، اب اچھا ہوں، تندرست ہوں۔ ذی الحجہ ۱۲۷۶ھ تک کچھ کھٹکا نہیں ہے، محرم کی پہلی تاریخ سے اللہ مالک ہے۔ میر نصیر الدین آئے کئی بار، میں نے ان کو دیکھا نہیں۔ اب کی بار درد[3] میں مجھ کو غفلت بہت رہی۔ اکثر احباب کے آنے کی خبر نہیں ہوئی۔ جب سے اچھا ہوا ہوں، سید صاحب نہیں آئے۔

تمھاری آنکھوں کے غبار کی وجہ یہ ہے کہ جو مکان دلی میں ڈھائے گئے اور جہاں جہاں سڑکیں نکلیں، جتنی گرد اڑی اس کو آپ نے از راہ محبت اپنی آنکھوں میں جگہ دی۔ بہ ہر حال اچھے ہو جاؤ اور جلد آؤ۔

مجتہد العصر میر سرفراز حسین کا خط آیا تھا، میں نے میرن صاحب کی آزردگی کے خوف سے اس کا جواب نہیں لکھا۔

---

۱ - اصل، نارایینی، نول، مبا "مزاج"، اردو "راج"۔

۲ - انتخاب میں تاریخ و دن بلا سن آغاز خط میں ہے، سن کا اضافہ مہیش پرشاد نے کیا، ہم نے اسے آخر خط میں نقل کیا ہے۔

۳ - خطوط "دورے"۔"اکثر احباب" اکثر ندارد۔

یہ رقعہ اُن دونوں صاحبوں کو پڑھا دینا کہ میر سرفراز حسین صاحب اپنے خط کی رسید سے مطلع ہو جائیں اور میرن صاحب میرے پاسِ الفت پر خبر پائیں - ۱۲

([1]چہار شنبہ ، ٦- جون ۱۸٦۰ء)

ایضاً (خط نمبر ۷۸)

جان غالب ! تمھارا خط پہنچا[2]ـــــغزل اصلاح کے بعد پہنچتی ہے -

''ہر اک[3] سے پوچھتا ہوں وہ کہاں ہے -'' ۱۲

مصرع بدل دینے سے یہ شعر کس رتبے کا ہو گیا ؟

اے میر مہدی ! تجھے[4] شرم نہیں آتی :

مصرع

''میاں یہ اہل دہلی کی زباں ہے''- ۱۲

ارے ! اب اہل دہلی یا ہندو ہیں یا اہل حرفہ ہیں ،

---

۱ - یہ تاریخ 'انتخاب' اور 'انشائے اردو' میں ہے لیکن 'انشا' کے نسخے میں '۲ جون' ہے جو شنبے کو پڑتی ہے - دیکھیے جنتری ، نیز خط بنام تفتہ مئی ۱۸٦۰ء -

۲ - یہ ایک مصرع ہے -

۳ - مہیش اردو ''ہر اک'' نول ، اصل ، نارائنی مطابق ''ہر کسی'' دیوان مجروح میں شعر یوں ہے :

نہیں لیتا ہوں فرط رشک سے نام ہر اک سے پوچھتا ہوں وہ کہاں ہے

۴ - انشا ، انتخاب ''اے میر صاحب تمھیں'' ـ شاید مجروح نے اس مصرع میں کچھ تبدیلی کرکے یوں کہا :

سخن گو یوں تو اک عالم ہے مجروح مرے استاد کی پر یہ زباں ہے

یا خاکی ھیں یا پنجابی ھیں یا گورے ھیں - ان میں سے تو[1] کس کی زبان کی تعریف کرتا ھے ؟ لکھنؤ کی آبادی میں کچھ فرق نہیں آیا ؛ ریاست تو جاتی رھی ، باقی ھر فن کے کامل لوگ موجود ھیں[2]-

خس کی ٹٹی ، پُروا ھوا اب کہاں ؟ وہ لطف تو اسی مکان میں تھا ، اب 'میر خیراتی' کی حویلی میں وہ جہت و سمت بدلی ھوئی ھے ؛ بہ ھر حال می گزرد -

مصیبت عظیم یہ ھے کہ قاری کا کنواں بند ھوگیا ، لال ڈگی کے کنویں یک قلم کھاری ھو گئے - خیر ! کھاری ھی پانی پیتے ، گرم پانی نکلتا ھے - پرسوں میں سوار ھو کو کنووں کا حال معلوم (۹۲) کرنے گیا تھا - مسجد جامع ھوتا ھوا راج گھاٹ دروازے کو چلا - مسجد جامع سے راج گھاٹ دروازے تک بے مبالغہ ایک صحرا لق و دق ھے - اینٹوں کے ڈھیر جو پڑے ھیں ، وہ اگر اٹھ[3] جائیں تو ھو کا مکان ھو جائے- یاد کرو ، مرزا گوھر کے باغیچے کے اس جانب کو کئی بانس نشیب تھا ، اب وہ باغیچے کے صحن کے برابر ھو گیا ، یہاں تک کہ راج گھاٹ کا دروازہ بند ھوگیا - فصیل کے کنگورے کھلے رھے ھیں ، باقی سب اٹ گیا - کشمیری دروازے کا حال تم دیکھ گئے ھو ، اب آھنی سڑک کے واسطے کلکتہ دروازے سے کابلی دروازے تک میدان ھو گیا - پنجابی کٹرہ ، دھوبی واڑہ ،

---

۱ - انتخاب ، انشا "تم ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ کرتے ھو" -

۲ - انشا ــ اس کے بعد خط مختصر کر دیا ھے "اللہ اللہ دلی نہ رھی ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ نہ نہر - فقط -"

۳ - اردو ، مہیش "اٹھ جائیں" اصل "لے جائیں" -

رام جی گنج[1]، سعادت خاں کا کٹرہ ، جرنیل کی بی بی کی حویلی ، رام جی داس گودام والے کے مکانات ، صاحب رام کا باغ ، حویلی ، ان میں سے کسی کا پتا نہیں ملتا ۔ قصہ مختصر شہر صحرا ہو گیا تھا ؛ اب جو کنویں[2] جاتے رہے اور پانی گوہر نایاب ہو گیا تو یہ صحرا صحرائے کربلا ہو جائے گا ۔

اللہ اللہ ! دلی نہ رہی ؛ دلی والے اب تک یہاں کی زبان کو اچھا کہے جاتے ہیں ؛ واہ رے حسن اعتقاد ۔ ارے بندۂ خدا! اردو بازار نہ رہا ، اردو کہاں ؟ دلی کہاں[3]؟ واللہ ! اب شہر نہیں ہے ، کمپ[4] ہے ، چھاؤنی ہے ۔ نہ قلعہ ، نہ شہر، نہ بازار ، نہ نہر ۔

الور کا حال کچھ اور ہے ۔ مجھے اور انقلاب سے کیا کام ؟ الکزنڈر ہڈرلے[5] کا کوئی خط نہیں آیا ۔ ظاہرا اُن کی مصاحبت نہیں ، ورنہ مجھ کو ضرور خط لکھتا رہتا ۔ میر سرفراز حسین اور میرن صاحب اور [6]میر نصیر الدین کو دعا کہنا ۔ ۱۲ ۔

([7]جون ۱۸۶۱ء)

---

۱ ۔ اصل ''رامجی داس گنج ۔''
۲ ۔ اصل ''کوی ۔''
۳ ۔ اصل ، ناراینی اردو ''کہاں دلی'' متن مطابق اردو ۔
۴ ۔ اصل ''کنپ ۔''
۵ ۔ اردو ''ہدرلے'' اصل ''ہڈرلے ۔''
۶ ۔ اردو ''اور نصیرالدین کو دعا ۔''
۷ ۔ مہیش (جولائی ۱۸۶۱ء) لیکن چونکہ ۷ جولائی کو ہڈرلے مرا ہے اس لیے یہ خط تقریباً ہفتۂ اول جولائی کا ہے یا آخر جون کا ۔ جون کا اس لیے زیادہ قرین قیاس ہے کہ مرزا ''مصاحبت نہ ہونے'' کا تذکرہ کرتے ہیں ، گویا الور کے حالات میں ابتری تھی اور ہڈرلے زندہ تھا ۔

ایضاً (خط نمبر ۷۹)

بھائی ! کیا پوچھتے ہو ، کیا لکھوں ؟ دلی کی ہستی منحصر کئی ہنگاموں پر ہے : قلعہ ، چاندنی چوک ، ہر روز مجمع مسجد جامع کا ، ہر ہفتے سیر جمنا کے پل کی ، ہر سال میلہ پھول والوں کا ؛ یہ پانچوں[1] باتیں اب نہیں ، پھر کہو دلی کہاں ؟ ہاں کوئی شہر قلم رو ہند میں اس نام کا تھا ۔

نواب گورنر جنرل[2] بہادر ۱۵ ۔ دسمبر کو یہاں داخل ہوں گے ۔ دیکھیے کہاں اترتے ہیں اور کیوں کر دربار کرتے ہیں ۔ آگے کے درباروں میں سات جاگیر دار تھے کہ ان کا الگ الگ دربار ہوتا تھا ۔ جھجر ، بہادر گڑھ ، بلب گڑھ (۹۳) فرخ نگر ، دوجانہ ، پاٹودی ، لوھارو ۔ چار معدوم محض ہیں ، جو باقی رہے اس میں سے دوجانہ و لوھارو تحت حکومت ھانسی ۔ حصار ، پاٹودی حاضر ۔ اگر ھانسی حصار کے صاحب کلکٹر بہادر[3] اُن دونوں کو یہاں لے آئے تو تین رئیس ، ورنہ ایک رئیس ؛ دربار عام والے مہاجن لوگ سب موجود ۔ اہل اسلام میں سے صرف تین آدمی باقی ہیں 'میرٹھ' میں مصطفیٰ خاں ، سلطان جی میں مولوی صدر الدین ، 'بلی ماروں' میں سگ دنیا موسوم بہ اسد ، تینوں مردود و محروم و مغموم :

---

۱ ۔ اردو میں ان پانچوں پر نمبر لگے ہیں ۔
۲ ۔ لارڈ کیننگ گورنر جنرل آف انڈیا ۔ لیکن یہ دربار ان کے نہ آنے کی وجہ سے نہ ہو سکا ــ انشا میں ''۱۵ ستمبر'' ۔
۳ ۔ اردو ، ''صاحب کمشنر بہادر''۔ مہیش ، انتخاب ، انشا میں 'کمشنر' ہے ، 'صاحب' اور 'بہادر' ندارد ۔

شعر

توڑ بیٹھے جبکہ ہم جام و سبو، پھر ہم کو کیا
آسماں سے بادۂ گل فام گر برسا کرے

تم آتے ہو چلے آؤ۔ جان نثار[1] کے چھتے کی سڑک ، خان چند کے کوچے کی سڑک دیکھ جاؤ ، بلاق بیگم کے کوچے کا ڈھینا ، جامع مسجد کے گرد ستر ستر گز گول میدان نکلا سن جاؤ ، غالب افسردہ دل کو دیکھ جاؤ ، چلے جاؤ[2] ۔ مجتہد العصر[3] میر سرفراز حسین کو دعا ، حکیم الملک حکیم میر اشرف علی کو دعا ۔ قطب الملک میر نصیر الدین کو دعا ، یوسف ہند میر افضل علی کو دعا ۔ ۱۲

(مرقومۂ صبح جمعہ ، ٦ جمادی الاول ۔ ۲ دسمبر سال حال ۱۲۷٦ھ ، ۱۸۵۹ء)

ایضاً (خط نمبر ۸۰)

میاں! کیوں ناسپاسی و حق نا شناسی[4] کرتے ہو؟ چشم بیمار ایسی چیز ہے کہ جس کی کوئی شکایت کرے ، تمھارا منہ

---

۱ - اردو ، مہیش ، انشا "جان نثار خان"۔ "بولاقی" مہیش ، نارائنی ، اصل ۔

۲ - انشا "چلے جاؤ۔صبح ، جمعہ ، ٦ جمادی الاول ، ۲ دسمبر سال حال" مہیش از انتخاب مطابق متن، منہ اضافہ ۔ مہیش میں پریس کی غلطی سے ۵۹ مطابق ۸۹ ہے جو غلط ہے ، نیز دیکھیے خط نمبر ۱۲۵ بہ نام بے خبر ۔

۳ - مجتہدالعصر اور حکیم الملک وغیرہ مرزا کے دیے ہوئے خطابات ہیں ۔

۴ - اردو "ناحق شناسی" مہیش ، خطوط کذا ۔

چشم بیمار کے لائق کہاں ؟ چشم بیمار میرن صاحب قبلہ کی آنکھ کو کہتے ھیں جس کو اچھے اچھے عارف دیکھتے رھتے ھیں۔ تم گنوار ، چشم بیمار کو کیا جانو ؟

خیر! ھنسی ھوچکی ، اب حقیقت مفصل لکھو۔ تم تو زحیر[1] کی عادت رکھتے ھو ، عوارض چشم سے تم کو کیا علاقہ ؟ میرے نور چشم کی آنکھ کیوں دکھی۔

دریبہ[2] بال بال بچ گیا۔ جو اس کے خلاف کہے ، اس کو غلط جاننا۔ میں نے خط تمھیں جان کر نہیں لکھا۔ تم نے لکھا تھا کہ بعد عید میں وھاں آؤں گا ؛ مجھ کو خط لکھنے میں تامل ھوا۔ لکھتے کچھ ھو ، کرتے کچھ ھو ؟!

تنخواہ کی سنو!

تین برس کے روپے دو ھزار دو سو پچاس ھوئے ؛ سو مدد خرچ کے جو پائے تھے ، وہ کٹ گئے ، ڈیڑھ سو[3] عملہ فعلہ کی نذر ھوئے۔ مختار کار دو ھزار لایا۔ چوں کہ میں اس کا قرض دار ھوں ، روپے اس نے اپنے گھر میں رکھے اور مجھ سے

۱۔ اصل ، نارائنی ، نول ۲ ، ''زجر'' ، اردو ''تم زحیر'' —
زحیر : پیچش۔

۲۔ اصل ''دریبہ ، بال بال بچ ... جاننا'' ، نارائنی ''اور یہ''۔ نول کے تمام نسخے ، انوار احمدی بھی ''اور یہ'' حالانکہ ''دریبہ ، دھلی کا ایک محلہ ھے۔ مرزا اس کے کھدنے سے محفوظ رھنے کی اطلاع دے رھے ھیں ؛ شاید میر مھدی نے پوچھا ھو۔ اردو ، مھیش ، خطوط ندارد۔ لطف یہ ھے کہ ''اور یہ'' کا مطلب کوئی نہ سمجھا۔

۳۔ اردو ، خطوط ''ڈیڑھ سو متفرقات میں اٹھ گئے'' —
عملہ فعلہ : کارندے ، دفتر کے کلرک ، چپراسی وغیرہ۔

کہا کہ میرا حساب کیجیے ؛ حساب کیا ، سود مول ، سات کم پندرہ سو روپے ہوئے۔ میں نے کہا میرے قرض متفرق کا (۹۴) حساب کر کچھ اوپر گیارہ سو روپے نکلے ۔ میں کہتا ہوں یہ گیارہ سو روپے بانٹ دے ؛ نو سو بچے ، آدھے تو لے ، آدھے مجھے دے ۔ وہ کہتا ہے پندرہ سو مجھ کو دو ، پان سو سات تم لو ۔ یہ جھگڑا مٹ جائے گا ، تب کچھ ہاتھ آئے گا ۔ خزانے سے روپیہ آ گیا ہے ؛ میں نے آنکھ سے دیکھا ہو تو آنکھیں پھوٹیں ۔ بات رہ گئی ، پت[1] رہ گئی ؛ حاسدوں کو موت آ گئی ، دوست شاد ہو گئے ۔ میں جیسا ننگا بھوکا ہوں ، جب تک جیوؤں گا ، ایسا ہی رہوں گا ۔ میرا داروگیر سے بچنا معجزۂ[2] اسد اللٰہی ہے ، ان پیسوں کا ہاتھ آنا عطیۂ ید اللٰہی ہے ۔ حاکم شہر لکھ دے کہ یہ شخص ہرگز پنشن پانے کا مستحق نہیں ! ، حاکم صدر مجھ کو پنشن دلوائے اور پورا دلوائے ؟

میرن صاحب کو دعا کہتا ہوں اور مزاج کی خبر پوچھتا ہوں ۔ جواب[3] ترکی ترکی ، جواب عربی عربی ۔ جو انھوں نے لکھا ، وہ میں نے بھی لکھا ۔ مجتہد العصر کو بندگی لکھوں ، دعا لکھوں ، کیا لکھوں ؟ نہیں بھئی! وہ مجتہد ہوں ، ہوا کریں ، میرے تو فرزند ہیں ۔ میں دعا ہی لکھوں گا اور اسی ۔

---

۱ - پت : عزت کو کہتے ہیں ۔ ''رکھ پت ، رکھا پت'' ۔
۲ - اردو ، خطوط ''کرامت'' ، عود کے تمام نسخے ''معجزہ'' ۔ عود و اردو ''الٰہی'' بجائے ''اللٰہی'' ۔ اسداللہ ، یداللہ حضرت علی علیہ السلام کے لقب ہیں ۔ مرزا نے اکثر استعمال کیا :
غالب نام آورم نام و نشانم مپرس   ہم اسداللّٰہم و ہم اسداللّٰہیم ۔
۳ - شاید میرن صاحب کے پیام کو انھی لفظوں میں لکھا گیا ہے ۔ مرزا میرن سے بہت بے تکلف ہیں ۔

طرح میر نصیر الدین کو بھی دعا۔ ۱۲

(۱مئی ۱۸۶۰ء)

ایضاً (خط نمبر ۸۱)

میری جان!

تم کو تو ۔ کاری میں خط لکھنے کا ایک شغل ہے؛ قلم دوات لے بیٹھے؛ اگر خط پہنچا ہے تو جواب، ورنہ شکوہ و شکایت و عتاب و خطاب لکھنے لگے۔

حکیم اشرف علی آئے تھے۔ سر منڈوا ڈالا ہے، محلقین رؤ سکم[۲] پر عمل کیا ہے۔ میں نے کہا کہ سر منڈوایا ہے تو ڈاڑھی رکھو۔ کہنے لگے: 'دامن از کجا آرم کہ جامہ ندارم'[۳] واللہ ان کی صورت قابل دیکھنے کے ہے۔ کہتے تھے کہ میر احمد علی صاحب آ گئے، بہ حال و بر قرار رہے۔ خدا کا شکر بجا لایا؛ کبھی تو ایسا بھی ہو کہ کسی عزیز کی اچھی خبر سنی جائے۔ میرا سلام کہنا اور مبارک باد دینا؛ خبر دار بھول نہ جائیو۔

تمھاری شکایت ہائے بے جا کا جواب یہ ہے کہ تم نے جو خط مجھ کو پانی پت سے بھیجا تھا اور کرنال کی روانگی کی

۱۔ پنشن ۳ مئی ۱۸۶۰ء کو ملی، اس لیے یہ خط اسی تاریخ کے قریب لکھا گیا ہے۔

۲۔ پارہ حم ۲۶ کے سورۂ 'الفتح' کی ۲۷ ویں آیت کا ایک ٹکڑا ہے جس میں حج کی بشارت کا ذکر ہے اور یہ کہ ''تم اپنے سرمنڈوائے'' بال ترشوائے داخل ہوئے۔ یہاں صرف سرمنڈانے کی مناسبت ہے۔

۳۔ لباس ہی نہیں، دامن کہاں سے لاؤں۔ مطلب یہ کہ پیسے کہاں کہ یہ تکلف کروں۔ مرزا کو صورت دیکھ کر ہنسی آ رہی ہے۔

اطلاع دی تھی ، میں نے یہ تجویز کر لیا تھا کہ جب کرنال سے خط آئے گا تو میں جواب لکھوں گا ۔ آج شنبہ ۱۵ - اکتوبر ، صبح کا وقت ، ابھی کھانا پکا بھی نہیں ، تبرید پی کر بیٹھا تھا کہ تمھارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا ۔ کلیان بیمار ہے ، ایاز کو خط دے کر ڈاک گھر روانہ کیا ۔ بولو ، تمھارا گلہ بے جا یا بجا ؟ بھائی گلہ کرو تو اپنے سے کرو کہ تم نے کرنال پہنچ کر خط لکھنے میں کیوں دیر کی ؟ اور ہاں یہ کیا[1] ہے (۹۵) کہ بہت دن سے نہ اُن کی[2] خیر و عافیت ، نہ اُن کی بندگی ؟ اگر وہ مجھ سے خفا ہیں تو ان کی بندگی نہ لکھتے ، خیر و عافیت تو لکھتے ؟ یہ باتیں اچھی نہیں ۔

میرن صاحب کے باب میں حیران ہوں ؛ تنہا تمھارے ساتھ گئے ہیں ، والدہ ان کی پانی پت میں ہیں ۔ وہاں کوئی مکان لے کر والدہ کو وہیں بلائیں گے یا خود بعد چند روز کے یہاں آ جائیں گے ؟ یہ دو باتیں جواب طلب ہیں ۔ میر نصیر الدین کی بندگی نہ لکھنے کا سبب اور میرن صاحب کے بود و باش کی حقیقت لکھو ۔ رہا میرا پنشن ، اس کا ذکر نہ کرو ۔ اگر ملے گا[3] تو تم کو اطلاع دی جائے گی ۔

شہر کی آبادی کا چرچا ہوا ، کرائے کو مکان ملنے لگے ۔ چار سو پان سو[4] گھر آباد ہوئے تھے کہ پھر وہ قاعدہ مٹ گیا ۔

---

۱ ۔ اردو ، مہیش ، خطوط ''کیا سبب ہے'' ۔ عود ''سبب'' ندارد ۔

۲ ۔ خطوط ، ''نہیں نکلتا ۰۰۰۰۰ خفا ہیں'' ندارد ۔ ناراینی ''قلم سے نکلتا'' ۔

۳ ۔ اردو مطابق متن ، عود ''اگر ملے گی'' ۔ ''میرا پنشن'' کی مناسبت سے ، نیز مرزا کے استعمال کے مطابق ''ملے گا'' صحیح ہے ۔

۴ ۔ اردو ''چار پانسو گھر'' ، متن مطابق اصل ۔

خدا جانے کیا دستور جاری ہوا ہے ، آیندہ کیا ہوگا ۔

سلطان العلماء مجتہد العصر مولوی سید سرفراز حسین کو ، اگرچہ نظر ان کے مدارج علم و عمل پر بندگی چاہیے ، مگر خیر میں عزیز داری و یگانگی (کی) راہ سے دعا لکھتا ہوں ۔ میرن صاحب کو (دعا) اور بعد دعا کے بہت سا پیار ۔ میر نصیر الدین کو دعا ۔ زیادہ کیا لکھوں ۔ ۱۲

([1] صبح ، شنبہ ، ۱۵ ۔ اکتوبر ۱۸۵۹ء)

ایضاً (خط نمبر ۸۲)

واہ حضرت[2] !

کیا خط لکھا ہے ؟ اس خرافات کے لکھنے کا فائدہ ؟ بات اتنی ہے کہ میرا پلنگ مجھ کو ملا ، میرا بچھونا مجھ کو ملا ، میرا حمام[3] مجھ کو ملا ، میرا بیت الخلا مجھ کو ملا ۔ رات کا وہ شور ''کوئی آئیو ، کوئی آئیو'' فرو ہوگیا[4] ۔ میری جان بچی ، میرے آدمیوں کی جان بچی :

اکنوں شب من شب است و روزم روز است

بھئی ، تم نے یہ نہ لکھا کہ میرن صاحب کو میرا خط پہنچا یا نہ پہنچا ! میں گمان کرتا ہوں کہ نہیں پہنچا ۔ اگر پہنچتا

---

۱ ۔ مرزا نے وقت ، دن اور تاریخ لکھ دی ، سنہ تقویم سے لکھا گیا ۔ مہیش ، خطوط ''۱۵ اکتوبر ۱۸۵۹ء ۔''

۲ ۔ اصل ''وا حضرت ۔''

۳ ۔ مہیش ، ''میرا حمام'' اور شاید صحیح ہے ۔ اصل ، خطوط وغیرہ ''حجام ۔''

۴ ۔ فرو ہو گیا : ختم ہو گیا ۔

تو بے شک وہ تمھاری نظر سے گزرتا اور میرن صاحب اس کی اصل حقیقت تم سے پوچھتے ، اور اس صورت میں یہ بھی ضرور تھا کہ تم اس واہیات کے بدلے مجھ کو وہ روداد لکھتے جو میرن صاحب میں اور تم میں پیش آئی ۔ پس اگر جیسا کہ میرا گمان ہے ، خط نہیں پہنچا تو خیر جانے دو ۔ اگر خط پہنچا ہے تو میرن صاحب کے خط کے جواب لکھوانے میں تم نے میرا ناک میں دم کر دیا تھا ، اب ان سے میرے خط کے جواب کا تقاضا کیوں نہیں کرتے ؟ حسن بھی کیا چیز ہے ؛ نادر کا اتنا خوف نہیں جتنا حسین آدمی کا ڈر ہوتا ہے ۔ تم ان سے خواہش وصال کرتے ہوئے (۹۶) ڈرو ، میرے خط کے جواب کے باب میں کیوں نہیں کہتے[۱] ؟ نہ صاحب یہ کچھ بات نہیں ۔ میرے خط کا جواب اُن سے لکھوا کر بھجواؤ ۔

یہاں کا حال وہ ہے جو دیکھ گئے ہو ۔ پانی گرم ، ہوا گرم ، تپیں مستولی[۲] ، اناج مہنگا ۔ بیچارہ منشی میر احمد حسین کا بھتیجا ، یعنی میر امداد علی اشوب[۳] کا بیٹا ، محمد میر شب گزشتہ کو گزر گیا ۔ آج صبح کو اس کو دفن کر آئے ۔ جوان صالح ، پرہیزگار ، مومنین کا پیش نماز تھا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

''مجتہدالعصر'' کا حکم بجا لاؤں گا اور نہ رئیس کو بلکہ مدارالمہام ریاست کو لکھوں گا ۔ رئیس میرے سوال کا جواب قلم انداز کر جائے گا اور مدارالمہام امر واقعی لکھ بھیجے گا ۔

''مجتہدالعصر[۴]'' کو دعا کہنا اور یہ خط پڑھا دینا ،

---

۱ ۔ اصل ، نارائنی : 'لکھتے' نیز اصل ۔ 'نہ صاحب یہ چھ بات نہیں' ۔
۲ ۔ مستولی : غالب ، مسلط ۔
۳ ۔ میر امداد علی آشوب دہلوی (خمخانہ ، ج ۱ ، صفحہ ۹۷) ۔
۴ ۔ اردو ، خطوط ، ''مجتہد العصر ۰۰۰۰۰ پڑھا دینا'' ندارد ۔

میرن صاحب کو دعا ، اور کہنا کہ بھلا صاحب ، تم نے ہمارے خط کا جواب[1] نہیں لکھا ، ہم بھی تمھاری طرز کا تتبع کریں گے ۔ حکیم میر اشرف علی کو دعا کہنا اور کہنا کہ اگر تم میں ان میں راہ و رسم تعزیت و تہنیت ہو تو میر احمد حسین کو خط لکھو اور یہ بھی ان کو معلوم ہو کہ حفیظ یہاں آیا ہوا ہے ۔ قبائل تمھارے یہیں[2] ہیں ۔ اگر[3] وہاں کچھ رسائی حاصل ہو تو خیر ، ورنہ یہاں کیوں نہ چلے آؤ :

شعر

میں بھولا نہیں تجھ کو اے میری جاں
کروں کیا کہ یاں گر رہے ہیں مکاں

برسات[4] کا حال نہ پوچھو ، خدا کا قہر ہے ۔ قاسم جان کی گلی ، سعادت خاں کی نہر ہے ۔ میں جس مکان میں رہتا ہوں ، عالم بیگ خاں کے کٹڑے کی طرف کا دروازہ گر گیا ۔ مسجد کی طرف[5] کے دالان کو جاتے ہوئے جو دروازہ تھا وہ[6] گر گیا ، سیڑھیاں گرا چاہتی ہیں ۔ صبح کے بیٹھنے کا حجرہ جھک رہا ہے ،

---

۱ ۔ خطوط ، ''جواب کیوں نہیں'' نیز ۔ ''تتبع'' کے بجائے ''اتباع'' جو اردو ، عود ، مہیش میں نہیں ۔

۲ ۔ اصل ، نارائنی ، نول ، صبا ، انوار احمد ''قبائل تمھارے نہیں ہیں ۔''

۳ ۔ اصل ، نارائنی ، عود کے تمام نسخے ''اگر وہاں کچھ حاصل ہو رسائی'' ۔ متن مطابق اردو ۔

۴ ۔ خط کا ابتدائی حصہ حذف کرکے یہاں سے تاریخ تک انتخاب ، نیز ''انشائے اردو'' میں ہے ۔ صفحہ ۳۶ ۔

۵ ۔ اصل ، عود ، ''مسجد کی طرف دالان کو'' متن مطابق انشا ، اردو ، مہیش ۔

۶ ۔ اردو ''وہ'' ندارد ، باقی مآخذ میں ہے ۔

چھتیں چھلنی[1] ہو گئی ہیں۔ مینہ گھڑی بھر برسے تو چھت گھنٹہ بھر برسے، کتابیں، قلم دان سب توشی[2] خانے میں۔ فرش پر کہیں لگن رکھا ہوا، کہیں چلمچی دھری ہوئی، خط[3] کہاں بیٹھ کر لکھوں؟ پانچ چار دن سے فرصت ہے، مالک مکان کو فکر مرمت ہے۔ آج ایک امن کی صورت نظر آئی، کہا کہ آؤ میر مہدی کے خط کا جواب لکھوں۔

الور کی ناخوشی، راہ کی محنت کشی، تپ کی حرارت، گرمی کی شرارت، یاس کا عالم، کثرت اندوہ و غم، حال کی فکر، مستقبل کا خیال، تباہی کا رنج، آوارگی کا ملال؛ جو کچھ کہو وہ کم ہے، بالفعل تمام عالم کا ایک سا عالم ہے۔ سنتے ہیں کہ نومبر میں مہاراجا[4] کو اختیار ملے گا، مگر وہ اختیار ایسا ہوگا جیسا خدا نے خلق[5] کو دیا ہے، سب کچھ اپنے قبضۂ قدرت میں رکھا، آدمی کو بدنام کیا ہے۔

بارے رفع مرض کا حال لکھو۔ خدا کرے تپ جاتی رہی ہو، تندرستی حاصل ہوگئی ہو۔ میر صاحب کہتے ہیں:

۱۔ صرف انتخاب، انشا، مہیش ''چھلنیاں''۔
۲۔ اصل ''توشک خانے'' باقی مطابق متن۔
۳۔ انتخاب، انشا، مہیش، خطوط ''خط لکھوں کہاں بیٹھ کر'' متن مطابق عود، اردو۔
۴۔ مہاراجہ جے پور۔ انشا، انتخاب، مہیش ''ملے گا؟ ہاں ملے گا، مگر۔''
۵۔ شاید میر کا یہ شعر مرزا کے ذہن میں آ گیا ہو:

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی
چاہتے ہیں سو آپ کریں ہیں، ہم کو عبث بدنام کیا

مصرع

تندرستی هزار نعمت ہے

ہاے ! پیش مصرع مرزا قربان علی بیگ سالک نے کیا خوب بہم پہنچایا ہے ، مجھ[1] کو پسند آیا ہے :-

شعر

تنگ دستی اگر نہ ہو سالک — تندرستی ہزار نعمت ہے

مجتہدالعصر[2] میر سرفراز حسین صاحب کو دعا -

اہا ہا ہا ؛ میر افضل علی صاحب کہاں ہیں ؟ حضرت ، یہاں تو اس نام کا کوئی نہیں[3] ہے ! لکھنؤ کے مجتہدالعصر کے بھائی کا نام میرن صاحب تھا - [4]جے پور کے مجتہدالعصر کے بھائی میرن صاحب کیوں نہ کہلائیں - ہاں بھئی[5] میرن صاحب ! بھلا ان کو ہماری دعا کہنا -

(صبح جمعہ[6] ، ۲۶ ستمبر ۱۸۶۲ء)

---

۱ - انشا ، انتخاب ، مہیش ، ''مجھ کو بہت پسند -''

۲ - انشا ''مجتہد العصر'' کے بجائے ''جناب'' مہیش ''مجتہد العصر ، جناب'' - انشا میں ''. . . . صاحب کو دعا'' کے بعد تاریخ اور خط ختم -

۳ - انشا ، مہیش ''آدمی نہیں'' - اردو ، عود ''آدمی'' ندارد -

۴ - انتخاب میں ''جے پور . . . . . صاحب'' نہیں ہے - بہ قول مہیش -

۵ - اصل ، ''ہاں بھئی'' باقی مآخذ ''ہاں بھائی -''

۶ - انشا ، ''صبح جمعہ ۲۶ ستمبر'' مہیش ''جمعہ ۲۶ ستمبر ۱۸۶۲ء'' خطوط ''جمعہ ۱۶ ستمبر ۱۸۶۲ء'' صحیح ۲۶ ستمبر ہے -

ایضاً (خط نمبر ۸۳)

بے مے نہ کند در کف من خامہ روانی
سردست ہوا ، آتش بے دود کجائی[1]

میر مہدی[2] ! صبح کا وقت ہے ، جاڑا خوب پڑ رہا ہے ؛ انگیٹھی سامنے رکھی ہوئی ہے ، دو حرف لکھتا ہوں ، آگ تاپتا جاتا ہوں ۔ آگ میں گرمی[3] نہیں ، مگر ہائے آتش سیال[4] کہاں کہ جب دو جرعے پی لیے ، فوراً رگ و پے میں دوڑ گئی ۔ دل توانا ہو گیا ، دماغ روشن ہو گیا[6]، نفس ناطقہ[5] کو تواجد بہم پہنچا ۔ ساقی کوثر کا بندہ اور تشنہ لب ! ہائے غضب ! ہائے غضب !

میاں تم پنشن پنشن کیا کر رہے ہو؟ گورنر جنرل کہاں اور پنشن کہاں ؟ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر[6] ، صاحب کمشنر بہادر، نواب لفٹنٹ گورنر بہادر ، جب ان تینوں نے جواب دیا ہو تو اس کا مرافعہ گورنمنٹ میں کروں ؟ مجھے تو دربار وخلعت کے لالے پڑے ہیں ، تم کو[7] پنشن کی فکر ہے ۔ یہاں کے حاکم نے میرا

---

۱ ۔ شراب کے بغیر میرے ہاتھ میں قلم گردش نہیں کرتا ۔ شراب ! تو کہاں ہے ؟ دیکھ ، ہوا کتنی ٹھنڈی ہے ۔

۲ ۔ خطوط ، ''مہدی صاحب ۔'' 'میر' ندارد ۔

۳ ۔ مہیش ''گرمی سہی''

۴ ۔ آتش سیال : شراب ۔

۵ ۔ تواجد : وجد ، کیف ۔ 'انتخاب' میں ''ساقی .... ہائے غضب'' نہیں ۔

۶ ۔ مہیش ، ''بہادر'' دونوں جگہ ندارد ۔

۷ ۔ اردو ، مہیش ''تم کو پنشن کا فکر'' متن مطابق اصل ۔

تمام فرد میں نہیں لکھا ۔ میں نے اس کا اپیل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کے ہاں کیا ہے : ع

دیکھیے کیا جواب آتا ہے ؟

بہر حال جو کچھ ہوگا تم کو لکھا جائے گا ۔

اجی ، وہ یوسف ہند نہ سہی ، یوسف دہر سہی ، (۹۸) یوسف عصر سہی ، یوسف کشور سہی ؛ ان کی زلیخا نے ستم برپا کر رکھا ہے ۔ مجھے تو خبر نہیں ، کہیں حضرت کہہ گئے کہ میں ساڑھے سات روپے مہینہ بھیجے جاؤں گا ۔ اب ان کا تقاضا ہے ؛ رحیم بخش روز آتا ہے اور کہتا ہے کہ پھوپھا جان کو لکھو کہ پھوپھی جان بھوکی مرتی ہیں ، خرچ جلد بھیجو ، ورنہ نالش کی جائے گی اور تم کو گواہ قرار دیا جائے گا ۔ بہرحال میرن صاحب کو یہ عبارت پڑھوا دینا ۔ میر سرفراز حسین کو دعا ، میر نصیر الدین کو دعا ، حکیم میر اشرف علی کو دعا ، یوسف ھفت کشور کو دعا ۔

(سہ شنبہ[1] ، ۱۳ دسمبر ۱۸۵۹ء)

ایضاً (خط نمبر ۸۴)

سید صاحب ! اچھا ڈھکوسلا نکالا ہے ؛ بعد القاب کے شکوہ شروع کر دینا اور میرن صاحب کو اپنا ہم زبان کر لینا ۔ میں میر مہدی نہیں کہ میرن صاحب پر مرتا ہوں ، میر سرفراز حسین نہیں کہ ان کو پیار کرتا ہوں ؛ علی کا غلام اور سادات کا معتقد ہوں[2] ، اس میں تم بھی آ گئے ۔ کمال ہے کہ

---

۱ ۔ یہ تاریخ مہیش اور انتخاب سے نقل کی گئی ہے ۔
۲ ۔ 'انتخاب' ــ "ہوں" ندارد ۔

میرن صاحب سے محبت قدیم ہے ۔ دوست ہوں ، عاشق زار نہیں ؛ بندۂ مہر ووفا ہوں ، گرفتار نہیں ۔ تمھارے[1] بھائی نے سخت مشوش بلکہ نعل در آتش کر رکھا ہے ۔ ایک سلام[2] اصلاح کے واسطے بھیجا اور لکھا کہ بعد محرم[3] کے میں بھی آؤں گا ؛ میں نے سلام رہنے دیا اور منتظر رہا کہ ڈاک میں کیوں بھیجوں ، وہ آئیں گے تو یہیں ان کو دوں گا ۔ محرم تمام ہوا ، آج سہ شنبہ ، غرۂ ماہ صفر ہے ، حضرت کا پتا نہیں ۔ ظاہرا برسات نے آنے نہ دیا ، برسات کا نام آگیا ۔ سو پہلے تو مجملاً سنو ؛ ایک غدر کالوں کا ، ایک ہنگامہ گوروں کا ، ایک فتنہ انہدام مکانات کا ، ایک آفت وبا کی ، ایک مصیبت کال کی ، اب یہ برسات جمیع حالات کی جامع ہے ۔ آج اکیسواں دن ہے ، آفتاب اس طرح نظر آجاتا ہے جس طرح بجلی چمک جاتی ہے ۔ رات کو کبھی کبھی اگر[5] تارے دکھائی دیتے ہیں تو لوگ ان کو جگنو سمجھ لیتے ہیں ۔ اندھیری راتوں میں چوروں کی بن آتی ہے ۔ کوئی دن نہیں کہ دو[6] چار گھر کی چوری کا حال نہ سنا جائے ۔ مبالغہ نہ سمجھنا ، ہزارہا مکان گر گئے ،

---

۱ ۔ انشاء ''سید صاحب ، تمھارے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔'' سے آخر خط تک ہے ۔ مشوش : پریشان ۔ نعل در آتش : بے چین ۔

۲ ۔ سلام : کم و بیش سات شعروں کی وہ نظم جو غزل کی طرح مختلف خیالات پر مشتمل ہوتی ہے ، لیکن بنیادی موضوع فضائل و مصائب محمد و آل محمد ہوتا ہے ۔ سرفراز حسین نے کوئی سلام اصلاح کے لیے بھیجا اور کہا کہ عاشور کے بعد آؤں گا ۔

۳ ۔ انتخاب ''محرم کے بعد'' ۔ اصل : 'جمیع حالات کا ۔'

۴ ۔ مہیش ، انتخاب ''لو'' ، انشا ''تو'' ۔

۵ ۔ انتخاب ، انشا ''کبھی کبھی تارے اگر'' ۔

۶ ۔ انتخاب ، انشا ''دوچار جگہ کی چوری'' ۔

سیکڑوں آدمی جا بجا دب کر مر گئے ، گلی گلی ندی بہہ رہی ہے۔ قصہ مختصر ، وہ ان کال تھا کہ مینہ نہ برسا ، اناج نہ پیدا ہوا ، یہ پن کال ہے ؛ پانی ایسا برسا کہ بوئے ہوئے دانے بہہ گئے ۔ جنھوں نے ابھی نہیں بویا تھا ، وہ بونے سے رہ گئے۔ سن لیا دلی کا حال؟ اس کے سوا کوئی نئی بات نہیں ہے ۔ جناب (۹۹) میرن صاحب کو دعا ۔ زیادہ کیا لکھوں ۱۲ ۔

([1]سہ شنبہ ، یکم صفر و ۲۹ جولائی) (۱۲۷۹ھ - ۱۸۶۲ء)

ایضاً (خط نمبر ۸۵)

میری جان !

تو کیا کہہ رہا ہے ؟ "بنیے[2] سے سیانا سو دیوانہ" صبر و تسلیم و توکل و رضا شیوہ صوفیہ کا ہے ۔ مجھ سے زیادہ اس کو کون سمجھے گا جو تم مجھ کو سمجھاتے ہو ؟ کیا میں یہ جانتا ہوں کہ ان لڑکوں[3] کی پرورش میں کرتا ہوں ؟ "استغفراللہ ، لا موثر فی الوجود الااللہ" یا تم یہ سمجھے ہو کہ میں شیخ چلی کی

---

۱ - مہیش میں تاریخ و دن ہے ، سنہ کا اضافہ ۔ انشاء میں "سال رستاخیز ۱۲۷۸" ہے ، جو از روئے جنتری غلط ہے ۔

۲ - یعنی جو شخص اپنے تئیں بنیے سے ہوشیار سمجھے وہ پاگل ہے ۔ تم مجھ سے زیادہ عقل مند بنتے ہو ؟

۳ - باقر علی خاں ، حسین علی خاں ــ مجروح نے لکھا ہوگا کہ لڑکوں کی پرورش آپ کے ذمے ہے ۔ گھر میں کب تک بیٹھے رہیے گا ، کہیں نکل کر کوئی انتظام کیجیے ۔ مرزا کہتے ہیں کہ ہاں ، میں نے جو کہا تھا کہ پنشن ملی تو میں رام پور جاؤں گا ، قرضے نپٹاؤں گا ، اس کا یہ مطلب نہیں کہ نہ ملی تو بس میں شیخ چلی کی طرح رہ بیٹھا ؟ بھائی ! توبہ ، جو کرتا ہے خدا کرتا ہے ۔

طرح سے یہ خیال باندھتا ہوں کہ مرغی مول لوں گا اور اس کے انڈے بچے بیچ کر بکری خریدوں گا اور پھر کیا کروں گا اور آخر کیا ہوگا ۔ بھائی ! یہ تو میں نے اپنا راز دل تم سے کہا تھا کہ آرزو یوں تھی اور اب وہ نقش باطل ہوگیا ۔ ایک حسرت کا بیان تھا ، نہ خواہش کا ۔

دیکھا اس پنشن قدیم کا حال ؟ میں تو اس سے ہاتھ دھوئے بیٹھا ہوں ، لیکن جب تک جواب نہ پاؤں ، کہیں اور کیوں کر چلا جاؤں ؟ حاکم اکبر کے آنے کی خبر گرم ہے ، دیکھیے کب آئے ؛ آئے تو مجھے بھی دربار میں بلائے یا نہ بلائے ! خلعت ملے یا نہ ملے؟ یہ پیچ میں ایک اور پیچ آ پڑا ہے ؛ اس کو دیکھ لوں ۔ اور پھر صرف اسی کا انتظار نہیں ، اس مرحلے کے طے ہونے کے بعد پنشن کے ملنے نہ ملنے کا تردد بدستور رہے گا ۔ سبک سیر کیوں کر بن جاؤں کہ یہ سب امور ملتوی چھوڑ کر نکل جاؤں ؟ پنشن جاری ہونے پر بھی تو سوا رام پور کے کہیں ٹھکانا نہیں ہے ۔ وہاں تو جاؤں اور ضرور جاؤں ۔ تین برس ثبات قدم اختیار کیا ، اب انجام کار میں اضطراب کی کیا وجہ ؟ چپکے ہو رہو اور مجھ کو کسی عالم میں غمگین اور مضطر گمان نہ کرو ۔ ہر وقت میں جیسا مناسب ہوتا ہے ، ویسا عمل میں آتا ہے ۔

صاحب ! میرن صاحب نے دو سطریں دستخط خاص سے لکھی تھیں ؛ واللہ میں کچھ نہیں سمجھا کہ یہ کس مقدمے کا ذکر ہے ۔

([۱] نومبر ۱۸۵۹ء)

---

۱ ۔ مہیش ، خطوط ، تاریخ ندارد ، لیکن چونکہ مرزا ۲ دسمبر ۵۹ء کے خط میں لکھ چکے ہیں کہ ۱۵ دسمبر کو گورنر جنرل کی آمد ہے اس لیے یہ خط آخر نومبر کا ہے ۔

منشی[1] ہرگوپال تفتہ تخلص کے نام

(خط نمبر ۸۶)

شعر[2]

رکھیو "غالب" مجھے اس درد[3] نوائی میں معاف
آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

بندہ پرور ! تم کو پہلے یہ لکھا جاتا ہے کہ میرے دوست قدیم میر مکرم حسین صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہنا

---

۱ - منشی ہرگوپال نرائن تفتہ ، سکندر آباد ضلع بلند شہر "محلہ قانون گویاں" میں ۱۲۱۴ھ (۱۷۹۹ء) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد خواجہ دیپ چند کے صاحب زادے موتی لال بھٹنا گر معزز زمیندار اور قانون گو تھے ۔ تفتہ آٹھ بھائی تھے۔ سرکاری عہدوں اور خاندانی منصب قانون گوئی وغیرہ پر فائز رہے ، لیکن شعر گوئی کے شوق نے سب کچھ چھڑا دیا ۔ مرزا سے تین سال چھوٹے اور دس برس بعد ۲ ستمبر ۱۸۷۹ء، ۱۵ رمضان ۱۲۹۶ھ میں فوت ہوئے۔
فارسی ہی میں شعر کہے اور چار دیوان ، متعدد تصانیف یادگار چھوڑے ۔ ان کا کلام ایران بھی گیا تھا ۔ مرزا کے عزیز ترین شاگرد تھے ۔ (دیکھیے خم خانہ ، تلامذہ ۔ بہار سخن میں خم خانے کی عبارت نقل ہے ۔ دیکھیے صفحہ ۹۷ ۔ ادبی خطوط صفحہ ۲۳۲ ، بہت اچھا لکھا ہے ۔ نیز خطوط صفحہ ۱۱۶) اردو میں تقریباً ایک سو بیس اور مہیش میں ۱۲۴ خط ہیں ، عود میں صرف ایک ۔ میں نے تفتہ کے دو دیوان اور ایک سنبلستان اور ایک طویل مرثیۂ غالب فارسی میں دیکھا ہے ۔

۲ - اردو ، مہیش ندارد ۔ عود کے تمام نسخوں میں ہے ۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۵۹ پر)

اور یہ کہنا اب تک جیتا ہوں ، اور اس سے زیادہ میرا حال مجھ کو بھی معلوم نہیں ۔ مرزا حاتم علی صاحب مہر کی جناب میں میرا سلام کہنا اور یہ میرا شعر میری زبان سے پڑھ دینا :

شعر

[1]شرط اسلام بود ورزش ایمان بالغیب ۱۲
(۱۰۰) اے تو غائب ز نظر، مہر تو ایمان منست ۱۲

تمھارے پہلے خط کا جواب بھیج چکا تھا کہ اس کے دو دن یا تین دن کے بعد دوسرا خط پہنچا ۔

سنو صاحب ! جس شخص کو جس شغل کا شوق ہو اور وہ اس میں بے تکلف عمر بسر کرے ، اس کا نام "عیش" ہے ۔ تمھاری توجہ مفرط بہ طرف شعر و سخن کے تمھاری شرافت نفس اور حسن طبع کی دلیل ہے ۔ اور بھائی جو تمھاری سخن گستری ہے ، اس کی شہرت میری بھی تو نام‌آوری ہے — میرا حال اس فن میں اب یہ ہے کہ شعر کہنے کی روش اور اگلے کہے ہوئے اشعار سب بھول گیا ۔ مگر ہاں ، اپنے ہندی کلام میں سے ڈیڑھ شعر، یعنی ایک مقطع اور ایک مصرع یاد رہ‌گیا ہے ، سو گاہ گاہ جب دل

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۸ :

۳ ۔ اصل ، عود "درد نوائی ۔" مبا، اردو ، دیوان ، مہیش "تلخ نوائی"۔ میرا خیال ہے کہ مرزا نے خط کی موزونیت و ربط مضمون کی بنا پر "درد نوائی" ہی لکھا ہوگا ۔ اس کے بعد لوگوں نے یا مرزا نے لفظ بدل دی جیسا کہ دیوان میں ہے ۔

۱ ۔ اسلام کی شرط اور دین کے اصول میں ہے کہ غیب پر ایمان رہے ، اے نظر سے درد ! تیری محبت میرا ایمان ہے ۔

اٹھنے لگتا ہے ، تب دس پانچ بار یہ مقطع زبان پر آجاتا ہے :

شعر

زندگی اپنی اسی[1] ڈھب سے جو گذری "غالب"
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے !

پھر جب سخت گھبراتا ہوں اور تنگ آتا ہوں تو یہ مصرع پڑھ کر چپ ہو جاتا ہوں :

مصرع

[2]اے مرگ ناگہاں ! تجھے کیا انتظار ہے ؟

یہ کوئی نہ سمجھے کہ میں اپنی بے رونقی اور تباہی کے غم میں مرتا ہوں - جو دکھ مجھ کو ہے ، اس کا بیان تو معلوم ، مگر اس بیان کی طرف اشارہ کرتا ہوں :

---

۱ - اردو ، مہیش "زندگی اپنی جب اس شکل سے گذری" - روزنامچہ صاحب عالم میں "اس رنگ" - ۲۴ جون ، ۱۸ جولائی ۱۸۵۳ء ؛ نیز بعض نسخوں میں "اسی طرح" - اختلاف نسخ : صفحہ ۳٦۰ دیوان غالب، عرشی - اور صفحہ ۲۳۴ - عرشی صاحب نے دیوان ، یادگار نالہ صفحہ ۳۰۵ ، نمبر ۴۳ کی خالی جگہ میں دو شعر اپنے قلم سے لکھے ہیں :

اور تو رکھنے کو ہم دہر میں کیا رکھتے تھے
مگر اک شعر میں انداز رسا رکھتے تھے

میں سمجھتا ہوں کہ مقطع اسی غزل کا ہے -

۲ - پہلا مصرعہ ہے :

غفلت کفیل عمر و اسد ضامن نشاط

اور اس غزل کا مطلع کس غضب کا ہے :

جس جا نسیم شانہ کش زلف یار ہے نافہ ، دماغ آہوے دشت تتار ہے

انگریز کی قوم میں سے جو ان ''روسیاہ کالوں'' کے ہاتھ سے قتل ہوئی ، اس میں کوئی میرا امیدگاہ تھا اور کوئی میرا شفیق ، اور کوئی میرا دوست اور کوئی میرا یار اور کوئی میرا شاگرد ۔ ہندوستانیوں میں : کچھ عزیز ، کچھ دوست ، کچھ شاگرد ، کچھ معشوق ، سو وہ سب کے سب خاک میں مل گئے ۔ ایک عزیز کا ماتم کتنا سخت ہوتا ہے ۔ جو اتنے عزیزوں کا ماتم دار ہو ، اس کو زیست کیوں کر نہ دشوار ہو ؟

ہائے ، اتنے یار مرے کہ جو اب میں مروں گا تو میرا رونے والا بھی نہ ہوگا ! انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ ۱۲

(۱۸۵۸[۲]ء)

---

۱ ۔ اصل ، نارائنی ، ''اپنی'' نول ، مبا ، اردو ، مہیش، مطابق متن ۔

۲ ۔ مہیش پرشاد نے یہ خط جون ۱۸۵۸ء اور جولائی ۵۸ء کے درمیان میں رکھا ہے لیکن تاریخ نہیں دی ، مگر قرائن سے واضح ہوتا ہے کہ خط جولائی سے پہلے کا ہے کیوں کہ عود کی ترتیب میں ایک تو تفتہ کے خط کے بعد مہر کے خط کا جواب ہے ۔ شاید یہ خط مہر ہی نے نقل کر کے بھیجا ہو ۔ دوسرے یہ کہ اسی خط میں مہر کو غائبانہ دوست لکھا ہے ، جس کی بنا پر مہر سے اصرار ہے کہ میرا خط تفتہ سے لے کر ضرور دیکھو ۔ پھر دونوں کے یہاں دوستوں کی یاد کا ایک ہی اسلوب ہے ۔ دیکھیے پہلا خط بہ‌نام مہر۔ مخدومی مہر صاحب نے اس خط کو اپنے مجموعے کے دونوں ایڈیشنوں سے خارج رکھا ہے ، شاید اس لیے کہ اس میں انگریزوں کی موت پر اظہار غم ہے ۔

مرزا حاتم علی مہر تخلص کے نام

(خط نمبر ۸۷)

شعر

بہت سہے غم گیتی ، شراب کم کیا ہے
غلام ساقی کوثر ہوں ، مجھ کو غم کیا ہے
سخن میں خامۂ "غالب" کے آتش افشانی
یقیں ہے ہم کو بھی ، لیکن اب اس میں دم کیا ہے ؟

علاقۂ محبت ازلی کو برحق مان کر اور پیوند غلامی جناب مرتضیٰ علی کو سچ جان کر ایک بات اور کہتا ہوں کہ بینائی (۱۰۱) اگرچہ سب کو عزیز ہے ، مگر شنوائی بھی تو آخر ایک چیز ہے ۔ مانا کہ روشناسی اس کے اجارے[1] میں آئی ہے، یہ بھی دلیل آشنائی ہے ۔ کیا فرض ہے کہ جب تک دید وادید نہ ہو لے ، اپنے کو بیگانۂ یک دگر سمجھیں ؟ البتہ ہم تم دوست دیرینہ ہیں ، اگر سمجھیں ! سلام کے جواب میں خط بہت بڑا احسان[2] ہے ۔ خدا کرے ، وہ خط جس میں آپ کو میں نے سلام لکھا تھا ، آپ کی نظر سے گزر گیا ہو ۔ احیاناً[3] اگر نہ دیکھا ہو تو اب مرزا تفتہ سے لے کر پڑھ لیجیے گا اور خط کے لکھنے کے احسان کو اس خط کے پڑھ لینے سے دوبالا کیجیے گا ۔

---

۱ ۔ اصل "جار میں" ۔
۲ ۔ اصل "احسان ہی ہے" نارایني و مابعد "ہی" ندارد ۔
۳ ۔ احیاناً : اتفاقا ۔

ھائے ''میجر جان جاکوب[1]''، کیا جوان مارا گیا ھے ! سچ اس کا یہ شیوہ تھا کہ اردو کی فکر کو مانع آتا اور فارسی زبان میں شعر کہنے کی رغبت دلواتا ۔ بندہ نواز![2] یہ بھی انھیں میں ھے کہ جن کا میں ماتمی ھوں ۔ ھزارھا دوست مر گئے ، کس کو یاد کروں اور کس سے فریاد کروں ؟ جیوں تو کوئی غم خوار نہیں اور مروں تو[3] کوئی عزادار نہیں ۔ غزلیں آپ کی دیکھیں ، سبحان اللہ! چشم بددور ! اردو کی راہ کے تو سالک ھو ، گویا

---

۱ ۔ کلیات طبع اول صفحہ ۴۲ ، طبع نول صفحہ ۲۸ پر جان جاکوب کے زائچہ طالع پر ۱۲ شعروں کا ایک قطعہ ھے :

جان جاکوب بہادر کہ ز یزداں دارد
خوبیٔ خوی و فروزندگیٔ جوھر رائے

''دھلی کا آخری سانس'' میں احسن الاخبار سے نقل ھے:۔ ''۱۴ اکتوبر ۱۸۴۴ء میجر جان جاکوب اکبرآباد آگرہ سے دھلی میں وارد ھوئے ۔ مرزا اسداللہ خاں غالب نے رفاقت قدیم کے سبب سے مہمان داری اور استقبال کی رسومات کو شان و شوکت کے ساتھ انجام دیا اور نواب ضیاء الدین خاں کے مکان میں ، جہاں پہلے ھی سے مہمان داری کا انتظام کیا گیا تھا ، ٹھہرایا ۔'' (صفحہ ۵)۔'باغ دودر' کے مکتوب ۱۸۴۳ء سے معلوم ھوتا ھے کہ جان جاکوب مرزا کے شاگرد اور دیوان کے جامع ، گوالیار کے ریزیڈنٹ تھے ۔ مرزا نے ان کو ھیرا لال کے لیے سفارشی خط لکھا ھے ۔ (باغ دودر ، صفحہ ۱۳۱) ۔

۲ ۔ اصل ''بندہ نواز یہ بھی'' ۔ ''نواز'' کتابت میں رہ گیا تھا ، دوبارہ کاتب نے 'بندہ' اور 'یہ' کے اوپر خفی قلم سے بڑھایا ھے لیکن نارائینی کے بعد ''نواز'' حذف چلا آرھا ھے ، حتیٰ کہ اردو اور خطوط میں ''بندہ'' بھی نہیں ، مہیش میں ''بندہ (پرور)'' ۔

۳ ۔ اردو ، مہیش، خطوط ، ''مروں تو کوئی'' ندارد ۔

اس زبان کے مالک ہو۔ فارسی[1] بھی پایۂ خوبی میں کم نہیں۔ مشق شرط ہے، اگر کہے جاؤ گے، لطف پاؤ گے۔ میرا تو بہ قول طالب آملی[2] اب یہ حال ہے:

بیت

لب[3] از گفتن، چناں بستم کہ گوئی
دھن بر چہرہ زخمے بود، بہ شد

جب آپ نے بغیر خط کے بھیجے (خط[4]) مجھ کو لکھا ہو، تو کیوں کر مجھ کو اپنے خط کے جواب کی نہ تمنا ہو؟

پہلے تو اپنا حال لکھیے کہ میں نے سنا تھا آپ کہیں کے "صدر امین" ہیں، پھر آپ اکبر آباد میں کیوں خانہ نشین ہیں؟ اس ہنگامے میں آپ کی صحبت حکام سے کیسی رہی؟ ۱۲

راجہ[5] بلوان سنگھ کا حال بھی لکھنا ضرور ہے کہ کہاں

---

۱ - اصل، نارائنی، ببعد، 'فارسی سے بھی پایہ'۔ اردو، مہیش، خطوط 'فارسی بھی خوبی میں کم'۔

۲ - طالب آملی ملک الشعرا جہانگیری، متوفی ۱۰۳۶ھ -

۳ - میں نے خاموشی اختیار کر رکھی ہے اور یوں چپ لگ گئی ہے، جیسے دھن چہرے پر ایک زخم تھا، جو اچھا ہوگیا۔

۴ - اصل ندارد، اردو سے تصحیح کی گئی۔

۵ - اصل و نارائنی کے بعد تمام نسخوں میں سابق کے پیراگراف میں "۱۲" دیکھ کر اس پیراگراف کو الگ خط ظاہر کیا گیا ہے اور نول میں نمبر ۸۷، مبا میں نمبر ۲ لکھا گیا ہے۔ مہیش و خطوط میں اس پر تنبیہ نہیں۔

راجہ بلوان سنگھ راجہ، مہر کے شاگرد، ۱۷۹۹ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد سیاسی مصالح کی بنا پر بنارس کے بجائے آگرے میں مقیم ہوئے۔ راجہ بھی یہیں رہے۔ دو ہزار سالانہ انگریز دیتے

(باقی صفحہ ۲۶۵ پر)

هیں ؟ اور وہ دو ہزار روپیہ مہینہ جو ان کو سرکار انگریزی سے
ملتا تھا ، اب بھی ملتا ھے یا نہیں ؟ - ۱۲

ہائے لکھنؤ ! کچھ نہیں کھلتا کہ اس بہارستان پر کیا گذری؟
اموال کیا ہوئے ؟ اشخاص کہاں گئے ؟ خاندان شجاع الدولہ کے
زن و مرد کا انجام کیا ہوا ؟ قبلہ و کعبہ[1] حضرت مجتہد العصر
کی سرگزشت کیا ھے ؟

گمان کرتا ہوں کہ بہ نسبت میرے تم کو کچھ (۱۰۲)
زیادہ آگہی ہوگی ۔ امیدوار ہوں کہ جو آپ پر معلوم ھے ، وہ
مجھ پر مجہول نہ رہے ۔

پتا مسکن مبارک کا ''کشمیری بازار'' سے زیادہ نہیں معلوم
ہوا ، ظاہرا اسی قدر کافی ہوگا ، ورنہ آپ زیادہ لکھتے ۔

مرزا تفتہ کو دعا کہیے گا اور ان کے اس خط کے پہنچنے
کی اطلاع دیجیے گا ، جس میں آپ کے خط کی انھوں نے نوید لکھی
تھی ــ و السلام - ۱۲

([2]جولائی ۱۸۵۸ء)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۴ :
تھے ۔ 'گل ریاض' دیوان ھے ۔ (خم خانہ ، صفحہ ۲۹۹) مرزا بچپنے
میں ان سے کنکوے لڑایا کرتے تھے ۔

۱ ۔ قبلہ و کعبہ حضرت مجتہد العصر سے مراد سلطان العلما مولانا
سید محمد بن سید دلدار علی ہیں ۔ آپ ۷ صفر ۱۱۹۹ھ میں پیدا ہوئے،
۲۲ ربیع الاول ۱۲۸۴ھ میں انتقال فرمایا اور اپنے والد کے امامباڑہ
غفرانمآب میں دفن ہوئے ۔ بڑے صاحب اعزاز ، مقدس اور
مصنف تھے ۔ مرزا کو ان سے غائبانہ عقیدت تھی ، اور شاید
موصوف ہی کی وجہ سے مرزا کو دربار اودھ سے خلعت ملا ۔
غدر میں ان کو لکھنؤ چھوڑنا پڑا تھا ۔

۲ ۔ مرزا نے ۱۸ جولائی ۱۸۵۸ء کے خط بہ نام تفتہ میں اس مکتوب کا
ذکر کیا ھے اس لیے اسے جولائی ۵۸ء ہی کا ہونا چاہیے ۔

ایضاً (خط نمبر ۸۸)

بندہ پرور !

آپ کا مہربانی نامہ آیا ، آپ کی مہرانگیز اور محبت آمیز[1] باتوں نے غم بے کسی بھلایا ۔ کہاں دھیان لڑا ہے ، کہاں سے "دستنبو" کی مناسبت کے واسطے "ید بیضا" ڈھونڈ نکالا ہے ۔ آفرین[2] ! صد ہزار آفرین ! تیسرا مصرع[3] اگر یوں ہو تو فقیر کے نزدیک بہت مناسب ہے—ع

نامہ خود سال خویش داد نشان ۔ ۱۲

مرزا تفتہ کا خط ھاترس سے آیا ۔ اُن کے لڑکے بالے اچھے ہیں ۔ آپ گھبرائیں نہیں ، وہ آئے[4] کہ آئے ہیں ۔ اگر تمھیں بغیر[5] اُن کے آرام نہیں تو ان کو بغیر تمھارے چین کہاں ؟ ۱۲

صاحب بندہ ! اثنا عشری[6] ہوں ، ہر مطلب کے خاتمے پر بارہ کا ہندسہ کرتا ہوں ۔ خدا کرے میرا بھی خاتمہ اسی عقیدے پر ہو ! ہم تم ایک آقا کے غلام ہیں ۔ تم جو مجھ سے محبت کرو گے یا میری غم گساری میں محنت کرو گے ، کیا تم کو غیر جانوں ، جو تمھارا احسان مانوں ؟ تم سراپا مہر و وفا ہو ، واللہ اسم با مسمیٰ ہو ۔ ۱۲

---

۱ ۔ اردو، مہیش "محبت خیز ۔"
۲ ۔ اردو "آفرین ، آفرین ، صد ہزار آفرین" مہیش ، عود مطابق متن ۔
۳ ۔ دستنبو کے لیے مہر نے تاریخ کہی ہے ۔
۴ ۔ اصل ، نارائنی ، عود کے تمام نسخے "آئینی کی آئینی"۔ اردو ، مہیش وغیرہ مطابق متن ۔
۵ ۔ تمام ماخذ میں 'بغیر'۔ خطوط دونوں ایڈیشن "بدوں اُن کے"
۶ ۔ اثناعشری : شیعہ امامیہ ۔

مبالغہ اس کتاب کی تصحیح میں اس واسطے کرتا ہوں کہ عبارت کا ڈھنگ نیا ہے ۔ صحیح کا درست پڑھنا بڑی بات ہے ۔ اگر غلط ہو جائے تو پھر وہ عبارت نری خرافات ہے ۔ بارے بہ سبب التفات بھائی منشی[1] نبی بخش صاحب کے صحت الفاظ سے خاطر جمع ہے ۔ متوقع ہوں کہ وہ تکلیف سہیں اور ختم کتاب تک متوجہ رہیں ۔ منشی شیو نرائن صاحب نے کاپی میرے دیکھنے کو بھیجی تھی ، سب طرح میرے پسند آئی ۔ چنانچہ اُن کو لکھ بھیجا ہے ، اگر ہو سکے تو سیاہی ذرا اور بھی رنگت کی اچھی ہو ۔ ۱۲

حضرت ! چار جلدیں یہاں کے حکام کو دوں گا اور دو جلدیں ولایت کو بھیجوں گا ۔ اللہ اللہ ! کیا غفلت ہے اور کیا اعتماد ہے زندگی پر ۔ بہر حال یہ ہوس تھی اور شاید اب بھی ہو کہ اب چھ جلدوں کی کچھ تزئین اور آرایش کی جائے ۔ آپ اور بھائی صاحب اور ان کا فرزند رشید منشی عبداللطیف[2] اور منشی شیو نرائن ، یہ چاروں صاحب فراہم ہوں اور بہ اجلاس کونسل یہ امر تجویز کیا جاوے کہ کیا کیا جائے ۔ معہذا دو (۱۰۲) دو روپے کتاب سے زیادہ مقدور بھی نہیں ۔ ہاں ، یہ ممکن ہے کہ چار جلدیں چھ روپے میں اور دو جلدیں چھ روپے میں تیار ہوں ۔ پھر سوچتا ہوں کہ یا رب آرایش کی گنجایش کہاں ! ناچار چار کتابوں کی جلد ڈیڑھ ڈیڑھ روپے کی اور دو کتابوں کی جلد

---

۱ ۔ منشی نبی بخش حقیر مرزا کے گہرے دوست علی گڑھ میں رہتے تھے ، غالب ان کی سخن فہمی کے بڑے معتقد تھے ۔ عبداللطیف ان کے بڑے لڑکے کا نام ہے ۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے 'نادرات غالب' آفاق ۔

۲ ۔ اصل ''عبدالطیف''

تین تین روپے کی بنائی جائے۔ قصہ مختصر، کچھ کیا جائے یلا
یہی کہہ دیا جائے کہ تیری رائے کونسل[1] میں مقبول اور
صرف جلدوں[2] کی تیاری منظور ہوئی۔ بارہ روپے بھیج دے - ۱۲

مطالب اور مقاصد تمام ہوئے اور ہم تم بہ زبان قلم باہم دگر
ہم کلام ہوئے - ۱۲

([3]ستمبر ۱۸۵۸ء)

ایضاً (خط نمبر ۸۹)

بھائی صاحب !

از روے تحریر مرزا تفتہ آپ کا چھ کتابوں کی تزئین کی
طرف متوجہ ہونا معلوم ہوا۔ پھر بھائی منشی نبی بخش صاحب
نے دوبارہ لکھا کہ میں بہ‌اجمال لکھتا ہوں، مفصل مرزا حاتم علی
صاحب نے لکھا ہوگا۔ یا رب! ان کے دو خط آگئے۔ مرزا صاحب
نے اگر لکھا ہوتا تو ان کا خط کیوں نہ آتا؟ اپنے حسن اعتقاد
سے یوں سمجھا کہ نہ لکھنا بہ‌مقتضاے یک دلی ہے۔ جب اپنا کام
سمجھ لیے تو مجھ کو لکھنا کیا ضرور ہے؟ مگر اس کو کیا
کروں کہ جواب طلب باتوں کا جواب نہیں۔

---

۱ - کونسل : میٹنگ، مجلس مشاورت -
۲ - مہیش ''صرف (چھ) جلدوں'' - چھ کا اضافہ زائد ہے -
۳ - اضافۂ مہیش - خطوط ندارد - مہیش صفحہ ۹۴، خط بنام تفتہ مورخہ
۷ ستمبر یہی مضمون ہے۔ نادرات میں ۲۲ - ستمبر ۵۸ء کا خط بنام
منشی نبی بخش بالکل اسی مضمون کا ہے (صفحہ ۸۸) - اس روشنی
میں میں اسے ۱۰ ستمبر سے ۱۵ تک کا مکتوب قرار دیتا ہوں -

مطبع اخبار ''آفتاب عالم تاب'' میں یکم ستمبر ۱۸۵۸ء حال سے حکیم احسن اللہ خان کا نام لکھوا دینا اور دو نمبروں کا[۱] اخبار ایک بار[۲] بھجوا دینا اور آئندہ ہر ہفتے اُس کے ارسال کا طور ٹھہرا دینا ۔ کیوں صاحب! یہ امر ایسا کیا دشوار تھا کہ آپ نے نہ کیا ؟ اور اگر دشوار تھا تو اس کی اطلاع دینی کیا دشوار تھی ؟ ابھی شکایت نہیں کرتا ، پوچھتا ہوں کہ آیا یہ امور مقتضی شکایت ہیں یا نہیں[۳] ؟ مرزا تفتہ کے ایک خط میں یہ قصہ لکھ چکا ہوں ، کیا اُنھوں نے بھی وہ خط تم کو نہیں پڑھایا ؟ ہر چند عقل دوڑائی ، کوئی درنگ[۴] کی وجہ خیال میں نہ آئی ۔ اب حصول مدعا سے قطع نظر میں یہ سوچ رہا ہوں کہ دیکھو چھ مہینے بعد ، برس دن بعد ، اگر مرزا صاحب خط لکھتے ہیں تو اس امر خاص کا جواب کیا لکھتے ہیں ؟ میں بھی شاعر ہوں ، اگر کوئی مضمون ہوتا تو میرے ہی خیال میں آ جاتا ۔ کوئی عذر ایسا میرے ذہن میں نہیں آتا کہ قابل سماعت کے ہو ۔ میں بھی تو دیکھوں ، تم کیا لکھتے ہو ؟ - ۱۲

([۵]دو شنبہ ، ۲۰ ستمبر ۱۸۵۸ء)

---

۱ ۔ عود ، نول ''دو نمبروں کا'' ۔
۲ ۔ اردو ''اخبار ایک بار'' عود تمام نسخے ۔ مہیش ''اخبار'' ندارد
۳ ۔ وہی بات کہ شکوہ کی تعریف یہ ہے کہ ''فریق ثانی کو جواب کی گنجائش نہ رہے ۔''
۴ ۔ درنگ : تاخیر ۔
۵ ۔ خط میں تاریخ کا ذکر ہے ، سنہ کا اضافہ کیا گیا ۔ مہیش ، مہر دن ندارد ۔

ایضاً (خط نمبر ۹۰)

شعر

مرا[1] بہ سادہ دلی ہائے من تواں بخشید
خطا نمودہ ام (۱۰۴) و چشم آفریں دارم

کل دو شنبہ کا دن، ۲۰ ستمبر کی تھی - صبح کو میں نے آپ کو شکایت نامہ لکھا اور بیرنگ ڈاک میں بھیج دیا؛ دوپہر کو ڈاک کا ہرکارہ آیا[2]، ایک تمھارا اور ایک مرزا تفتہ کا خط لایا - معلوم ہوا کہ جس خط کا جواب میں آپ سے مانگتا ہوں، وہ نہیں پہنچا - کچھ شکوے سے شرمندگی اور کچھ خط کے نہ پہنچنے سے حیرت ہوئی - دوپہر ڈھلے مرزا تفتہ کے خط کا جواب لکھ کر ٹکٹ نکالنے لگا، بکس میں سے وہ تمھارے نام کا خط نکل آیا - اب میں سمجھا کہ خط لکھ کر بھول گیا ہوں اور ڈاک میں نہیں بھیجا - اپنے نسیان[3] کو لعنت کی اور چپ ہو رہا - متوقع ہوں کہ میرا قصور معاف ہو، بعد چاہنے عفو جرم کے آپ کے کل کے خط کا جواب لکھتا ہوں - ۱۲

سبحان اللہ! جلدوں کی آرائش کے باب میں کیا اچھی فکر کی ہے - میرے دل میں بھی ایسی ہی باتیں تھیں - یقین ہے کہ متاع[4] شاہوار ہو جائیں گی - اہار مہرہ[5] اگر ہوجائے گا تو حرف خوب چمک جائیں گے - اس کا خیال آن چار جلدوں میں

---

۱ - مجھے میری سادہ دلی و پاک نیتی کی بنا پر معاف کیا جا سکتا ہے، غلطی کی ہے مگر امیدوار آفرین و خوشنودی ہوں -
۲ - اصل "آیا" ندارد - نارابنی، نول، مبا، اردو وغیرہ "آیا" -
۳ - نسیان : بھول -
۴ - متاع شاہوار : قیمتی اور بہترین مال -
۵ - اہار مہرہ : کاغذ پر لئی لگا کر کوڑی سے چمکانا -

بھی رہے - بارہ روپے کی ہنڈوی پہنچتے ہی روپیہ وصول کرکے مجھ کو اطلاع دیجیے گا ، ورنہ میں مشوش رہوں گا - ۱۲

حضرت ! یہاں دو خبریں مشہور ہیں ، اُن کی میں آپ سے تصدیق چاہتا ہوں ؛ ایک تو یہ کہ لوگ کہتے[1] ہیں :

آگرے میں اشتہار جاری ہو گیا ہے اور ڈھنڈورہ پٹ گیا ہے کہ کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ گیا ، اور بادشاہی عمل ہندوستان میں ہوگیا -

دوسری خبر یہ ہے کہ جناب اڈمنسٹن[2] صاحب بہادر گورنمنٹ کلکتے کے چیف سکرٹر ، اکبر آباد کے لفٹنٹ گورنر ہوگئے - خبریں دونوں اچھی ہیں ، خدا کرے سچ ہوں اور سچ ہونا اُن کا آپ کے لکھنے پر منحصر ہے - ۱۲

ہاں صاحب ، ایک بات اور ہے اور وہ محل غور ہے - میں نے حضرت ملکۂ معظمہ انگلستان کی مدح میں ایک قصیدہ ان دنوں میں لکھا ہے : "تہنیت فتح ہند اور عمل‌داری شاہی"- ساٹھ بیت ہے - منظور یہ تھا کہ کتاب کے ساتھ قصیدہ ایک اور کاغذ مذہب[3] پر لکھ کر بھیجوں - پھر یہ خیال آیا کہ دس سطر کے

---

۱ - اردو ، خطوط "کہتے ہیں کہ -"

۲ - ایڈمنسٹن ۱۸۱۲ء میں پیدا ہوئے ، ۱۸۳۱ء میں اضلاع شمال و غرب میں تقرر ہوا - ستلج کی فتح کے بعد وہاں کی ریاستوں کے کمشنر ہوئے - ۵۳ء میں پنجاب کے کمشنر مالیات ہوئے ، ۵۵ء سے ۵۷ء تک حکومت ہند کے فارن سکریٹری اور جنوری ۵۹ء سے ۶۳ء تک ممالک مغربی و شمالی کے گورنر رہ کر ۶۴ء میں انتقال کیا (حواشی مکاتیب صفحہ ۱۳۲) -

۳ - مذہب : سونے کے کام سے آراستہ -

مسطر پر کتاب لکھی گئی ہے ، یعنی چھاپا ہوئی ہے ؛ اگر یہ چھ صفحے ، یعنی تین ورق اور چھپ کر اس کتاب کے آغاز میں (۱۰۵) شامل ہو جائیں تو بات اچھی ہے ۔ آپ اور منشی نبی بخش صاحب اور مرزا تفتہ ، منشی شیو نرائن صاحب سے کہہ کر اس کا طور درست کریں اور پھر مجھ کو اطلاع دیں تو میں مسودہ آپ کے پاس بھیج دوں ۔ جب کتاب چھپ چکے تو یہ چھپ جائے ۔ دو باتیں ہیں ؛ ایک تو یہ کہ چھپے بعد کتاب کے اور لگایا جائے پہلے کتاب سے ۔ دوسری یہ کہ اس کی سیاہ قلم کی لوح الگ ہو اور پہلے صفحہ پر جس طرح کتاب کا نام چھاپتے ہیں ، اسی طرح یہ بھی چھاپا جائے کہ ''قصیدہ در مدح جناب ملکۂ انگلستان خلداللہ[۱] ملکہا''۔ میرا نام کچھ ضرور نہیں ، کتاب کے پہلے صفحے پر تو ہوگا ۔ ۱۲

ہنڈوی کی رسید اور اس مطلب خاص کا جواب با صواب ، یعنی نوید قبول جلد لکھیے ۔ ۱۲

([۲]سہ شنبہ ۲۱ ستمبر ۱۸۵۸ء)

ایضاً (خط نمبر ۹۱)

بھائی صاحب !

خدا تم کو دولت و اقبال روز افزوں عطا کرے اور ہم تم ایک جگہ رہا کریں ۔ خدا کرے قصیدے کے چھاپے کی منظوری اور ہنڈوی کی رسید آئے ، گویا صفر کے مہینے میں عید آئے ۔ ہنڈوی کا روپیہ جب چاہو ، تب منگواؤ اور کتابوں کی لوحیں

---

۱ ۔ اصل ''خلدالہ'' ۔
۲ ۔ دن اور تاریخ کا ذکر نہیں مگر جب دوشنبہ ۲۰ ستمبر کا حوالہ آگیا تو ظاہر ہے کہ یہ سہ شنبہ ۲۱ ستمبر کا خط ہوا ۔ مہیش دن لدارد ۔

اور جلدیں موافق اپنی رائے کے بنوا لو[1] - ۱۲

لو ، اب آپ دو ورقے کا ڈاک میں بھیجنا موقوف رکھیں اور کتابوں کی درستی پر ہمت مصروف رکھیں - قصیدے کے مسودے کا ورق مرزا تفتہ کے خط میں پہنچ گیا ہوگا ؟ آپ نے اور مرزا تفتہ نے اور بھائی منشی نبی بخش صاحب نے قصیدے کو دیکھا ہوگا - قصیدے کا شامل کتاب ہونا بہت ضرور ہے - پر دیکھا چاہیے صاحب مطبع کو کیا منظور ہے ؛ اگر وہ کاغذ کی قیمت کا عذر کریں گے تو ہم پانچ سات روپے سے اور بھی اُن کا بھرنا بھریں گے - ۱۲

جناب اڈمنسٹن صاحب بہادر سے میں صورت آشنا نہیں ، کبھی میں نے اُن کو کہیں دیکھا نہیں ؛ خطوں کی میری اُن کی ملاقات ہے اور نامہ و پیغام کی یوں بات ہے کہ جب کوئی نواب گورنر جنرل بہادر آتے ہیں تو میری طرف سے ایک قصیدہ بہ‌طریق نذر جاتا ہے - بے ذریعہ جناب صاحب بہادر اجنٹ دھلی ، اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آگرہ بھجواتا ہوں ، اور صاحب سکرتر صاحب گورنمنٹ کا خط اُس کی رسید میں بہ سبیل ڈاک میں پاتا ہوں - جب جناب لارڈ کےننگ بہادر نے کرسی گورنری پر اجلاس فرمایا ، (۱۰۶) تو میں نے موافق دستور کے قصیدہ ڈاک میں بھجوایا - اڈمنسٹن صاحب بہادر چیف سکرٹر کا جو مجھ کو خط آیا تو اُنھوں نے باوجود عدم سابقہ معرفت میرا القاب بڑھایا - قبل ازیں ”خان صاحب بسیار مہربان دوستان“ میرا القاب تھا ؛ اس قدر شناس نے از راہ قدر افزائی ”خان[2] صاحب مشفق بسیار مہربان مخلصان“ لکھا -

---

۱ - اصل ”بنوا لو ۱۲ لو اب“- نارایتی ، عود وغیرہ ندارد - میرا خیال ہے کہ منگواؤ کی مناسبت سے 'بنواؤ' لکھا ہوگا -

۲ - اصل ”خان“ ندارد -

اب فرمائیے ، ان کو کیوں کر اپنا محسن و مربی نہ جانوں ؟ کیا کافر ہوں جو احسان نہ مانوں ؟ - ۱۲

برخوردار میرزا تفتہ کو دعا کہتا ہوں - بھائی اب میں اس کا منتظر رہتا ہوں کہ تم اور مرزا صاحب مجھ کو لکھو کہ لو صاحب ! ''دستنبو'' کا چھاپا تمام کیا گیا اور قصیدہ چھاپ کر ابتدا میں لگا دیا گیا - مادۂ تاریخ میں کیا برائی ہے جو تمہارے جی میں یہ بات آئی ہے کہ مجھ سے بار بار پوچھتے ہو ؟ مادہ اچھا ہے ، قطعہ لکھو اور خاتمۂ کتاب پر لگا دو - ایک قطعہ میرزا صاحب کا ، ایک قطعہ تمہارا ، یہ دونوں قطعے رہیں اور اگر وہاں کوئی اور صاحب شاعر ہوں تو وہ بھی کہیں - اس عبارت سے یہ نہ سمجھنا کہ روئے سخن ساری خدائی کی طرف ہے ، بلکہ خاص یہ اشارہ بھائی کی طرف ہے - مولانا حقیر کو توجہ اس باب میں چاہیے اور ان کا نام بھی اس کتاب میں چاہیے - ۱۲

اس خط کو لکھ کر بند کر چکا تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ میرے مشفق منشی شیو نرائن صاحب کا خط لایا - بارے قصیدے کا مسودہ پہنچ گیا اور منشی صاحب نے اس کا چھاپنا قبول کیا - یہ تشویش بھی رفع ہو گئی - اب ان سے میرا سلام کہیے گا اور یہ کہیے گا : ع

شکر[۱] رافت ہاے تو چندانکہ رافت ہاے تو

اور یہ ان کو اطلاع دیجیے گا کہ اخبار کا لفافہ ہرگز مجھ کو

---

۱ - تمہاری مہربانیوں کا اتنا شکریہ جتنی تمہاری مہربانیاں ہیں -

نہیں پہنچا ورنہ[1] کیا امکان کہ میں اس کی رسید نہ لکھتا - ۱۲

([2] ۳۰ ستمبر ۱۸۵۸ء)

ایضاً (خط نمبر ۹۲)

بھائی صاحب ! آپ کے خامۂ مشک بار کی صریر نے کتابوں کی لوح طلائی کا آوازہ یہاں تک پہنچایا ، بلکہ مجھ کو ان لوحوں کا ہر خط طلائی[3] مانند شعاع آفتاب نظر آیا - کیا پوچھنا[4] ہے اور کہنا ہے ! مجھ کو تو بہ موجب اس مصرع کے : مصرع

خاموشی ازثنائے تو حد ثنائے تست

دل میں خوش ہو کر چپ ہو رہتا ہے - حضرت مدح کو ایک موقع ضرور ہے ، مجھ کو آپ کے حکم کا بجا لانا منظور ہے - اس نذر کے پہنچنے کے بعد جب کوئی (۱۰۷) ان کا عنایت نامہ

---

۱ - اصل ، نارائینی ''اور نہ کیا'' -

۲ - غالب نے شاید اپنے مکتوب ''صبح پنجشنبہ ، سی ام ستمبر ۱۸۵۸ء'' میں اسی خط کا حوالہ دیا ہے کہ ''کل مرزا صاحب کے خط میں ان کو ایک مصرع کسی استاد کا لکھ چکا ہوں ، میں سراسر ان کا ممنون احسان ہوں''—مہیش ، خطوط ''۲۹ ستمبر'' -

مہر صاحب نے تفتہ کے مکتوب ۳۱ ستمبر سے حاتم علی کے نام کا پیغام الگ کرکے مجموعۂ حاتم علی میں داخل کرلیا اور ۳۰ ستمبر تاریخ ڈال دی - اس سے ایک تو مہر کے خطوں کی تعداد بڑھ گئی ، دوسرے تفتہ کا خط نامکمل ہوگیا - دیکھیے صفحہ ۲۱۷ -

۳ - اصل ، نارائینی ، نول ، مہیش ''ہر خط طلائی'' — اردو ، خطوط ''خط طلائی'' ''ہر'' ندارد -

۴ - اصل ، نارائینی ''کیا پوچھتا رہے اور کیا کہتا ہی'' -

آئے گا تو بندۂ درگاہ مدح گستری کا جوہر دکھائے گا ، اُس نظم میں آپ کا ذکر خیر بھی آ جائے گا ۔ اب یہ تو فرمائیے کہ مدت انتظار کب انجام پائے گی ؟ اور کتابوں کی روانگی کی خبر مجھ کو کب آئے گی ؟ آپ کی فرط توجہ کا مجھے سب طرح یقین ہے ۔ سیاہ قلم کی پانچوں لوحیں بھی اگر بن گئی ہوں تو عجب نہیں ہے ۔ جلدوں کا بنانا البتہ چھاپے کے اختتام پر موقوف ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ بھائی نبی بخش صاحب اور ہمارے شفیق منشی شیو نرائن صاحب کی ہمت اس کے جلد انجام پانے پر مصروف ہے ۔ یا رب اسی اکتوبر کے مہینے میں یہ کام انجام پا جائے اور چالیس جلدوں کا پشتارہ میرے پاس آ جائے ۔ ۱۲

میرزا تفتہ کو کیا دوں اور کیا لکھوں ؟ مگر دعا دوں اور دعا لکھوں ۔

صاحب ! اب ڈھیل نہ کرو، کام میں تعجیل کرو : ع

اے ز فرصت بے خبر در ہرچہ باشی زود باش[1]

خدا کرے نثر کی تحریر انجام پاگئی ہو اور قصیدے کے چھاپنے کی نوبت آ گئی ہو ۔ قصیدے کا نثر سے پہلے لگانا از راہ اکرام و اعزاز ہے ، ورنہ نثر میں اور صنعت اور نظم کا اور انداز ہے ۔ یہ اس کا دیباچہ کیوں ہو ؟ بلکہ صورت ان دونوں کے اجماع کی یوں ہو کہ سررشتۂ آمیزش توڑ دیا جائے اور قصیدے کے اور

---

۱ ۔ اے وقت سے بے پروا! جو بھی کرنا ہے جلدی کرو — مرزا سمجھ رہے ہیں کہ تاخیر ہوئی تو پنشن وغیرہ کا معاملہ اور ان کے بارے میں وفاداری کا مسئلہ کھٹائی میں پڑ جائے گا ۔ لوگوں کے مقدمے طے ہو رہے ہیں ، میں بھی اعزاز ، سرٹیفکٹ اور پنشن پاؤں ۔

"دستنبو" کے بیچ میں ایک ورق سادہ چھوڑ دیا جائے۔ ۱۲

رائے امید سنگھ کا کوئی خط اگر اندور سے آیا ہو تو مجھ کو بھی آگہی دو ۔ چاہو تمہیں ابتدا کرو اور ایک خط اُن کو لکھو اور اس کا پرداز اس بات پر رکھو کہ اب وہ کتابیں تیار ہونے کو آئی ہیں ۔ آپ کی خدمت میں کہاں بھیجی جائیں اور کیا پتہ لکھا جائے ؟ یہ خط جواب طلب ہو جائے گا اور ان کو جواب لکھنا پڑے گا ۔ ۱۲

(اکتوبر[1] ۱۸۵۸ء)

ایضاً (خط نمبر ۹۳)

مرزا صاحب !

میں نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلے کو مکالمہ بنا دیا ہے ۔ ہزار کوس سے بہ زبان قلم باتیں کیا کرو ، ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو ۔ کیا تم نے مجھ سے بات کرنے کی قسم کھائی ہے ؟ اتنا تو کہو کہ کیا بات تمہارے جی میں آئی ہے ؟ برسوں ہو گئے کہ تمہارا خط نہیں آیا ، نہ اپنی خیر و عافیت لکھی ، نہ کتابوں کا بیورا[2] بھجوایا ۔

ہاں ، مرزا تفتہ نے ہاترس سے (۱۰۸) یہ خبر دی کہ پانچ ورق پانچوں کتابوں کے آغاز کے اُن کو دے آیا ہوں اور انھوں نے

---

۱ - مہیش ، خطوط ندارد لیکن مرزا نے خط میں "اسی اکتوبر" لکھ کر مہینہ معین کردیا ہے ۔ غالباً ۱۵ سے پہلے کا خط ہے ۔

۲ - مہر صاحب نے "بیورا" کے معنی "خبر ، پیغام" لکھے ہیں ، لیکن "بیورا" کو "بورا" بھی مانا جا سکتا ہے ، جب کہ اس کے معنی بنڈل کے ہیں ۔

سیاہ قلم کی لوحوں کی تیاری کی ہے - یہ تو بہت دن ہوئے جو تم نے مجھ کو خبر دی ہے کہ دو کتابوں کی طلائی لوح مرتب ہو گئی ہے ، پھر اب کتابوں کی جلدیں بن جانے کی کیا خبر ہے اور ان پانچوں کتابوں کے تیار ہونے میں درنگ کس قدر ہے ؟ مہتمم مطبع کا خط پرسوں آیا تھا ، وہ لکھتے ہیں کہ تمھاری چالیس کتابیں بعد لینے منہائی[1] سات جلدوں کے اسی ہفتے میں تمھارے پاس پہنچ جائیں گی - اب حضرت ارشاد کریں کہ سات جلدیں کب آئیں گی ؟ ہر چند کاریگروں کے دیر لگانے سے تم بھی مجبور ہو ، مگر ایسا کچھ لکھو کہ آنکھوں کی نگرانی اور دل کی پریشانی دور ہو - خدا کرے آن تینتیس جلدوں کے ساتھ یا دو،تین روز کے آگے پیچھے یہ سات جلدیں آپ کی عنایتی بھی آئیں ، تا خاص و عام کو جا بجا بھیجی جائیں -

میرا کلام میرے پاس کبھی کچھ نہیں رہا ، نواب ضیاءالدین خان اور نواب حسن مرزا جمع کر لیتے تھے ؛ جو میں نے کہا انھوں نے لکھ لیا - ان دونوں کے گھر لٹ گئے ، ہزاروں روپیے کے کتب خانے برباد ہو گئے ، اب میں اپنے کلام کے دیکھنے کو ترستا ہوں - کئی دن ہوئے کہ ایک فقیر کہ وہ خوش آواز بھی ہے اور زمزمہ پرداز بھی، ایک غزل میری کہیں سے لکھوا لایا ؛ اس نے جو وہ کاغذ مجھ کو دکھایا ، یقین سمجھنا کہ مجھ کو رونا آیا - غزل تم کو بھیجتا ہوں اور صلے میں اس کے خط[2] کا جواب چاہتا ہوں -

---

۱ - منہائی : وضع کرنا ، نکال لینا -
۲ - اصل ، نارایئی ، نول ، مبا مطابق متن - اردو ، ''اور صلے میں اس خط کے جواب چاہتا ہوں''- مہیش ''صلے میں اوس کے اس خط'' -

غزل

درد[۱] منت کش دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا، برا نہ ہوا
جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو؟
اک تماشا ہوا، گلا نہ ہوا
رہزنی ہے کہ دل ستانی ہے؟
لے کے دل، دل ستاں روانہ ہوا
ہے خبر گرم ان کے آنے کی
آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا
زخم گر دب گیا، لہو نہ تھا
کام گر رک گیا، روا نہ ہوا
کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب!
گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا؟
کیا وہ نمرود کی خدائی تھی؟
بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا
جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا
کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہیں
"آج 'غالب'(۱۰۹) غزل سرا نہ ہوا"؟ ۱۲ -

(۱۲ اکتوبر ۱۸۶۸ء)

---

۱ - نو شعروں کی غزل ہے، ترتیب بھی اس سے مختلف اور نقل میں ایک شعر بھی رہ گیا ہے - (دیکھیے دیوان) :-
ہم کہاں قسمت آزمانے جائیں — تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا
۲ - مہیش، خطوط وغیرہ تاریخ ندارد - ہم نے تفتہ، شیو نرائن کے خط پڑھ کر تاریخ کا اندازہ لگایا ہے -

ایضاً (خط نمبر ۹۴)

بھائی صاحب !

مطبع میں سے سادہ کتابیں یقین ہے کہ آج کل بھیجی جائیں[1] اور پس و پیش سات جلدیں آپ بنوائی ہوئی بھی آئیں ۔ بالفعل ایک اور عقدہ سررشتۂ خیال میں پڑا ہے ؛ یعنی از روے اخبار 'مفید خلائق' کی ذہن یوں[2] لڑا ہے کہ اس ہفتے میں جناب ایڈمنسٹن صاحب بہادر آگرے آئیں گے او وسادۂ[3] لفٹنٹ گورنری پر اجلاس فرمائیں گے ۔ اس صورت میں اغلب ہے کہ ولیم میور صاحب بہادر اُن کی جگہ چیف سکرٹر بن جائیں گے ، پھر دیکھیے کہ یہ محکمۂ لفٹنٹ گورنری میں اپنا سکرٹر[4] کس کو بنائیں گے ۔ میر منشی اس محکمے کے تو وہی منشی غلام غوث خاں[5] رہیں گے ، دیکھیے ہمارے منشی مولوی قمر الدین خاں کہاں رہیں گے ؟ بہر حال آپ سے یہ استدعا ہے کہ پہلے کتابوں کا احوال لکھیے اور پھر جدا جدا جواب ہر سوال کا لکھیے[6] ۔ جب تک ایڈمنسٹن صاحب بہادر چیف سکرٹر تھے ، تو یہ خیال میں تھا کہ اُن کی نذر اور

---

۱ ۔ اصل ، عود ، مہیش ''بھیجی جائیں'' اردو ، خطوط ''پہنچ جائیں''

۲ ۔ اردو ''یوں'' ندارد ۔

۳ ۔ وسادہ : مسند ۔

۴ ۔ اصل ، ''سکرتر'' ۔

۵ ۔ اصل ، عود ، مہیش کذا ۔ اردو ''غوث خان بہادر'' ۔ غلام غوث خان بے خبر کا حال اور ان کے نام مرزا کے خطوط صفحات آئندہ میں ملاحظہ ہوں ؛ خصوصاً خط نمبر ۱۰۴ میں ۔

۶ ۔ اردو ، عود مہیش کذا ۔ خطوط 'جواب ہر سوال لکھیے' ۔ مہر صاحب کا خیال ہے کہ ''کا'' مرزا نے نہیں لکھا ۔ بہر حال دونوں پہلے نسخوں میں ہے ۔

نواب گورنر جنرل بہادر کی نذر یعنی دو کتابیں مع اپنے خط کے
اُن کے پاس بھیجوں گا ، اب حیران ہوں کہ کیا کروں ؛ آیا
اُن کی جگہ سکرٹر کون ہوا ؟ اور یہ جو لفٹنٹ گورنر ہوئے
تو انھوں نے سکرٹر کس کو کیا ؟ میر منشی لفٹنٹ گورنر
کون رہا ؟ اور گورنر جنرل کا میر[1] منشی کون ہے ؟ جو آپ
کو معلوم ہو وہ اور جو نہ معلوم ہو وہ دریافت کر کے
لکھیے - قمر الدین خاں کا حال ضرور ، منشی غلام غوث خاں کا
حال پر ضرور - بھائی ! میرے سر کی قسم! اس خط کا جواب ضرور
لکھنا اور مفصل لکھنا اور ایسا واضح لکھنا کہ مجھ ساکند ذہن
اچھی طرح اُس کو سمجھ لے - زیادہ کیا لکھوں -۱۲

([2]نومبر ۱۸۵۸ء)

ایضاً (خط نمبر ۹۵)

بھائی جان !

کل جو جمعہ روز مبارک[3] و سعید تھا ، گویا میرے حق
میں روز عید تھا - چار گھڑی دن رہے نامۂ فرحت فرجام اور
چار گھڑی کے بعد وقت شام :

بیت

سات جلدوں کا پارسل پہنچا   واہ کیا خوب بر محل پہنچا

---

۱ - اردو ''میر'' ندارد -

۲ - مہیش ، خطوط تاریخ ندارد - نومبر میں دستنبو شایع ہوئی ،
۱۳ نومبر کو ۳۳ کتابیں مرزا کو ملیں ، اس لیے یہ خط آغاز نومبر
۵۸ء ہی کا ہو سکتا ہے - نیز اس سلسلے میں مرزا کا خط نمبر ۱۰۵
بہ نام بے خبر ضرور دیکھیے -

۳ - اصل و عود کے تمام نسخے ''مبارک سعید'' ، 'واو' اردو سے لیا ہے -

آدمی کو موافق اس کی تمنا کے آرزو بر آنی[1] بہت محال ہے - میری آرزو ایسی بر آئی کہ وہ برتر (۱۱۰) از وہم و خیال ہے - یہ بناؤ تو میرے تصور میں بھی نہیں گذرتا تھا ، میں تو صرف اس قدر خیال کرتا تھا کہ جلدیں بندھی ہوئی ، دو کی لوحیں زریں اور پانچ کی لوحیں سیاہ قلم کی ہوں گی ؛ واللہ ! اگر تصور میں بھی گذرتا ہو کہ کتابیں اس رقم کی ہوں گی - جب تک جہان ہے ، تم جہان میں رہو ، آئمۂ اطہار علیہم السلام کی امان میں رہو ! میرا مقصود یہ تھا کہ ایک کتاب مثل ان چار کے بن جائے ، نہ یہ کہ دو کتابوں کا سا رنگ دکھلائے - اب میں حیران ہوں کہ آیا شہار آئمہ نے ان بارہ روپوں میں برکت دی یا کچھ تمہارا روپیہ صرف ہوا ؟ دو پارسلوں کا محصول ، دو رجسٹریوں کا معمول ، تین کتابوں کی لوحیں طلائی ، یہ ساری بات اس روپے میں کیوں کر بن آئی ؟ اور کس طرح معلوم کروں ؟ کس سے پوچھوں ؟ خدا کرے تم تکلف نہ کرو اور اس امر کے اظہار میں توقف نہ کرو - خفقانی آدمی کو بغیر حال معلوم [2]ہوئے آرام نہیں آتا - جہاں محبتیں دینی اور روحانی ہوں وہاں تکلف کام نہیں آتا - زیادہ اس سے کہ شکر گذار ہوں اور شرمسار ہوں ، کیا لکھوں ؟

مصرع

چارہ[3] خاموشی است چیزے را کہ از تحسین گزشت - ۱۲

([4]جمعہ ۲۰ - نومبر ۱۸۵۸ء)

---

۱ - اصل، ''آرزو برآئی''- نارائنی، نول، مبا ، اردو، مہیش ''آرزو برآنی-''

۲ - خطوط بخلاف مآخذ ''معلوم ہوئے یا کہے''-

(حاشیہ نمبر ۳ و ۴ صفحہ ۲۸۳ پر)

ایضاً (خط نمبر ۹۶)

بندہ پرور!

آپ کا خط کل پہنچا ، آج جواب لکھتا ہوں ؛ داد دینا ، کتنا شتاب لکھتا ہوں ۔ مطالب مندرجہ[1] کے جواب کا بھی وقت آتا ہے ؛ پہلے تم سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ برابر کئی خطوں میں تم کو غم و اندوہ کا شکوہ گذار پایا ہے ۔ پس اگر کسی بے درد پر دل آیا ہے تو شکایت کی کیا گنجائش ہے ، بلکہ یہ غم تو نصیب دوستاں درخور[2] افزائش ہے ، بہ قول غالب علیہ الرحمۃ ۔

بیت

کسی کو دے کے دل کوئی نواسنج فغاں کیوں ہو ؟
نہ ہو جب دل ہی پہلومیں ، تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو؟
ہے ہے حسن مطلع :
یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے ؟
ہوا[3] تو دوست جس کا ، دشمن اس کا آسماں کیوں ہو ؟

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۲ :

۳ - اردو ، مصرع فارسی ندارد۔۔۔ترجمہ : جو چیز تعریف سے بلند ہو، وہاں خاموشی ہی بہتر ہے ۔

۴ - مہیش ۲۰ نومبر۔خطوط تاریخ ندارد ۔ تفتہ اور شیو نرائن کے خطوط سے یہی تاریخ سمجھ میں آتی ہے ، کیوں کہ ۲۳ کی رسید ۱۳ نومبر ہفتے کو بھیج چکے ہیں ۔

۱ - اصل ''مندرجہ کا جواب کا بھی'' متن مطابق اردو ۔

۲ - لائق اضافہ ، زیادتی کے قابل ہے ۔ طبع اول عود ہندی میں 'خور' کی 'ر' نہیں ہے ۔

۳ - دیوان میں ''ہوئے تم دوست . . .'' عود و اردو و مہیش ، خطوط کے تمام نسخوں میں ''ہوا تو دوست'' پھر یہ بھی اختلاف ہے کہ ''اس کا دشمن آسماں'' یا ''دشمن اس کا آسماں'' ہے ۔ عود اصل میں ہوا تو سے پہلے 'ع' درج ہے ۔

۱افسوس ہے کہ اس غزل کے اور اشعار یاد نہ آئے۔ ۱۲

اگر خدا نخواستہ باشد غم دنیا ہے تو بھائی ہمارے ہم درد ہو۔ ہم اس بوجھ کو مردانہ وار اٹھا رہے ہیں، تم بھی اٹھاؤ، اگر مرد ہو، بہ قول غالب مرحوم:

دلا بہ درد و (۱۱۱) الم بھی تو مغتنم ہے کہ آخر
نہ گریۂ سحری ہے، نہ آہ نیم شبی ہے

"سحر ہوگی" "خبر ہوگی" اس زمین میں وہ شعر یعنی شعر مہر:

تمھارے واسطے دل سے مکاں کوئی نہیں بہتر
جو آنکھوں میں تمھیں رکھوں تو ڈرتا ہوں نظر ہوگی

کتنا خوب ہے اور اردو کا کیا اچھا اسلوب ہے۔ قصیدے کا مشتاق ہوں، خدا کرے کہ جلد چھاپا جاوے تو ہمارے دیکھنے میں بھی آئے۔ "کیا کہیے" "بھلا کہیے" یہ زمین ایک بار یہاں طرح ہوئی تھی مگر بحر اور ہی تھی، غالب: اشعار

کہوں جو حال، تو کہتے ہو مدعا کہیے
تمھیں کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیے
رہے نہ جان تو قاتل کو خوں بہا دیجے
کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے
سفینہ جب کہ کنارے پہ آ لگا غالب
خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہیے

اور وہ جو 'فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن' یہ بحر ہے، اس میں میرا ایک قطعہ ہے کہ وہ میں نے کلکتہ میں کہا تھا؛ تقریب

یہ کہ مولوی کرم حسین[1] ایک میرے دوست تھے ، انھوں نے ایک مجلس میں چکنی ڈلی، بہت پاکیزہ اور بے ریشہ، اپنے کف دست پر رکھ کر مجھ سے کہا کہ اس کی کچھ تشبیہات نظم کیجیے ، میں نے وہاں بیٹھے بیٹھے نو دس شعر کا قطعہ لکھ کر ان کو دیا اور صلے میں وہ ڈلی ان سے لی - اب سوچ رہا ہوں ، جو شعر یاد آتے جاتے ہیں لکھتا جاتا ہوں ، قعطہ :

ہے جو صاحب کے کف دست پہ چکنی ڈلی
زیب دیتا ہے ، اسے جس قدر اچھا کہیے
خامہ انگشت بہ دنداں کہ اسے کیا لکھیے ؟
ناطقہ سر بہ گریباں کہ اسے کیا کہیے ؟
اختر سوختۂ قیس سے نسبت دیجے
خال مشکین رخ دل کش لیلیٰ کہیے
حجرالاسود دیوار حرم کیجیے فرض
نافہ آہوے بیابان ختن کا کہیے
صومعے میں اسے ٹھہرائیے گر مہر نماز
میکدے میں اسے خشت خم صہبا کہیے

---

۱ - کرم حسین بلگرامی ۱۸۳۳ء (غالباً) میں نصیرالدین حیدر کی سفارت پر کلکتہ گئے - بڑے عالم و علم پرور امیر تھے - آپ نے ایشیاٹک سوسائٹی کی شایع کردہ کتابوں کی فاضلانہ تصحیح میں ادارے کی امداد کی - مولانا سید علی بلگرامی آپ ہی کے پوتے تھے - میں نے ابھی حال میں ان کی ایڈٹ کردہ کتاب صحیفہ کاملۂ دیکھی ہے - مخدومی قاضی عبدالودود صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ برہان قاطع ؟ (روبکر) طبع کلکتہ پر انھوں نے دیباچہ بھی لکھا تھا - نجم الغنی نے اکرام حسین نام غلط لکھا ہے - (ج ۴ ص ۱۸۹)

مسی آلــودہ ســر انگشت حسیناں لکھیــے
ســر پستان پــری زاد سے مــانــا کہیــے[۱]

غرض کہ بیس بائیس پھبتیاں[۲] ہیں - اشعار سب کب یاد آتے ہیں ، اخیر کی بیت یہ ہے : ۱۲

اپنے حضرت کے کف دست کو دل کیجے فرض
اور اس چکنی سپاری کــو ســویــدا[۳] کہیــے

لو حضرت آپ کے خط کے جواب نے انجام پایا -

اب میرا درد دل سنو ! برخوردار منشی شیو نرائن - میرے دو خطوں کا جواب نہیں لکھا اور وہ خطوط جواب طلب تھے- (۱۱۲) تم اُن کو میری دعا کہیو[۴] اور کہیو کہ میاں میرا کام[۵] بند ہے ؟ اس مطلب خاص کا جواب جلد لکھو ، یعنے اگر وہ کتاب بن چکی ہے تو جلد بھیجو اور اگر اس کے بھیجنے میں دیر ہے تو یہ لکھ بھیجو کہ وہ سیاہ قلم کی لوح کی ہے یا طلائی ؟ ۱۲

(اکتوبر ۱۸۵۸ء)

---

۱ - یہ شعر اصل میں یوں ہیں :

مسی آلودہ سرانگشت حسیناں لکھیے — داغ طرف جگرعاشق شیدا کہیے
خاتم دست سلیماں کے مشابہ لکھیے — سرپستان پری‌زاد سے مانا کہیے

اس کے باقی اشعار دیوان میں دیکھیے ــ مانا : مانند ، حرف تشبیہ -

۲ - پھبتی : آوازہ ، وہ جملہ جو کسی پر شوخی میں کسا جائے - مراد برجستہ شعر -

۳ - سویدا : وہ سیاہ داغ جو دل میں ہوتا ہے -

۴ - اردو ”دعا کہو اور کہو“ -

۵ - اردو ، عود ”کلام“ــ عبدالستار صاحب ”کام“ پڑھتے ہیں اور کلام کو غلط مانتے ہیں -

ایضاً (خط نمبر ۹۷)

خدا کا شکر بجا لاتا ہوں کہ آپ کو اپنی طرف متوجہ پاتا ہوں۔ میرزا تفتہ کا خط جو آپ نے نقل کر کے بھیج دیا ہے، میں نے منشی شیو نرائن کو بھیجا ہوا اصل خط دیکھ ہے۔ اگر تم مناسب جانو تو ایک بات میری مانو؛ 'رقعات عالم گیری'[1] یا 'انشاء خلیفہ' اپنے سامنے رکھ لیا کرو؛ جو عبارت اس میں سے پسند آیا کرے، اپنے خط میں لکھ دیا کرو۔ خط مفت میں تمام ہو جایا کرے گا اور تمھارے خط کے آنے کا نام ہو جایا کرے گا۔ اگر کبھی کوئی قصیدہ کہا، اس کا دیکھنا مشاہدۂ اخبار پر موقوف رہا: ع

برات[2] عاشقاں بر شاخ آہو

واقعی جو اخبار آگرے سے دلی آتے ہیں، وہ میرے سامنے پڑھے جاتے ہیں۔ صاحب! ہوش میں آؤ اور مجھ کو بتاؤ کہ یہاں جو پارسیوں کی دکانوں میں 'فرنچ' اور 'شام پین' کے درجن دھرے ہوئے ہیں یا ساہوکاروں کے اور جوہریوں کے گھر روپے اور جواہر سے بھرے ہوئے ہیں، میں کہاں وہ شراب پینے جاؤں گا اور وہ مال کیوں کر اٹھاؤں گا؟ بس اب زیادہ باتیں نہ بنائیے اور وہ قصیدہ مجھ کو بھجوائیے۔ میں نے کتابیں جا بجا بہ سبیل پارسل ارسال کی ہیں۔ اگرچہ پہنچنے کی خبر پائی ہے،

۱۔ رقعات عالم گیری، عالم گیر اورنگ زیب کے خطوط کا مجموعہ ہے، اور 'انشائے خلیفہ' شاہ محمد قنوجی کے رقعات کا مجموعہ۔

۲۔ عاشقوں کا پروانہ آزادی و کامیابی ہرن کے سینگھ پر ہے ــ ان ہونی بات ہے۔

مگر نوید قبول ابھی کہیں سے نہیں آئی ہے ، شعر :

شعر

رات دن گردش میں ہیں سات آسماں
ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

دیکھنا بھائی اس غزل کا مطلع کیا[1] ہے ، شعر :

جور سے باز آئیں ، پر باز آئیں کیا ؟
کہتے ہیں ہم تجھ کو منہ دکھلائیں کیا ؟
موج خوں سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے
آستان یار سے اٹھ جائیں ، کیا ؟
لاگ ہو تو اس کو ہم سمجھیں لگاؤ
جب نہ ہو کچھ بھی تو دھوکا کھائیں کیا ؟
پوچھتے ہیں وہ کہ ''غالب کون ہے'' ؟
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا ؟

غزل ناتمام ہے[2] -

ہے بس کہ ہر اک ان کے اشارے میں نشاں اور
کرتے ہیں محبت (۱۱۳) تو گزرتا ہے گماں اور
تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم ، جب اٹھیں گے
لے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جاں اور

---

۱ - عبدالستار صاحب کے نزدیک ''کیا ہے'' کو (جو تمام مآخذ میں ہے) ''کیسا ہے'' پڑھنا چاہیے - خطوط میں ''کیسا ہے'' ہی چھپا ہے - میرے خیال میں اسے ''کہا ہے'' پڑھنا چاہیے -

۲ - دو شعر کم ہیں - دیکھیے دیوان صبا میں یہ جملہ نہیں ہے -

لوگوں کو ہے خورشید جہاں تاب کا دھوکا
ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغ نہاں اور
ابرو سے ہے کیا اس نگہ ناز کو پیوند
ہے تیر مقرر، مگر اس کی ہے کماں اور
یا رب! وہ نہ سمجھے ہیں، نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل ان کو، جو نہ دے مجھ کو زباں اور
ہر چند سبک دست ہوے[1] بت شکنی میں
ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہے سنگ گراں اور
پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے
رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور
مرتا ہوں اس آواز پہ ہرچند سر اڑ جائے
جلاد کو لیکن وہ کہے جائیں کہ "ہاں اور"!
ہیں اور بھی دنیا میں سخن ور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ "غالب کا ہے انداز بیاں اور[2]"

دو شنبہ کا دن، ۲۰ - دسمبر کی صبح کا وقت ہے، انگیٹھی رکھی ہوئی ہے، آگ تاپ رہا ہوں اور خط لکھ رہا ہوں؛ یہ اشعار یاد آ گئے، تم کو لکھ بھیجے - ۱۲

والسلام

(دو شنبہ[3]، ۲۰ - دسمبر ۱۸۵۸ء)

---

۱ - خطوط "ہوں بت شکنی" عود، اردو، مہیش مطابق متن -
۲ - اس غزل کے دو شعر رہ گئے - دیکھیے دیوان -
۳ - دن اور تاریخ اور مہینہ خود غالب نے لکھا ہے، سنہ مطابق جنتری ہے - مہیش، خطوط میں دن نہیں ہے -

ایضاً (خط نمبر ۹۸)

بھائی صاحب !

تمھارا خط اور قصیدہ پہنچا۔ اصل خط تمھارا لفافے میں لپیٹ کر مرزا تفتہ کو بھیج دیا تاکہ حال اُن کو مفصل معلوم ہو جائے۔ بعد اس رپورٹ کے تم کو تہنیت دیتا ہوں۔ پروردگار بہ تصدق آئمہ اطہار پیش آمد اقبال تم کو مبارک کرے اور منصب[1] ھائے خطیر اور مدارج عظیم کو پہنچاوے۔ واقعی یہ کہ تم نے بڑی جرأت کی، فی الحقیقت اپنی جان پر کھیلے[2] تھے۔ بات پیدا کی، مگر اپنی مردمی و مردانگی سے۔ دولت کا ھاتھ آنا مع نیک نامی، اس سے بہتر دنیا میں کوئی بات نہیں۔ اب یقین ھے کہ خدمت منصفی ملے اور جلد ترقی کرو؛ ایسا کہ سال آیندہ تک ـــ چشم بد دور ـــ صدرالصدور ہو جاؤ !

اللہ اللہ ! ایک وہ زمانہ تھا کہ "مغل[3]" نے تمھارا ذکر مجھ سے کیا تھا اور وہ اشعار جو تم نے اس کے حسن کے وصف میں لکھے تھے، تمھارے ھاتھ کے لکھے ہوئے مجھ کو دکھائے تھے، اب ایک یہ زمانہ ھے کہ طرفین سے نامہ و پیام آتے جاتے ھیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ وہ دن بھی آ جائے گا کہ ھم تم باھم (۱۱۴)

۱۔ خطیر : عظیم، بڑے۔
۲۔ مہر نے اپنے بعض اعزہ کے ساتھ مل کر سات انگریزوں کی جان بچائی، پھر انھیں آگرے پہنچایا، جس کے صلے میں انھیں خلعت ملا۔ چوں کہ وہ خاندانی مال افسری سے متعلق تھے، اس لیے انھیں اسی قسم کا عہدہ ملنے کی دعا دی جا رھی ھے۔
۳۔ "مغل جان" اس زمانے میں دلی کے اطراف میں بہت مشہور موسیقار تھی۔ دیکھیے خط نمبر ۱۴۔

بیٹھیں اور باتیں کریں ؛ قلم ۔ کار ہو جائے، زبان بر سر گفتار آئے ۔ ۱۲

[1] انشاء اللہ خاں کا بھی قصیدہ میں نے دیکھا ہے ، تم نے بہت بڑھ کر لکھا ہے اور اچھا سماں باندھا ہے ۔ زبان پاکیزہ ، مضامین اچھوتے ، معانی نازک ، مطالب کا بیان دل نشین ہے ۔
زیادہ کیا لکھوں ۔ ۱۲

([2] جنوری ۱۸۵۹ء)

ایضاً (خط نمبر ۹۹)

[3] خود شکوہ دلیل رفع آزار بس است
آید بہ زبان ہر آن چہ از دل برود ۔ ۱۲

بندہ پرور !
فقیر شکوے سے برا نہیں مانتا ، مگر شکوے[4] کے فن کو

---

۱ ۔ انشاءاللہ خان انشا متوفی ۱۲۳۳ھ (خم خانہ ، آب حیات ، گلستان معنی ، گلستان بے خار ، صبح گلشن وغیرہ) ۔
۲ ۔ مہیش ، خطوط ، تاریخ ندارد ، لیکن سابقہ خط میں جس قصیدے کا ذکر ہے ، اس خط میں اس کی تعریف ہے ، اس لیے یہ تحریر اواخر دسمبر یا اوائل جنوری سے متعلق ہے ۔
۳ ۔ تکلیف دور ہونے کے لیے تنہا شکایت کافی ہے ، کیوں کہ جو دل میں ہوتا ہے وہی زبان پر آتا ہے ۔ دل میں جو غم ہے ، وہ زبان سے نکل گیا ، دل ھلکا ھوگیا ۔
۴ ۔ پورا خط نئے اسلوب کا ہے اور شکوہ بالکل نرالے ڈھنگ سے کیا ہے ۔ تقریر وہ کہ دوسرا لاجواب اور تحریر وہ کہ پڑھے جائیے اور بار بار لطف اٹھائیے ۔ قوت انشا اور زور بیان ہے کہ : ”ناطقہ سر بہ گریباں کہ اسے کیا کہیے“ ۔

سوائے میرے کوئی نہیں جانتا ۔ شکوے کی خوبی یہ ہے کہ راہ راست سے منہ نہ موڑے اور معہذا دوسرے کے واسطے جواب کی گنجائش نہ چھوڑے ۔ کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھ کو آپ کا فرخ آباد جانا معلوم ہو گیا تھا ، اس واسطے آپ کو خط نہیں لکھا ؟ کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اس عرصے میں کئی خط بھجوائے اور وہ الٹے پھر آئے ، آپ شکوہ کاہے کو کرتے ہیں ؟ اپنا گناہ میرے ذمے دھرتے ہیں ؟ نہ جاتے وقت لکھا کہ میں کہاں جاتا ہوں ، نہ وہاں جا کر لکھا کہ میں کہاں رہتا ہوں ۔ کل آپ کا مہربانی نامہ آیا ، آج میں نے اس کا جواب بھجوایا ۔ کہیے اپنے دعوے میں صادق ہوں یا نہیں ؟ پس دردمندوں کو زیادہ ستانا اچھا نہیں ۔ مرزا تفتہ سے آپ فقط اُن کے خط نہ لکھنے کے سبب سرگراں ہیں ؟ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ ان دنوں کہاں ہیں ۔ آج ، توکلت علی اللہ ، سکندر آباد خط بھیجتا ہوں ، دیکھوں کیا دیکھتا ہوں ؟ ۱۲

(۸ مارچ ۱۸۵۸ء)[1]

ایضاً (خط نمبر ۱۰۰)

شعر

شرط اسلام بود ورزش ایماں بالغیب
اے تو غائب ز نظر ، مہر تو ایماں من است

---

۱ - مرزا نے اسی تاریخ تفتہ کو خط لکھا ۔ اس کے دوسرے دن ان کا خط آیا کہ اکبر آباد آ گیا ہوں ، اس لیے غالب نے ۶ - مارچ کو ایک اور خط لکھا اور کہا 'باقی جو حال ہے وہ بھائی کے نام کے ورق میں لکھ چکا ہوں' (دیکھیے خطوط ، مہیش صفحہ ۳۱) ۔

حلیۂ مبارک نظر افروز ہوا - جانتے ہو کہ میرزا یوسف علی خاں عزیز نے جو کچھ تم سے کہا ، اس کا منشاء کیا ہے ؟ کبھی میں نے بزم احباب میں کہا ہوگا کہ مرزا حاتم علی کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے ، سنتا ہوں کہ وہ طرح دار آدمی ہیں - اور بھائی ، تمھاری طرح داری کا ذکر میں نے ''مغل جان'' سے سنا تھا ، جس زمانے میں کہ وہ نواب حامد علی خاں کی نوکر تھی اور آن میں[1] مجھ میں بے تکلفانہ ربط تھا تو اکثر 'مغل' سے پہروں اختلاط ہوا کرتے تھے - اس نے تمھارے شعر اپنی تعریف کے بھی مجھ کو دکھائے ہیں[2] -

بہر حال تمھارا حلیہ دیکھ کر تمھارے کشیدہ قامت ہونے پر مجھ کو رشک (۱۱۰) نہ آیا ، کس واسطے کہ میرا قد درازی میں انگشت نما ہے - تمھارے گندمی رنگ پر رشک نہ آیا ، کس واسطے کہ جب میں جیتا تھا تو میرا رنگ چنپئی تھا اور دیدہ ور لوگ اس کی ستائش کیا کرتے تھے - اب جو کبھی مجھ کو وہ اپنا رنگ یاد آتا ہے تو چھاتی پر سانپ سا پھر جاتا ہے - ہاں ، مجھ کو رشک آیا اور میں نے خون جگر کھایا تو اس کلہ[3] پر

---

۱ - عود ۱ ، نول ، نارائنی ، مبا ، مہیش - ''آن میں'' - اردو ، خطوط ، ''اس میں''- صحیح 'آن میں' یعنی حامد علی میں اور مجھ میں ——— اختلاط ، بے تکلفانہ باتیں ——— نواب حامد علی خاں برست (قریب پانی پت) کے رہنے والے اور نواب فضل علی خاں وزیر اودھ بانی دھلی کالج کے بھانجے اور داماد تھے - خسر کے انتقال کے بعد حامد علی خاں دلی آ گئے -

۲ - دیکھیے خط ۹۸ -

۳ - عود کے تمام نسخے 'کلمہ پر'' اور عود طبع ۱ م میں کلمے کا مطلب

باقی صفحہ ۲۹۴ پر

که داڑھی خوب گھٹی ہوئی ہے - وہ مزے یاد آ گئے؛ کیا کہوں ، جی پر کیا گزری ؟ بہ قول شیخ علی حزین :

شعر

تا دسترسم بود ، زدم چاک گریباں
شرمندگی از خرقۂ پشمینہ ندارم - ۱۲

جب داڑھی مونچھ میں بال سفید آ گئے ، تیسرے دن چیونٹی کے انڈے گالوں پر نظر آنے لگے - اس سے بڑھ کر یہ ہوا کہ آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے - ناچار مسی بھی چھوڑ دی اور داڑھی بھی - مگر یہ یاد رکھیے کہ اس بھونڈے شہر میں ایک وردی ہے عام ؛ ملا ، حافظ ، بساطی ، نیچہ بند ، دھوبی ، سقہ ، بھٹیارا[1] ، جولاھا ، کنجڑا ، منہ پر داڑھی ، سر پر بال - فقیر نے جس دن داڑھی رکھی ، اسی دن سر منڈوایا - لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ، کیا بک رہا ہوں - ۱۲

صاحب[2] بندہ ! 'دستبنو' جناب اشرف الامرا جارج فریڈرک ایڈ منسٹن صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کی نذر بھیجی تھی ؛ سو ان کا فارسی خط محررہ دھم مارچ مشتمل

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۳ :
واضح کرنے کے لیے "ڈاڑھی گھٹی ہوئی" پر قوسین ڈال دی ہیں - اردو مہیش ، خطوط 'بات' حالاں کہ سراپا کا تذکرہ ہے - عود طبع اول میں س کی نوک 'کہ' کے لام سے مل گئی ہے - لوگوں نے کلمہ پڑھ لیا ، در اصل کہ صحیح قرأت ہے -

۱ - اصل 'بھٹیارہ ، جولاھہ ، کنجڑا'_ اردو 'بھٹیارہ ، جولاھہ ، کنجڑا'-

۲ - اصل ، عود کے تمام نسخے ___ اردو ، مہیش ، خطوط ، "صاحب بندے نے -"

بر تحسین و آفرین و اظہار خوشنودی به طریق ڈاک آ گیا[۱]۔ پھر میں نے تہنیت میں لفٹنٹ گورنری کے قصیدہ فارسی بھیجا ۔ اس کی رسید میں نظم کی تعریف اور اپنی رضا مندی پر متضمن خط فارسی به سبیل ڈاک مرقومه چہاردھم آ گیا ۔ پھر ایک قصیدۂ فارسی مدح اور تہنیت میں جناب رابرٹ منٹگمری صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت میں بواسطه صاحب کمشنر بہادر دھلی بھیجا تھا ۔ کل ان کا مہری خط بذریعه صاحب کمشنر بہادر دھلی آ گیا ۔ پنشن کے باب میں ابھی کچھ حکم نہیں ، اسباب توقع کے فراھم ھوتے جاتے ھیں ۔ ''دیر آید درست آید ۔''

اناج کھاتا ھی نہیں ھوں ۔ آدھ سیر گوشت دن کو اور پاؤ بھر شراب رات کو ملے جاتی ھے ۔

شعر

ھر ایک بات په کہتے ھو تم که تو کیا ھے ؟
تمھیں کہو که یه انداز گفتگو کیا ھے ؟

اگر ھم فقیر سچے ھیں اور غزل کے طالب کا ذوق پکا ھے (۱۱۶) تو یه غزل اس خط سے پہلے پہنچ گئی ھوگی ۔ رھا سلام ، وہ اب پہنچا دیں گے ۔ ۱۲

(آخر مارچ[۲] ۱۸۵۹ء)

---

۱ - میر مہدی کے خط نمبر ۵۹ ، مورخه ۲۷ - مارچ میں لکھا ھے که آج پانچواں دن ھے ، یعنی ۲۲ - مارچ کو جواب ملا ۔
۲ - مہیش صرف سنه ، خطوط ''مارچ یا اپریل'' لیکن مجروح کے خط سے آخر مارچ کا قیاس ھوتا ھے ۔

ایضاً (خط نمبر ۱۰۱)

مرزا صاحب!

آپ کا غم افزا[1] نامہ پہنچا، میں نے پڑھا، یوسف علی خاں عزیز کو پڑھوایا۔ انھوں نے جو میرے سامنے اس مرحومہ کا اور آپ کا معاملہ بیان کیا، یعنی اس کی اطاعت اور تمھاری اس سے محبت، سخت ملال ہوا۔

سنو صاحب! شعرا میں فردوسی[2] اور فقرا میں حسن[3] بصری اور عشاق میں [4]مجنوں، یہ تین آدمی تین فن میں سر دفتر اور پیشوا ہیں۔ شاعر کا کمال یہ ہے کہ فردوسی ہو جائے، فقیر کی انتہا یہ ہے کہ حسن بصری سے ٹکر کھائے، عاشق کی نمود یہ ہے کہ مجنوں کی ہم طرحی نصیب ہووے۔ لیلیٰ اس کے سامنے مری تھی، تمھاری محبوبہ تمھارے سامنے مری، بلکہ تم اس سے بڑھ کر ہوئے کہ لیلیٰ اپنے گھر میں اور تمھاری معشوقہ تمھارے گھر میں مری۔ بھئی "[5]مغل بچے" بھی غضب کے ہوتے ہیں، جس پر مرتے ہیں، اس کو مار رکھتے ہیں۔ میں بھی "مغل بچہ" ہوں، عمر بھر میں ایک بڑی ستم پیشہ ڈومنی کو میں نے بھی مار رکھا ہے۔ خدا ان دونوں کو بخشے اور ہم تم دونوں کو بھی کہ زخم مرگ دوست کھائے ہوئے

۱۔ اردو ۱ 'غم فزا'، نارائینی 'غم اقرار'۔

۲۔ فردوسی: ابوالقاسم حسن بن اسحاق، طوسی (۹۳۲—۱۰۲۰ء) مؤلف شاہ نامہ۔

۳۔ حسن بصری: (۶۴۲—۷۲۸ء) مدینے میں پیدا اور بصرے میں فوت ہوئے، تصوف کے پیشوا تھے۔

۴۔ مجنوں، قیس بن مولع، افسانوی عاشق، جو لیلیٰ کا دل دادہ تھا۔

۵۔ عود 'مغلچے' — 'مغلچہ' متن مطابق اردو۔

هیں ، مغفرت کرے۔ چالیس بیالیس برس کا یہ واقعہ ہے ، با آں کہ یہ کوچہ چھٹ گیا ، اس فن سے بیگانۂ محض ہو گیا[1] ، لیکن اب بھی کبھی کبھی وہ ادائیں یاد آتی ہیں ؛ اس کا مرنا زندگی بھر نہ بھولوں گا ۔ جانتا ہوں کہ تمھارے دل پر کیا گزرتی ہوگی ، صبر کرو اور اب ہنگامہ سازی عشق مجازی[2] چھوڑو ۔

بیت

[3]"سعدی" اگر عاشقی کنی و جوانی
عشق محمد بس است و آل محمد

اللہ بس ، ماسوی ہوس ۔ ۱۲

([4]جون ۱۸۶۱ء)

ایضاً (خط نمبر ۱۰۲)

مرزا صاحب !

ہم کو یہ باتیں پسند نہیں ۔ پینسٹھ[5] برس کی عمر ہے ، پچاس برس عالم رنگ و بو کی سیر کی ، ابتدائے شباب میں ایک مرشد کامل نے ہم کو یہ نصیحت کی کہ ہم کو زھد و ورع منظور نہیں ، ہم مانع فسق و فجور نہیں ؛ پیو ، کھاؤ ، مزے

---

۱ - اردو ، خطوط ، 'ہو گیا ہوں' متن مطابق اصل ، نول 'ھست سے'۔
۲ - اردو ، خطوط 'ہنگامہ عشق مجازی' ، خطوط 'چھوڑ دو' ۔
۳ - سعدی ! اگر جوانی کا جوش اور عشق کا زور ہے تو عشق محمد و آل محمد کر جو کار آمد بھی ہے ۔
۴ . یہ خط مہر نے 'چنا جان' کی وفات پر لکھا ہے ۔ (دیکھیے ضمیمہ حواشی) ۔
۵ - رجب ۱۲۱۲ھ سے ۱۲۷۷ھ تک پینسٹھ سال ہوتے ہیں ۔

اڑاؤ ، مگر یہ یاد رہے کہ مصری کی مکھی بنو، شہد کی مکھی[1] نہ بنو؛ سو میرا اس نصیحت پر عمل رہا ہے۔ کسی کے مرنے کا وہ غم کرے جو آپ نہ مرے ؛ کیسی اشک افشانی ، کہاں کی مرثیہ خوانی ؟ آزادی کا شکر بجا لاؤ ، غم نہ کھاؤ۔ (۱۱۷) اور اگر ایسی ہی اپنی گرفتاری سے خوش ہو تو 'چنا جان' نہ سہی ، 'منا جان' سہی۔ میں جب بہشت کا تصور کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ اگر مغفرت ہوگئی اور ایک قصر ملا اور ایک حور ملی ؛ اقامت جاودانی ہے اور اسی ایک نیک بخت کے ساتھ زندگانی ہے ، اس تصور سے جی گھبراتا ہے اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ہے ہے ! وہ حور اجیرن[2] ہو جائے گی ، طبیعت کیوں نہ گھبرائے گی۔ وہی زمردیں کاخ[3] اور وہی طوبیٰ کی ایک شاخ ، چشم بد دور ، وہی ایک حور ؟ بھائی! ہوش میں آؤ ، کہیں اور دل لگاؤ :

بیت

[4]زن نو کن اے دوست در ہر بہار
که تقویم پارینه ناید بکار

مرزا مظہر کے اشعار کی تضمین کا مسدس دیکھا۔ فکر سراپا پسند ، ذکر بہ ہمہ جہت نا پسند۔ اپنے نام کا خط مع اُن اشعار کے مرزا یوسف علی خاں عزیز کے حوالے کیا۔ ۱۲

---

۱ - بہت زیادہ لالچی نہ بنو ، پھنسو نہیں ۔
۲ - اجیرن : دو بھر — مرزا نے اردو میں ایک شعر بھی کہا ہے :

ایسی جنت کو کیا کرے کوئی
جس میں لاکھوں برس کی حوریں ہوں

۳ - کاخ - محل سرا ۔
۴ - مولانا سعدی کا شعر ہے ۔

مکرمی نواب محمد علی خاں صاحب کی خدمت میں سلام۔ پروردگار آن کو سلامت رکھے ! ۱۲

مولوی عبدالوہاب صاحب کو میرا سلام۔ دم دے کے مجھ کو فارسی عبارت میں خط لکھوایا ، میں منتظر رہا کہ آپ لکھنؤ جائیں گے ، وہ عبارت جناب قبلہ و کعبہ کو دکھائیں گے ، آن کے مزاج اقدس کی خیر و عافیت مجھ کو رقم فرمائیں گے ؛ کیا جانوں کہ حضرت میرے وطن میں جلوہ افروز ہیں : ع

یار در خانہ و من گرد جہاں می گردم

اب مجھے آن سے یہ استدعا ہے کہ دستخط خاص سے مجھ کو خط لکھیں اور لکھنؤ نہ جانے کا سبب اور جناب قبلہ و کعبہ کا حال جو کچھ معلوم ہو ، وہ سب اس خط میں درج کریں - ۱۲

(۱۸۶۰ء --- ۱۲۷۷ھ)

ایضاً (خط نمبر ۱۰۳)

صاحب میرے !

عہدۂ وکالت مبارک ہو۔ مؤکلوں سے کام لیا کیجیے ، پریوں کو تسخیر کیا کیجیے - مثنوی[1] پہنچی ؛ جھوٹ بولنا

۱ - 'شعاع مہر' مراد ہے ، جو ۱۲۷۵ ھ مطابق ۱۸۵۸ء میں شائع ہوئی اور قصہ نگارین بیگم سے سلطان محمود کا عشق نظم کیا گیا ہے - (آب بقا) مسعود حسن صاحب اسے رسالہ بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مطبع حیدری آگرہ سے ۱۲۷۷ ھ میں چھپا تھا - موصوف کے پاس مہر کا دستخطی نسخہ موجود ہے -

میرا شعار نہیں۔ کیا خوب بول چال ہے؛ انداز اچھا، بیان اچھا، روزمرہ صاف؛ حبشیوں کا استغاثہ کیا کہوں، کیا مزہ دے رہا ہے:

بکم[1] صاحب پھسوڑے میں پھنسایا
چھٹا بیگم نے بے حرمت کرایا

اس مثنوی نے اگلی مثنویوں کو تقویم پارینہ[2] کر دیا۔ ''بیان بخشایش'' ہم گنہ گاروں تک کیوں کر پہنچے گا؟ مگر ہاں اس راہ سے کہ:

''مستحق کرامت گناہ گارانند''

'بخشش' کا متوقع ہوں۔ میں ابھی تک یہ بھی نہیں سمجھا کہ وہ نسخہ نظم ہے یا نثر ہے؟ (۱۱۸) اور مضمون اس کا کیا ہے؟

میرزا یوسف علی خاں آٹھ دس مہینے[3] سے مع عیال و اطفال اسی شہر میں مقیم ہیں، ایک[4] ہندو امیر کے گھر پر مکتب کا سا طور کر لیا ہے۔ میرے مسکن کے پاس ایک مکان کرایہ کو لے لیا ہے، اس میں رہتے ہیں۔ اگر ان کو خط بھیجو تو میرے مکان کا پتہ لکھ دینا اور یہ بھی آپ کو معلوم رہے کہ سر نامے پر محلے کا نام لکھنا ضرور نہیں۔ شہر کا نام اور میرا نام، قصہ تمام۔ ہاں یار، عزیز کے خط پر میرے مکان کے قریب کا پتہ ضرور ہے۔ دو روز سے 'شعاع مہر' کو دیکھ رہے

۱۔ اردو، شعر ندارد۔
۲۔ تقویم پارینہ: پرانی جنتری، پرانا دفتر۔
۳۔ عود، اصل، نارائینی، مہیش، نول 'آٹھ آٹھ دس دس مہینے'۔
۴۔ اردو، 'ایک ہندو' —— طور کر لیا ہے'' ندارد۔

ھیں - اکثر تمھارا ذکر خیر رھتا ہے - وہ تو اب ھر وقت یہیں تشریف رکھتے ھیں - رات کو تو پہر چھ گھڑی کی نشست ھر روز رھتی ہے - ابھی یہیں سے اٹھ کر مکتب کو گئے ھیں ، تم کو سلام کہتے ھیں اور 'شعاع مہر' کے مداح اور 'بیان بخشایش' کے مشتاق ھیں - ۱۲

(۱۸۶۰ء[1])

نواب انور الدولہ بہادر شفق کے نام

(خط نمبر ۱۰۴)

شعر

ھرگز[2] نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

خداوند نعمت!

آج دو شنبہ، ٦ - رمضان کی ، ۱۵ فروری کی ہے ؛ اس وقت کہ بارہ پر تین بجے ھیں ، عطوفت نامہ پہنچا ؛ ادھر[3] پڑھا ، اُدھر جواب لکھا ؛ ڈاک کا وقت نہ رھا ، خط کو معنون کر رکھتا

---

۱ - مہیش ۱۸۵۸ء ، لیکن 'شعاع مہر' کے سنہ اشاعت ۱۸۵۸ء سے اشتباہ نہ ھونا چاھیے - مرزا خود بیان بخشایش کے مشتاق ھیں اور وہ ۱۸٦۰ء ، ۱۲۷۷ھ میں چھپی ہے - دیکھیے 'ماہ نو' فروری ۱۹۴۹ء -
۲ - حافظ کا شعر ہے ، جس کا مطلب یہ ہے :
جس کا دل عشق سے زندہ ھوگیا ، اسے موت نہیں آتی - دفتر کائنات میں ھمیں زندہ جاوید لکھ دیا گیا ہے -
۳ - اردو ، مہیش ، 'اودھر پڑھا ، ادھر جواب لکھا' -

هوں ، کل سہ شنبہ ، ۱۶ فروری کو ڈاک میں بھجوا دوں گا ۔

سال گذشتہ مجھ پر بہت سخت گزرا ، بارہ تیرہ مہینے صاحب فراش رہا ؛ اٹھنا دشوار تھا ، چلنا پھرنا کیسا ؟ نہ تپ ، نہ کھانسی ، نہ اسہال ، نہ فالج ، نہ لقوہ ، ان سب سے بد تر ایک صورت پر کدورت ، یعنی احتراق کا مرض ۔ مختصر یہ کہ سر سے پانو[1] تک بارہ پھوڑے ؛ ہر پھوڑا ایک زخم ، ہر زخم ایک غار ؛ ہر روز بے مبالغہ بارہ[2] تیرہ پھاہئے اور پاؤ بھر مرہم درکار ؛ نو دس مہینے بے خور و خواب اور شب و روز بے تاب رہا ہوں ۔ راتیں یوں گزری ہیں کہ اگر کبھی آنکھ لگ گئی ، دو گھڑی غافل رہا ہوں گا کہ ایک آدھ پھوڑے میں ٹیس اٹھی ، جاگ اٹھا ، تڑپا کیا ، پھر سو گیا ۔ دو تین مہینے میں لوٹ پوٹ کر اچھا ہو گیا ، نئے سر سے روح قالب میں آئی ، اجل نے میری سخت جانی کی قسم کھائی ۔ اب اگرچہ تندرست ہوں لیکن ناتواں اور مست ہوں (۱۱۹) حواس کھو بیٹھا ، حافظے کو رو بیٹھا ؛ اگر اٹھتا ہوں تو اتنی دیر میں اٹھتا ہوں کہ جتنی دیر میں ایک قد آدم دیوار اٹھے ۔

آپ کی پرسش کے کیوں نہ قربان جاؤں کہ جب تک میرا[3] مرنا نہ سنا، میری خبر نہ لی ۔ میرے مرگ کے مخبر کی تقریر اور مثلہ میری یہ تحریر آدھی سچ اور آدھی جھوٹ ؛ در صورت مرگ نیم مردہ اور در حالت حیات نیم زندہ ہوں :

---

۱ ۔ مرزا کا املا یہی ہے ، اردو ۱ 'پانوں'، عود 'پانو' عام املا 'پاؤں'۔
۲ ۔ عود ، اردو ، ہندسوں میں '۱۲ ، ۱۳' دونوں جگہ ۔
۳ ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ۶۱ء میں غالب کے مرنے کی خبر اڑا دی گئی تھی ۔

شعر

[1]در کشاکش ضعفم نگسلد رواں از تن
ایں کہ من نمی میرم ، ھم ز ناتوانی ھا است

اگر ان سطور کی نقل میرے مخدوم مولوی غلام غوث خاں بہادر میر منشی لفٹنٹ گورنری غرب و شمال کے پاس بھیج دیجیے گا تو ان کو خوش اور مجھ کو ممنون کیجیے گا۔ ۱۲

([2]دو شنبہ ، ۶ رمضان ۱۲۸۰ھ — ۱۵ فروری ۱۸۶۴ء)

خواجہ غلام غوث بے خبر کے نام

(خط نمبر ۱۰۵)

قبلہ !

کبھی آپ کو یہ بھی خیال آتا ھے کہ کوئی ھمارا دوست جو غالب کہلاتا ھے ، وہ کیا کھاتا پیتا ھے اور کیوں کر جیتا ھے ؟ پنشن قدیم اکیس مہینے سے بند اور میں سادہ دل فتوح[3] جدید کا آرزو مند۔ پنشن کا احاطۂ پنجاب کے حکام پر مدار[4] ھے ، سو ان کا یہ شیوہ اور یہ شعار[5] ھے کہ نہ روپیہ دیتے ھیں ،

---

۱ - یہ غالب کا شعر ھے۔
۲ - مرزا نے آغاز خط میں دن اور تاریخ لکھی ھے ، لیکن مہیش کے آخر میں تاریخ ندارد۔ ھم نے اپنے اسلوب کے مطابق تاریخ آخر میں لکھ دی تاکہ خطوط کی تاریخیں آسانی سے دیکھی جا سکیں۔
۳ - فتوح : غیبی آمدنی ، انعام۔
۴ - مدار : قیام ، سہارا۔
۵ - شعار : طریقہ۔

نہ جواب ، نہ مہربانی کرتے ہیں ، نہ عتاب ۔ خیر ، اس سے قطع نظر کی ، اب سنیے اُدھر کی ۔ ۱۸۵۶ء سے بہ موجب تحریر وزیر عطیۂ شاہی کا امیدوار[1] ہوں ، تقاضا کرتے ہوئے شرماؤں اگر گنہ گار ہوں ۔ گنہ گار ٹھہرتا ، گولی یا پھانسی سے مرتا ؛ اس بات پر کہ میں بے گناہ ہوں ، مقید اور مقتول نہ ہونے سے آپ اپنا گواہ ہوں ۔ پیش گاہ گورنمنٹ کلکتہ میں جب کوئی کاغذ بھجوایا ہے ، بہ قلم چیف سکرتر بہادر اس کا جواب پایا ہے ۔ اب کی بار دو کتابیں بھیجیں ؛ ایک پیش کش گورنمنٹ اور ایک نذر شاہی ہے ۔ نہ اس کے قبول کی اطلاع ، نہ اس کے ارسال سے آگاہی ہے ۔ جناب ولیم میور صاحب بہادر نے بھی عنایت نہ فرمائی ، ان کی بھی کوئی تحریر مجھ کو نہ آئی ۔ یہ سب ایک طرف ، اب خبریں ہیں مختلف ۔ کہتے ہیں کہ چیف سکرتر بہادر لفٹنٹ گورنر ہوئے ؛ یہ کوئی نہیں کہتا کہ ان کی جگہ کون سے صاحب عالیشان چیف سکرتر ہوئے ؟ مشہور ہے کہ جناب ولیم میور صاحب بہادر صدر بورڈ میں تشریف لے گئے ، یہ کوئی نہیں بتاتا کہ لفٹنٹ گورنری کے سکرتر کا کام کس کو دے گئے ؟ آپ کا حال کوئی

---

۱ ۔ لارڈ ایلن برا کے توسط سے غالب نے ۱۸۵۵ء میں ملکہ وکٹوریہ کو ایک قصیدہ بھیجا جس میں اپنے تئیں شاعر دربار مقرر کرنے کی درخواست کی ، لیکن چوں کہ یہ درخواست براہ راست گئی تھی ، اس لیے زرنگٹن سکریٹری نے قاعدے کے مطابق تھرو پراپر چائنل بھیجنے کی ھدایت کی ۔ آخر یہ بھی ہوا ، اور رسل کلارک بہادر نے کچھ مبہم سا خط لکھا ، جو ۱۷ دسمبر ۵۶ء کو ملا ۔ مرزا ابھی شش و پنج میں تھے کہ غدر ہوگیا اور غالب نے کہا ''اگر یہ طوفان نہ آتا تو گلستان انگلستان سے فرمان با ساز و برگ پہنچ چکا ہوتا۔'' (دستنبو صفحہ ۲۸ ، ۲۹ ، نیز دیکھیے خط نمبر ۱۱۰) ۔

نہیں کہتا کہ اب کہاں ہیں ؟ (۱۲۰) ، ہاں از روئے قیاس جانتا ہوں کہ آپ اسی منصب اور اسی دفتر میں شاد و شادماں ہیں - جو اب لفٹنٹی کے سکرتر ہوئے ہوں گے ، ان سے علاقہ رہتا ہوگا ؛ میور صاحب بہادر سے کاہے کو ملنا ہوتا ہوگا ؟ لفٹنٹ گورنری اور صدر بورڈ یہ دونوں محکمے الہ آباد آگئے یا آئیں گے؛ بہ ہر حال آپ اب کیوں آگرے کو جائیں گے -

نواب گورنر جنرل بہادر کی روانگی کی خبر میں بھی اختلاف ہے - کوئی کہتا ہے کہ ۲۰ - جنوری کو گئے ، کوئی کہتا ہے فروری میں کوچ فرمائیں گے - میں تو ادھر سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا ، ہر طرح اپنی قسمت کو رو بیٹھا - مگر یہ چاہتا ہوں کہ حقیقت واقعی پر کماحقہ اطلاع حاصل ہو ، تاکہ تسلی خاطر اور تسکین دل ہو - اگر ان مطالب کا جواب ، نہ مجمل بلکہ مفصل ، نہ دیر بلکہ جلد ، مرحمت کیجیے گا تو گویا مجھ کو مول لے لیجیے گا - زیادہ اس سے کیا لکھوں ؟ ۱۲

(۳۰[1] - جنوری ۱۸۶۹ء)

ایضاً (خط نمبر ۱۰۶)

پیر و مرشد ! یہ خط[2] بھی با کرامت ہے ، صاف صفائے ضمیر و کشف[3] حجب کی علامت ہے - مدعا ضروری التحریر اور اندیشہ نشان مسکن دامن گیر - اگر یہ خط کل نہ آ جاتا تو آج

---

۱ - خود مرزا نے خط نمبر ۱۱۰ میں اس خط کی یہی تاریخ لکھی ہے -
۲ - اصل ، نول ، نارائنی ، ''یہ خط بھی با کرامت ہے'' اردو ، خطوط ، نول ، مبا ''یہ خط ہے ، یا کرامت ہے'' -
۳ - کشف حجب : انتہائے معرفت -

خط کیوں کر لکھا جاتا ؟ سبحان اللہ ! جس دن یہاں مجھ کو
وہ مطلب[1] خطیر در پیش آیا ہے ، اسی دن آپ نے وہاں لکھنے
کو قلم اٹھایا ہے - آپ کو عارف کامل کیوں کر نہ کہوں اور
کیا کہوں ، ولی اگر نہ کہوں ؟ مدعا بیان کرتا ہوں ، مگر یہ
گمان کرتا ہوں کہ یہ خط پہنچنے نہ پائے گا کہ راز سر بستہ
آپ پر کھل جائے گا - یعنی یک شنبہ ۲۸ - نومبر کو دو خط اور
دو پارسل ؛ ایک میں ''دستنبو'' کا ایک مجلد اور ایک میں تین
معاً[2] بہ سبیل ڈاک روانہ کر چکا ہوں - خطوں کا چوتھے پانچویں
دن ، پارسلوں کا [3]چھٹے ساتویں دن پہنچنا خیال کر[4] رہا ہوں -
پارسلوں کے عنوان پر خطوں کی معیت رقم کی ہے اور خطوں کے
سرنامہ پر پارسلوں کے ارسال کی اطلاع دی ہے - تین کتاب
والے پارسل اور ایک خط پر جناب چیف سکرتر بہادر اول کا
نام نامی ہے اور ایک کتاب والے پارسل اور ایک خط پر جناب
سکرتر بہادر دوم کا اسم سامی ہے - آج پانچواں دن ہے ، خط دونوں
اگر پہنچ گئے ہوں تو کیا عجب ہے ، بلکہ سچ تو یوں
ہے کہ اگر نہ پہنچے ہوں تو بڑا غضب ہے - اگلے عرائض
(۱۲۱) کے نہ پہنچنے میں کچھ شک نہیں ، جواب امر آخر ہے ،
دفتر میں اس کا پتہ آج تک نہیں - اب کار پردازان ڈاک کو
نہ بن جائیں اور میرے ان دونوں خطوں اور پارسلوں کو بہ احتیاط
پہنچائیں - صرف عنایت کی گنجائش تو آپ جب پائیں گے[5] کہ وہ

---

۱ - مطلب خطیر : اہم مقصد -
۲ - معاً : ایک ساتھ -
۳ - اصل ''چھٹویں ساتویں دن'' ، اردو ''چھٹے ساتویں دن'' -
۴ - اردو ''خیال کرتا ہوں -''
۵ - اردو ''جب پائیں کہ -'' عود اصل ''حرف عنایت''

خط اور پارسل پہنچ جائیں گے - ابھی تو آپ سے مجھ کو ان[1] کے نہ پہنچنے کا سوال ہے ؛ کس واسطے کہ جب تک آپ مجھ کو اطلاع نہ دیں گے ، ان کے نہ پہنچنے کی بھی خبر مجھ تک پہنچنی محال ہے - بہرحال یہ نیاز نامہ جس دن پہنچے، اس کے دوسرے دن جواب لکھیے ؛ جیسا میں نے جلد لکھا ، ایسا ہی آپ بھی شتاب لکھیے - آپ کے عنایت نامے میں کوئی امر ایسا نہ تھا کہ جس کا جواب لکھا جاۓ یا اس باب میں کچھ اور عرض کیا جائے - لوھارو کی روانگی کا خط جب آئے گا ، لوھارو کو بھیج دیا جائے گا - جناب منشی نواب جان[2] صاحب اورجناب منشی اظہار حسین صاحب میں اور آپ میں اگر ربط بے تکلف ہو تو ان دو صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام نیاز پہنچانے میں نہ توقف ہو - ع

تم سلامت رہو قیامت تک - ۱۲

(پنج شنبہ[3] ، ۲ دسمبر ، ۱۸۵۸ء)

ایضاً (خط نمبر ۱۰۷)

قبلہ !

اس ، نامۂ مختصر نے وہ کیا جو پارۂ ابر کشت خشک سے کرے ، یعنی خط اور پارسل کا پہنچ جانا ایسا نہیں کہ اس کی خبر

---

۱ - اردو ۱ ، " آن نہ پہنچنے کا سوال" متن مطابق اصل -
۲ - اردو "نواب خاں صاحب "-
۳ - یہ تاریخ مہر صاحب نے لکھی ہے اور صحیح ہے ، کیوں کہ مرزا کہتے ہیں ۲۸ نومبر کو پارسل بھیجا اور آج پانچواں دن ہے - اٹھائیس اور پانچ ۲ دسمبر ہوتی ہے - دن پنجشنبہ ہوگا -

پا کر بخت کی رسائی کا سپاس‌گزار نہ ہوں ۔ یہ تو حضرت کو لکھ چکا ہوں کہ دوسرا پارسل اور خط[1] ، معاً اس پارسل اور اس خط کے ساتھ بھیجا گیا ہے ، اور ہرگونہ توقع کا خیال اسی پارسل پر ہے ، کس واسطے کہ اس خط میں حاکم اعظم کے نام کی عرضی ملفوف ہے ۔ جانتا ہوں محکمہ ایک ، ڈاک ایک ، دونوں پارسل اور دونوں لفافے ایک دن پہنچے ہوں گے ، مگر دل نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ نہ مانوں گا ، جب تک کہ حضرت اس سرشتے سے معلوم کرکے[2] نہ لکھیں گے ۔ اب آپ جانیے اور یہ دل سودا زدہ ، میں اس کی سفارش[3] کرنے والا اور اس کے مدعا کا گزارش کرنے والا کون ؟ ہاں اتنی بات ہے کہ آپ لکھ سکتے ہیں بلکہ یہ بھی[4] آپ مجھ پر حالی[5] کر سکتے ہیں کہ نذر ولایت کی ، ولایت کو روانہ ہوئی یا نہیں ؟ میری جگرکاوی کی قدر دانی ہوئی یا نہیں ؟ پیش گاہ حکام سے موافق دستور قدیم کے خط کا امیدوار ہوں یا نہیں ؟ اپنے حسن طبع کا شکر گزار ہوں یا نہیں ؟ اس خط کا جواب جتنا جلد عنایت کیجیے گا (۱۲۲) مجھ کو جلا لیجیے گا ۔ لوہارو کا خط ایک معتمد کے ہاتھ بھیج دیا گیا ــ ۱۲

(دسمبر ۱۸۵۸ء)

---

۱ ۔ متن مطابق اصل ، نول اور مبا ، نارائنی ــ لیکن اردو : ”لکھ چکا ہوں کہ دوسرا پارسل اور خط معاً اس خط کے ساتھ بھیجا گیا ہے ۔“ اور خطوط میں عبارت ہی بدل گئی: ”لکھ چکا ہوں کہ دوسرا پارسل اور خط ایک ساتھ بھیجا گیا ہے ۔“

۲ ۔ اصل ”کر کر“ اردو وغیرہ ”کرکے ۔“

۳ ۔ اصل ، نارائنی ، نول ، ”سپارش“ ۔

۴ ۔ اصل ”یہ ہے آپ“ ، نارائنی ، نول ، مبا ، اردو ، ”یہ بھی ۔“

۵ ۔ حالی : واضح ۔

ایضاً (خط نمبر ۱۰۸)

قبلۂ حاجات ! عطوفت نامے کے آنے سے آپ کا بھی شکر گزار ہوا ، اور اپنے بخت و قسمت کو بھی آفرین کہی ، اور ڈاک کے کار پردازوں کا بھی احسان مانا - بارے دونوں پارسل اور دونوں لفافے پہنچ گئے :

شعر

[1]تا نہال دوستی کے بر دھد؟ حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم

یہ کتاب جو مرسل الیہ[2] کے مطالعے میں ہے ، پھر بہ نسبت اس دوسری کتاب کے قسمت کی اچھی ہے ؛ یعنی خود ملاحظہ فرما رہے ہیں اور اگر کہیں کچھ پوچھنا ہوگا تو یقین ہے آپ سے پوچھیں گے - دوسری کتاب دیکھیے مجھ کو کیا دکھائے ؛ جن کو اس کے دیکھنے کا حکم ہوا ہے وہ اہل علم و فضل میں سے ہیں ؟ لیکن یہ طرز تحریر— یہ میں نہیں کہتا کہ نادر ہے مگر بیگانہ و نا آشنا ہے - خدا کرے وہ جو اس کی سیر پر مامور ہیں ، ان اوراق کو بہ مشورت آپ کے دیکھا کریں اور کہیں کہیں آپ سے پوچھ لیا کریں -

کیوں کر لکھوں ؟ نہیں لکھ سکتا ؛ تم سب کچھ جانتے ہو ، جہاں گنجائش پاؤ گے ، جیسا مناسب جانو گے ، جو کچھ کر سکو گے ، وہ کرو گے -

لوھارو کو خط بہ کمال احتیاط روانہ ہو گیا ، خاطر اقدس

---

۱ - ابھی تو ہم نے محبت کی تخم ریزی کی ہے - دیکھیے محبت کے درخت میں پھل کب آتا ہے -

۲ - جس کی خدمت میں تحفۃً کتاب بھیجی گئی ہے -

جمع رہے — جواب طلب —زیادہ حد آداب — ۱۲

(۱دسمبر ۱۸۵۸ء)

ایضاً (خط نمبر ۱۰۹)

جناب عالی !

آج دو شنبہ ، ۳ - جنوری ۱۸۵۹ء کی ہے ؛ پہر دن چڑھا ہو گا ، ابر گھر رہا ہے ، ترشح ہو رہا ہے ، ہوا سرد چل رہی ہے ، پینے کو کچھ میسر نہیں ، ناچار روٹی کھائی ہے :

بیت

[۲]افق ها پر از ابر بہمن مہی سفالینه جام من از مے تہی

غم زدہ و دردمند بیٹھا تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ تمھارا خط لایا - سرنامے کو دیکھ کر اس راہ سے کہ دستخط خاص کا لکھا ہوا ہے ، بہت خوش ہوا - خط کو پڑھ کر اس رو سے کہ حصول مدعا کے ذکر پر حاوی نہ تھا ، افسردگی حاصل ہوئی :

شعر

[۳]ما خانہ رمیدگان ظلمیم پیغام خوش از دیار ما نیست

اس افسردگی میں جی چاہا کہ حضرت سے باتیں کروں ؛ با آں کہ خط جواب طلب نہ تھا ، جواب لکھنے لگا -

---

۱ - کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ ۲ دسمبر کے بعد فوراً یہ خط لکھا گیا ہے یا کچھ بعد -

۲ - ماہ بہمن کے بادلوں سے افق تاریک و سیاہ ہیں، مگر بد نصیبی دیکھو کہ میرا مے کا پیالہ خالی ہے ، شراب نہیں -

۳ - ہم ظلم کے ہاتھوں بے خانماں ہو چکے ہیں ، ہمیں وطن سے کوئی اچھا پیام نہیں ملتا -

پہلے تو یہ سنیے کہ آپ کے دوست کو آپ کا خط پہنچ گیا، مگر وہ دو بار مجھ کو لکھ چکا ہے کہ میں جواب اس کا نشان مرقومہ لفافہ کے مطابق ڈاک میں بھیج چکا ہوں، جواب الجواب کا منتظر ہوں۔ ۱۲

آپ جانتے ہیں کہ کمال یاس مقتضی استغنا ہے۔ پس اب اس سے زیادہ یاس کیا ہوگی کہ بہ امید مرگ جیتا ہوں؛ اس راہ سے کچھ مستغنی ہوتا چلا ہوں کہ دو ڈھائی (۱۲۳) برس کی زندگی اور ہے، ہر طرح گزر جائے گی۔ جانتا ہوں کہ تم کو ہنسی آئے گی کہ یہ کیا بکتا ہے۔ مرنے کا زمانہ کون بتا سکتا ہے؟ چاہے الہام سمجھیے، چاہے اوہام سمجھیے، بیس برس سے یہ قطعہ لکھ رکھا ہے:

قطعہ

من کہ باشم کہ جاوداں باشم
چوں نظیری نماند و طالب مرد
ور بگویند در کدامیں سال
مُرد غالب، بگو کہ "غالب مُرد"
۱۲۷۷

اب بارہ سو پچھتر ہیں اور "غالب مرد" بارہ سو ستتر[1] ہیں؛ اس عرصے میں جو کچھ مسرت پہنچنی ہو، پہنچ لے، ورنہ پھر ہم کہاں؟

([2]دو شنبہ، ۳ جنوری ۱۸۵۹ء)

---

۱ - اصل "ستتہر"۔ مرزا کو اپنے دو تاریخی مادوں پر بڑا ناز ہے، "رستخیز بے جا" اور "غالب مرد"، اس آخری تاریخ کو تو الہام سمجھتے تھے۔

۲ - یہ تاریخ مرزا نے خود لکھی ہے، اسی لیے مہر صاحب نے آخر خط میں ذکر ضروری نہ سمجھا۔

ایضاً (خط نمبر ۱۱۰)

قبلۂ حاجات ! قطعے میں جو حضرت نے الہام[1] درج کیا ہے وہ تو ایک لطیفہ بہ سبیل دعا ہے مگر ہاں یہ کشف یقینی ہے اور مخدوم کی روشن دلی اور دور بینی ہے کہ جو سوالات[2] میں ۳۰ - جنوری کو کیے اُن کے جواب تم نے ۲۷ کو[3] لکھ کر بھیج دیے - کیوں کر نہ کہوں کہ روشن ضمیر ہو ، اگرچہ جوان ہو مگر میرے پیر ہو -

خلاصہ تقریر یہ کہ تیسویں کو آخر روز میں[4] نے خط ڈاک میں بھجوایا ، اور اکتیسویں کو ڈاک کا ہرکارا پہر دن چڑھے تمھارا خط لایا ؛ سوالات میں ایک سوال باقی رہا ، یعنی جناب اڈمنسٹن صاحب بہادر کی جگہ چیف سکرتر گورمنٹ کلکتہ کون ہوا ؟ یہ دل میں پیچ و تاب باقی رہا -

کتاب کے باب میں جو کچھ لکھا ہے ، واقعی یہ درست اور بجا ہے - جو کچھ واقع ہوا ، اُس کو مفید مطلب فرض کروں ، لیکن اگر اجازت پاؤں تو اسی باب میں یہ عرض کروں کہ پیش گاہ گورنمنٹ میں بتوسط چیف سکرتر بہادر سابق

---

۱ - مرزا نے اپنے مرنے کا قطعہ درج کیا تھا ، شاید بے خبر نے اس کے جواب میں کوئی قطعۂ دعائیہ لکھا ہو ، اور یہ جملہ اسی طرف اشارہ کرتا ہو -

۲ - دیکھیے خط نمبر ۱۰۵ - سوالات یہ تھے :
(۱) کیا اڈمنسٹن گورنر ہوگئے ؟ (۲) کیا ولیم میور چیف سکریٹری ہیں؟ (۳) آپ کہاں ہیں ؟ (۴) لفٹنٹ گورنری اور صدر بورڈ الہ آباد آ رہا ہے ؟ (۵) نواب گورنر جنرل کی روانگی کی خبر -

۳ - اردو ، "۲۷ جنوری" -

۴ - اردو ، "۳۰ کو آخر . . . نے ڈاک میں خط بھجوایا اور ۳۱ کو -"

اور لفٹنٹ گورنر بہادر حال ؟ دو مجلد پیش کیے ہیں ؛ ایک نذر گورنمنٹ اور دوسری کے واسطے یہ سوال کہ میری عزت بڑھائی جائے اور یہ مجلد حضور شاہنشاہی میں بھجوائی جائے۔ اچھا ، نذر گورنمنٹ میں تو مولوی اظہار حسین صاحب کا وہ اظہار ہے ، نذر سلطانی کے ارسال[1] و عدم ارسال میں کیا دار و مدار ہے ؟ دو نسخے جو اُن دونوں صاحبوں کے پیش کش مقرر ہوئے ، ان میں سے ایک صدر بورڈ کے حاکم اور لفٹنٹ گورنر ہوئے ۔ رد و قبول ، نفرین و آفرین کچھ بھی نہیں ؛ قیاساً جو چاہوں سو کروں ، یقین کچھ بھی نہیں ۔

۱۷ - دسمبر ۱۸۵۶ء کا لکھا ہوا حکم وزیر اعظم کا ولایت کی ڈاک (۱۲۴) میں مجھ کو آیا ہے کہ قصیدے کے صلے اور جائزے کے واسطے کہ جو بہ توسط لارڈ الن برا سائل نے بھجوایا ہے ، خطاب اور خلعت اور پنشن کی تجویز ضرور ہے جو حکم صادر ہوگا ، سائل کو بہ توسط گورنمنٹ اس کی اطلاع دینی ضرور ہے ۔ یہ حکم مورخہ ۱۷ - دسمبر ۱۸۵۶ء آخر جنوری ۱۸۵۷ء میں میں نے پایا ۔ فروری ، مارچ ، اپریل خوشی اور توقع میں گزرے ، مئی ۱۸۵۷ء میں فلک نے یہ فتنہ اٹھایا ۔ اب اس کتاب اور دوسرے قصیدے کے جا بجا نذر کرنے کا یہ سبب ہے کہ سائل محکمۂ ولایت کو یاد دہی کرتا[2] اور گورنمنٹ سے تحسین طلب ہے ۔ جب یہاں سے نوید تحسین نہیں تو ولایت کو نذر کے ارسال کا بھی یقین نہیں ۔ تحسین اور آفرین[3] سے گذرا ، نذر کے ولایت جانے کا یقین کیوں کر حاصل ہو ۔ جہاں یہ تفرقہ

---

۱ - اظہار : بیان ـــ ارسال و عدم ارسال : بھیجنے نہ بھیجنے ۔
۲ - اردو ، ''کرتا ہے اور گورنمنٹ ۔''
۳ - خطوط بخلاف مآخذ ''آفرین سے قطع نظر ، نذر'' ۔

اور بے التفاق اور یہ دشواری اور مشکل ہو ؟ جی میں آتا ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر اور نواب لفٹننٹ گورنر بہادر اور حاکم صدر بورڈ کو ایک عریضہ جدا جدا لکھوں ۔ پھر یہ سوچتا ہوں کہ انگریزی لکھواؤں ، فارسی لکھوں ، اور دونوں صورتوں میں کیا لکھوں ؟ کل کا بھیجا ہوا خط اور یہ آج کا خط ، یقین ہے کہ دونوں معاً ایک وقت میں پہنچیں ۔ وہ تو جواب طلب نہیں ، اس کا جواب لکھیے اور بہت شتاب لکھیے ۔ ۱۲

(۳۱ - جنوری ۱۸۶۹ء)[1]

ایضاً (خط نمبر ۱۱۱)

جناب عالی ! ایک شعر استاد کا مدت سے تحویل حافظہ چلا آتا ہے :

شعر

ظالم تو میری سادہ دلی پر تو رحم کر
روٹھا تھا تجھ سے آپ ہی ، اور آپ من گیا

میں نے از راہ تصرف اس شعر کی صورت بدل ڈالی :

شعر

ان دل فریبیوں سے نہ کیوں اس پہ پیار آئے
روٹھا جو بے گناہ تو بے عذر من گیا

---

۱ - یہ تاریخ 'کل کا بھیجا ہوا خط اور یہ آج کا خط' سے ماخوذ ہے ، کیوں کہ کل سے مراد ۳۰ - جنوری ہے - دیکھیے خط نمبر ۱۰۵ مجموعہ ہذا ۔

تم اخوان الصفا[۱] میں سے ہو - تمھاری ازردگی اوروں کی مہربانی سے خوش تر ہے - ہاں حضرت کہیے منشی ممتاز علی خاں کی سعی بھی مشکور[۲] ہوگی ؟ وہ مجموعۂ اردو چھپے گا یا چھپا ہی رہے گا ؟ احباب اس کے طالب ہیں ، بلکہ بعض نے طلب کو بہ سرحد تقاضا پہنچا دیا ہے -

میرا حال سنیے ؛ ''لارڈ کیننگ'' صاحب نے بعد فتح جدید دہلی میرا قصیدہ مجھ کو واپس بھیج دیا صاحب سیکرتر نے مجھ سے کہہ دیا کہ تم ایام غدر میں بادشاہ باغی کے مصاحب رہے ، اب گورنمنٹ[۳] کو تم سے راہ و رسم آمیزش منظور نہیں - (۱۲۸) ناچار چپ ہو رہا ، بے حیا ہوں - لارڈ ایلجن صاحب بہادر کے وقت میں پھر موافق معمول قصیدہ شملے کے مقامات پر بھیج دیا - خلاف تصور بہ حسب دستور قدیم چیف سکرتر[۴] بہادر کا خط آگیا - وہی افشانی کاغذ ، وہی القاب ، وہی تحسین کلام ، وہی اظہار خوشنودی - اب جو[۵] یہ امیر کبیر وائسرائے قلمرو ہند ہوئے ہیں ، خدمت دیرینہ بجا لایا - ۱۳ - فروری ۶۴ء حال کو قصیدہ

---

۱ - برادران با خلوص مراد ہے - درحقیقت اخوان الصفا وہ فلاسفۂ باطنیہ ہیں جنھوں نے رسائل لکھے -

۲ - مشکور : (اسم مفعول) سعی مشکور : لائق انعام کوشش ، مراد یہ کہ ان کی کوشش بارور ہوگی ؟

۳ اصل ، نارائنی 'گورنمنٹ' ؛ مرزا ، عموماً 'گورمنٹ' ہی لکھتے ہیں -

۴ - چیف سکریٹری کرنل ڈورینڈی کا مکتوب دیکھیے ضمیمے میں -

۵ - لارڈ لارنس کے لیے قصیدے کا مطلع ہے :

وقت آنست کہ خورشید فروزان ہیکل
گردد آیندہ گرایند بہ خرگاہ حمل

(سبد چین ، باغ دودر ، قصیدہ ۲)

مع عرضداشت ارسال کیا ۔ آج تک کہ ۷ ۔ مارچ کی ھے ، جواب نہیں پایا ۔ باوجود سوابق معرفت ، رسم قدیم کا عمل میں نہ آنا ، خاطر آشوب کیوں نہ ہو ؟

مصرع

بے دل نیم ھنوز ، بہ بینم چہ می شود

(۷ ۔ مارچ ۶۴ء)[1]

ایضاً (خط نمبر ۱۱۲)

پیرو مرشد !

کوئی صاحب ڈپٹی کلکٹر ھیں کلکتے میں ، مولوی عبدالغفور خان ان کا نام ، اور نساخ ان کا تخلص ھے ، میری ان کی ملاقات نہیں ۔ انھوں نے اپنا دیوان چھاپے کا موسوم بہ 'دفتر بے مثال' مجھ کو بھیجا ۔ اس کی رسید میں یہ خط میں نے ان کو لکھا ۔ چوں کہ یہ خط مجموعۂ نثر اردو کے لائق ھے ، آپ کے پاس ارسال کرتا ھوں ۔

اور ھاں حضرت ! وہ مجموعہ چھپے گا بالفتح یا چھپے گا بالضم ؟ چھپ چکا ھو تو حق تصنیف کی جتنی جلدیں منشی ممتاز علی خان صاحب کی ھمت اقتضاء کرے ، فقیر کو بھیجیے ۔ مو السلام ۱۲ —

(نومبر ۱۸۶۴ء)[2]

---

۱ ۔ تاریخ متن مکتوب سے ماخوذ ھے ۔
۲ ۔ میرے خیال میں یہ خط ۱۸۶۴ء کا ھے ۔ دیکھیے خط ۱۱۳ ۔

مولوی عبدالغفور خان نساخ کے نام

(خط نمبر ۱۱۳)

جناب مولوی صاحب قبلہ !

یہ درویش گوشہ نشین ، جو موسوم بہ ''اسد اللہ'' اور متخلص بہ ''غالب'' ہے ، مکرمت حال کا شاکر اور آیندہ افزائش عنایت کا طالب ہے ۔ ''[1]دفتر بے مثال'' کو عطیۂ کبریٰ اور موہبت عظمیٰ سمجھ کر یاد آوری کا احسان مانا —— پہلے اس قدر افزائی کا شکر ادا کرتا ہوں کہ حضرت نے اس ہیچ میرز ، ہیچ مدان کو قابل خطاب و لائق عطاے کتاب جانا ۔

میں دروغ گو نہیں، خوشامد میری خو نہیں؛ دیوان فیض عنوان اسم بامسمیٰ ہے ۔ 'دفتر بے مثال' اس کا نام بجا ہے ۔ الفاظ متین ، معانی بلند ، مضمون عمدہ ، بندش دل پسند ؛ ہم فقیر لوگ اعلان کلمۃ الحق میں بے باک و گستاخ ہیں ۔ شیخ امام بخش طرز جدید کے موجد اور پرانی ناہموار روشوں کے ناسخ تھے ۔ آپ ان سے بڑھ کر بصیغۂ مبالغہ ، بہ مبالغہ نساخ ہیں ۔

تم داناے رموز اردو زبان ہو ، سرمایۂ نازش قلمرو ہندوستان ہو (۱۲۶) ۔ خاکسار نے ابتداۓ سن تمیز میں اردو زبان

---

۱ ۔ نساخ نواب — صدیق حسن خاں نے فارسی شعر بھی اچھے لکھے ہیں ۔ (شمع انجمن صفحہ ۴۸۷ ، ادبی خطوط صفحہ ۳۳۸) ڈپٹی کلکٹر تھے ۔ ضیغم و وحشت کے شاگرد ، عربی، فارسی ، انگریزی ، اردو پر قدرت اور دوسرے علوم سے باخبر تھے ۔ تاریخ و ادب ان کا خاص موضوع تھا ۔

میں سخن سرائی کی ہے ، پھر اوسط عمر میں بادشاہ دهلی کا نوکر ہو کر چند روز اسی روش پر خامہ فرسائی کی ہے ۔ نظم و نثر فارسی کا عاشق اور مائل ہوں ، ہندوستان میں رہتا ہوں مگر تیغ اصفہانی کا گھائل ہوں ۔ جہاں تک زور چل سکا ، فارسی زبان میں بہت کچھ بکا ؛ اب نہ فارسی کی فکر ، نہ اردو کا ذکر، نہ دنیا میں توقع ، نہ عقبیٰ کی امید ؛ میں ہوں اور اندوہ ناکامی جاوید ؛ جیسا کہ خود ایک قصیدہ نعت کی تشبیب میں کہتا ہوں :

شعر

[1]چشمم کشودہ اند بہ کردار ہاے من
ز آئندہ نا امیدم و از رفتہ شرمسار

ایک کم ستر برس دنیا میں رہا ، اب اور کہاں تک رہوں گا ؟ ایک اردو کا دیوان ہزار بارہ سو بیت کا ، ایک فارسی کا دیوان دس ہزار کئی سو بیت کا ، تین رسالے نثر کے ، یہ پانچ نسخے مرتب ہو گئے ہیں ، اب اور کیا کہوں گا ؟ مدح کا صلہ نہ ملا ، غزل کی داد نہ پائی ، ہرزہ گوئی میں ساری عمر گنوائی ، بہ قول طالب آملی علیہ الرحمۃ :

شعر

لب از گفتن چناں بستم کہ گوئی
دهن بر چہرہ زخمے بود ، بہ شد

---

(۱) - اپنی بدکرداریوں کے بارے میں میری آنکھیں کھل گئی ہیں ؛ اب ماضی سے نا امید حال سے شرمسار ہوں ۔

سچ تو یہ ہے کہ قوت ناطقہ پر وہ تصرف اور قلم میں وہ زور نہ رہا ؛ طبیعت میں وہ مزا ، سر میں وہ شور نہ رہا ۔ پچاس پچپن برس کی عمر میں مشق کا ملکہ کچھ باقی رہ گیا ہے ، اس سبب سے فن کلام میں گفتگو کر لیتا ہوں ۔ حواس کا بقیہ بھی اسی قدر ہے کہ معرض گفتار میں مطابق سوال جواب دیتا ہوں ۔ روز و شب یہ فکر رہتی ہے کہ دیکھیے وہاں کیا پیش آتا ہے اور یہ بال بال گنہ گار بندہ کیوں کر بخشا جاتا ہے ۔ حضرت سے یہ التماس ہے کہ آپ جو اہدا[1] کے بادی اور مجھ کو ارسال نامہ کی [2]سبیل کے ہادی ہوئے ہیں ، جب تک میں جیتا رہوں ، نامہ و پیام سے شاد اور بعد میرے مرنے کے دعائے مغفرت سے یاد فرماتے رہیے گا ۔[3]

والسلام ، بالوف الاحترام[4]—۱۲

[5](نومبر ۱۸۶۴ء — رجب ۱۲۸۱ھ)

---

۱ - اہدا : ہدیہ بھیجنا ۔ اردو ''ابدا ۔''
۲ - سبیل : راستہ ۔
۳ - مرزا کا صرف یہی ایک خط نساخ کے نام نظر آیا ۔
۴ - ہزاروں احترامات کے ساتھ سلام ہے ۔
۵ - غالب نے ایک کم ستر سال کی عمر بتائی ہے تو گویا نومبر ۱۸۶۴ء رجب ۱۲۸۱ھ ہوئے ۔

ظہیرالدین کی طرف سے اُن کے چچا کے نام[1]

(خط نمبر ۱۱۴)

جناب فیض مآب چچا صاحب!

قبلہ و کعبۂ دو جہاں کے حضور میں کورنش و تسلیم پہنچاتا ہوں اور سو ہزار زبان[2] سے اس توپ کے مرحمت فرمانے کا شکر بجا لاتا ہوں۔

سبحان اللہ کیا توپ[3] ہے! جس کی آواز سے رعد کا دم بند (۱۲۷) اور رنجک کے رشک سے بجلی کو رنج؛ گولہ اس کا خدا کا قہر، دھواں اس کا دریائے آتش کی لہر۔ استغفر اللہ! کیا باتیں کرتا ہوں، جھوٹ سے دفتر بھرتا ہوں؛ کیسی رنجک، کیسا دھواں، کیسا گولہ، کیسا چھرا، کیسا گراب[4]۔ یہ وہ توپ ہے کہ بغیر ان عوارض کے صرف اس کی آواز سے رستم کا زہرہ آب ہو جائے۔ بارود ہو تو رنجک اڑے، آگ دکھائیں تو دھواں

۱۔ اردو ''از جانب حکیم ظہیرالدین احمد خان، بنام نجم الدین حیدر صاحب عم ایشان'' ــ حکیم ظہیرالدین، حکیم غلام نجف خان کے بیٹے اور حکیم احسن اللہ خان کے اعزہ میں تھے۔

۲۔ اردو ''اور ہزار زبان''۔

۳۔ اردو 'توپ، جس کی آواز'، 'ہے'، ندارد ــ 'رنجک' توپ میں آگ لگانے کی بتی۔ (''جدید نسیم اللغات'')

۴۔ گراب: وہ گولہ جس کے اندر گولیاں، رال، چھرا، کیلیں وغیرہ بھرتے تھے، گویا معمولی قسم کا ''بم'' ــ عوارض: مراد اسباب، سامان ــ زہرہ آب ہونا: پتا بہہ جانا، ڈر سے مر جانا۔

ہو ، گولہ چھرا کچھ اس میں بھریں تو ظاہر میں کہیں نشان ہو ، صرف آواز پر مدار ہے ، نئی ترکیب اور نیا کاروبار ہے ۔ ایک آواز اور اُس میں یہ اعجاز کہ دوست کو فتح کی شلک کی صدا سنائے ، دشمن سنے تو ہیبت سے اُس کا کلیجہ پھٹ جائے ۔ آواز کا صدمہ اگر چہ صدائے صور سے دونا ہے ، مگر ہمیں یہی کہتے بن آتی ہے کہ صور کا نمونہ ہے ۔ کیا خدا کی قدرت ہے ، دیکھو تو یہ کیسی ندرت ہے ! توپ کا گولہ توپ ہی میں رہ جائے اور جو قلعہ زد پر آئے ، وہ ڈھے جائے ۔ دانا آدمی زنجیری گولہ اُس کو کہتا ہے کہ توپ میں سے نکل کر پھر وہیں اُلجھ رہتا ہے ۔ اچھے میرے چچا جان! یہ توپ کس نے بنائی ؟ اور تمھارے ہاتھ کہاں سے آئی ہے ۔ جو دیکھتا ہے ، وہ حیران ہوتا ہے ۔ اب شہر میں ہر جگہ اس کا بیان ہوتا ہے ۔ حق تعالیٰ شانہ آپ کو ہمارے سر پر سلامت رکھے اور ہمیشہ بدولت و اقبال و عز و کرامت رکھے ۔

(۱۸۵۶ء)[۱]

---

۱ ۔ خطوط میں اسے ظہیرالدین کے عنوان سے دوسرا خط قرار دیا گیا ہے اور تاریخ نہیں ۔ ظاہر ہے کہ یہ خط ۶۵ء یا اس سے پہلے کا ہوگا ، کیوں کہ مرزا کو اس کے بعد فرصت کاروبار نہ رہی تھی ۔ اس خط کو انشا کی طرز قدیم کا نمونہ کہنا چاہیے ۔ خط کیا ہے ، توپ پر مضمون ہے ۔

خواجہ غلام غوث بے خبر کے نام

(خط نمبر ۱۱۵)

بندہ پرور !

اگر ایک بندۂ قدیم کہ عمر بھر فرمان پذیر رہا ہو، بڑھاپے میں ایک حکم بجا نہ لاوے تو مجرم نہیں ہو جاتا ــــ مجموعۂ نثر اردو کا انطباع اگر میرے لکھے ہوئے دیباچے پر موقوف ہے تو اس مجموعے کا چھپ جانا (بالفتح) میں نہیں چاہتا بلکہ چھپ جانا (بالضم) چاہتا ہوں ــــ سعدی فرماتے ہیں :

بیت

[1]رسم است کہ مالکان تحریر آزاد کنند بندۂ پیر

آپ بھی اسی گروہ ، یعنی مالکان تحریر میں سے ہیں ، پھر اس شعر پر عمل کیوں نہیں کرتے ؟

حضرت وہ شعر بنگالی[2] زبان کا لو ـ ۱۸۲۹ء میں ضیافت طبع احباب کے واسطے کلکتے سے ارمغان لایا ہوں ، صحیح یوں ہے :

---

۱ ـ تحریر : لکھائی ، نیز غلام آزاد کرنا ـ اس استعمال میں ابہام ہے ـ قاعدہ ہے کہ تحریر و قلم کے مالک بوڑھے غلاموں کو ہمیشہ آزاد کر دیا کرتے ہیں ـ
۲ ـ اصل ''بیگانی'' نول ، مبا وغیرہ ـ

تم کہتے تھے رات میں آئیں گے سو آئے نہیں
قبلہ ! بندہ رات بھر اس غم سے کچھ کھائے نہیں

(۱۲۸) و السلام ، بالوف الاحترام—۱۲

(۱۸۶۶ء)[1]

ایضاً (خط نمبر ۱۱۶)

قبلہ میرا ایک شعر ہے :

شعر

[2]خود پیش خود کفیل گرفتاری من است
ہردم بہ پرسشش دل مایوس می رسد

یہ معاملہ میرا اور آپ کا ہے - خارج سے مسموع ہوا کہ میں نے جو اغلاط برہان قاطع سے نکال کر ایک نسخہ موسوم بہ ''قاطع برہان'' لکھا ہے اور ایک مجلد اُس کا آپ کو بھی بھیج دیا ہے ، آپ اُس کی تردید میں کوئی رسالہ لکھ رہے ہیں ؟

اگرچہ باور نہیں آیا لیکن عجب آیا - ایک مولوی نجف علی صاحب ہیں ، باوجود فضیلت علم عربی' فارسی‌دانی میں ان کا نظیر

---

۱ - 'عود ہندی' کی اشاعت کے سلسلے میں بے خبر نے خود مرزا سے کہا کہ آپ دیباچہ لکھیے ، مرزا نے انکار کیا ؛ پھر ممتاز علی خان نے لکھا اور تقریظ قلق نے - میرا خیال ہے کہ اس کے بعد ۶۶ء میں مسودہ میرٹھ گیا ہو گا - گویا خط ۶۵ء سے پہلے کا نہیں ہے -

۲ - اردو میں — ''قبلہ ....'' شعر ندارد — ترجمہ : کیا ستم ظریفی ہے کہ اپنے سامنے میری گرفتاری کے وقت خود ہی ضامن بن رہے ہیں -

نہیں - وہ جو ایک شخص [1]مجہول الحال نے اہل دہلی میں سے میرے کلام کی تردید میں کتاب تصنیف کی ہے مسمی ''بہ رق قاطع برہان'' انھوں نے اس کی توہین اور مسودہ کی تفضیح [2] میں دو جزو کا ایک نسخہ[3] مختصر لکھا ہے - اور ایک طالب علم مسمیٰ بہ عبدالکریم نے سعادت علی مؤلف ''محرق قاطع'' سے سوالات کیے ہیں اور ایک محضر اس نے بفتوائے علماے شہر مرتب کیا ہے - ایک میرے دوست نے بصرف زر اُس کو چھپوایا ہے - ایک نسخہ اُس کا آج اسی خط کے ساتھ بہ سبیل پارسل ارسال کیا ہے -

اس شہر میں ایک میلہ ہوتا ہے ، پھول والوں کا میلہ کہلاتا ہے ، بھادوں کے مہینے میں ہوا کرتا ہے - اُمرائے شہر سے لے کر اہل حرفہ تک قطب[4] جاتے ہیں ، دو تین ہفتے تک وہیں رہتے ہیں - مسلمین[5] و ہنود دونوں فرقے کی شہر میں دکانیں بند پڑی رہتی ہیں - بھائی ضیاءالدین خاں اور شہاب الدین خاں اور میرے دونوں لڑکے سب قطب گئے ہوئے ہیں - اب دیوان خانہ میں ایک میں ہوں اور ایک داروغہ اور ایک بیمار خدمت گار - بھائی صاحب وہاں سے آئیں گے تو مقرر آپ کو خط لکھیں گے - بڑے پہاڑ سے اُترے ، چھوٹے پہاڑ پر چڑھ گئے -

---

۱ - سید سعادت علی سررشتہ دار رزیڈینسی راجپوتانہ مؤلف 'محرق قاطع برہان' -
۲ - تفضیح : رسوا کرنا -
۳ - مولوی نجف علی خاں کی کتاب کا نام 'دافع ہذیان' ہے -
۴ - اردو ، 'قطب صاحب'-
۵ - اصل ، نول 'مسلمین و ہنود' اردو - ۱ 'مسلماں' -

عدم تحریر کی وجہ یہ ہے ۔ ۱۲

[1](۱ اگست ۱۸۶۴ء)

ایضاً (خط نمبر ۱۱۷)

میں سادہ دل آزردگی یار سے خوش ہوں
یعنی سبق شوق مکرر نہ ہوا تھا

پیر و مرشد !

خفا نہیں ہوا کرتے ۔ یوں سنا ، مجھے باور نہ آیا ، یہاں تک تو میں مورد عتاب نہیں ہو سکتا ؛ جھگڑا استعجاب پر ہے ' محل استعجاب وہ ہے کہ آپ کا دوست[2] کہتا ہے کہ میر منشی نواب لفٹنٹ گورنر بہادر میرے شاگرد ہیں اور وہ ''قاطع برہان'' کا (۱۲۹) جواب لکھ رہے ہیں ۔ اولیا کا یہ حال ہے ، وائے بر حال ہم اشقیا کے ! یہ حکایت ہے شکایت نہیں ہے ؛ میں دنیاداری کے لباس میں فقیری کر رہا ہوں ، لیکن فقیر آزاد[3] ، نہ شیاد و کیّاد ۔

ستّر برس کی عمر ہے ۔ بے مبالغہ کہتا ہوں ، ستّر ہزار آدمی نظر سے گذرے ہوں گے زمرۂ خاص میں سے ، عوام

---

۱ ۔ مکتوب بہ نام سیاح ۲۸ ۔ نومبر ۱۸۶۴ء میں یہی مضمون لکھا ہے ، اس لیے خط ۶۴ء کا ہے اور بھادوں کا مہینہ اگست میں پڑا ۔

۲ ۔ شاید غلام امام شہید مراد ہوں جو ۱۸۷۶ء میں فوت ہوئے تھے ۔

۳ ۔ اردو ، 'آزاد ہوں ، نہ شیاد و کیاد' ۔ اصل 'شیاد ، کیاد' ۔ خطوط 'آزاد ہوں ، شیاد ، نہ کیاد' ۔

کا شمار نہیں - دو مخلص صادق[1] الولا دیکھے : ایک مولوی[2] سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ ، دوسرا منشی غلام غوث سلمہ اللہ العلی العظیم لیکن وہ مرحوم حسن صورت نہیں رکھتا تھا اور خلوص اخلاص اس کا خاص میرے ساتھ تھا - اللہ اللہ! دوسرا دوست خیر خواہ خلق ، حسن و جمال چشم بد دور ، کمال مہر و وفا صدق و صفا ، نور علی نور - میں آدمی نہیں ہوں ، آدم شناس ہوں :

شعر

نگہم نقب[3] ھمے زد بہ نہاں خانۂ دل
مژدہ باد اہل ریا را کہ ز میداں رفتم

غایت مہر و محبت جس کے ملکہ کا تم کو مالک سمجھا ہوں ، وہ بہ نسبت اپنے اس قدر یقین کرتا ہوں کہ پہلے دو آدمیوں کو اپنے بعد اپنا ماتم دار سمجھا ہؤا تھا - ایک (کو) تو میں رو لیا ، اب اللہ آمین کا ایک دوست رہ گیا ، دعائیں مانگتا ہوں کہ خدایا اس کا داغ مجھے نہ دکھائیو ، میں اس کے سامنے مروں - میاں ، میں تمہارا عاشق صادق ہوں - بھائی ابھی قطب سے نہیں آئے - ''دافع ہذیان'' کے دو مجلد اور بھیج دوں گا - ۱۲

[4](اگست ۱۸٦۴ء)

---

۱ - صادق الولا : سچے دوست -
۲ - یہ لکھنو کے ساکن اور کلکتہ میں مرزا کے قدر دان تھے -
۳ - میری نگاہیں دلوں کے بھید تاڑ جاتی ہیں - اچھا ریا کارو! مبارک ، میں میدان سے چلا -
۴ - ظاہر ہے کہ یہ خط پہلے خط کے بعد کا ہے -

ایضاً (خط نمبر ۱۱۸)

قبلہ!

میں نہیں جانتا کہ ان روزوں میں بہ قول ہندی اختر شناسوں کے کون سی کھوٹی گرہ آئی ہوئی ہے کہ ہر طرف سے رنج و زحمت کا ہجوم ہے۔ مولوی[1] صاحب سے میری ایک ملاقات ہوئی، جب وہ دلی آئے تھے اور میر خیراتی کے گھر اترے ہوئے تھے۔ شرفا میں تعارف بنائے محبت و مودت ہے، چہ جائے آنکہ معانقہ اور مکالمہ اور مشاعرہ واقع ہؤا ہو۔ روز ملاقات سے اس دن تک کہ حضرت دکن کو روانہ ہوں، کوئی امر ایسا کہ باعث ناخوشی کا ہو، درمیان نہیں آیا اور میرے اس قول کی، اس راہ سے کہ مولوی صاحب[2] آپ کے ہم نشین و ہمدم تھے اور مجھ میں آپ میں پیوند ولاے (۱۳۰) روحانی متحقق ہے، آپ بھی گواہ ہو سکتے ہیں۔ اگر خدا نخواستہ مجھ میں ان میں رنج پیدا ہوتا تو آپ بہت جلد اصلاح بین الذاتین کی طرف متوجہ ہوتے۔

اب سنیے حال منشی حبیب اللہ کا؛ میں نے ان کو دیکھا ہو تو آنکھیں پھوٹیں۔ تین چار برس ہوئے کہ ناگاہ ایک

---

۱ - مولوی سے مراد غلام امام شہید ہیں۔ دونوں خطوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکا یا کسی نے کہا کہ استاد شہید کہتے ہیں کہ بے خبر قاطع کا جواب لکھ رہے ہیں۔ مرزا نے یہ بات منشی صاحب سے پوچھی۔ بات یہاں تک پہنچی ہوگی کہ بے خبر نے دونوں کے تعلقات کے بارے میں پوچھا؛ غالب اس سلسلے میں اپنی صفائی اور شہید سے مراسم پر گفتگو کر رہے ہیں۔

۲ - کیوں کہ شہید الہ آباد میں گورنر آفس میں ملازم تھے۔ پیوند ولا: رشتۂ محبت۔ متحقق: ثابت۔ اصلاح بین الذاتین: دو شخصوں میں صلح کرانا۔ تلمذ: شاگردی۔

خط حیدرآباد سے آیا ، اس میں دو غزلیں ؛ خط کا مضمون یہ کہ میں مختار الملک کے دفتر میں نوکر ہوں ، آپ کا تلمذ اختیار کرتا ہوں ، ان دونوں غزلوں کو اصلاح دیجیے ۔ اس امر کے وہ بادی نہیں ، بریلی اور لکھنؤ اور کلکتہ اور بمبئی اور سورت سے اکثر حضرات نظم و نثر فارسی اور ہندی بھیجتے رہتے ہیں ؛ میں خدمت بجا لاتا ہوں اور وہ صاحب میرے حک و اصلاح کو مانتے ہیں ۔ کلام کا حسن و قبح میری نظر میں رہتا ہے اور ہر ایک کا پایہ اور دستگاہ ، فن شعر میں معلوم ہو جاتا ہے ۔ عادات و عندیات[1] عدم ملاقات ظاہری کے سبب میں کیا جانوں ۔

آمدم برسر مدعا ؛ منشی حبیب‌اللہ[2] ذکا کے اشعار آتے رہے اور میں اصلاح دے کر بھیجتا رہا ۔ بعد وارد ہونے مولوی صاحب کے ایک غزل اُن کی آئی اور انھوں نے یہ لکھا کہ ''مولوی غلام امام شہید اکبر آبادی کی غزل پر یہ غزل لکھ کر بھیجتا ہوں'' ۔ میں نے حسب معمول غزل کو اصلاح دے کر بھیجا اور یہ لکھا کہ مولانا شہید اکبر آباد کے نہیں ، لکھنؤ اور الہ آباد کے ہیں[3] ۔ اس کلمے سے زیادہ کوئی بات میں نے نہیں لکھی ۔ اس میں سے توہین کے معنی مستنبط[4] ہوں تو میں ان کا مستہن سہی ۔ اب میں نہیں جانتا کہ منشی صاحب نے مولوی صاحب سے کیا کہا ،

---

۱ ۔ عندیہ : خیال ۔

۲ ۔ محمد حبیب اللہ مدراسی ۱۸۳۰ء ، ۱۲۴۴ھ میں ولادت اور ۱۸۷۵ء ، ۱۲۹۱ھ میں انتقال کیا ۔ حیدر آباد دکن کے مشرق محلہ چنچل گوڑہ میں دفن ہوئے ۔ (تلامذہ ، صفحہ ۱۰۵)

۳ ۔ امیٹھی ایک قصبہ ہے ، شہید وہیں پیدا ہوئے ۔

۴ ۔ مستنبط : ماخوذ ، حاصل شدہ ۔ مستہن : توہین کرنے والا ۔

اور مولوی صاحب نے آپ کو کیا لکھا - ۱۲

(۱۸۶۴ء[1])

ایضاً (خط نمبر ۱۱۹)

قبلہ !

کل خط آیا ، آج جواب لکھتا ہوں - پہلے آپ کا ایک فقرہ لکھ کر اتنا ہنسوں کہ پیٹ میں بل پڑ جائیں اور آنکھ سے آنسو نکل آئیں -

فقرہ : ''بڑھاپے میں کیا جانیے کہاں کی حرارت مزاج میں آگئی ہے -'' فقط

کیوں صاحب ! تم نے بڈھوں میں اپنا نام لکھوایا تو مجھ کو لازم ہے میں اپنے کو اموات میں گنوں - تمھاری عمر میرے نزدیک پچاس سے متجاوز نہ ہوگی - اگر تجاوز کیا ہوگا تو دو تین برس سے وہ تجاوز زیادہ نہ ہوگا - بھائی ضیاءالدین خاں اور تم ہم عمر ہو ؛ وہ کچھ کم پچاس ، تم کچھ اوپر پچاس - ابھی تم دونوں صاحبوں کو ایک سو بیس برس میں سے ستر برس یا کچھ کم ستر برس باقی ہیں ۱۲ -

(۱۳۱) ''بنابہ آب[2] رسیدن'' لازمی اور ''بنابہ آب رساندن'' متعدی بہ اجماع جمہور اضداد میں سے ہے ، ہم بمعنی استحکام و ہم بمعنی انہدام - در صورت استحکام نیو کا گہرا کھودنا ملحوظ ہے ، اور در صورت انہدام لطمۂ[3] امواج سیلاب مد نظر

---

۱ - ظاہر ہے یہ خط بھی اسی سلسلے کا ہے -
۲ - مشہور لغات میں اس پر بحث نہیں ملی -
۳ - لطمہ : تھپیڑا -

ہے - آپ کے لکھے ہوئے دونوں شعر مفید معنی خرابی ہیں -
صائب[1] : ع

بنائے عمر مسیح و خضر به آب رسید

یعنی ویران ہوگئی ، ڈھے گئی ، حال آنکه وہ یقیناً جاودانی تھی :

هنوز تشنهٔ خون است تیغ مژگانش

باآنکه تیغ مژہ نے دو زندۂ جاوید کو مارا مگر اب تک تشنۂ خون ہے - تشنه بمعنی مشتاق اور خون به معنی قتل اور ''بنائے عمر به آب رسیدن'' استعارۂ ہلاک :

شعر

هزار میکده را محتسب به آب رساند
بنائے صومعهٔ شید همچناں برپاست

''بنائے میکده'' غلط ، ''هزار میکده'' صحیح ہے - کلیم کے دیوان میں موجود ہے - به معنی استحکام نعمت[2] خاں عالی کہتا ہے :

---

۱ - یه شعر کلیات مطبوعه نول کشور ۱۸۷۵ء صفحه ۵۲۲ میں نہیں ملا، البته دوسرا مصرع یوں ملا :

ز بس که تشنهٔ خون ست تیغ مژگانش

لیکن پہلا مصرع یه ہے :

بخون خود نه کند تشنه اش دهد شیریں ؟

۲ - مطلع ہے :

از غم او خاطر خود شاد می سازیم ما
آشیاں در خانهٔ صیاد می سازیم ما

باقی صفحه ۳۳۱ پر

شعر

نیست محکم گر رسد بنیاد دنیا تا به آب
چوں حباب ایں خانه بے بنیاد می سازیم ما

صائب کہتا ھے :

شعر

چگونه شمع تجلی ز رشک نه گدازد
رخ تو خانهٔ آئینه را به آب[1] رساند

به نون موقوف ۱۲ -

غالب کہتا ھے که اساتذہ کے کلام کے مشاھدے میں اگر توغل[2] رھے تو ھزارھا بات نئی معلوم ھوتی ھے[3] - میں نے سات شعر امیر خسرو کی غزل پر لکھ کر ایک مطرب کو دیے ، وہ مجلسوں میں گانے لگا ، اکبر آباد و لکھنؤ تک مشہور ھوئے ؛ وہ غزل جس کا مطلع یہ ھے :

بقیہ حاشیہ صفحه ۳۳۰ :

عود میں ، دوسرے مصرعے کے آخر میں ''میدانیم ما'' ھے جو غلط ھے - (دیکھیے دیوان نعمت خاں، صفحه ۲۳) ترجمه ھے : اگر دنیا کی نیو پانی تک پہنچ جائے جب بھی مضبوط نہیں - اس عمارت کو مکان بے بنیاد اور بلبلے کے مانند بناتے ھیں —— مفہوم کے لحاظ سے ''می دانیم'' درست ھے -

۱ - دیکھیے کلیات صائب ، صفحه ۳۷۷ ، طبع نول کشور— شمع تجلی رشک سے کیوں نه پگھلے ، تمھارے جلووں نے آئینه خانے کو پانی میں پہنچا دیا -

۲ - توغل : انہماک ، انتہائی مصروفیت -

۳ - اصل نارابنی 'ھوتی ھیں' نول ''ھے''-

مطلع

[1]از جسم به جان نقاب تا کے ؟
ایں گنج دریں خراب تا کے ؟

ایک صاحب لکھنؤ میں معترض ہوئے کہ : ''گنج در خرابہ باید ، نہ در خراب''—ہر چند کہا کہ ''خرابہ'' مزید علیہ اور اصل لغت ''خراب'' عربی الاصل بہ معنی ''ویران و ویرانہ'' ہے جس کی ہندی 'اوجڑ[2] ' ۔ معترض مصر رہا ۔ صائب کے دیوان[3] سے یہ مطلع نکلا :

مطلع

بہ فکر دل نہ فتادی بہ ہیچ باب دریغ
بہ گنج راہ نہ بردی دریں خراب دریغ - ۱۲ -

(۱۸۶۵ء)[4]

---

۱ - دیکھیے 'سبد چین' نیز 'باغ دودر' صفحہ ۸۱ -
۲ - ''اُجاڑ'' ہونا چاہیے، لیکن ادبی ، نول ، مبا ، خطوط میں ''اوجڑ'' ہی ہے —— مصر رہنا : ضد پر قائم رہنا ۔ یہ گفتگو اگلے خط میں واضح ہوگی ۔
۳ - دیکھیے کلیات ، صفحہ ۵۳۸ —— ترجمہ :
افسوس! کسی سلسلے میں بھی دل کا خیال نہ رکھا ، اس ویرانے میں آیا مگر خزانے کا سراغ نہ لگایا ۔ افسوس !
۴ - خطوط میں ۶۶ء ہے لیکن غلط ہے ، کیوں کہ شیفتہ کے خط میں صراحت کے ساتھ ۱۲۷۱ھ لکھا ہے اور بحث یہی ہے ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یا تو یہ خط ۶۴ء کا ہے یا پھر ۶۵ء کا لیکن ۶۵ء زیادہ قریں قیاس ہے ۔ دیکھیے خط ۱۲۰ —— نیز یہ خط ناقص معلوم ہوتا ہے ۔ شاید باقی حصہ حذف کر دیا ہو ۔

نواب مصطفیٰ[1] خان بہادر شیفتہ کے نام

(خط نمبر ۱۲۰)

جناب بھائی صاحب قبلہ!

یقین ہے کہ آپ مع الخیر[2] اپنے دارالریاست میں پہنچ گئے ہوں اور بہ جمعیت خاطر (۱۳۲) روزہ رکھتے ہوں - سوا پان کے کوئی خیال اور مولوی الطاف حسین[3] کے فراق کے سوا کوئی وجہ ملال نہ ہو - خدا کرے تم کو یاد آجائے کہ مفتی جی[4] 'شگفتی' کو 'شگفت' کا مزید علیہ مسلم نہیں جانتے تھے - سکندر نامہ میں دیکھا :

بیت

بسے در شگفتی نمودن طواف   عنان سخن را کشد در گزاف

صہبائی[5] ''شفق صبح'' کو غلط اور اس رنگ کو مخصوص

---

۱ - مصطفیٰ خاں ، ولادت ۱۲۱۸ھ ، وفات ۱۲۸۶ھ (فائق صاحب 'مومن' میں ، لیکن کلیات شیفتہ میں ۱۸۰۶ء)- شیفتہ کے نام یہی ایک خط ہے -

۲ - اصل ''معل خیر'' -

۳ - الطاف حسین حالی جو نواب صاحب کے وابستگان میں تھے - ولادت ۱۸۳۷ء ، وفات ۱۹۱۴ء ـــ آپ ۱۸۶۳ء سے ۶۸ء تک شیفتہ کے مصاحب رہے - (دیکھیے داستان تاریخ اردو ، طبع ۲ ، صفحہ ۵۲۷ ببعد ، خم خانہ ج ۲)

۴ - مفتی صدرالدین آزردہ متوفی ۱۶ - جولائی ۱۸۶۸ء (خم خانہ ج ۱ ، شمع انجمن صفحہ ۷۰) -

۵ - امام بخش صہبائی ، متوفی ۱۸۵۷ء -

.به شام جانتا تھا - محمد سعید اشرف[1] ماژندرانی کے کلام میں نظر پڑا:

ع

همچو صبح شفق آلوده رخش سرخ و سفید

اب جو فقیر کا یہ مطلع مشہور ہؤا :

شعر

از جسم به جاں نقاب تا کے ؟ — ایں گنج دریں خراب تا کے ؟

حضرت کو اس میں تامل ہے - "خرابہ" کی جگہ "خراب" کو نہیں مانتے - آیا یہ نہیں جانتے کہ لغت عربی اصل "خراب" اور "خرابہ" مزید علیہ - "ویران" لغت فارسی اصل اور "ویرانہ" مزید علیہ - "موج" لغت عربی اصل ، "موجہ" مزید علیہ ہے - مزید علیہ جائز اور لغت اصلی ناجائز کیوں ہو ؟ یہ ایک مصرع قدما میں سے کسی کا ہے مگر پیش مصرع مجھے یاد نہیں اور یہ بھی نہیں معلوم کہ کس کا ہے :

مصرع

چوں مہر در کسوفم و چوں گنج در خراب

میں خود کہتا ہوں کہ اس کو نہ مانو ، اس راہ سے کہ میں قائل کا نام نہیں بتا سکتا - یہ مطلع مرزا محمد علی صائب علیہ الرحمة کا ہے اور اس کے دیوان میں موجود ہے :

به فکر دل نه فتادی بهیچ باب ، دریغ
بگنج راه نبردی دریں خراب ، دریغ

---

۱ - ملا محمد سعید اشرف فرزند ملا صالح مازندرانی استاد زیب النساء (کلمات الشعرا ، صفحه ۷ - شمع انجمن ، صفحه ۳۲) -

گنج و خراب ، گنج و خرابہ ،گنج و ویران ، گنج و ویرانہ مستعمل اہل ایران ہے ۔ اس بات میں متردد ہونا محض عدم اعتنا[1] ہے ۔ والسلام ۔

صبح سہ شنبہ ، دہم ماہ صیام ، سال غافر پئے[2] اہل اسلام - ۱۲

(۱۰ - رمضان ۱۲۸۱ھ ، مطابق ۷ - فروری ۱۸۶۵ء)

خواجہ غلام غوث بے خبر کے نام

(خط نمبر ۱۲۱)

قبلہ !

آج تیسرا دن ہے کہ میں ''بنا بہ آب رسیدن'' و ''آب رساندن'' کی حقیقت بہ استناد[3] اشعار اساتذہ لکھ کر بہ سبیل ڈاک (۱۳۳) بھیج چکا ہوں ۔

آج اس وقت بھائی ضیاءالدین خاں صاحب آئے اور اس امر خاص میں کلام کے بادی[4] ہوئے ۔ میری تقریر سن کر کہنے لگے کہ ''آب در بنا رسیدن'' و ''آب در بنا رساندن'' کے باب میں متردد ہیں کہ آیا یہ ترکیب جائز ہے یا نہیں ؟

اب میں متنبہ[5] ہؤا کہ واقعی جو میں نے لکھا وہ سوال

۱ - اعتناء : توجہ ۔
۲ - اصل ، عود ، خطوط ''بے اہل اسلام'' صحیح نارایئنی 'پئے اہل . .'
۳ - بہ استناد اشعار : یعنی اپنی رائے اور مسلم الثبوت شعرا کے اشعار بطور سند لکھ چکا ہوں ۔
۴ - بادی : شروع کرنے والے - پہل کرنے والے ۔
۵ - متنبہ : ہوشیار ، متوجہ ۔

دیگر جواب دیگر تھا - ستر برس کا پیر خرف ، حواس معروض[1] معرض تلف - اگرچہ سوال کو غلط سمجھا لیکن جواب غلط نہیں لکھا -

''رسیدن بنا بہ آب'' ہم بہ معنی استحکام بنا و ہم بہ معنی انہدام درست - فقط

اب ''آب در بنا رسیدن'' و ''رساندن'' کی کیفیت سنیے : فقیر نے اساتذہ کے کلام میں کہیں یہ ترکیب نہیں دیکھی ؛ پس میں اس کی صحت اور غلطی میں کلام نہیں کرسکتا ، جانب غلطی میرے[2] نزدیک راجح ہے - آپ جب تک کلام اہل زبان میں نہ دیکھ لیں ، اس کو جائز نہ جانیے گا ، مگر کلام سعدی و نظامی و حزین اور ان کے امثال و نظائر کا معتمد علیہ ہے ، نہ آرزو اور واقف اور قتیل وغیرہم کا -

میرا ایک مطلع ہے :

شعر

از جسم بجاں نقاب تاکے ایں گنج دریں خراب تاکے

ایک گروہ معارض ہؤا کہ گنج کو ''خرابہ'' کہو ، نہ ''خراب''- میں متحیر کہ یارب کس سے کہوں ، ''خرابہ'' مزید علیہ ''خراب'' ہے ، مثل ''ویران و ویرانہ'' و ''موج و موجہ''-

---

۱ - اصل ، نارائنی مطابق متن ، نول ، ادبی ، خطوط - مبا ''معروض'' ندارد - اور لطف یہ ہے کہ ''حواس معرض تلف'' مہمل ہے - جناب مہر نے اسے ''در معرض تلف'' بنایا ہے - جملے کے معنی ہیں ''اور حواس مفقود ہونے کی منزل میں ہیں -''

۲ - درحقیقت بحث دور از کار اور غلط تھی - اسی بنا پر اردوئے معلیٰ کی ترتیب سے یہ خط نکال دیے گئے -

الحاق ھائے ھوز سے لغت دوسرا نہیں پیدا ھوا - بارے صائب کے دیوان میں ایک مطلع نظر آیا :

بیت

به فکر دل نه فتادی بہیچ باب ، دریغ
بگنج راه نه بردی دریں خراب ، دریغ

یه مطلع لکھ کر معترض صاحبوں کو بھیج دیا که غالب کو درد سر نه دیجیے ، جو پوچھنا ھو وه صائب سے پوچھ لیجیے - ۱۲

(۱۸۶۵ء)[1]

[2]ایضاً (خط نمبر ۱۲۲)

قبله !

دیکھیے ، ھم عارف ھیں - (۱۳۴) ورود نامه سے پہلے

---

۱ - اس خط کو بھی جناب مہر ۶۶ء کا فرض کرتے ھیں اور میں شیفته کے خط کی روشنی میں ۶۵ء کا مانتا ھوں -
۲ - یہاں بیخبر نے ایک حاشیه دیا ھے جسے نارائینی اور اس کے بعد کے تمام نسخوں نے شریک متن کر لیا ھے - اور ''خراب و خرابه. . . . میں ھے'' کی عبارت جو نول نارائینی نے لکھی ھے ، مہر صاحب نے چھوڑ دی - اصل حاشیه یه ھے -

''عارف علی شاه خراسانی نے ان کے اسی مطلع پر :

شعر

ز چسم بجاں نقاب تا کے   ایں گنج دریں خراب تا کے

;ن اعتراض کیے تھے ؛ پہلا نقاب کے ساتھ عارض و رخ کا ذکر بھی

باقی صفحه ۳۳۸ پر

جواب نامہ لکھتے ہیں - دن بھول گیا ہوں ، غالب ہے کہ آج تیسرا دن ہو - صبح کو میں نے ''آب در بنا رسیدن'' کی بحث میں خلاصۂ تحقیق لکھ کر ارسال کیا - اسی دن شام کو آپ کا خط آیا بقیہ جواب اب لکھتا ہوں -

''نقاب'' اس شعر میں بمعنی حائل ہے ، ''حول''[1] کو وجہ و رخ کی خصوصیت نہیں - دو چیزوں کے بیچ میں جو شے آجائے - بلکہ اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ جو چیز ایک چیز کی مانع نظارہ ہو ، وہ نقاب ہے - اس شے نامرئی[2] کے رخ کا رخ بمناسبت نقاب مقدر[3] ہے اور یہ تقدیر جائز اور بلیغ ہے - حجاب کا یہاں اوپری یعنی بے محل اور نا ملائم ہونا بشرط عقل سلیم و طبع لطیف ظاہر ہے - ''گل'' خاک باب آمیختہ کو کہتے ہیں ، وہ رخ آفتاب تک کہاں پہنچے ؟ ہاں گرد و غبار میں آفتاب چھپ جاتا ہے ، اس کا استعمال از روئے مجاز جائز ہے -

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۷ :

ضرور تھا ، وہ نہیں ہے - دوسرا گنج تو ویرانے ہی میں ہوتا ہے ، پھر اس پر تاسف کیا ، جو کہتے ہیں ''تا کے''- تیسرا ''ویرانہ'' کو ''خرابہ'' کہتے ہیں نہ ''خراب'' اور ان اعتراضوں کے بعد انہوں نے اس میں یوں دخل کیا تھا :

از جسم بجاں حجاب تا کے ‏ ‏ ‏ گل بر رخ آفتاب تا کے

خراب اور خرابہ کا جواب تو صاحب مطلع اوپر کے خطوں میں لکھ چکے ، یہ خط بقیہ اعتراضوں کے جواب اور دخل کے بیجا ہونے کے اظہار میں ہے'' -

۱ - حائل کا مادہ ، بے جوڑ استعمال ہے -

۲ - نامرئی : ان دیکھے ـــــ خطوط ''کے رخ'' ندارد -

۳ - مقدر : پوشیدہ - تقدیر : پوشیدہ کرنا -

''گنج در ویرانہ تاکے'' یہ بہت لطیف بات ھے ، یعنی افسوس کیا جاتا ھے اس گنج کے بیکار ھونے کا ۔ گنج سے غرض یہی تو نہیں کہ جنگل میں مدفون رھے ، وہ تو یہ چاھتا ھے کہ مدفن سے نکلے اور صرف ھو ، لوگ اس کے وجود سے تمتع[1] پائیں ۔

یہاں ایک اور دقیقہ ھے کہ اس شعر[2] میں گنج مشبہ بہ اور روح انسانی مشبہ ھے اور یہ سب جانتے ھیں کہ روح کا تعلق جسم سے جاودانی نہیں ؛ پس کیا قباحت ھے اگر ایک غم زدہ و ستم زدہ قطع تعلق روح کا منتظر اور مشتاق ھو ۔ مثلاً ایک میعادی محبوس حسرت مندانہ کہے کہ الٰہی[3] وہ دن کب آئے گا کہ میں قید سے نجات پاؤں ؟ کب تک سڑک کاٹوں[4] ، کب تک رنج اٹھاؤں ؟ فاخر مکین[5] ایک شاعر تھا ۔ شجاع الدولہ و آصف الدولہ کے عہد میں اس نے سعدی و نظامی و حزین کے اشعار کو اصلاحیں دی ھیں ۔ جب ایک ھندوستانی بے علم ، تنک مایہ[6]، اساتذۂ نامی عجم کے کلام کو اصلاح دے ، اگر ایک عالم خراسانی[7] نے ایک

---

۱ ۔ تمتع : فائدہ اٹھانا ۔ دقیقہ : نکتہ ، باریک بات ۔
۲ ۔ اصل ''شہر'' ۔
۳ ۔ اصل ''آھی''
۴ ۔ سڑک کاٹوں : محنت کروں ۔
۵ ۔ مرزا محمد فاخر مکین دھلوی متوفی ۱۲۳۰ھ لکھنؤ (شمع انجمن صفحہ ۴۱۶) ۔
۶ ۔ تنک مایہ : غریب ، کم‌ظرف ۔
۷ ۔ عالم خراسانی سے مراد عارف علی شاہ ، محمد شاہ قاچار کے امرا میں تھے ، سیر و سفر کے شوق میں ھندوستان آئے اور لکھنؤ میں رہ گئے :

باقی صفحہ ۳۴۰ پر

ہندی کے مطلع میں تصرف کیا تو کیا قباحت لازم آئی ؟ خدا کا شکر کہ مجھ کو ستر برس کی عمر میں پچاس برس کی مشق کے بعد استاد میسر آیا - ۱۲

(۱۸۶۸ء)

مرزا حاتم علی مہر کے نام

(خط نمبر ۱۲۳)

جناب مرزا صاحب ! دلی کا حال تو یہ ہے :

شعر

گھر میں تھا کیا ؟ کہ ترا غم[1] اسے غارت کرتا
وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرت تعمیر ، سو ہے !

یہاں دھرا کیا ہے جو کوئی (۱۳۸) لوٹے گا ؟ وہ خبر محض غلط ہے ، اگر ہے تو بدین نمط[2] ہے کہ چند روز چند گوروں نے اہل بازار کو ستایا تھا ، اہل قلم اور اہل فوج نے بہ اتفاق رائے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۹ :

بہ ہندوستاں نہ دیدم موضع دلچسپ چوں لکھنؤ
اگرچہ در طریق سیر تا چیناں پٹن رفتم

پھر سندیلہ پسند آ گیا - مولوی یوسف علی کے یہاں رہنے لگے - شب نہم رمضان ۱۲۸۴ھ لکھنؤ میں رحلت کی ، دوستوں نے جنازہ کاندھوں پر لیے لیے سندیلہ پہنچایا اور قیام گاہ میں دفن کیا - (شمع انجمن ، صفحہ ۳۲۹)

۱ - اصل متن کی عبارت یہ ہے :

"گھر میں تھا کیا جو میسر آیا غم اسے غارت کرتا
وہ جو رکھتی تھی ہم ایک مسرت ہوئی"

۲ - نمط : انداز ، طرح -

هم دگر ایسا بندو بست کیا کہ وہ فساد مٹ گیا ، اب امن و امان ہے - ۱۲

ناسخ مرحوم[۱] ، جو تمھارے استاد تھے ، میرے بھی دوست صادق الوداد[۲] تھے مگر یک فنے تھے ؛ صرف غزل کہتے تھے، قصیدے اور مثنوی سے ان کو کچھ علاقہ نہ تھا - سبحان اللہ ! تم نے قصیدے میں وہ رنگ دکھایا کہ انشا کو رشک آیا ، مثنوی کے اشعار جو میں نے دیکھے، کیا کہوں ، کیا حظ اٹھایا :

بیت

خدا سے میں بھی چاہوں از رہ مہر
فروغ ''میرزا حاتم علی مہر''

اگر اسی انداز پر انجام پائے گی تو یہ مثنوی کارنامۂ اردو کہلائے گی - خدا تم کو جیتا رکھے ، تمھارا دم غنیمت ہے -

صاحب ! میں تم سے پوچھتا ہوں کہ ''معیار الشعرا'' میں تم نے اپنا خط کیوں چھپوایا ؟ تمھارے ہاتھ کیا آیا ؟ سنو تو سہی ، اگر سب کا کلام اچھا ہو تو امتیاز کیا رہے ؟- ۱۲

(۱۸۶۹ء)[۳]

---

۱ - شیخ امام بخش ناسخ متوفی ۱۲۵۴ھ - ۱۸۳۹ء ؛ متعدد مثنویوں ، قصیدوں کے مولف ہیں - اردو کے مشہور شاعر -

۲ - صادق الوداد : سچے دوست -

۳ - مہیش پرشاد صاحب نے اسے ۱۸۵۹ء کا مکتوب مانا ہے ، مجھے کوئی اشارہ تعین سنہ کے لیے نہیں ملتا -

خواجہ غلام غوث بے خبر کے نام

(خط نمبر ۱۲۴)

جناب عالی !

کل میرے شفیق مکرم منشی نواب جان کلبۂ احزان[1] میں تشریف لائے، آپ کا سلام کہا ؛ معلوم ہوا کہ خواجہ صدرالدین[2] صاحب لشکر کے ساتھ گئے ھیں اور آپ یہیں ھیں ۔ اس فصل میں کہ ابھی سے رات دن آگ برستی ہے ، اچھا ہؤا کہ زحمت سفر نہ کھینچی ۔

اجی حضرت ! یہ منشی ممتاز علی خاں کیا کر رہے ھیں ؟ رقعے جمع کیے اور نہ چھپوائے۔ فی الحال پنجاب احاطے میں ان کی بڑی خواھش ہے ۔ جانتا ھوں کہ وہ آپ کو کہاں ملیں گے جو آپ ان سے کہیں ، مگر یہ تو حضرت کے اختیار میں ہے کہ جتنے میرے خطوط آپ کو پہنچے ھیں ، وہ سب یا ان سب کی نقل بہ طریق پارسل[3] آپ مجھ کو بھیج دیں ۔

جی یوں چاھتا ہے کہ اس خط کا جواب وھی پارسل ھو۔

---

۱ ۔ کلبۂ احزان : حجرۂ غم ، غریب خانہ ۔

۲ ۔ مولوی نواب جان اور خواجہ صدرالدین صاحب گورنر کے دفتر میں ملازم تھے ۔

۳ ۔ تاخیر اشاعت عود ھندی سے عاجز آ کر اردوے معلیٰ کی ترتیب و تدوین کا کام شروع کر دیا تھا ، تفتہ وغیرہ کے خطوط بے خبر کو نہیں بھیجے؛ اب یہ چاھتے ھیں کہ الہ آباد کا پورا مجموعہ آجائے تو نئی کتاب میں شریک اشاعت کریں ۔

ع : تم سلامت رہو قیامت تک ! - ۱۲ -

(۱۸۶۸ء)[1]

ایضاً (خط نمبر ۱۲۵)

حضور ، پہلے خدا کا شکر ، پھر آپ کا شکر بجا لاتا ہوں کہ آپ نے خط لکھا اور میرا حال پوچھا ؛ یہ پرسش[2] حکم نشتر کا رکھتی ہے - اب رگ قلم کی خونابہ فشانی دیکھو :

گورنر اعظم نے میرٹھ میں دربار کا حکم دیا ، صاحب کمشنر بہادر دھلی نے سات جاگیرداروں میں سے جو تین بقیۃ السیف[3] تھے ان کو حکم دیا ، دربار عام میں سے سوائے میرے کوئی باقی نہ تھا یا چند مہاجن - مجھ کو حکم نہ پہنچا ؛ جب میں نے استدعا (۱۳۶) کی تو جواب ملا کہ اب نہیں ہوسکتا ، جب یہ سرزمین مخیم[4] خیام گورنری ہوئی، میں اپنی عادت قدیم کے موافق خیمہ گاہ

---

۱ - ۲۶ اگست ۱۸۶۶ء کو یہ بنڈل ممتاز علی خاں کو مل چکا تھا ، اس لیے ممکن ہے کہ جون ۱۸۶۵ء کا یہ خط ہو - ''فغان بے خبر'' میں صفحہ ۸۳ ، ۸۴ پر غالب اور ممتاز علی کے نام دو خط ہیں جن میں خطوط کی ترتیب اور ارسال کی اطلاع ہے - افسوس ہے کہ ان میں تاریخ نہیں ہے -

۲ - شاید بیخبر نے خلعت و دربار کی بحالی کے سلسلے میں مقدمے کے کوائف پوچھے ہیں ، اس لیے مرزا نے اس سلسلے پر مکمل اطلاعات قلم بند کیے - یہ تینوں خط اس موضوع پر مکمل اطلاعات کے حامل ہیں -

۳ - بقیہ السیف : باقی ماندہ ـــــ مرزا نے میر مہدی کے خط نمبر ۲۵، ۹۷ میں ان ریاستوں کا ذکر کیا ہےـــــ تین آدمی یہ ہیں: مصطفیٰ خاں ، صدرالدین آزردہ ، غالب -

۴ - مخیم : خیمہ نصب ہونے کی جگہ -

میں پہنچا۔ مولوی اظہار حسین خان صاحب بہادر سے ملا، چیف سکرتر بہادر کو اطلاع کی ، جواب آیا کہ "فرصت نہیں"۔ میں سمجھا کہ اس وقت فرصت نہیں ، دوسرے دن پھر گیا ۔ میری اطلاع کے بعد حکم ھوا کہ ایام غدر میں تم باغیوں سے اخلاص رکھتے تھے ، اب گورنمنٹ سے کیوں ملنا چاہتے ھو ؟ اس دن چلا آیا ، دوسرے دن میں انگریزی خط ان کے نام کا لکھ کر ان کو بھیجا ۔ مضمون یہ کہ باغیوں سے میرا اخلاص مظنۂ[1] محض ھے ، امیدوار ھوں کہ اس کی تحقیقات ھو تاکہ میری صفائی اور بے گناھی ثابت ھو ۔ یہاں کے مقامات پر جواب نہ ھؤا ۔ اب ماہ گذشتہ یعنی فروری میں پنجاب کے ملک سے جواب آیا کہ لارڈ صاحب فرماتے ھیں کہ ھم تحقیقات نہ کریں گے ۔ پس یہ مقدمہ طے ھوا ؛ دربار ، خلعت موقوف ، پنسن مسدود ، وجہ لا معلوم ۔

[2]لاموجود الااللہ ولا مؤثر فی الوجود الا اللہ ! ۱۲

۱۸۵۵ء میں نواب یوسف علی خاں بہادر والی رام پور کہ میرے آشنائے قدیم ھیں ، اس سال ، یعنی ۱۸۵۵ء میں میرے شاگرد ھوئے ، "ناظم" ان کو تخلص دیا گیا ، بیس پچیس غزلیں اردو کی بھیجیں[3] ۔ میں اصلاح دے کر بھیج دیتا ، گاہ گاہ کچھ روپیہ اُدھر سے آتا رھتا ۔ قلعہ کی تنخواہ جاری ، انگریزی پنسن کھلی[4] ھوئی ، ان کے عطایا فتوح گنے جاتے تھے ۔ جب دونوں

---

۱ ۔ مظنہ : گمان ، غلط فہمی مراد ھے ۔
۲ ۔ عارفین کاملین کا تکیہ کلام ، یعنی اللہ کے سوا کوئی موجود اور وجود میں اس کے سوا کوئی مؤثر نہیں ۔
۳ ۔ اصل "بھیجی" ۔
۴ ۔ اردو "پنسن کھلا ھؤا" ۔ فتوح : غیبی آمدنی ۔

تنخواهیں جاتی رهیں تو زندگی کا مدار ان کے عطیے پر رہا - بعد فتح دهلی وہ همیشه میرے مقدم کے خواهاں[1] رهتے تهے اور میں عذر کرتا تها - جب جنوری ۶۰ء میں گورنمنٹ سے وہ جواب پایا که جو اوپر لکھ آیا تو میں آخر جنوری میں رام پور گیا ، چھ سات هفتے وهاں رہ کر دلی آیا - یہاں آپ کا خط محررہ ۸ مارچ پایا ، استفتا[2] کا جواب بھیجا جاتا هے - ۱۲

(مارچ ۱۸۶۰ء)

ایضاً (خط نمبر ۱۲۶)

بیت

[3]پایان شب سیه سپید است
در نومیدی بسے امید است

قبله ! آج آپ کی خوشی اور خوشنودی کے واسطے اپنی روداد لکھتا هوں :

---

۱ - اصل ''مقدم خواهاں'' 'کے' ندارد - عود ، اردو 'کے' موجود ــــ نواب صاحب نے جولائی ۵۹ء سے سو روپیه مهینے کا وظیفه جاری کیا اور بلایا بهی - (دیکھیے دیباچه مکاتیب ، صفحه ۸۷ ببعد) -
۲ - اردو ''استفتا'' ندارد - اصل ، عود ''استفتا''-
۳ - اردو ، دوسرا مصرع پہلے ''درنومیدی ۰۰۰۰ پایان شب ۰۰۰۰'' خط بنام تفته میں بهی یه شعر هے -
ترجمه :
نا امیدیوں میں بهی بہت سی امیدیں هوتی هیں ، آخر تاریک راتیں صبح منور هی پر تو ختم هوتی هیں -

توطیہ[1] : ۱۸٦۰ء میں لارڈ صاحب بہادر نے میرٹھ میں دربار کیا ، صاحب کمشنر بہادر دھلی (۱۳۷) اھالی دلی کو ساتھ لے گئے ؛ میں نے کہا ، میں بھی چلوں ؟ فرمایا کہ نہیں ! جب لشکر میرٹھ سے دلی آیا ، میں موافق اپنے دستور کے روز ورود لشکر مخیم[2] میں گیا ۔ میر منشی صاحب سے ملا ، ان کے خیمے میں سے اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرتر بہادر کے پاس بھیجا ۔ جواب آیا کہ "تم غدر کے دنوں میں بادشاہ باغی کی خوشامد کیا کرتے تھے ، اب گورنمنٹ کو تم سے ملنا منظور نہیں ۔" میں گدائے[3]مبرم اس حکم پر ممنوع نہ ھؤا ۔ جب لارڈ صاحب بہادر کلکتے پہنچے ، میں نے قصیدہ حسب معمول قدیم بھیج دیا ۔ مع[4] اس حکم کے واپس آیا کہ "اب یہ چیزیں ھمارے پاس نہ بھیجا کرو" ۔ میں مایوس ہو کر بیٹھ رہا اور حکام شہر سے ملنا ترک کیا ۔

واقعہ[5] : اواخر ماہ گزشتہ یعنی فروری ۱۸٦۳ء میں نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب دلی آئے ۔ اھالی شہر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر و صاحب کمشنر بہادر کے پاس دوڑے اور اپنے نام لکھوائے ۔ میں تو بیگانۂ محض اور مطرود حکام تھا ، جگہ سے نہ ھلا ، کسی سے نہ ملا ۔ دربار ھؤا ، ھر ایک کا مگار ھوا ۔ شنبہ ۸ ۔ فروری کو آزادانہ منشی من پھول سنگھ صاحب کے خیمے میں چلا گیا ۔

---

۱ ۔ توطیہ : تمہید — جنوری ۱۸٦۰ء میں گورنر جنرل لارڈ کیننگ نے میرٹھ میں دربار کیا تھا ۔
۲ ۔ مخیم : خیمہ گاہ ، کیمپ ۔
۳ ۔ گدائے مبرم : ضدی اور لیچڑ فقیر ۔
۴ ۔ اصل "معہ"۔
۵ ۔ اردو ۔ "واقع اور آخر ماہ گزشتہ"۔

اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرتر بہادر کے پاس بھیجا ، بلایا گیا ۔ مہربان پاکر نواب صاحب کی ملازمت کی استدعا کی ، وہ بھی حاصل ہوئی ۔ دو حاکم جلیل القدر کی وہ عنایتیں دیکھیں جو میرے تصور میں بھی نہ تھیں ۔

جملۂ معترضہ : میر منشی لفٹنٹ گورنر سے سابقہ تعارف نہ تھا ، وہ بطریق حسن طلب میرے خواہاں ہوئے تو میں گیا ۔ جب حکام بمجرد استدعا مجھ سے بے تکلف ملے ، تو میں قیاس کر سکتا ہوں کہ میر منشی کی حسن طلب بہ ایمائے حکام ہوگی ۔ ''وللرحمن الطاف خفیہ''[1] ۔

بقیہ روداد یہ ہے کہ دو شنبہ دوم مارچ کو سواد شہر مخیم خیام گورنری[2] ہؤا ۔ آخر روز میں اپنے شفیق قدیم جناب مولوی اظہار حسین خان بہادر کے پاس گیا ۔ اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ ''تمھارا دربار و خلعت بدستور بحال و برقرار ہے'' ۔ متحیرانہ میں نے پوچھا کہ ''حضرت کیوں کر'' ؟ ۔ حضرت نے کہا کہ ''حاکم حال نے ولایت سے آکر تمھارے علاقے کے سب کاغذ ، انگریزی و فارسی دیکھے (۱۳۸) اور بہ اجلاس کونسل حکم لکھوایا کہ اسداللہ خاں کا دربار اور نمبر اور خلعت بدستور بحال و برقرار رہے'' ۔ میں نے پوچھا کہ ''حضرت یہ امر کس اصل پر متفرع[3] ہؤا'' ؟ ۔ فرمایہ کہ ''ہم کو کچھ معلوم نہیں ۔ بس اتنا جانتے ہیں کہ یہ حکم دفتر میں لکھوا کر

---

۱ ۔ ایک کہاوت ہے یعنی ''اللہ کے بہت سے کرم پوشیدہ ہوتے ہیں ۔'' اصل ''خفتہ''

۲ ۔ لارڈ منٹگمری گورنر پنجاب نے ۳ جنوری ۶۰ء کو خلعت دیا ۔

۳ ۔ متفرع : کس بات پر یہ حکم نکلا ، کس نکتے پر یہ فیصلہ ہؤا ۔

۱۴ دن یا ۱۵ دن بعد ادھر کو روانہ ہوئے ہیں ۔'' میں نے کہا سبحان اللہ !

شعر

[1] کار ساز ما بہ فکر کار ما فکر ما در کار ما آزار ما

سہ شنبہ ۳ مارچ کو بارہ بجے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے مجھ کو بلایا ، خلعت عطا کیا اور فرمایا کہ ۔ ''لارڈ صاحب بہادر کے ہاں کا دربار اور خلعت بھی بحال ہے ، انبالے جاؤ گے تو دربار اور خلعت پاؤ گے'' ۔ عرض کیا گیا : ''حضور کے قدم دیکھے ، خلعت پایا ؛ لارڈ صاحب کا حکم سن لیا ، نہال ہوگیا ۔ اب انبالے کہاں جاؤں ؟ جیتا رہا تو اور دربار میں کامیاب ہو رہوں گا ۔''

شعر

[2] کار دنیا کسے تمام نکرد ہر چہ گیرید مختصر گیرید

(مارچ ۱۸۶۳ء)[3]

---

۱ ۔ خدا ہمارے لیے مصلحتیں دیکھتا ہے اور ہماری فکریں ہمارے لیے تکلیف کا سامان مہیا کرتی ہیں ۔

۲ ۔ دنیا کے سارے قصے کس سے ختم ہوئے ؟ یہاں تو جو کرنا ہے مختصر کرو ۔

۳ ۔ مرزا نے اس اعزاز کی اطلاع اخبار اور اکثر احباب کو دی ۔ (دیکھیے خط بنام تفتہ ، مہ،ش ، صفحہ ۸۷ ۔ قدر بلگرامی ، مہیش ۱۹۴ ، اردوئے مبارک علی صفحہ ۴۰۶ ، مکاتیب صفحہ ۴۲ ، مکتوب ۳۰) اس سے معلوم ہؤا کہ یہ خط ۱۵ سے کچھ پہلے کا ہے ۔

ایضاً (خط نمبر ۱۲۷)

حضرت پیر و مرشد !

اس سے آگے آپ کو لکھ چکا ہوں کہ منشی ممتاز علی خاں صاحب سے میری ملاقات ہے اور وہ میرے دوست ہیں۔ یہ بھی لکھ چکا ہوں کہ میں صاحب فراش ہوں ، اٹھنا بیٹھنا ناممکن ہے ، خطوط لیٹے لیٹے لکھتا ہوں ، اس حال میں دیباچہ کیا لکھوں ؟ یہ بھی لکھ چکا ہوں کہ تفتہ کو میں نے خط نہیں لکھا۔ اشعار ان کے آئے ، اصلاح دے دی ، منشاء اصلاح جا بجا حاشیے پر لکھ دیا۔ کل جو عنایت نامہ آیا اس میں بھی دیباچے کا اشارہ اور تفتہ کے خطوط کا حکم مندرج پایا۔ ناچار تحریر سابق کا اعادہ کرکے حکم بجا لایا۔

ناظرین 'قاطع برہان'[۱] پر روشن ہوگا کہ 'نامراد' اور 'بے مراد' کا ذکر مبنی اس پر ہے کہ عبدالواسع ہانسوی نے ''بے مراد'' کو صحیح اور ''نامراد'' کو غلط لکھا ہے۔ میں لکھتا ہوں کہ ترکیبیں دونوں صحیح ، لیکن ''بے مراد'' غنی کو کہتے ہیں اور ''نامراد'' محتاج کو۔ اب آپ کے نزدیک اگر ان دونوں کا محل استعمال ایک ہی ہو تو میرا مدعائے اصلی یعنی ''نامراد'' کی ترکیب کا علی الرغم[۲] عبدالواسع کے صحیح ہونا فوت نہیں ہوتا۔

مرزا صائب :

---

۱ ۔ دیکھیے قاطع برہان صفحہ ۸۱ ببعد ، درفش کاویانی صفحہ ۱۳۵ ببعد ، ساطع برہان جواب فوائد متفرقہ ، نیز حواشی خط نمبر ۷ بنام سرور۔ شاید ''بیخبر'' نے اسی خط کو دیکھ کر کوئی سوال کیا ہے اور کچھ شواہد لکھ کر عبدالواسع کی حمایت کی ہے ، اور غالب نے یہ خط لکھا ۔

۲ ۔ علی الرغم : برائے رسوائی ۔ ضد میں ، اس کے زعم کے بر خلاف ۔

شعر

[1]نامرادی زندگی برخویش آسان کردن است
ترک جمعیت دل خود را بساماں کردن است

یہاں ''نامرادی'' ''بے مرادی'' کے معنے (۱۳۹) کیوں کر دے گی[2] ؟ اغنیا ، خواہ اہل توکل ، خواہی[3] اہل تمول ، متمولین پر کبھی کام آسان نہیں ہوتا بلکہ مفلسوں سے زیادہ ان پر مشکلیں ہیں ۔ رہے اہل توکل ، ان کی صفتیں اور ہیں ۔ وہ اہل اللہ ہیں ، مقربان بارگاہ کبریا ہیں ۔ دنیا پر پشت پا مارے ہوئے ہیں ۔ کام ان پر کب مشکل تھا کہ انھوں نے اس کو آسان کر دیا ؟ ''نامراد'' صیغۂ[4] مفرد ہے مساکین کا ، اصناف مساکین کی شرح ضرور نہیں ۔ سختی کشی و بے نوائی ، تہی دستی و گدائی ، یہ اوصاف ہیں مساکین کے ۔ ان صفات میں سے ایک صفت جس میں پائی جائے وہ مسکین ، وہ نامراد ۔ البتہ مساکین پر ، نہ ایک کام بلکہ سب کام آسان ہیں ۔ نہ پاس ناموس و عزت ، نہ حب جاہ و مکنت[5] ۔ نہ کسی کے مدعی ، نہ کسی کے مدعا علیہ ۔ دن رات میں دو بار روٹی ملی بہت خوش ، ایک بار ملی بہ ہر حال خوش ۔ خدا کے واسطے مولانا صاحب کے شعر میں سے نامراد بمعنی ''کسے کہ ہیچ مراد نداشتہ باشد'' کیوں کر ثابت ہوتا

---

۱ ۔ ترجمہ : ''نامرادی'' کے معنے ہیں اپنے لیے زندگی کو آسان بنانا۔ اور ''اطمینان چھوڑنا ، بے اطمینانی'' سے مراد ہے سازو سامان کرنا ۔

۲ ۔ اصل ''دے گئی''۔

۳ ۔ عود ، نول ، خطوط ''خواہ اہل تمول''۔ متن مطابق اصل ، نارایِنی ۔

۴ ۔ بجائے ''صیغہ'' اسم ہونا چاہیے ۔

۵ ۔ مکنت : اقتدار ۔

ہے ؟ مساکین کی زندگی جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں ، آسان گزرتی ہے یا اغنیا کی ؟ رہا مولوی معنوی علیہ‌الرحمۃ کا یہ شعر :

بیت

عاقلاں از بے مرادیہائے خویش باخبر گشتند از مولائے خویش

میں نے مثنوی کے ایک نسخہ میں 'عاقلاں' کی جگہ 'عاشقاں' دیکھا ہے۔ بہ‌ہر صورت معنی یہ ہیں کہ عشاق یا عقلا بعد ریاضت شاقہ ماسوی اللہ سے اعراض[1] کرکے بے مراد اور بے‌مدعا ہوگئے۔ یہ پایۂ تسلیم و رضا ہے ، البتہ اس رتبے کے آدمی کو خدا سے لگاؤ پیدا ہوگا : ع

باخبر گشتند از مولائے خویش

یہاں بھی "بے مرادی" سے "نامرادی" کے معنے نہیں لیے جاتے مگر ہاں : ع

بے مرادی مومناں از نیک و بد

دوسرا مصرع : ع

در بکلی بے مرادت داشتی

ان دونوں مصرعوں میں "نامراد" اور "بے مراد" کے معنے میں خلط[2] واقع ہو گیا ہے۔ خیر "بے مراد" اور "نامراد" ایک سہی - ہر چند دوسرے مصرع مولوی میں بے مراد کے معنے

---

۱ - اعراض : رو گردانی کرنا ، قطع نظر مراد ہے۔

۲ - خلط : ملاوٹ ، مراد الجھاؤ۔

بے حاجت کے درست ہوتے ہیں مگر : ع

من کہ رندم شیوۂ من نیست بحث

زیادہ تکرار کیوں کروں ؟ مع ھذا مصرع اول کی کچھ توجیہ[1] بھی نہیں کر سکتا ۔ ''نامراد'' کی ترکیب کی صحت علی الرغم (۱۴۰) عبدالواسع ثابت ہو گئی ، فثبت[2] المدعا ۔ کمال یہ کہ مانند ''ناچار'' و ''بیچارہ'' اور ''نا انصاف'' اور ''بے انصاف'' کے ''نامراد'' اور ''بے مراد'' کا استعمال مشترک رہا ۔

والسلام - ۱۲ (۱۸۶۳ء)

[3] ایضاً (خط نمبر ۱۲۸)

پیر و مرشد !

سہل ممتنع میں کسرۂ لام توصیفی ہے ۔ سہل موصوف اور ممتنع صفت اگرچہ بحسب ضرورت وزن کسرۂ لام مشبع ہوسکتا ہے لیکن مخل فصاحت ہے اور لام موقوف تو خود سراسر قباحت ہے ۔ ''سہل ممتنع'' اس نظم و نثر کو کہتے ہیں کہ دیکھنے میں آسان نظر آئے اور اس کا جواب نہ ہوسکے ۔ بالجملہ سہل ممتنع کمال حسن کلام ہے اور بلاغت کی نہایت ہے ۔ ممتنع درحقیقت ممتنع النظیر ہے ۔ شیخ سعدی کے بیشتر فقرے اس صفت پر مشتمل ہیں

---

۱ ۔ توجیہ : مراد تاویل ۔

۲ ۔ دعویٰ ثابت ہو گیا ۔

۳ ۔ یہ خط بھی اردوئے معلیٰ میں نہیں ہے اور سرور کے خط اور اپنے خط پر مزید تبصرہ ہے ۔

اور رشید وطواط وغیرہ شعرائے سلف نظم میں اس شیوے کی رعایت منظور رکھتے ھیں - خود ستائی ھوتی ھے ، سخن فہم اگر غور کرے گا تو فقیر کی نظم و نثر میں سہل ممتنع اکثر پائے گا -

[1] ھے سہل ممتنع یہ کلام ادق مرا
برسوں پڑھے تو یاد نہ ھووے سبق مرا

یہ مصرع حیرت آور ھے - کلام ادق سہل ممتنع کے منافی ھے - پھر یاد نہ ھونا اور حافظے پر نہ چڑھ جانا ھرگز سہل ممتنع کی صفت نہیں ھو سکتی - ''کلام ادق'' جس کا حفظ دشوار ھو ، شاید کوئی قسم اقسام کلام میں سے ھو - ھاں کلام ادق کلام مغلق کو کہتے ھیں - سو کلام مغلق اور کلام سہل ممتنع ضد یک دیگر ھے - مغلق اور ادق سہل ممتنع اور سہل ممتنع مغلق اور ادق کیوں کر ھوسکے گا ، اور حافظے میں محفوظ رھنا کلام مغلق و ادق کی صفت کیوں کر پڑے گی ؟ ھاں کلام مغلق عسیر الفہم ھوگا ، پڑھا نہ جائے گا ، معنی سمجھ میں نہ آئیں[2] گے - سہل ممتنع کی

---

۱ - میر انیس کا شعر ھے- ''ادق'': مشکل - ''منافی'' : مخالف - ''مغلق'': معنے بند - ''عسیر الفہم'': مشکل سے سمجھ میں آنے والی -

۲ - مرزا محمد عسکری نے بہت صحیح لکھا ھے - مرزا صاحب نے اس کے معنے سمجھانے میں غلطی اور اس پر اعتراض کرنے میں زیادتی کی ھے - ''کلام ادق'' سے یہاں مراد ھے کہ اگرچہ زبان و بیان میں کلام سہل مگر معنوی لحاظ سے دقیق ھے - اس کا ثبوت یہ ھے کہ آدمی مدتوں پڑھے ، پھر بھی یہ اسلوب قابو میں نہیں آتا — وہ دشوار فہم نہیں بلکہ دشوار نقل ھے اور سہل متنع کی یہی صحیح تعریف ھے - ''سبق یاد نہ ھونے'' سے بھی یہ مطلب ھرگز نہیں کہ کلام کا حافظے میں محفوظ رکھنا مشکل ھے ، بلکہ برسوں پڑھنے اور یاد رکھنے کے باوجود بھی اس کی نقل دشوار ھے - (خطوط ، صفحہ ۱۰۹)

صفت وہ تھی جو فقیر اوپر لکھ آیا ، اس شعر سے اسے کچھ علاقہ نہیں ، ختم -

'آب در بنا رسیدن' بمعنے 'خراب' بنیاد قیاسی ہے - اساتذہ کے کلام میں میں نے نہیں دیکھا - اگر آیا ہوتو درست ہے - ہاں 'بآب رسانیدن بنا' کہ بظاہر 'آب در بنا رسیدن' کا متعدی منہ ہے ، بلغا کے کلام میں آیا ہے ، لیکن اضداد میں سے ہے، ہم بمعنے ویرانی بنا مستعمل اور ہم بمعنے استحکام بناء مستعمل - اگر اس کا لازم ڈھونڈھیے تو 'رسیدن بنابہ آب' ہے نہ 'رسیدن آب در بنا' جیسا کہ نعمت خان عالی کہتا ہے : (۱۴۱)

نیست محکم گر رسد بنیاد دنیا تابہ آب
چوں حباب ایں خانہ بے بنیاد مے دانیم ما

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "رسیدن بناء تا بآب" موجب استحکام ہے اور شاعر باوجود دلیل استحکام بنا کو نا استوار جانتا ہے - صائب کہتا ہے :

بیت

چگونہ شمع تجلی ز رشک نگذارد رخ تو خانۂ آئینہ را بآب رساند

حاجی محمد جان قدسی :

بیت

بگوش عطایش رساند ایں خطاب کہ بنیاد کاں را رساند بآب

یہ دونوں شعر مفید معنی ویرانی ہیں - قصہ مختصر "بآب رسیدن بنا خرابی خانہ و بآب رساندن" متعدی آں و رسیدن آب در بنا نامسموع - میں ابھی بیمار ہوں اور بیمار کے واسطے انجام کو غسل

صحت ہے یا غسل میت ۔ والسلام ۱۲ ۔

(۱۸۶۵ء)[۱]

مردان علی خاں رعنا[۲] کے نام

(خط نمبر ۱۲۹)

خان صاحب عالی شان مردان علی خاں صاحب کو فقیر غالب کا سلام !

نظم و نثر کو دیکھ کر دل بہت خوش ہؤا ، آج اس فن میں تم یکتا ہو ۔ خدا تم کو سلامت رکھے ۔ بھائی ''جفا'' کے مؤنث ہونے میں اہل دلی و لکھنؤ کو باہم اتفاق ہے ۔ کبھی کوئی نہ کہے گا کہ ''جفا کیا'' ہاں بنگالہ میں جہاں بولتے ہیں ''ہتھنی آیا'' اگر جفا کو مذکر کہیں تو کہیں ، ورنہ ستم و ظلم و بیداد مذکر اور جفا موذث ہے ، بے شبہ و شک ۔

والسلام والاکرام ۔ ۱۲

(۱۸۶۳ء)

ایضاً (خط نمبر ۱۳۰)

خان صاحب شفیق عالی شان کو میرا سلام !

کل تمہارا عنایت نامہ پہنچا ، رام پور کا لفافہ آج رام پور

---

۱ ۔ اس خط کے اشعار و اشارات کے لیے ، نیز سن کے تعین کے لیے دیکھیے خط نمبر ۱۱۹ ۔

۲ ۔ رعنا ، غالب اور اسیر کے شاگرد اور اپنے عہد کے مشہور آدمی تھے۔

کو روانہ ہؤا ، کاغذ اشعار میں نے دیکھ لیا ، کہیں اصلاح کی حاجت نہ تھی ۔

''نالہ[1] در'' الخ ــ ''نالۂ دل'' بنا دیا ۔

نواب [2]صاحب اردو کا تذکرہ لکھتے ہیں ۔ فارسی غزل تم نے بے فائدہ لکھی ۔

دیکھو صاحب ! تم نے اپنے مسکن کا پتا لکھا ، سو میں نے دوسرے دن تمھارے خط کا جواب روانہ کیا ۔ منشی نول کشور[3] صاحب یہاں آئے تھے ، مجھ سے ملے ، بہت خوب صورت اور خوش سیرت ، سعادت مند اور معقول پسند آدمی ہیں ۔ تمھارے وہ مداح اور میں ان کا ثنا خوان ، خدا[4] تم کو اور ان کو سلامت رکھے ۔ ۱۲

(دسمبر[5] ۱۸۶۳ء)

---

۱ ۔ بے خبر نے حاشیے پر لکھا ہے ''شعر رعنا :
گذرا ہے مرا نالہ در چرخ کہن سے
تھا روح کا ہمدم نہ پھرا جا کے وطن سے''
بعد کے ایڈیشنوں میں (حتیٰ کہ اردوئے معلیٰ میں بھی) ''نالہ در الخ شعر رعنا ، گذرا ہے . . . . '' کر دیا ، مہر صاحب نے شعر کو حاشیے میں تو لکھا مگر حوالہ نہیں ۔

۲ ۔ نواب سے مراد شیفتہ نہیں کیوں کہ ان کا تذکرہ ۱۸۳۲ء میں چھپ چکا تھا ، عسکری صاحب کو (ادبی) اشتباہ ہؤا ہے ۔

۳ ۔ منشی جی آخر نومبر یا دسمبر ۱۸۶۳ء میں دہلی پہنچے ، دیکھیے ضمیمہ ۔

۴ ۔ اردوئے معلیٰ میں یہ جملہ نہیں ۔

۵ ۔ منشی صاحب سے ملاقات دسمبر ۱۸۶۳ء میں ہوئی ، دیکھیے ضمیمہ ۔

مرزا رحیم بیگؒ مصنف ساطع برہان کے نام

(خط نمبر ۱۳۱)

بخدمت مشفقی مکرمی مرزا رحیم بیگ صاحب نوراللہ قلبہ بالاسرار و عینہ (۱۴۲) بالانوار ۔

سخنے چند گفتہ می شود :

بیت

نہ در منطق پارسی و دری   ہمیں ہندی سادہ و سرسری

جس طرح توحید میں نفی ماسوی اللہ دستور ہے ، مجھ کو تحریر میں حذف زوائد منظور ہے ۔ عزم مقابلہ نہیں ، قصد مجادلہ نہیں ، سر تا سر دوستانہ حکایت ، خاتمے میں ایک شکایت ہے ۔ شکوۂ

---

۱ ۔ رحیم بیگ ولد مرزا پیر بیگ دہلوی ، سردھنے میں پیدا ہوئے ، اور (۱۲۵۷ھ — ۱۸۴۱ء) میرٹھ میں آ گئے ۔ یہاں حکیم بو علی خاں نے متبنیٰ کر لیا ۔ رحیم نے حکیم صاحب ہی سے علوم متداولہ میں تکمیل حاصل کی ۔ ۱۲۶۱ھ میں محمد بخش نادان سے فن شعر سیکھا ، شرر اور رحیم تخلص تھا ، معلمی پیشہ تھا ، آخری عمر میں نابینا ہوگئے تھے۔ (دیکھیے ادبی خطوط ، صفحہ ۲۶۲) ۔ 'قاطع برہان' کے فوراً بعد جو ہنگامہ شروع ہوا ، اس کا نتیجہ ''موید برہان'' ''قاطع القاطع'' اور رحیم کی کتاب ''ساطع برہان'' (تالیف ۱۲۷۶ھ) ہے جو مطبع ہاشمی میرٹھ سے ۱۲۸۳ھ میں شائع ہوئی ۔ یہ کتاب میرے پاس ہے۔ بہرحال مرزا نے یہ جواب خود لکھا اور ''نامۂ غالب'' کے نام سے مطبع محمدی دہلی میں غالباً اگست ۱۸۶۵ء میں پہلی مرتبہ اور اس کے بعد اسی سال اودھ اخبار کی دو اشاعتوں (۱۰ اور ۱۷ اکتوبر) میں شائع ہوا جو میری نظر سے گزرا ہے ، شاید اسی زمانے میں بیخبر نے اسے 'عود ہندی' میں داخل کرلیا ۔

درد مندانہ منافی شیوۂ ادب نہیں ۔ معہذا اظہار درد دل مراد ہے۔ کوئی بات جواب طلب نہیں ، احسان مند ہوں آپ کا کہ آپ نے منشی سعادت علی[1] کی طرح آدھا نام میرا نہ لکھا ۔ ان کے حسن ظن کے مطابق مجھ کو معشوق میرے استاد کا نہ لکھا ۔ اگر ایک جگہ یہ الفاظ کہ بقول غالب ''با کدام خرس[2] در جوال شدہ ام'' بہم کیے یا اور دو چار جگہ کلمۂ توہین رقم کیے ۔ میں نے اپنے لطف طبع اور حسن عقیدت سے پہلے فقرے کا مفہوم یوں اپنے دل نشین کیا کہ حضرت نے محمد حسین دکنی جامع برہان کو موافق میرے قول کے ''خرس'' یقین کیا یا ''خرس در جوال شدن'' عبارت ہے صحبت سے ، خواہی مدافعت کے واسطے ہو ، خواہی محبت سے ؛ مجھ کو اُس کا قرب بہ سبیل آویزش ہے ، تم کو اس کا قرب از روئے آمیزش ہے ۔ دوسرے فقرے کے معنی یہ ٹھہرائے بلکہ بے تکلف میرے ضمیر میں آئے کہ ''خرس کی مدد دینے سے کوفت حاصل ہوئی اور وہ کوفت باعث درد دل ہوئی'' ۔ شدت درد میں آدمی چیختا ہے، چلاتا ہے، ہائے وائے کرتا ہے، غل مچاتا ہے، جیسا کہ سعدی بوستان کی اس حکایت میں جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے :

شبے[3] زیت فکرت ہمی سوختم

فرماتا ہے :

---

۱ - مؤلف ''محرق قاطع برہان'' (تالیف و طبع ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۳ء - یہ کتاب دہلی ہی سے چھپی) سید سعادت علی صاحب ''حدائق العجائب'' رزیڈنٹ راجپوتانہ کے یہاں میر منشی تھے ، پنشن لے کر دلی آ گئے تھے ۔

۲ - دیکھیے ''ساطع'' صفحہ ۱۱۷ -

۳ - ایک روز اپنی فکر کا تیل جلا رہا تھا ۔

مصرع

که ناچار فریاد خیزد زمرد

جناب مرزا صاحب کیا تم نہیں جانتے، کیوں کر نہیں جانتے ، بے شبہ جانتے ہو گے کہ اکابر امت کو امور دینی میں کیا کیا منازعتیں باہم واقع ہوئی ہیں کہ نوبت بہ تکفیر یک دیگر پہنچی ہے ۔ اگرفن لغت میں ایک شخص دوسرے شخص کا معتقد نہ ہوا ، یہاں تک کہ اس کی تحمیق[1] بھی کی تو اور مدعیان علم و عقل اُس مسکین کے جگر تشنۂ خون کیوں ہو جائیں ، اور جب تک اس کا نقش ہستی صفحۂ دھر سے نہ مٹائیں ، آرام نہ پائیں ۔ ظلم تو یہ ہے کہ جو کچھ میں نے قاطع برھان میں لکھا ہے ، نہ اس کو سمجھتے ھیں اور جو کچھ آپ لکھتے ھیں اس کے معنی سمجھتے ھیں ، سوال دیگر جواب دیگر پر مدار ہے ۔ خارج از محبت (۱۴۳) اقوال کی تکرار ہے ، برھان قاطع والے کی محبت سے دل بےقرار ہے ، فرط غیظ و غضب سے بدن رعشہ دار ہے ، منشی سعادت علی نہ ناظم ہے ، نہ نثار ہے ، بہ موجب اس مصرعہ کے : ع

مقتضاے طبیعتش این است

ناچار تم کو معرض تحریر میں تحمل اور تامل چاھیے ، نہ سخن پروری و جانب داری میں توغل[2] چاھیے ۔ بہ حسب اختلاف طبائع مانو نہ مانو مگر پہلے یہ تو جانو کہ غالب سوختہ اختر کا فرھنگ نویسوں کے باب میں عقیدہ کیا ہے ۔ اگرچہ قاطع برھان میں جا بجا لکھتا آیا ھوں مگر اب ھندی[3] کی چندی کر کے لکھتا ھوں کہ یہ عقیدہ میرا ہے کہ فرھنگ لکھنے والے جتنے گذرے ھیں

---

۱ ۔ تحمیق : احمق بنانا ۔
۲ ۔ توغل : انہماک ۔
۳ ۔ ھندی کی چندی : بال کی کھال ۔

سب ہندی نژاد ہیں - ہاں ، علم صرف و نحو و عربی میں بقدر تحصیل مسلم اور استاد ہیں - علم صرف ، نحو کی کتب درسی موجود ہیں ؛ جس نے چاہا ہے ، اس نے استاد سے ان کتب کو پڑھ لیا ہے - فارسی کی جو فرہنگیں حضرت نے لکھی ہیں ، مطالب مندرجہ کس اصول پر منضبط کیے ہیں اور اس کا علم کس استاد سے حاصل کیا ہے - آخر مقاصد صرف و نحو عربی بھی تو صرف مطالعۂ کتب سے نہیں نکالے ہیں - پہلے تعلیم و تعلم ہے ، پھر کتب قواعد کے جابجا حوالے ہیں - قواعد فارسی کا رسالہ اہل زبان میں کس نے لکھا ہے ؟ اور ان ہوس پیشہ فرہنگ لکھنے والوں نے وہ رسالہ کس فاضل عجم سے پڑھا ہے ؟ شیدائے[1] ہندی سیکروی نے حاجی محمد جان[2] قدسی علیہ‌الرحمۃ کے ایک شعر پر اعتراض کیا ہے - مرزا جلالائی طباطبائی علیہ الرحمۃ نے شیدا کو خط لکھا ہے ؛ سر آغاز خط کا ایک قطعہ جس میں 'صحرا' 'دریا' قافیہ اور

---

۱ - شیدا کے والد مشہد سے ہندوستان آئے ، شیدا فتح پور سیکری میں پیدا ہوا ، بہت شوخ اور پر گو تھا ، عالم گیر نے اس شعر پر سزا بھی دی تھی :

چیست دانی بادۂ گلگون ؟ مصفا جوہری
حسن را پروردگارے ، عشق را پیغمبری

(دیکھیے کلمات الشعرا ۵٦ ، شمع انجمن ۲۲۰ ، نگارستان فارس ۱۸۷ ، صنادید عجم ۳۱۷)

۲ - خان زمان حاجی محمد جان قدسی مشہدی ۱۰۴۸ھ میں ہندوستان آیا - شاہ جہانی دربار کا معزز شاعر تھا - ایک دفعہ سونے میں تلوایا گیا - متعدد مثنویاں کہیں ہیں - اس کی نعت "مرحبا سید مکی الخ ، آج تک زبان زد ہے - ۱۰۵۴ھ لاہور میں جان بحق ہوا - اس کی تصویر لاہور میوزیم میں موجود ہے - (دیکھیے کلمات ۹۰ ، شمع انجمن ۳۸۳ (تاریخ وفات ۱۰۵۰ھ) نگارستان فارس ۲۳۵ ، صنادید عجم ۳۲۴) -

برساند ردیف ۔ شعر کا اخیر کا مصرع ثانی یاد رہ گیا ھے ۔ ع

یعنی بمہادیو مقوی برساند

خلاصہ مضمون خط یہ کہ تو صاحب زبان نہیں ھے ؛ زبان دان ھے ، یعنی مقلد اور کاسہ لیس اھل ایران ھے ۔ حاجی محمد جان کے کلام کو سند پکڑ ، تجھے کس نے کہا ھے کہ اس سے لڑ ۔ کیا تو نے سنا نہیں جو عرفی و فیضی میں گفتگو ھوئی ھے اور موتمن الدولہ شیخ ابوالفضل کے روبرو ھوئی ھے ۔ لغات فارسی اور ترکیب الفاظ میں کلام تھا ۔ مولانا جمال الدین عرفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے جب سے ھوش سنبھالا ھے اور نطق آشنا ھوگیا ھوں ، اپنے گھر کی بڑھیوں سے لغات فارسی کی (۱۴۴) اور بھی ترکیبیں سنتا رھا ھوں ۔ فیضی بولا کہ "جو کچھ تم نے اپنے گھر کی بڑھیوں سے سیکھا ھے ، وہ ھم نے خاقانی و انوری سے اخذ کیا ھے" ۔ حضرت عرفی نے فرمایا کہ تقصیر معاف ، خاقانی و انوری کا ماخذ بھی تو منطق گھر کی پیر زالوں کا ھے ۔ ھائے تمیز کہاں سے لاؤں جو دیکھے کہ یہ حال قلمرو ھند کے صاحب کمالوں کا ھے ۔ قیاس مع الفارق کی بہار دیکھو ، مجرد تقدم زمانی کا اعتبار دیکھو ۔ مانا کہ عرفی تحصیل علوم عربیہ میں ان سے کم تر ھے ، صاحب زبان اور ایرانی ھونے میں برابر ھے ۔ کیا عرفی ، کیا انوری ، کیا خاقانی ، ایک شیرازی ایک خاوری ، ایک شروانی ۔ اگر مجھ سے کوئی کہے کہ غالب تیرا بھی مولد ھندوستان ھے ؟ میری طرف سے جواب یہ ھے کہ بندہ ھندی مولد و پارسی زبان ھے ۔

هرچه از دستگه پارس به یغما بردند
تابنالم هم ازان جمله زبانم دادند

زبان دانی فارسی میری ازلی دست‌گاه اور یہ عطیۂ خاص منجانب اللہ ہے - فارسی زبان کا ملکہ مجھ کو خدا نے دیا ہے - مشق کا کمال میں نے استاد سے حاصل کیا ہے - ہند کے شاعروں میں اچھے اچھے خوش‌گو اور معنی یاب ھیں - لیکن کون احمق کہے گا کہ یہ لوگ دعوئ زبان دانی کے باب[1] ھیں - رہے فرہنگ لکھنے والے، خدا ان کے پیچ سے نکالے - اشعار قدما آگے دھر لیے اور اپنے قیاس کے مطابق چل دیے - وہ بھی نہ کوئی ہم قدم ، نہ کوئی ہمراہ ، بلکہ سو بسو پراگندہ و تباہ - رہنما ہو تو راہ بتائے ، استاد ہو تو شعر کے معنی سمجھائے ؛ نہ آپ شیرازی نہ استاد اصفہانی[2] ، زہے رگ‌گردن وخہے دعوی زبان دانی - میرا یہ قول خاص ہے ، نہ عام ہے ، مجموع فرہنگ نگاروں کے محقق ہونے میں کلام ہے - یہ کیا بات ہے کہ جامع برہان کا ماخذ "فرہنگ رشیدی" و جہانگیری ہے - [3]عبدالرشید کی کیا شیخی اور میاں

---

۱ - باب : دروازہ - قدما : جمع قدیم ، اگلے - ۲ - مبا "رمضانی -"
۳ - عبدالرشید حسنی رشیدی ، آبائی وطن مدینہ ، خود ٹھٹھے میں پیدا ہوا - خزانۂ عامرہ (طبع نول صفحہ ۲۴۴) میں سن وفات ۱۰۷۷ھ ہے - منتخب اللغۃ ، فرہنگ رشیدی ، تحفہ رشیدی ، تذکرۂ شعراء فارسی (موجود کلکتہ) - (ملخص از حواشی مکاتیب صفحہ ۱۷۴) یہاں ۱۰۷۷ھ مطابق ۱۸۶۶ء کے بجائے ۱۰۷۷ھ ۱۶۶۷ء پڑھیے - دوسری بات یہ ہے کہ خود رشیدی نے "عبدالرشید الحسینی المدنی اصلا ، والبنوی مولدا" یعنی حسنی کے بجائے حسینی (شاید غلطی کاتب ہو) چوتھے یہ کہ ٹھٹھے کے بجائے "بنو" کو مولد مانیے - پانچویں بات یہ کہ رشیدی نے جو قطعات تاریخ لکھے ھیں ان کی روشنی میں تاریخ وفات ۱۰۷۷ھ مشتبہ ہے -

انجو[1] میں کیا پیری ہے؟[2] قطب شاہ و جہانگیر کے عہد میں ہونا اگر منشائے برتری ہے تو بےچارہ جعفر زٹلی بھی فرخ سیری ہے ۔ ایک لطیفہ لکھتا ہوں ، اگر خفا نہ ہو جاؤ گے (۱۴۵) تو حظ اٹھاؤ گے۔ جتنی فرہنگیں اور جتنے فرہنگ طراز ہیں ، یہ سب کتابیں اور یہ سب جامع مانند پیاز ہیں ، توبتو اور لباس در لباس ، وہم ذر وہم اور قیاس در قیاس ۔ پیاز کے چھلکے جس قدر اتارے جاؤ گے چھلکوں کا ڈھیر لگ جائے گا، مغز نہ پاؤ گے۔ فرہنگ لکھنےوالوں کے پردے کھولتے چلے جاؤ ، لباس ہی لباس دیکھو گے ، شخص معدوم ۔ فرہنگوں کی ورق‌گردانی کرتے رہو، ورق ہی نظر آئیں گے معنی موہوم ۔ ظرافت پر مدار تحقیق نہیں ہے ۔ آپ کے خاطر نشین کرتا ہوں جو میرے دلنشین ہے ۔ فرہنگ نویسوں کا قیاس معنی لغات فارسی میں نہ سراسر غلط ہے ، البتہ کم تر صحیح اور بیش‌تر غلط ہے ۔ خصوصاً دکنی تو عجب جانا نہ ہے ، لغو ہے ، پوچ ہے ، پاگل ہے ، دیوانہ ہے ۔ وہ تو یہ بھی نہیں جانتا کہ بائے اصلی کیا ہے اور بائے زائدہ کیا ہے ۔ حیران ہوں کہ اس کی جانب داری میں کیا فائدہ ہے ۔ خدا جانتا ہے کہ میں یک رنگ ہوں ، مگر دکنی کے جانب داروں کا چورنگ[3] ہوں ۔ مجھے جو چاہو سو کہو ، اوروں سے تم کیوں لڑتے ہو ، کہیں جامع

---

۱ ۔ عضدالدولہ ، جمال الدین حسین بن شاہ حسن انجوی شیرازی ، عہد اکبری میں ہندوستان آئے اور کشمیر میں رہے۔ فرہنگ جہانگیری کے مولف ہیں اور بہ‌قول محمد حارثی بدخشی ۱۰۳۵ھ میں آگرے میں وفات پائی (بہ اضافہ حواشی مکاتیب ۱۷۴) ۔

۲ ۔ قطب شاہ متوفی ۱۰۲۱ھ ، جہانگیر متوفی ۱۰۳۷ھ ۔

۳ ۔ چورنگ : تلوار چلانے کا نشانہ ، خصوصاً وہ پھیڑ جسے باندھ کر لٹکاتے اور اس پر تلوار لگاتے ہیں ۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے جدید نسیم اللغات صفحہ ۳۹۲)

''لطائف غیبی''، کو برا کہتے ہو، کہیں نگارندۂ 'دافع هذیان' سے جھگڑتے ہو۔ جانتا ہوں کہ دکنی کی عبارت کی خامی، اس کی رائے کی کجی، اس کے قیاس کی غلطی اگر نہ سب جگہ بلکہ بعض جگہ سچ جانتے ہو، مگر یہ میں نہیں جانتا کہ اتنی محنت کرنی اور اس کے رفع تخطیہ کے واسطے توجیہات بارده ڈھونڈھنی کس واسطے؟ ایسا اس کو کیا مانتے ہو، مجھ پہ جدا منہ آتے[1] ہو، مولوی نجف علی اور میاں داد خاں سے جدا بگڑتے ہو۔ بھائی صاحب مغلچہ پن پر آگئے، گوہار[2] لڑتے ہو۔ سچ ہے غالب آگندہ گوش ہے، کسی کی نہیں سنتا۔ اسی آپ کے مقرر کیے ہوئے قاعدے کے موافق بہ حلف کہتا ہوں کہ تم نے 'قاطع برهان' و 'دافع هذیان' و 'لطائف غیبی' کو ہر گز نہیں دیکھا۔ ''آویزه'' و ''افسوس'' کے بیان میں مجھ سے وہ سہو ہوا ہے کہ مجھے اس کا اقرار اور میرا دوست میاں داد خاں شرم سار ہے۔ جو کچھ اس مصنف نے اس باب میں لکھا وہ قول فیصل اور کافی ہے، مانیں یا نہ مانیں ناظرین کو اختیار ہے۔ ''گلہری'' بکاف فارسی مکسور

۱۔ منہ آنا: زبان درازی کرنا، مقابلہ کرنا۔ بڑا عجیب استعمال ہے، یہاں کاٹنے دوڑنا مراد لیا ہے۔ مولوی نجف علی مولف دافع هذیان اور میاں داد خاں سیاح مؤلف ''لطائف غیبی'' ظاہر کیے گئے ہیں، اور رحیم نے ان دونوں کو مقابل کا آدمی نہیں سمجھا، بلکہ صاف صاف لکھا ہے کہ یہ لوگ جواب نہ لکھیں کیوں کہ برهان، رحیم اور مرزا ہم عدد ہیں۔ ''چون لفظ و معنی باذات و صفات و عدد و حساب از یک گریبان سربرآورده ایم، مع هذا دیگران راچه رسد کہ بنارسائی تہ کار، طرف مقابل افتند وروباهانه جان نازنین خود را در جنگ دو شیر بہ معرض هلاکت نہند۔'' (خاتمہ، ساطع)۔

۲۔ گوهار لڑنا: جم غفیر سے اکیلے مقابلہ کرنا۔

بہ‌وزن (١٣٦) اکبھری لغت هندی‌الاصل [1]، اس کی شرح میں جداگانہ ایک فصل ، کاف فارسی مکسور کی جگہ کاف عربی مفتوح ، اعراب کا بہ وزن تشتری وضوح مجھے اور میرے دوست سیف الحق کو دو سہو طبیعی پر استعذار ، ہوا خواہان بوہرہ دکنی کو اغلاط متواتر کے جواز پر اصرار ۔ فاعتبروا یا اولی‌الابصار۔ 'خرۂ' بے واو بہ معنی نور اور ''خورہ'' مع‌الواؤ بہ معنی جذام ۔ ایک ''ویزہ'' بہ معنی پاک اور 'آویزہ' بہ‌معنی ناپاک ، ایک یہ اور ہزار ایسے اغلاط سند اور مقبول اور منظور ۔ گویا یہ مصرع جو حمد میں ہے : ع

کند ہرچہ خواہد برو حکم نیست

اس کی شان میں صادق سمجھ لیا ہے ۔ چشم بد دور ، اب چاہیے کہ اس کے پوجنے [2] والے اس کے نام کے بعد جل جلالہ لکھیں اور اگر اتنی جرأت نہ کریں تو نظر بہ افادہ واستفادہ عم نوالہ لکھیں ۔ ستر برس کی عمر کانوں سے بہرہ ، جمعیت کم ، تفرقہ زیادہ اور پھر خود داری اور کسر نفس اور استغنا خداداد ۔ بیہودہ بکنے میں اوقات کیوں صرف کروں ، پاسخ نگاری کیوں لفظ بہ لفظ و حرف [3] بہ حرف کروں ؟ آپ کو اپنی نمود اور شہرت منظور ہے ، خردہ گیری و عیب جوئی سے مجھ کو نفرت ہے اور حیا آتی ہے زیادہ گوئی سے ۔ آپ کے حسن کلمات [4] طیبات سے قطع نظر کرکے

---

١ ۔ اصل ''ہند الاصل'' متن مطابق نارائنی ۔
٢ ۔ اصل و نارائنی ''پوچھنے والے''۔
٣ ۔ رحیم بیگ نے یہ بھی لکھا ہے کہ دو چار باتوں کا جواب نہ لکھا جائے ، جواب لکھیں تو مکمل کتاب کا ۔
۴ ۔ واقعی رحیم نے بڑی شستہ و رفتہ زبان میں چٹکیاں لی ہیں ۔

ناظرین منصف کے وجدان پر چھوڑ دیتا ہوں اور شکایت موعودہ سے پہلے تین امر ضروری لکھ لیتا ہوں ۔ صیحہ بمعنی آواز اسپ زینہار نیست ، اس[1] کے سچ ہونے میں کیا کلام ہے ؛ جو صیحہ سے آواز اسپ مراد رکھے، وہ ناقص ہے اور خام ہے ۔ کیا عرفی کا شعر عرفی کے خط[2] سے لکھا ہوا کسی کو نظر پڑا کہ ناظر سے سن کر تمھارا ذہن وقاد نقاد وہاں جا لڑا ۔ لغت کسی باطن کے اندھے کے ہاتھ سے لکھا جائے اور پھر عرفی جیسا شاعر دیدہ ور باز پرس میں پکڑا جائے ؟ تمھارا محبوب بوہرہ دکنی ''شین منقوط مع التحتانی'' کے بیان میں ''شیہ'' کو گھوڑے کے ہنہنانے کی فارسی بتاتا ہے ۔ عربی میں گھوڑے کے ہنہنانے کو ''صہیل'' بہ وزن دلیل کہتے ہیں ۔ ''صیحہ'' بہ وزن بیضہ عموماً بہ معنی ''ہر صدائے ہولناک و مہیب'' آتا ہے ۔ میں کیوں کر فرہنگ نگاررں کے اور ان کے مددگاروں کے قیاس کو وحی سمجھوں اور کیوں کر کاتبوں کے املا کو مصحف مجید کی طرح سر پر دھر لوں ؟ یہ تو جب ہو سکتا ہے کہ میں اپنے کو جماد اور نبات فرض کر لوں ۔ ''جرم[3] و خطائے یوغ بر گردن (۱۴۷) بندگان جناب است ۔'' میں آپ کو مخاطب بالفتح ٹھہرا کر ، یہی فقرہ پڑھ کر چُپ رہتا ہوں ، بعد س کے تبدیل جیم تحتانی کو مسموع کہتا ہوں ۔ 'یعقوب' کو بہ تغیر لہجہ انگریزی زبان میں

---

۱ ۔ دیکھیے ساطع صفحہ ۱۷ ۔

۲ ۔ خط سے مراد قلم ہے ــ''وقاد'' روشن ـــــــ ''نقاد'' کھرا کھوٹا پرکھنے والا ۔

۳ ۔ ساطع کی عبارت ہے ''جرم و خطائے........ است ، چہ یا بہ جیم بدل می شود ، چنانچہ در پنج آہنگ بہ استفادہ جیم جاکوب مبدل یعقوب فرمود ۔''

'جا کوب' کہتے ہیں - کہاں مبدل منہ ، کہاں تغیرلہجہ - حضرت آپ جو کہتے ہیں خوب کہتے ہیں - "رید" کو اور "کود" کو ترجمۂ طفل نہیں مانتے اور پھر خاتمہ میں "ریدگان" بصیغۂ جمع لکھواتے ہو ؛ واقعی یوں ہے کہ جو کچھ لکھاتے ہو، بہ نیروئے بصر نہیں بلکہ از روئے سمع لکھواتے ہو - خط تمام ہوا -

اب مستغیث کی عرضی کی ساعت ہو لیکن ساعت ازروئے انصاف بالائے طاعت ہو - عرضی گزارنے سے پہلے مستغیث پوچھتا ہے کہ آپ کے محکمۂ عالیہ کا سر رشتہ دار دیانت دار ہے یا نہیں ؟ سخن فہم و ہوشیار ہے یا نہیں ؟ میں تو گماں کرتا ہوں کہ امین نہ ہو -

دلیل سن لیجئے اگر یقین نہ ہو - ("صیحہ بہ معنی آواز اسپ زنہار نیست،") اس کے ماقبل اور بھی عبارت ہے ، سنانے والے نے نہ پڑھی ہو ، کتنا بعید ہے ، کس واسطے کہ اس عبارت کے مفہوم کو ملحوظ نہ رکھنا اور محمد اکرم[1] پنجابی کا شعر تو قابل التفات نہیں ، مگر مولانا جمال الدین عرفی شیرازی رحمۃاللہ علیہ کا شعر بہ تتبع کاتب غلط لکھوا دینا تم سے بسیار بعید ہے - انشا میں ناسخوں کی تحریف کو مانتے ہو ، املا میں کاتبوں کی غلطی کے کیوں نہ قائل ہو ؟ انشا و املا و لفظ و معنی میں تقلید چھوڑ کر تحقیق کے کیوں مائل نہ ہو؛ تقصیر معاف ، یہ نہ استناد بہ کلام عرفی عالی مراتب ہے ، بلکہ پیروی خامۂ کج رفتار کاتب ہے - کہہ چکا ہوں کہ نہ مجھ کو مناظرہ کا دماغ، نہ ھجوم امراض جسمانی وآلام روحانی سے فراغ ؛ آگے جو ہمت نہیں ہاری تھی اور غیب سے توقع مددگاری تھی تو اپنا یہ شعر اردو میرے ورد زبان اور اس ھنجار سے میں زمزمہ سنج فغاں

---

۱ - محمد اکرم غنیمت کنجاھی (گجراتی) متوفی قبل ۱۱۵۸ھ - دیکھیے مقدمہ دیوان غنیمت ، طبع لاھور ۱۹۵۸ء پنجابی اکیڈمی -

رہتا تھا :

شعر

رات دن گردش میں ھیں سات آسماں
ھو رھے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

اب جو اصلاح حال و حصول مطالب سے دل مایوس ھے تو طبیعت اسی غزل کی اس بیت کے ترنم سے مایوس ھے :

شعر

عمر بھر دیکھا کیے مرنے کی راہ مر گئے پر دیکھیے دکھلائیں کیا

کوئی یہ نہ سمجھے کہ بڑا رونا رزق کا ھے ، جب معاش مقرر ھو تو پھر غم کیا ھے ؟ نہ صاحب ! یہ باتیں جانوروں کی ھیں کہ کچھ کھا لیا ، پانی پی لیا اور چین سے سو رھے ۔ آدمی عموماً اور صاحبان (۱۴۸) ننگ و ناموس خصوصاً ، باوجود فراغ معاش ایسی جان گداز بلاؤں میں مبتلا ھیں کہ کوئی کیا کہے ۔ یہ حال تو یا صاحب واقعہ جانے یا خدا جانے ، دوسرے سے یہ کار افتادہ کیوں کہے اور بغیر کہے دوسرا کیا جانے ؟ مناظرہ کا تو ھرگز ارادہ نہیں ، اگر مردہ دل نہ ھوتا تو دو باتیں کہتا ؛ زیادہ نہیں، وہ بھی از روئے بحث و تکرار، نہ بہ انداز استفسار، اظہار سے مقصود نفس اظہار ۔ یہ جو آپ نے مولوی امام بخش کو ''امام المحققین'' خطاب دیا ھے ، کتنے محققین نے آپ کو اپنا امام مان لیا ھے ؟ جب تک نہ اجماع محققین کا ھوگا یہ خطاب باجماع اھل عقل ناجائز و ناروا ھوگا ۔ وہ فرماں روائے عہد شاھنشاہ کہلائے گا کئی بادشاہ جس کے فرمان پذیر ھو جائیں گے ۔ ایک سید نے اپنے لڑکے کا نام ''میر شہنشاہ'' رکھ لیا ، یہ ''شہنشاہ صاحب'' کیوں کر شاھجہاں و جہانگیر ھو جائیں گے ؟ اگر حضرت بہ فتح

قاف ثانی بصیغۂ تثنیہ ''امام المحققین'' کہتے تو ایک ماموم آپ ہوتے اور نرائن داس تنبولی دوسرا ہوتا۔ ''ساطع برہان'' کے تیرھویں صفحہ کی نویں سطر میں آپ لکھتے ھیں: ''همچنیں بر افراط و تفریط توضیح را کاربند نشده اند که بدان حرف گیری تواند کرد۔'' تواند، توانستن کے مضارع کی بحث جس سے صیغۂ واحد غائب ھے فاعل چاھتا ھے۔ خواھی معرفہ جیسے ''احمد محمود خواھی نکرد'' جیسے ''بهان کسے یا شخصے، مردے یا زنے'' اور اگر فاعل مذکور نہ ھو تو اس صورت میں تواں کرد چاھیے کہ ''تواں'' مالم یسم فاعلہ ھے۔ کرامت ھو تو مجھے حاصل نہیں۔ ھاں از روئے حسن عقیدت کہتا ھوں کہ یا آپ نے یوں لکھا ھے کہ ''کسے بداں حروف گیری تواند کرد'' یا ''تواند'' کی جگہ ''تواں'' رقم فرمایا ھے۔ دیکھیے آپ نے بیل کے جوئے کا بوجھ میری گردن پر رکھ دیا اور میں نے ایک بیل کا بوجھ پشت مبارک سے اٹھا لیا۔

''او، اسداللہ داد خواہ، جلد آ اور اپنی عرضی لا''! ''حضرت آیا، اور عرضی لایا'' ''پہلے پانچ کاغذوں کی نقلیں علی الترتیب پڑھی جاویں، پھر سررشتہ دار صاحب بہ کمال امانت و دیانت عرضی سناویں''! (۱۴۹)

۱۔ نقل عبارت برہان قاطع: ''آب دہ دست بہ کسر دال ابجد و ھائے ھوز اشارہ بہ حضرت رسول صلوات اللہ علیہ است خصوصاً و شخصے را نیز گویند کہ بزرگ مجلس بود و آرائش صدر و زینت ازو باشد عموماً۔

۱۔ ساطع و قاطع ''رسول صلعم است''۔۔ساطع ''و شخصے را ھم گویند ...و زینت مجلس''۔

نقل عبارت قاطع برهان: ''از خامی عبارت چشم مے پوشم و مے خروشم که ''آب ده دست'' مرکب از آب و ده که صیغه امرست از دادن و دست که باوجود معانی دیگر مسند را نیز گویند، معنی ترکیبی ''رونق دهندۂ مسند'' هر آئینه تا مسند[1] را بطرف نبوت یا رسالت یا هدایت مضاف نگردانند، بمقام نعت فرو نیارند بلکه در مدح اکابر و صدور نیز بے اضافۂ لفظ امارت و شوکت و امثال ایں ها نه نگارند، نه بینی که تنها آب ده دست افادۂ به معنی 'شویانندۂ دست' می کند و آں خود اهانتی ست قبیح - بیچاره در نظم و نثر لغت آب ده دست رسالت دیده است ونیمۂ مضمون را لغت اندیشیده است -''

نقل عبارت ساطع برهان: ''آب ده دست خدا نکند که ایں اعتراض از جانب مرزائے من باشد، کور سوادے همچو من گفته باشد - بخاطر داشت آں درج کتاب کرد ورنه ایں کنایه قابل اعتراض نیست، چه آب ده دست جمله ترکیبی ست - دست که در عربی و فارسی بمعنی مسندست مضاف و مضاف[2] الیه محذوف باید دانست بلکه کلامے ست مستقل و مترادف بالا دست[3] مضاف و مضاف الیه که معنی صدور و مسند بزرگ قوم باشد - صاحب ''مویدالفضلا'' در لغت فارسی[4] یک لغت به سند دو کتاب که 'ادات[5]' و 'قنیه' باشد به همیں صورت و صحت به همیں معنی نگاشت و در ''مدار'' نیز و صاحب ''رشیدی'' آورده که آب ده دست بمعنی

---

۱ - ''تامسند'' مطابق اصل و قاطع، ساطع ندارد -
۲ - اصل، نارایتی ''و مضاف علیه که معنی محذوف'' متن مطابق ساطع -
۳ - ساطع ''بالادست که معنی صدر و مسند'' -
۴ - ساطع ''لغت فارسیه'' دیکھیے ساطع برهان، صفحه ۲۲ -
۵ - ادات الفضلا اور قنیة الطالبین دو لغت هیں -

بزرگ مجلس و معنی ترکیبی آں رونق ده صدور مسند ۔

قوله ، بیچاره در نظم و نثر لغت آب ده دست رسالت دیده و نیمۂ مضمون را لغت اندیشیده است ، انتهیٰ ۔

قول جامع ، ایں کنایه را در نظم و نثر بے اضافۂ رسالت دیده است و همچناں در رشتۂ تحریر کشیده است ۔ خاقانی گوید :

شعر[1]

''دست آب ده مجاورانش ارزن ده برج کوترانش''

تبصره[2] : پس گرداں جناب اگر فراموش کنند (۱۵۰) در شرح کنایه ماهی چشمۂ خضر در باب المیم جویند که میگویند که آب ده دست استعاره برائے آنحضرت از خاقانی از رکاکت نیست وائے بریں عقیدت که اورا به پیمبرے برداشتند و باز به نشیب رکاکت سر نگون انداختند ۔

۲ - نقل عبارت برهان قاطع : ''ماهوچی شمۂ خضر'' کنایه از زبان و دهان معشوق ست ۔ قاطع برهان ''ماهوچی شمۂ خضر'' کدام لغت ست من در کتاب منطبعه بدیں صورت دیده ام : ع

قلندر هر چه گوید دیده گوید

در ضمیر میگذرد که ''ماهی چشمۂ خضر'' خواهد بود و آں خود مضمونی ست به طریق استعاره بالکنایه که سخنور بسا خون جگر خورده باشد تا در نظم و نثر خویش آورده باشد ۔ سپس هر که

---

۱ - ساطع ''بیت'' اس کا ترجمه آگے آتا ہے ۔

۲ - تبصره ، ساطع کے حاشیے کی عبارت ہے ۔ دیکھیے صفحه ۲۳ ۔

این را در گفتار خویش آرد سرقه خواهد بود از لغت مستقله و کنایه هائے مشهوره نیست که بکار دبیران روزگار آید ۔ شیر خدا که ترجمۂ اسداللہ است گوئی یکے از نامہائے جناب ولایت پناہ است ۔ صد هزار کس در کلام خویش آورده باشد و سرقه نیست ۔ دکنی که [1] در بحث شین مع الیا شیرزه غاب اسم حضرت امیر علیه السلام نوشته و آن مضمونی ست که خاقانی در قصیده قسمیه بهم رسانده ۔ شیر شرزه خود صفتی ست عام که بر هر مرد شجاع و سرهنگ جنگ جو اطلاق توان کرد و غاب بمعنی بیشۂ نیستان ست هر آئینه این صفت نه سزاوار شان اسد اللٰهی باشد خاقانی خود به طریق [2] تنزل گفته است این چنین صفت اسم کسیکه بعد از خدا و رسول او را به بزرگی توان ستود چگونه روا تواند بود ؟ همچنین آب ده دست [3] درباب الف ممدوده اسم حضرت ختم المرسلین صلوات اللہ علیه قرار داده است و این لفظی ست در غایت رکاکت [4] ۔''

پس غالب منع کرتا ہے برہان دکنی کو کہ لفظ رکیک آنحضرت کے حق میں صرف نہ کر۔ ''چنانکه همدران فصل مفصل نوشته ایم ۔ مقصود این ست که چنین مضامین لغت مستقل و کنایه مقبول چرا قرار یابد ؟ و جز در شرح اشعارے که حاوی این کلمات باشد چرا نگارش پذیرد اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم''۔ ''آب'' ترجمه ''ما'' کا ، هندی جس کی پانی اور بمعنی ''رونق و لطف'' بھی آتا ہے اور اسلحه کی تیزی اور جواهر کی صفائی کو بھی کہتے ہیں ۔ دست

---

۱ - ''که'' اصل ندارد ، اضافه از ساطع ۔

۲ - به طریق تنزل : به درجه مجبوری ، درجے سے آتر کر ۔

۳ - اضافه از ساطع و قاطع ۔ اصل ندارد ۔ ساطع ۱۴۹ ، قاطع برهان صفحه ۶۳ ۔

۴ - متن مطابق ساطع و قاطع ،اصل ''رکاکت صفت لفظ'' ۔

ترجمۂ (۱۵۱) ''ید'' ھے جس کی ھندی ھاتھ اور بمعنی قسم و نوع اور بمعنی ''مسند'' بھی مستعمل ھے ۔ ھم کو اس مقام میں آب بمعنی پانی اور دست بمعنی ھاتھ اور اس کی ترکیب یعنی 'آب دست' اور اس کے مقلوب یعنی 'دست آب' کے باب میں کلام ھے ۔ ''آب دست'' بحرکت و سکون موحدہ عموماً ترجمہ ''غسالۂ ید'' ھے اور خصوصاً وضو کو کہتے ھیں ۔ تعمیم کی سند استاد کا شعر :

شعر

بے تکلف رو بساقی کن اگر دل خستۂ
کابدست او شفا بخش ھمہ بیمار ھاست

تخصیص کی سند ''نام حق'' کی بیت :

بیت

آبدست و نماز باید کرد   دل مقام گداز باید کرد

عرف میں آبدست کس عضو کے غسالے کو کہتے ھیں؟ ھم تو اتنا پوچھ کر چپ ھو رھتے ھیں ۔ پس آب دہ دست اوز دست آب دہ کے معنی وضو کرنے والا اور ھاتھ دھلانے والا ، آب بمعنی رونق اور دست بمعنی مسند کا یہاں ادخال محض جھل اور صرف اھمال ۔ یہ تو میرا قول ھے کہ آب دہ دست رسالت رسول کو کہہ سکتے ھیں ۔ ایک بے ادب فقط آب دہ دست کہتا ھے اور ھم منہ تکتے ھیں ۔ منشی سعادت علی کو نہ علم نہ فہم ، اس نے قباحت کو نہ جانا ۔ مرزا رحیم بیگ صاحب! افسوس کی بات ھے، تم نے اس بیان خاص میں قاطع برھان والے کے قول کو کیوں کر مانا ؟ ھے ھے ! سراسر بے پردہ اشرف الانبیا علیہ و آلہ السلام کی تذلیل اور توھین ھے ، اور جو پیمبر کو ایسا کہے وہ مجموع اھل اسلام کے نزدیک مرتد اور مردود و بے دین ھے ، بلکہ

مخالفین بھی ، جو مسلمان اپنے پیمبر کو برا کہے، اس کو برا جانیں گے- یقین ہے—پس پیمبر کا آب دہ دست نام رکھنے والا مورد ''لعنت اللہ[1] و ملائکتہ والناس اجمعین'' ہے - خاقانی کے شعر کے لکھنے سے آپ کی کیا مراد ہے ؟ یہ شعر قطعہ بند اور اس کا پہلا شعر مجھ کو یاد ہے - پہلے پوچھتا ہوں کہ ''دست آبدہ'' کا فاعل اور شین کا مرجع تم نے کس کو ٹھہرایا ؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نشان اس میں بطریق مذکور یا مقدر کہاں پایا ؟ جب اس مصرعہ کی رو سے :

مصرع

دست آب دہ مجاورانش

''دست آب دہ'' پیمبر کا نام قرار پایا تو دوسرے مصرع کے مطابق :

مصرع

ارزن دہ برج کوترانش

''ارزن دہ'' کا خطاب بھی حضرت پر صادق آیا - سبحان اللہ جہاں ''مصطفیٰ'' و ''مجتبیٰ'' ''رحمۃ للعالمین'' و ''خاتم المرسلین'' آپ کے القاب ہیں ، وہاں ''آب دہ دست'' (۱۵۲) بھی آپ کا لقب ٹھہرایا - مرزا جی ! میں ترک جاہل ہوں ، بجا ہے اگر مجھ کو گالیاں از روئے عتاب دو گے ، خدا کے واسطے پیغمبر کو کیا جواب دو گے ؟ بندہ پرور ! خاقانی کا شعر قطعہ بند ہے اور اس شعر کا پہلا شعر یہ ہے :

---

۱ - آیت قران کا ایک حصہ ـــ ''مورد......ہے'' یعنی اس آیت کا مصداق ہے -

اشعار

روح از پے آبروئے خود را | دست آب ده مجاورانش
خلد از پے رنگ بوئے خود را | ارزن ده برج ، کوتـرانش

اوپر کے دونوں مصرعوں میں 'را' کا لفظ زائد ، پہلا مصرع تیسرے مصرع سے اور دوسرا مصرع چوتھے مصرع سے متعلق ۔ نثر اس کی فارسی میں یوں ہوتی ہے :

"روح از پۓ آبروے خود دستاب ده مجاوران اوست ، و خلد از پۓ رنگ و بوئے خود ارزن ده کبوتران اوست[1]۔"

یہ دونوں شعر کعبہ معظمہ کی تعریف میں اور دونوں شینوں کی ضمیر بہ طرف کعبہ راجع ۔ اس اظہار کی تصدیق "تحفة العراقین"[2] سے کیجیے اور ھندی کی چندی غالب سے سن لیجیے ۔ "روح" اپنی افزائش آبرو کے واسطے وضو کا پانی دیتی ھے کعبے کے مجاورں کو اور خلد اخذ رنگ و بو کے واسطے دانہ کھلاتا ھے کعبے کے کبوتروں کو ۔ وضو کا پانی دینا اور کبوتروں کو دانہ کھلانا ادنیٰ خدمت ھے خدا کے واسطے ۔ مخدوم کونین کو خادم کہنا مدح ھے یا مذمت ھے ؟ مع ھذا خاقانی کے اس مصرع سے 'دستاب ده' پیمبر کو سمجھنا بے اعتنائی اور غفلت ھے ۔ خاقانی نے روح کو "آب دست ده" کا فاعل مانا ، تم نے پیمبر کو معاً اس فعل کا فاعل اور ایک فعل کا دو فاعل سے متعلق ھونا کیوں کر جائز جانا ؟

"قافلہ شد" یعنی قافلہ رفت یعنی قافلہ سالار رفت ، یعنی

---

۱ - "برج" کے معنی رہ گئے—لہذا یہ اضافہ کرنا ھوگا اور دائرة البروج "ارزن ده کبوتران اوست" اور یہ بالکل صحیح ھے کیونکہ حرم کعبہ میں کبوتر بہ کثرت پائے جاتے ھیں ۔

۲ - تحفة العراقین خاقانی کی مشہور مثنوی ھے ۔

رسول مقبول رحلت کرد ۔ یہ ''قاف مع الالف'' میں کلام آسی مستہین[1] رسول کا ہے ۔ ''دست آب دہ'' کی شرح میں تحقیر اور ''قافلہ شد'' میں استہزا ہے ۔ برہان قاطع والا اگر یہ قباحتیں نہیں سمجھا ہے تو احمق ہے اور سمجھ کر لکھتا ہے توکافر مطلق ہے ۔

اب میرے خونابۂ زخم دل کی روانی اور قلم کی خونابہ فشانی دیکھیے ۔

''تبصرہ'' مندرجۂ حاشیہ ساطع برہان کے حق میں کیا فرماتے ہو اور اس فقرۂ اخیر کو (۱۵۳) ''باز در نشیب رکاکت سر انداختند'' کس کا لکھا ہوا بتاتے ہو ؟

سنو فخرالفضلا و ختم العلما امیر الدولہ مولوی محمد فضل حق[2] رحمۃ اللہ علیہ نے رد عقائد وھابیہ میں بزبان فارسی ایک رسالہ لکھا ہے اور اس عہد کے علما کی اس پر مہریں ہیں ۔ اس رسالے میں جناب مولوی صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ حضرت کو قوت مجامعت بہت تھی ، حالانکہ یہ امر واقعی ہے ، یا یہ کہے کہ آپ کی ردا میلی تھی ، اگرچہ اس وقت میں ہو ، لیکن چونکہ ایک گونہ سوء ادب اور اہانت ہے ، حاکم اہل اسلام کو چاہیے کہ اس قول کے قائل کو سزا دے اور اگر حاکم سزا نہ دے تو اہل شہر پر عزل[3] حاکم

---

۱ ۔ مستہین : اسم فاعل بمعنی توہین کرنے والا ۔

۲ ۔ محمد فضل حق خیر آبادی بن فضل امام غالب کے محترم ترین احباب میں تھے ۔ منطق اور فلسفے کے استاد کامل مانے جاتے ہیں ۔ آپ کی ولادت ۱۲۱۲ھ اور وفات بحالت سزائے کمپنی در غدر انڈمان ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ میں ہوئی (تذکرہ علمائے ھند صفحہ ۱۶۴) ۔

۳ ۔ عزل : معزول کرنا ۔ دارالحراب : ملک کفر ، جذیہ نہ دینے والے کافروں کی آبادی جس کو تباہ کرنا مباح ہے ۔

واجب ہے اور اگر اهل شہر ایسا نہ کریں تو وہ شہر دارالحرب ہے ۔

پس بموجب فتوائے علمائے اسلام فقرۂ مذکور کا لکھنے والا کفر میں شداد سے اشد اور کذب میں مسیلمۂ کذاب[1] سے سوا ہے ۔ خیر، عقبیٰ میں وہ خالق کا مقہور اور دنیا میں خلق کا مطعون ہوگا ؛ مجھ کو کیا ، مجھے تم پر ہنسی آتی ہے ۔ بعضی بات سمجھی نہیں جاتی ہے ۔ خاقانی روح کو "آب دست دہ" مجاوران حرم کہتا ہے ، تم کہتے ہو کہ خاقانی "دست آب دہ" اسم پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم کہتا ہے ۔ مولوی امام بخش نے تم کو بہت کچھ پڑھایا مگر طریقۂ استنباط معنی نہ بتایا ۔ میرے حق میں جو کہتے ہو خود بھی نہیں سمجھتے کہ کیا کہتے ہو ۔ میں نے اس کے سوا کہ "خاقانی بہ طریق تنزل گفتہ است" اور کیا کہا ہے ، جو مجھے برا کہتے ہو ؟ وہ یہی ذکر "شیر شرزۂ غاب" میں نہ دستاب دہ کے باب میں اس نے جناب امیرالمومنین کے واسطے ایک لفظ سہل سرسری لکھا ہے ، میں نے قبول نہ کیا اور اس کے قول کا تنزل ظاہر کر دیا ۔ آنحضرت کو اس نے "آب دہ دست" یا "دستاب دہ" کہاں لکھا ؟ اور کیوں لکھتا ؟ نہ احمق تھا نہ بے ادب ؛ جب اس نے نہیں لکھا تو میں اس سے کیوں الجھوں ۔ اور کب اُلجھا ؟ نہ کج فہم ہوں ، نہ مغلوب الغضب ۔

آب دہ دست کے پردے کھل گئے ، بے اضافہ آخر دست بمعنی مسند (۱۵۴) نہ آئے گا ، آب دہ دست ہاتھ دھلانے والا کہلائے گا ، ہاں ایک طور ہے ، تم نے اس کو اور طور سے لکھا ہے ، میں بطریق ابلغ و احسن لکھتا ہوں ۔ یعنی تخت اور اورنگ سلاطین کے

---

۱ ۔ مسیلمۂ کذاب : ایک پرانا مدعی نبوت ۔

جلوس کے واسطے اور وسادہ و مسند امرا کے جلوس کے واسطے موضوع ہے۔ نظر اس اصل پر سلطان کو زیب افزائے اورنگ بے اضافۂ لفظ سلطنت اور امیر کو زینت بخش مسند بے افزائش لفظ امارت لکھو۔ انبیا ، خصوصاً سید الانبیا مسند پر کب بیٹھے تھے ؟ ان کے غلاموں کو امارت ننگ ہے اور زمزمۂ 'الفقر فخری' بلند آہنگ ہے۔ میرے خداوند کا فرش حصیر ، نمد ، گلیم ، ردائے صحابہ ، سطح خاک۔ میں مومن مجرم اپنے اس خداوند کو جس کی شان میں یہ مصرع اگرچہ مدح مجمل ہے :

مصرع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

لیکن قول فیصل ہے۔ آب دہ دست و زینت بخش مسند کیوں کر سمجھوں ، بلکہ مجموعہ اہل اسلام بشرط فہم صحیح و طبع سلیم گوارا نہ کریں گے کہ وہ صفت عام جو دنیا داروں کے واسطے ہے ، قبلۂ دین و دنیا پر صادق آئے۔ دکنی اور اسی کے "فضلہ خوار" قابل خطاب نہیں۔

ایہاالاخ المکرم ! "فضلہ خوار" جواب ہے "پس گردان" جناب کا۔ یہ کلمہ مستوجب عتاب نہیں۔ یقین کہ آپ نے اب تو از روئے دلالت لفظ و معنی جان لیا ہوگا اور اس فقیر حقیر کو نظر بہ قومیت ترک و پیشۂ آبائی سپاہ گری عسس المحققین خطاب دیا ہوگا۔ جاننا اس امر کا کہ آب دہ دست میں اگر آب سے پانی اور دست سے ہاتھ مراد لیں تو اس کو اسم پیمبر سمجھنا کتنی بے ادبی ہے اور اگر آب کو بمعنی رونق اور دست کو بمعنی مسند مانیں تو بے الحاق لفظ نبوت و ہدایت حضرت کو اس ترکیب کا مشار الیہ سمجھنا کیسی بوالعجبی ہے۔

"آب دہ دست" رونق بخش مسند صفت ہے عموماً منعمان مال دار کی ؛ یہاں تک کہ اس اصطلاح سے تعریف کرسکتے ہیں صرافان و ساھوکاران بلاد و [1] امصار کی ۔

میں اب قطع کلام کرتا ہوں اور آپ کو بہ کمال تعظیم سلام کرتا ہوں ۔ پیغمبر کی تحقیر کو مسلم رکھتے ہو ؟ تم جانو اور سید ابرار ۔ خاقانی پر بہتان کرتے ہو ؟ تم جانو اور وہ میدان معنی کا شہسوار ۔ مجھ کو جس قدر تم نے لکھا ہے ، یا کوئی اور لکھ رہا ہے ، اگرچہ وہ سب لغو اور جھوٹ ہے ، معقول اور راست نہیں ، لیکن واللہ مجھ کو عرصۂ محشر میں اس کی باز خواست نہیں ۔

شعر

زیمن عشق ، بہ کونین صلح کل کردیم[2]
(۱۵۵) تو خصم باش ، وز ما دوستی تماشا کن

(اگست ۱۸۶۵ء)[3]

---

۱ ۔ بلاد و امصار : شہر و قریہ ، دنیا جہان ۔ بلد کی جمع بلاد ۔ امصار کا واحد مصر ؛ دونوں کے لغوی معنی "شہر" ہیں ۔

۲ ۔ میں نے عشق کی برکت سے دو جہان میں صلح کر لی ہے ، تم دشمن بن کر میری محبتوں کا عالم دیکھو ۔

۳ ۔ دیکھیے دیباچۂ مکاتیب ، صفحہ ۳۱ ۔

مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

(خط نمبر ۱۳۲)

مخدوم مکرم ، مظہر لطف و کرم جناب مولوی محمد عبدالرزاق صاحب اشرف الوکلا کو درویش گوشہ نشین ، غالب حزین کا سلام !

آپ کے عنایت نامے کے ورود سے میں آپ کا احسان مند ہوا اور دل سے آپ کو دعائیں دیں ـ کیوں حضرت ! آپ حیران ہوئے ہوں گے کہ یہ شخص اتنا فضول اور لغو کیوں ہے ، خط کے پہنچنے سے اظہار منت پذیری اگر گزاف نہیں تو کیا ہے ؟ اب اس خوشی اور دعائیں دینے کی وجہ سنیے !

یعنی آپ کے سبب سے میں نے اپنے والا برادر ، از جان عزیز تر، بہ دل نزدیک و از دیدہ دور ، نامہربان بہ خود مغرور ، میر قاسم[2] علی خاں کا رقعہ اپنے نام کا پایا ـ اللہ اللہ ! اگر آپ باعث نہ ہوتے تو بھائی صاحب کاہے کو مجھ کو خط لکھتے ۔

---

۱ - محمد عبدالرزاق شاکر مچھلی شہر کے باشندے ہیں ، الہ باد و گورکھ پور میں زیادہ قیام رہا ، وکالت کا امتحان دیا ، پہلے وکالت کی ، پھر سب جج اور عدالت خفیفہ کے جج رہے - ۱۸۹۴ء میں ریٹائر ہو کر علی گڑھ میں آ بسے ، آخر عمر میں آنکھوں کانوں سے معذور ہو گئے تھے ، آخر اسی برس کی عمر ، ۱۹۱۴ء مچھلی شہر میں وفات پائی - (ادبی خطوط ، صفحہ ۲۸۳ ، تلامذہ ۱۶۲) -

۲ - میر قاسم علی خاں آگرے اورھاتھرس میں منصف رہے ، اس کے بعد صدر امین ہوگئے تھے - منشی نبی بخش سے اور ان سے اچھے مراسم تھے - دیکھیے حواشی نادرات غالب ، صفحہ ۱۲۲ -

انھیں سے پوچھیے کہ کبھی تم نے 'اسد' کو خط لکھا ہے ؟ بس[1]۔

بعد اس توضیح کے آپ کی تحریر کا جواب لکھتا ہوں۔

آپ کا واسطے اصلاح کلام کے رجوع کرنا میری طرف موجب میری نازش کا ہے۔ میرا طریق اس فن خاص میں یہ ہے کہ جو شعر بے عیب ہوتا ہے، اس کو بہ دستور رہنے دیتا ہوں اور جہاں لفظ کے بدلے لفظ لکھتا ہوں، اس کی وجہ خاطر نشان کر [2]دیتا ہوں تاکہ آئندہ، صاحب کلام اس قسم کے کلام میں خود اپنے کلام کو مصلح رہے۔

مطلع کا یہ مصرع :

سر خوش و سرشار و مستم، بلے

لسان فارسی میں ''سرشار'' صفت ہے پیالے کی، معنی لفظی اس کے ''لبریز''، پس ''شارب'' کو لبریز کیوں کر کہیں گے ؟ اور یہ جو اردو میں مست و سرشار مرادف المعنی استعمال میں آتی ہیں، امر جداگانہ ہے۔ فارسی میں تتبع اردو کا ناجائز۔

''رند عالم سوز'' شعرائے عجم میں بہ معنی ''رند بے نام و ننگ'' آیا ہے، جیسا کہ استاد کہتا ہے :

مصرع

رند عالم سوز را بامصلحت بینی چہ کار

حسن مطلع سست تھا، 'می رسد بر بادہ الخ' 'بر شیشہ' یہاں انسب ہے۔

''از لحد چوں خاک جستم''، خاک کو جستن سے کیا علاقہ ؟

---

۱ - خطوط ''پس''۔
۲ - اصل، نارائنی ''کر سکتا'' باقی نسخ میں مطابق متن۔

نقد جاں را مہر بستم ، یللی

تعقید معنوی ہے — ''طالب عہد استم''—'طالب عہد است' یعنے عہد است ، کس سے مانگتا ہے ؟ ہاں ، 'سرخوش عہد است' بہ محل و بہ موقع - ۱۲

متوقع ہوں کہ میرا یہ رقعہ جو آپ کے نام کا ہے ، جناب میر قاسم علی خاں صاحب کو پڑھا دیجیے گا (۱۵۶) اور اب جو آپ مجھے خط لکھیں تو یہ بھی لکھیے گا کہ ہنوز وہ صدر امین ہیں یا ترقی کی ، اور صدر الصدور ہوگئے، اور اگر ترقی نہیں کی تو کیا وجہ ؟ ۱۲ -

(۱۸۶۴ء)[1]

ایضاً (خط نمبر ۱۳۳)

جناب مولوی صاحب مخدوم مولوی محمد عبدالرزاق صاحب شاکر کی خدمت میں بعد سلام یہ التماس ہے کہ مولوی صاحب

---

۱ - شاید یہ پہلا یا دوسرا خط ہے اور عبدالرزاق نے شاگردی کے طور پر کلام اصلاح کے لیے بھیجا ہے - اگر شاکر کی عمر اسی سال ہوئی تو ان کی تاریخ پیدائش ۱۸۳۴ء اور ۶۴ ، ۶۵ میں ان کی عمر ۳۰ ، ۳۱ سال ہوتی ہے - میں سمجھتا ہوں کہ عود کی آخری منزل ترتیب میں یہ خط آئے ہیں اور ۶۴ بلکہ ۶۵ سے ۶۶ء تک جو خط آئے وہ بیخبر نے لے لیے اور سب کے سب غالباً ترتیب سے نقل کر دیے

عالی شان مولوی مفتی[1] اسد اللہ خاں بہادر کی خدمت میں فقیر کا سلام پہنچائیے ۔ میں تو آپ سے عرض کرتا ہوں ، مگر آپ مفتی صاحب سے کہیے کہ مجھ کو باوجود شدت نسیان آپ کا تشریف لانا یاد ہے ۔ چھاپے کے اجزا اٹھا کر میں نے آپ کے سامنے ایک غزل اپنی پڑھی تھی ، جس کے دو شعر قطعہ بند ہیں :

قطعہ

ارزندہ[3] گوہرے چومن اندر زمانہ نیست
خود را بخاک رہ گزر حیدر افگنم
منصور فرقۂ علی اللہیاں منم
آوازۂ 'انا اسد اللہ' در افگنم

خدا کرے حضرت کو بھی یہ واقعہ یاد ہو ، اتحاد اسمی دلیل

---

۱ ۔ مفتی اسداللہ خاں بہادر الہ آباد کے رہنے والے اور مفتی کریم قلی کے صاحب زادے تھے ۔ صدر الصدور آگرہ اور آخر میں یہی عہدہ جونپور میں رہا ۔ دو شنبہ یکم جمادی الاول ۱۳۰۰ھ میں انتقال فرمایا ۔ (تذکرہ علمائے ھند ، صفحہ ۲۲) بے خبر سے اور ان سے مراسلت تھی ۔ فغان بے خبر میں کچھ خط ان کے نام ہیں ۔

۲ ۔ یہ واقعہ ۱۸۶۳ ، ۱۸۶۲ء کا ہوگا کیوں کہ کلیات نظم کا پہلا ایڈیشن وسط ۱۸۶۳ء میں تیار ہوا ۔ گویا جب اسداللہ دھلی گئے ہیں تو کلیات کی کاپیاں تصحیح کے لیے آ رہی تھیں ۔

۳ ۔ کلیات صفحہ ۴۸۶ ردیف میم کی پہلی غزل کے آخری شعر ، جو ترتیب میں مقدم و مؤخر ہیں ، کلیات طبع اول دھلی و نول میں ''ارزندہ'' الخ بعد میں ہے ، ترجمہ یہ ہے :

(۱) زمانے میں مجھ سے زیادہ قیمتی سرمایہ کوئی نہیں ، تو میں اپنے تئیں راہ حیدر کرار میں گرائے دیتا ہوں ۔

(۲) میں ''علی اللہیوں'' نصیریوں کا ''منصور'' ہوں ، جب ھی تو ''انالحق'' کے بجائے ''انا اسداللہ'' کا نعرہ لگاتا ہوں ۔

مودت روحانی ہے ۔

اخی مکرم میر قاسم علی خاں کو سلام پہنچے ۔ سال گزشتہ کی تعطیل کی طرح دلی آ کر مجھ سے بے ملے نہ چلے جائیے گا ۔

پھر حضرت مکتوب الیہ سے کلام ہے : اشعار بعد حک و اصلاح کے پہنچتے ہیں ۔ یہ رتبہ میری ارزش کے فوق ہے کہ میں آپ کے کلام میں دخل و تصرف[1] کروں ۔ بندہ نواز! فارسی میں خطوں کا لکھنا پہلے سے متروک ہے ۔ پیرانہ سری و ضعف کے صدموں سے محنت پژوہی و جگر کاوی کی قوت مجھ میں نہیں رہی ۔ حرارت غریزی کو زوال ہے اور یہ حال ہے :

شعر

مضمحل ہو گئے قویٰ غالب — وہ عناصر[2] میں اعتدال کہاں

کچھ آپ ہی کی تخصیص نہیں ، سب دوستوں کو جن سے کتابت رہتی ہے ، اردو ہی میں نیاز نامے لکھا کرتا ہوں ۔ جن جن صاحبوں کی خدمت میں آگے میں نے فارسی زبان میں خطوط و مکاتیب لکھے اور بھیجے تھے ، ان میں جو صاحب الی الآن ذی حیات و موجود ہیں ، ان سے بھی عندالضرورت اسی زبان مروج میں مکاتبت و مراسلت کا اتفاق ہوا (۱۵۷) کرتا ہے ۔ پارسی مکتوبوں ، رسالوں ، نسخوں اور کتابوں کے مجموعے شیرازہ بستہ ، چھاپا ہو کر اطراف و اقصائے عجم میں پھیل گئے ، حال کی نثروں کو کون فراہم کرنے جائے ؟ جان کنی کے خیالات نے مجھ کو ان تحریر و تعلق و بار سے دست بردار و آزاد و سبک دوش کر دیا ۔ جو نثریں کہ مجموع و یک جا ہو کر جہاں جہاں منتشر ہو گئی

---

۱ ۔ دخل و تصرف : تبدیلی الفاظ ۔

۲ ۔ دیوان "اب عناصر میں ۔"

هیں اور آیندہ ہوں ، انھیں کو جناب احدیت جلت عظمتہ مقبول قلوب اہل سخن و مطبوع طبائع ارباب فن فرمائے اور میں اب انتہائے عمر نا پایدار کو پہنچ کر آفتاب لب بام اور ہجوم امراض جسمانی و آلام روحانی سے زندہ در گور ہوں ۔ کچھ یاد خدا بھی چاہیے ۔ نظم و نثر کے قلم رو کا انتظام ایزد دانا و توانا کی عنایت و اعانت سے خوب ہو چکا ۔ اگر اس نے چاہا تو قیامت تک میرا نام و نشان باقی رہے گا ۔ پس امیدوار ہوں کہ آپ انھیں نذور محقرہ یعنی تحریرات روز مرہ اردوئے سادہ و سرسری کو تا امکان غنیمت جان کر قبول فرماتے رہیں اور درویش دلریش و فروماندۂ کشاکش معاصی کے خاتمۂ بخیر ہونے کی دعا مانگیں ، اللہ بس ماسوی[1] ہوس ۔ ۱۲

تعقید معنوی کو حضور خود جانتے ہوں گے ۔ اس کی توضیح و تفصیل میں تحصیل حاصل و تطویل لاطائل کی صورت نظر آتی ہے لہذا خامہ فرسائی بروے کار نہیں آئی ۔ ۱۲

(۱۸۶۴ء)

ایضاً (خط نمبر ۱۳۴)

حضرت ! تین دوستوں نے مولف[2] 'محرق' پر ، جس کا نام 'صاحب تپ محرق' رکھا گیا ہے ، جوتی پیزار کی ہے ۔ ایک رسالہ جو موجود تھا ، بھیجا جاتا ہے ۔ وہ دو نسخے بھی اگر بہم پہنچ گئے تو بھجوا دوں گا ۔ غزل بعد اصلاح کے جاتی ہے ۔ طرز فقیر

---

۱ ۔ اردو میں خط یہیں ختم ہو گیا ۔

۲ ۔ سید سعادت کی رد میں ایک نجف علی نے ''دافع ہذیان'' ، سیاح نے ''لطائف غیبی'' عبدالکریم نے ''سوالات'' ۔

مبارک ہو ۱۲ -
(۱۸۶۵ء)[1]

ایضاً (خط نمبر ۱۳۵)

حضرت ! مطالب علمی و شعری کا لکھنا موقوف سوال پر ہے - جب حضور کی طرف سے کوئی سوال آئے گا ، بقدر اپنے معلوم کے جواب لکھا جائے گا :

شعر

ہیں اپنے گنہ مزیل[2] امید ایمان کہاں ہے ، ایک ڈر ہے[3]

اس شعر میں قصد اچھا ہے مگر بیان ناقص ہے - مطلب تو یہ ہے کہ صرف خوف اصل ایمان نہیں ، [4]رجا کا بھی شمول چاہیے اور یہ (۱۵۸) بات اس تقریر میں سے نکلتی نہیں -

ایضاً (خط نمبر ۱۳۶)

پیر و مرشد ! ع

ایک شمع ہے دلیل سحر ، سو خموش ہے

یہ خبر ہے ، پہلا مصرع :

---

۱ - خطوط "۱۸۶۴ء" لیکن اگر تین رسالے وہی ہیں جن کا نام لکھا گیا ہے تو یقیناً یہ خط ۱۸۶۵ء کا ہے -
۲ - مزیل" : زائل کرنے والے -
۳ - اصل ، نارائنی "ڈر سے" -
۴ - رجا : امید -

مصرع

ظلمت کدے میں میرے شب غم کا جوش ہے

یہ مبتدا ہے — 'شب غم کا جوش' — یعنی اندھیرا ہی اندھیرا ۔ ظلمت غلیظ ، سحر ناپیدا ، گویا خلق ہی نہیں ہوئی ۔ ہاں ، ایک دلیل صبح کے وجود پر ہے ، یعنی بجھی ہوئی شمع ، اس راہ سے کہ شمع و چراغ صبح کو بجھ جایا کرتی ہیں ۔ لطف اس مضمون کا یہ ہے کہ جس شے کو دلیل صبح ٹھہرایا ہے ، وہ خود ایک سبب ہے من جملہ اسباب تاریکی کے ۔ پس دیکھا چاہیے ، جس گھر میں علامت صبح موید ظلمت ہوگی ، وہ گھر کتنا تاریک ہوگا ؟

شعر

متقابل ہے مقابل میرا   رک گیا دیکھ روانی میری

تقابل و تضاد کو کون نہ جانے گا ۔ نور و ظلمت ، شادی و غم ، راحت و رنج ، وجود و عدم—لفظ ''مقابل'' اس مصرع میں بہ معنی 'مرجع' ہے ، جیسے حریف کہ بہ معنی دوست بھی مستعمل ہے ۔ مفہوم شعر یہ کہ :

ہم اور دوست ، از روئے خوی و عادت ضد ہمدگر ہیں ، وہ میری طبع کی روانی دیکھ کر رک گیا ۔

غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے ۔ آپ اپنی طرف سے اس کو استصلاح[1] سمجھتے ہیں اور میں اس کو اپنی جانب سے استفادہ جانتا ہوں ۔

والسلام - ۱۲

(۱۸٦۴ء)

---

۱ - استصلاح : اصلاح چاہنا ۔

ایضاً (خط نمبر ۱۳۷)

فقیر اسداللہ نے اس کاغذ کے لفافے پر مرسلۂ محمد عبدالرزاق جعفری [۱] الحیدری اور ٹکٹ پر شاکر دیکھ کر دیر تک غور کی کہ یہ دو صاحب ہیں ؟ بعد تامل یاد آیا کہ مولوی عبدالرزاق صاحب اسم شریف اور شاکر تخلص ہے ۔ غور کیجیے کہ نسیان کا کیا عالم ہے ! واللہ ، اگر مجھ کو یاد ہو کہ سابق میں کوئی غزل آپ کی آئی ہے ۔ یہ لفافہ لکھا ہوا یکم اگست سال حال کا کل میں نے ڈاک سے پایا ۔ آج غزل کو دیکھا ، کل یہ لفافہ روانہ کروں گا ۔

شعر

کوئی آتا نہیں آگے ترے ہمتا ہو کر
آینہ جب نظر آیا ہے تو اندھا ہو کر

یہ مطلع دل نشین ہے ، مگر اتنا تامل ہے کہ 'آئینہ' کو اندھا کہنا چاہیے یا نہیں ؟

شعر

مردم چشم سیہ جب نظر آتا ہے ترا
بیٹھ جاتا ہے مرے دل میں سویدا ہو کر

'مردم' یعنی آنکھ کی پتلی ، مذکر نہیں ، معشوق کی قید کیا ضرور ؟ دعوی حسن پرستی (۱۵۹) رہے ۔ عموماً یہ خوب ہے ۔

شعر

نظر آتی ہے جہاں مردمک چشم سیاہ
بیٹھ جاتی ہے مرے دل میں سویدا ہو کر

---

۱ ۔ شاکر اپنے نسبی اعزاز علوی ہونے کو ظاہر کرنے کے لیے "جعفری ، حیدری ، زینبی" ۔

شعر

حرمت مے کے لیے پیرمغاں کا ہے یہ حکم
"ریش قاضی" کی رہے پنبۂ مینا ہو کر

یہ شعر بے لطف ہو گیا - کس واسطے کہ جب "قاضی[1] کی ریش" کہی تو وہ ایہام ریش کہاں رہا ۱۲ ؟

"کارگاہ[2] ہستی میں" الخ -

"داغ ساماں" مثل انجم انجمن ، وہ شخص کہ داغ جس کا سرمایہ و ساماں ہو - موجودیت لالے کی منحصر نمائش داغ پر ہے ورنہ رنگ تو اور پھولوں کا بھی لال ہوتا ہے - ۱۲

بعد اس کے یہ سمجھ لیجیے کہ پھول کے درخت یا غلہ جو کچھ بویا جاتا ہے ، دھقان کو جوتنے ، بونے ، پانی دینے میں مشقت کرنی پڑتی ہے اور ریاضت میں لہو گرم ہو جاتا ہے - مقصود شاعر کا یہ ہے کہ وجود محض رنج و عنا ہے - مزارع کا وہ لہو جو کشت و کار میں گرم ہوا ہے ، وھی لالہ کی راحت کے خرمن کا برق ہے - حاصل موجودیت ، داغ اور داغ مخالف راحت اور صورت رنج -

غنچہ[3] تا . . . . . الخ

کلی جب نئی نکلے ، بہ صورت قلب صنوبری نظر آئے اور

---

۱ - "ریش قاضی" شراب یا بھنگ چھاننے کا کپڑا -
۲ - ردیف 'ی' غزل ، یعنی نمبر ۱۵۵ ، بیان غالب ، طبع ۱۹۵۴ء :
کار گاہ ہستی میں لالہ داغ ساماں ہے
برق خرمن راحت خون گرم دھقاں ہے
۳ - غنچہ تا شگفتن ھا ، برگ عافیت معلوم
باوجود دل جمعی ، خواب گل پریشاں ہے

جب تک پھول بنے 'برگ عافیت' معلوم - یہاں معلوم بہ معنی معدوم ہے اور برگ عافیت بہ معنی مایۂ آرام - ع

برگ عیسیٰ بہ‌گور خویش فرست

برگ اور سرو برگ بہ معنی ساز و سازمان ہے ، خواب گل - شخیت گل بہ اعتبار خموشی و برجا ماندگی پریشانی ظاہر ہے یعنی شگفتگی ، وہی پھول کی پنکھڑیوں کا بکھرا ہوا ہونا - غنچہ بہ صورت دل جمع ہے، با وصف جمعیت دل گل کو خواب پریشاں نصیب ہے -

ہم[1] سے رنج......الخ

پشت دست ، صورت عجز اور ''خس بدنداں و کاہ بدنداں گرفتن'' بھی اظہار عجز ہے - پس جس عالم میں کہ داغ نے پشت دست زمین پر رکھ دی ہو اور شعلے نے تنکا دانتوں میں لیا ہو ، ہم سے رنج اضطراب کا تحمل کس طرح ہو ؟

قبلہ ! ابتدائے فکر سخن میں بیدل و اسیر و شوکت کے طرز پر ریختہ لکھتا تھا - چناں چہ ایک غزل کا مقطع یہ تھا :

طرز بیدل میں ریختہ لکھنا — اسد اللہ خاں قیامت ہے

۱۵ برس کی عمر سے ۲۵ برس کی عمر تک مضامین خیالی لکھا کیا - دس برس میں بڑا دیوان[2] جمع ہو گیا - آخر

---

۱ - ہم سے رنج بے تابی کس طرح اٹھایا جائے
داغ پشت دست عجز ، شعلہ خس بہ‌دنداں ہے

۲ - خوش قسمتی سے یہ دیوان بھی چھپ گیا - ''نسخہ حمیدیہ'' کی کتابت ۵ صفر ۱۲۳۷ھ (یکم نومبر ۱۸۳۱ء) میں ختم ہوئی ، گویا مرزا کی عمر ۲۴ سال تھی - (دیکھیے مقدمہ دیوان غالب از مالک رام صفحہ ۱۳ ، مقدمہ دیوان غالب از عرشی صفحہ ۱۹ ببعد)

جب تمیز آئی تو اس دیوان کو دور کیا ، اوراق یک قلم
چاک کیے ، دس پندرہ شعر واسطے نمونے کے دیوان حال میں
رہنے دیے - ۱۲

بندہ پرور! اصلاح نثر کی ضرورت نہیں ، آپ کی انشا (۱۶۰)
کی یہ روش خاص دل چسپ اور بے عیب ہے - اس وضع کو نہ
چھوڑیے ، اور جو میرا تتبع اور مجھ پر توجہ منظور ہو تو
'پنج آہنگ' وغیرہ میری مصنفات[1] کو بہ امعان نظر و صرف ہمت
ملاحظہ فرمائیے اور مشق بڑھائیے - چشم بد دور ، طبیعت
حضور کی نہایت عالی اور مناسب اس فن کے ہے ، میں آپ کی
رسائی ذہن اور قوت قلم سے قوی امید رکھتا ہوں کہ عنقریب بہت
خوب لکھیے گا - میرے اور تمام دوستوں کے فخر اور دشمنوں کے
رشک ہو جائیے گا -

ان[2] ہذا من برکۃ العلم ، یا مولانا ! و بالفضل والکمال
اولانا — ۱۲

(یکم اگست ۱۸۶۵ء)[3]

---

۱ - مصنفات : جمع مصنف ، تالیف ، کتاب - امعان نظر : گہری نظر -
صرف ہمت : محنت کر کے -
۲- بہت معمولی اور طالب علمانہ جملہ بنایا ہے - مقصود اظہار عربی دانی
ہے—ترجمہ : "فضل و کمال میں مجھ سے بہتر ، میرے مولانا ، یہ فقط
علم کی برکت ہے" -
۳ - سنہ کی تحریر تخمینی ہے -

ایضاً (خط نمبر ۱۳۸)

قبلہ و کعبہ !

فقیر[1] پا در رکاب ہے۔ سہ شنبہ، چہار شنبہ[2] ان دونوں دنوں میں سے ایک دن عازم رام پور ہوں گا۔ تقریب وہاں جانے کی رئیس مرحوم کی تعزیت اور رئیس حال کی تہنیت۔ دو چار مہینے وہاں رہنا ہوگا۔ اب جو کوئی خط آپ بھیجیں تو رام پور بھیجیں۔ مکان کا پتا لکھنا ضروری نہیں، شہر کا نام اور میرا نام کافی ہے۔

مخمس بعد الاصلاح[3] بھیجا جاتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ شعر آپ کہتے ہیں اور حظ میں اٹھاتا ہوں۔ حسن اتفاق سے اصلاح خمسہ کے وقت دوست غم گسار، یار وفا شعار، علامۂ روزگار، ختم العلماء المتبحرین مولوی مفتی صدر الدین خان صاحب بہادر، صدر الصدور سابق دہلی المتخلص بہ 'آزردہ' دام بقاۂ و زاد علاۂ کہ مجھ سے ملنے کو غم خانے پر تشریف لائے ہوئے تھے، موجود تھے۔ خمسے کو دیکھ کر پسند فرمایا۔ حضور کی بلاغت کی تحسین کی، عربی مصرعوں کی میرے ساتھ شریک غالب ہو کر مزے لوٹے اور آپ کی شیرینی گفتار کے وصف میں تادیر عذب البیان[4] اور رطب اللسان رہے، اور مجھ سے بہ قدر

---

۱ - رام پور کا دوسرا سفر در پیش ہے جو نواب یوسف علی خاں کی وفات ۲۱ - اپریل - ۱۸۶۵ء کے سلسلے میں تھا، (دیکھیے دیباچہ مکاتیب، صفحہ ۱۱۳ ببعد) -

۲ - اردو "چار شنبہ -"

۳ - اردو، "بعد اصلاح -"

۴ - شیریں دہن اور تر زبان -

میرے معلوم و بیان کے آپ کے صفات حمیدہ سے واقف و آگاہ ہو کر بہت شاد و خرسند ہوئے۔

مبارک ہو، نادیدہ و غائبانہ یعنی محض مشتاقانہ بہ تمنائے ملاقات عجز و نیاز لکھنے کو ارشاد کر گئے ہیں، لہذا میں لکھتا ہوں، قبول فرمائیے گا۔ ۱۲

(اکتوبر ۱۸٦۵ء)

ایضاً (خط نمبر ۱۳۹)

قبلہ!

پہلے معنی ابیات بے معنی سنیے!

نقش[۱] فریادی . . . الخ۔

ایران میں (۱٦۱) رسم ہے کہ داد خواہ کاغذ[۲] کے کپڑے پہن کر حاکم کے سامنے جاتا ہے، جیسے مشعل دن کو جلانا،

۱۔ دیوان غالب کی پہلی غزل کا مطلع:

نقش فریادی ہے کس کی شوخئ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

۲۔ بعض نئے اسناد ملاحظہ کیجیے:

کاغذیں جامہ هدف وار علی اللہ زنیم
تابتیر سحری دست قدر بر بندیم (خاقانی)

ترکیب بند در مرثیہ پسر خود رشیدالدین۔ صفا، حاشیے میں لکھتے ہیں:

''جامۂ کاغذیں کہ متظلماں می پوشیدند، هدف ہائے تیر را نیز برائے تعلیم از کاغذ میساختند۔''

''تاریخ ادبیات در ایران'' از ذبیح اللہ صفا، جلد ۲، صفحہ ۷۸۹، طبع اول (مرتضیٰ)۔

یا خون آلودہ کپڑا بانس پر لٹکا کر لے جانا۔ پس شاعر خیال کرتا ہے کہ :

نقش کس کی شوخی تحریر کا فریادی ہے کہ جو صورت تصویر ہے، اُس کا پیرہن کاغذی ہے، یعنی ہستی اگرچہ مثل تصاویر اعتبار محض ہو، موجب رنج و ملال و آزار ہے۔

شوق[1] ہر رنگ . . . . الخ۔

'رقیب' بہ معنی 'مخالف' یعنی شوق سر و سامان کا دشمن ہے۔ دلیل یہ ہے کہ قیس جو زندگی میں ننگا تھا، تصویر کے پردے میں بھی ننگا ہی رہا۔ لطف یہ ہے کہ مجنوں کی تصویر با تن عریاں ہی کھنچتی ہے، جہاں کھنچتی ہے۔

'زخم[2] نے داد' . . . . الخ۔

یہ ایک بات میں نے اپنی طبیعت سے نئی نکالی ہے، جیسا کہ اس شعر میں :

نہیں ذریعۂ راحت جراحت پیکاں
وہ زخم تیغ ہے جس کو کہ دل کشا کہیے

یعنی زخم تیر کی توہین بہ سبب ایک رخنہ ہونے کے اور تلوار کے زخم کی تحسین بہ سبب ایک طاق سا کھل جانے کے۔

---

۱ - پانچویں غزل کا مطلع :

شوق ہر رنگ رقیب سروساماں نکلا
قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا

۲ - زخم نے داد نہ دی تنگی دل کی یارب
تیر بھی سینۂ بسمل سے پر افشاں نکلا

'زخم نے داد نہ دی تنگی دل کی' یعنی زائل نہ کیا تنگی کو ۔ 'پر افشاں' بہ معنی بے تاب اور یہ لفظ تیر کے مناسب ۔ حاصل یہ کہ تیر تنگی دل کی داد کیا دیتا ، وہ تو خود ضیق[1] مقام سے گھبرا کر پرفشاں اور سراسیمہ نکل گیا ۔

'نامۂ غالب' کا مکتوب الیہ رحیم بیگ نامی میرٹھ کا رہنے والا ہے ۔ دس برس سے اندھا ہو گیا ہے ۔ کتاب پڑھ نہیں سکتا ، سن لیتا ہے ۔ عبارت لکھ نہیں سکتا ، لکھوا دیتا ہے ، بلکہ اُس کے ہم وطن ایسا کہتے ہیں کہ وہ قوت علمی بھی نہیں رکھتا ، اوروں سے مدد لیتا ہے ۔ اہل دہلی کہتے ہیں کہ مولوی امام بخش صہبائی سے اُس کو تلمذ نہیں ہے ، اپنا اعتبار بڑھانے کو اپنے کو ان کا شاگرد بتاتا ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ وائے اس ہیچ و پوچ پر جس کو صہبائی کا تلمذ موجب عز و وقار ہو ۔ رسالہ اس کا 'ساطع برہان' دلی پہنچ کر ڈھونڈوں گا ، اگر مل گیا تو خدمت میں پہنچے گا ۔

جناب مستطاب میر قاسم علی خان صاحب صادق القول ہیں ۔ میرے گھر آئے ہوں گے ، دروازہ بند پایا ہوگا ۔ مگر ایک (۱۶۲) خدشہ ہے کہ حضرت میں اور میرے بھائی مرزا علی بخش خاں میں بہت ربط و اتحاد تھا اور وہ مرحوم خدایش بیامرزاد کذب و گزاف میں ضرب المثل تھا ؛ اس تصور سے اگر میں اس جملے کے سچ جاننے میں تامل کروں تو میرا تامل بے جا نہ ہوگا ۔ بہر حال آن کو میرا سلام کہیے گا ۔۱۲

'سیلاب چیں' ایک لفظ ہے ہندیان فارسی دان کا ۔ اصل لغت

---

۱ ۔ ضیق : تنگی ۔

'چلمچی' اور یہ لغت ترکی ہے ؛ مع ہذا 'حباب آسمان' جب تک کہ آسمان کو بحر یا دریا نہ کہیں 'حباب آسمان' نہ مقبول نہ مسموع -

'دنات' مسموع ہے ، اگر فتحۂ الف کا اشباع جائز ہو ، ورنہ 'دنات پروری' کی جگہ 'ادنیا پروری' بہتر ہے ؛ بلکہ 'دنات' یا 'دناءت' بہر حال صفت ہے ، پرورش موصوف کی ، چاہے نصفت[1] کی - والسلام —۱۲

(آخر ۱۸۶۵ء)[2]

ایضاً (خط نمبر ۱۴۰)

قبلہ ! یہ تو آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ۸ - جنوری کو فقیر پہنچا ؛ تھکا ماندہ ، خستہ ، رنجور - ہنوز افاقت کلی نہیں پائی - آج صبح دم ہوا بند ہے ، دھوپ تیز ہے ، پشت بہ آفتاب ، تکیے کے سہارے سے بیٹھا ہوا یہ سطریں لکھ رہا ہوں -

غزل پہنچی ہے ، گوند میں لتھڑ کر ایک ٹکڑا کاغذ کا الگ ہو گیا ہے ، حضرت بہ احتیاط اُس کو لفافے سے نکالیں -

---

۱ - نصفت : انصاف -

۲ - یہ خط یقیناً رام پور سے لکھا گیا ہے اور شاید دسمبر ہی کا ہو ، جیسا کہ مہر صاحب نے اواخر دسمبرلکھا ہے، لیکن مرزا ۱۶ اکتوبر کو دلی سے روانہ ہوئے اور ۲۸ دسمبر کو رام پور سے دلی روانہ ہوئے ، یعنی مدت قیام اکتوبر سے دسمبر تک ہے - حتمی طور سے دسمبر اور وہ بھی اواخر دسمبر کہنا خلاف احتیاط ہے -

بیت

'ہے تمھارا آفتابہ آفتاب آسماں
دیکھ لو اپنی چلمچی میں حباب آسماں

اگر پسند آئے تو اس مطلع کو یوں رہنے دیجیے ۔

مولوی نظامی گنجوی علیہ الرحمۃ کا ایک شعر طالب علموں کے ھاتھ پڑا ۔ انھوں نے از روے قواعد نحو اس میں کلام کرنا شروع کیا ۔ مولوی کے پاس جب وہ کلمات پہنچے تو فرمایا کہ 'یاران ، شعر مرا بہ مدرسہ کہ برد'۔

جو صاحب یہ فرماتے ھیں کہ مجموع پہلا مصرع مبتدا نہیں ھو سکتا ، اُن سے پوچھا چاھیے کہ کیا آپ اُسی پہلے مصرع میں سے ''ظلمت کدے میں میرے'' اس کو مبتدا اور ''شب غم کا جوش ھے'' اس کو خبر ٹھہراتے ھیں ؟ پس اگر یوں ھے تو بھی مدعا حاصل ھے ۔ دوسرا مصرع دوسری خبر سہی ۔ آخر یہ بھی تو مسلمات فن نحو میں سے ھے کہ ایک مبتدا کی دو بلکہ زیادہ خبریں ھو سکتی ھیں ۔

ھاں ، ایک قاعدہ اور ھے ، یعنی جملۂ فعلیہ کے ما قبل جو عبارت ھوتی ھے ، اُس کو مبتدا نہیں کہتے ۔ اس مطلع کا مصرع ثانی جملہ اسمیہ[2] ھے اور جملۂ اسمیہ اپنے ما قبل مبتدا کو قبول

---

۱ ۔ شاید خط نمبر ۱۳۹ میں اسی شعر پر گفتگو کی گئی ھے کہ ''حباب آسماں'' کی مناسبت سے شاکر نے ''سیلاب چین'' باندھا تھا ۔ غالب نے اس پر اعتراض کیا ۔ جب انھوں نے مزید لکھا تو غالب نے مصرع بنا دیا ۔

۲ ۔ اصل میں ''جملہ اسمیہ ھے'' پر ص بنا کر شیرازے کے قریب ''اور جملۂ اسمیہ'' کا اضافہ کیا گیا ھے ، جسے لوگوں نے نہ دیکھا ۔ نارایِنی ، نول ، مبا ، حتیٰ خطوط و ادبی میں بھی رہ گیا ۔

کرتا ہے - اگر ہم نے نظر اس دستور پر مصرع اول کو مبتدا کہا ، تو بھی قباحت لازم نہیں آتی - بہر حال جو وہ صاحب (۱۶۳) اسی پہلے مصرع کو قرار دیں وہ مجھے قبول ہے ، مگر شعر میرا مہمل نہیں ، زیادہ اس سے کیا لکھوں - بھائی میر قاسم علی خاں صاحب کو بندگی ۱۲ -

(۱۰ - جنوری ۱۸۶۶ء)[1]

مخدوم مکرم قاضی عبدالجمیل[2] کے نام

(خط نمبر ۱۴۱)

مخدوم مکرم و معظم جناب مولوی عبدالجمیل صاحب کی خدمت میں بعد ابلاغ سلام مسنون الاسلام کے عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کی ارادت میرا[3] ذریعہ فخر و سعادت ہے -

دو عنایت نامے آپ کے اوقات مختلف میں پہنچے - پہلے خط

---

۱ - غالباً ۱۰ کے قریب قریب لکھا گیا - شاکر کے نام ایک خط آخر میں آرہا ہے -

۲ - عبدالجمیل جنون بانس بریلی (یوپی ، ہند) کے رئیسوں اور قاضی زادوں میں تھے - سرکار اودھ کو ان پر بڑا اعتبار تھا - قاضی صاحب ۱۲۵۱ھ ، ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوئے - علوم رسمیہ سے فراغت پاکر صدر امین بریلی مقرر ہوئے ، اور آخر تک اسی عہدے پر فائز رہے - ۱۸۹۸ء میں ''خان بہادر'' کا خطاب پایا ، ۲۰ مئی ۱۹۰۰ء کو رحلت کی - (دیکھیے ادبی صفحہ ۲۴۹ ، خم خانہ ۲ ، صفحہ ۲۷۶ ببعد ، تلامذہ صفحہ ۷۶)

۳ - مہیش ''آپ کی ارادت مجھ کو ذریعہ'' ، متن مطابق اصل -

کے حاشیے اور پشت پر اشعار لکھے ہوئے ہیں ، سیاہی اس طرح کی پھیکی کہ حروف اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے ۔ اگرچہ بینائی میری اچھی ہے اور میں عینک کا محتاج نہیں لیکن بہ ایں ہمہ اس کے پڑھنے میں بہت تکلف کرنا پڑتا ہے ۔ علاوہ اس کے جگہ اصلاح کی باقی نہیں ۔ چنانچہ اُس خط کو آپ کی خدمت میں واپس بھیجتا ہوں تاکہ آپ یہ نہ جانیں کہ میرا خط پھاڑ کر پھینک دیا ہوگا ۔ اور معہذا میرا اندیشہ آپ کو بدیہی[1] ہو جائے ۔ آپ خود دیکھ لیں کہ اس میں اصلاح کہاں دی جائے ۔ واسطے اصلاح کے جو غزل بھیجیں اس میں بین الافراد[2] و بین المصرعین ۔ فاصلہ زیادہ چھوڑیے ۔

اب کے[3] خط میں جو کاغذ اشعار[4] کا ہے، حروف اس کے روشن ہیں مگر بین السطور مفقود اور اصلاح کی جگہ معدوم ۔ آپ کی خاطر سے رنج کتابت اٹھاتا ہوں اور ان دونوں غزلوں کو (اس ورق پر) بعد اصلاح لکھتا جاتا ہوں۔ مسودہ تو آپ کے پاس ہوگا، اس سے مقابلہ کر کر معلوم کر لیجیے گا کہ کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کیا اصلاح ہوئی اور کون سی بیت موقوف ہوئی ۔

---

۱ ۔ اصل ، نارایِنی ، نول ، مبا ''آپ کو بھی ہو جائے''، متن مطابق مہیش ، جنھوں نے عبدالجمیل کے صاحب زادے سے مرزا کے قلمی خطوط حاصل کیے تھے ۔
۲ ۔ اصل ، نارایِنی، نول ، مبا 'بین المصرعہا' متن مطابق اردو، مہیش ۔ ترجمہ : ''شعروں اور دونوں مصرعوں میں ۔''
۳ ۔ اصل ، نارایِنی ''آپ کی ۔''
۴ ۔ اصل ''اشتہار ۔''

مشاعرہ یہاں شہر میں کہیں نہیں[1] ہوتا ، قلعے میں شہزادگان تیموریہ جمع ہو کر کچھ غزل خوانی کر لیتے ہیں ، وہاں کے مصرع طرحی کو کیا کیجیے گا ؟ اور اس پر غزل لکھ کر کہاں پڑھیے گا ؟ میں کبھی اس محفل میں جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا اور یہ صحبت خود چند روزہ ہے، اس کو دوام کہاں ؟ کیا معلوم ہے ابھی نہ ہو ، اب کی ہو تو آیندہ نہ ہو ۔

والسلام مع الاکرام۔ ۱۲ـــ(اسد اللہ)

(۱۸۵۴ء[2])

ایضاً (خط نمبر ۱۴۲)

قبلہ ، آپ کو خط کے پہنچنے میں تردد کیوں ہوتا ہے ؟ ہر روز دو چار خط اطراف و جوانب سے آتے ہیں ، گاہ گاہ انگریزی بھی ، اور ڈاک کے ہرکارے بھی میرا گھر جانتے ہیں ، پوسٹ ماسٹر میرا آشنا ہے ۔ مجھ کو جو دوست خط بھیجتا ہے ، وہ صرف (۱۶۴) شہر کا نام اور میرا نام لکھتا ہے ، محلہ بھی ضرور

---

۱ ۔ مہیش ''کہیں نہ ہوتا'' غالباً متن میں مرزا سے غلطی ہوئی ہے ، لیکن عود کے نسخے میں تصحیح کر دی گئی ۔
عرشی ، دیوان غالب رام پور ، صفحہ ۵۰ پر اسے پانچواں خط لکھتے ہیں جس میں دلی کے مشاعرے کا تذکرہ ہے ، اور عود میں غالباً صرف یہی ایک خط ہے ۔ یہ مشاعرہ ہر مہینے کی ۱۵ اور ۲۹ ، ۳۰ کو ہوا کرتا تھا اور شاید ۱۸۵۴ء میں بند ہو گیا ۔

۲ ۔ یہ عبارتیں یعنی نام اور سنہ مہیش میں بھی بین القوسین ہیں ۔ یہ تاریخ بہت زیادہ غور طلب ہے کیوں کہ مرزا کے لکھے ہوئے لفافوں سے (جو مل سکے ہیں) مرزا کے جنون تعلقات ۱۲ اکتوبر ۱۸۵۳ء سے پہلے قائم ہو چکے تھے ۔

نہیں ۔ آپ ھی انصاف کریں کہ آپ ''لال کنواں'' لکھتے رھے اور مجھ کو ''بلی ماروں'' میں خط پہنچتا رھا ۔ یہ اب کے آپ نے ''حکیم کالے'' کا نام کیسا لکھا ھے ؟ اس غریب کو تو شہر میں کوئی جانتا بھی نہیں ۔ خلاصہ یہ کہ خط آپ کا کوئی تلف نہیں ھوا ، جو آپ نے بھیجا وہ مجھ کو پہنچا ۔

بات یہ ھے کہ شوقیہ خطوط کا جواب کہاں تک لکھوں ؟ میں نے آئین نامہ نگاری چھوڑ کر مطلب نویسی پر مدار رکھا ھے ۔ جب مطلب ضروری التحریر نہ ھو تو کیا لکھوں ؟ اب کی آپ کے خط میں تین مطلب جواب لکھنے کے قابل تھے ؛ ایک تو وہ رباعی جو آپ نے اس ننگ آفرینش کی مدح[1] میں لکھی ھے ، اس کا جواب بندگی ھے اور کورنش اور آداب ۔

دوسرا مدعا خط کے نہ پہنچنے کا وسوسہ ، سو اس کا جواب لکھ چکا ۔

تیسرا امر جناب مولوی امتیاز خاں صاحب کا میرے ھاں آنا اور میرا اس وقت مکان پر موجود نہ ھونا ۔ واللہ ، مجھ کو بڑا رنج ھوا ۔ اگر آپ سے ملیں تو میرا سلام کہیے گا اور میرا ملال ان سے بیان کیجیے گا ۔ صبح کو میں ھر روز قلعے کو جاتا ھوں ۔ ظاھراً مولوی صاحب اول روز آئے ھوں گے ۔ جب میں سوار ھو جاتا ھوں ، تب بھی دو چار آدمی مکان پر (موجود) ھوتے ھیں ۔ مولوی صاحب بیٹھتے ، حقہ پیتے ۔ میں اگر قلعے جاتا ھوں تو پہر دن چڑھے آتا ھوں ۔

---

۱ ۔ مرزا کے بہت سے شاگردوں نے ان کی مدح میں اشعار لکھے لیکن اب وہ اشعار ناپید ھیں ۔

زیادہ اس سے کیا لکھوں ؟ (از[1] اسد)

(نگاشتۂ سہ شنبہ ، نہم ربیع‌الاول ، ۱۲۷۲ھ ، مطابق ۲۰ نومبر ۱۸۵۵ء)

ایضاً (خط نمبر ۱۴۳)

آداب بجا لاتا ہوں ۔ آپ کا نوازش نامہ پہنچا ، غزلیں دیکھی[2] گئیں ۔ فقیر کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کلام میں اسقام و اغلاط دیکھتا ہوں تو رفع کر دیتا ہوں اور اگر سقم سے خالی پاتا ہوں تو تصرف نہیں کرتا ۔ پس قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان غزلوں میں کہیں اصلاح کی جگہ نہیں ۔ ۱۲

(۱۸۵۵ء)[3]

ایضاً (خط نمبر ۱۴۴)

سبحان اللہ[4] ! سر آغاز فصل میں ایسے ثمرہائے پیش رس کا پہنچنا نوید ہزار گونہ میمنت[5] اور شادمانی ہے ۔ یہ ثمر

---

۱ ۔ قوسین کی عبارتیں عود و اردو میں نہیں ہیں ، مہیش میں اصل خط سے منقول ہیں ۔

۲ ۔ اصل ”دیکھیں گئیں“ ۔

۳ ۔ در حقیقت یہ عبارت ”جنون“ کے خط ہی پر لکھ دی گئی ہے ۔ افسوس ہے کہ تاریخ مذکور نہیں ۔ ہم نے صرف اس سے پہلے کے خط پر قیاس کرکے یہ سنہ لکھا ہے ۔ اردوئے معلیٰ طبع اول میں اس رقعے کے بعد دوسرا رقعہ رسید آم بھی ملا دیا گیا ہے جو مرتب کی غلطی ہے ۔

۴ ۔ اردوئے معلیٰ میں یہ خط غلطی سے سابقہ خط کا جزء ظاہر کیا گیا ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں کے درمیان ”ایضاً“ رہ گیا تھا ۔

۵ ۔ میمنت : برکت ، شاید مسرت کے بجائے میمنت لکھا گیا ہے ۔

رب‌النوع[1] اثمار ہے۔ اس کی تعریف کیا کروں؟ کلام اس باب میں کیا چاہتا ہوں کہ میں یاد رہا اور اھدا کا آپ کو خیال آیا۔ پروردگار آپ کو با ایں ھمه رواں پروری و کرم گستری و یاد آوری سلامت رکھے۔

جمعه کے دن ۸ جون کو (۱۶۵) دوپہر کے وقت کہار پہنچا اور اسی وقت خط کا جواب لے کر اور آم کے ٹوکرے دے کر روانه ھوگیا۔ یہاں سے اس کو حسب الحکم کچھ نہیں دلوایا (گیا)، خاطر عاطر جمع رہے۔ ۱۲

(خوشنودی کا طالب، غالب)

(جمعه، ۸ جون ۱۸۶۶ء)[2]

ایضاً (خط نمبر ۱۴۵)

حضرت[3]! کیا ارشاد ھوتا ہے؟ آگے اس سے جو آپ کے اشعار آئے تھے، وہ دو دن کے بعد اصلاح دے کر بھیج دیے۔ خط ڈاک میں تلف ھو جائے تو میرا کیا گناہ؟ آج آپ کا یه خط صبح کو آیا، میں نے آج ھی دوپہر کو دیکھ کر لفافه کر کر ڈاک میں بھجوا دیا، اب پہنچے یا نه پہنچے۔

---

۱ - رب النوع: دیوتا۔

۲ - جمعه ۸ جون ۱۸۶۶ء جنتری کے مطابق ہے۔ ''ھندوستانی'' صفحه ۱۳۸ پر ڈاکٹر عبدالستار صاحب نے عکس لفافه نمبر ۲۷ کے بارے میں لکھا ہے ''عجب نہیں که یه لفافه اسی خط کا ھو'' مگر چونکه لفافه نمبر ۳۰، ۱۸۶۴ء کا ہے اس لیے یه لفافه اس رقعے کا ھونا مشکل ہے۔

۳ - مہیش صاحب کو یه اصل خط مل گیا تھا جس کا عکس خطوط غالب جلد ۱ مقابل صفحه ۱۱۶ پر شایع بھی کر دیا ہے۔

[1]دو باتیں سنیے !

"طرح" به سکون رائے قرشت به معنی فریب[2] هے ، لیکن اردو میں یه لفظ مستعمل نهیں ، وه دوسرا لغت[3] هے ۔

"طرح" به حرکت رائے قرشت بر وزن "فرح" اس کو به سکون رائے مہمله[4] بولنا عوام کا منطق[5] هے ۔

—[6] هاں ، 'غزل طرح کی' 'زمین طرح کی' یه به سکون هے ۔ (اور) به معنی روش ، و طرز ، طرح هے به فتحتین - ۱۲

[7]جناب مولوی احمد حسین صاحب عرشی کو میرا سلام پہنچے - ۱۲

(یکشنبه ، ۲۸ اگست ۵۹ء)

---

۱ - یه گفتگو خط به نام سرور مارهروی میں بهی هے ۔ دیکھیے طبع هذا ۔

۲ - اصل ، نول ، نارائنی ، مبا "قریب" تصحیح از مہیش ۔

۳ - اصل ، نارائنی ، مبا ، فرهنگ "لفظ" ، متن مطابق مہیش ۔

۴ - یه لفظ اصل خط سے اڑ گیا هے لیکن عود میں موجود هے ۔

۵ - منطق : بول چال ۔

۶ - "معاذالله ، اگر تقریر میں اس طرح یعنی به سکون بولو تو (زبان اپنی) کاٹ ڈالوں، چه جائے آں کے نظم میں لاؤں! هاں . . . . ۱۲ -" منقول از عکس خط و متن مہیش صفحه ۱۱۶ - یه عبارت عود سے حذف کر دی گئی ۔

۷ - "د[ستان . . . . .] "افسانه" نهیں ۔
"دستان" کے تین معنے : ایک تو رستم [کے با] پ [کا نام اور وه عا]لم[هے ، دوسرے . . . . ، تیسرے] آواز خوش ، اور یه جو بلبل کو "هزار داستان" کهتے هیں ، سوق اور فرومایه [لوگ کهتے] هیں۔ صحیح "هزار دستان" هے یعنی بهت سی آوازیں بولتا هے ۱۲-"
مزید تفصیل کے لیے دیکھیے ضمیمه حواشی ۔

ایضاً (خط نمبر ۱۴۶)

صاحب !

وہ خط ، جس میں اشعار سید مظلوم کے تھے ، مجھ کو پہنچا اور میں نے اس خط کا جواب تم کو بھیجا اور ذکر اشعار قلم انداز کیا ۔ فارسی کیا لکھوں ، یہاں ترکی تمام ہے ۔ اخوان و احباب یا مقتول یا مفقود الخبر ، ہزار آدمی کا ماتم دار ہوں ، آپ غم زدہ اور آپ غم گسار ہوں ؛ اس سے قطع نظر کہ تباہ اور خراب ہوں ، مرنا سر پر کھڑا ہے ، پا بہ رکاب ہوں ۔

'طرح' بالفتح بمعنے 'نمونہ' اور بمعنے 'فریب'[1] سچ ، لیکن طرح بفتحتین اور چیز ہے ۔ غیاث الدین رام پور میں ایک ملاے مکتبی تھا ، ناقل ناعاقل ؛ جس کا ماخذ اور مستند علیہ قتیل کا کلام ہوگا ، اس کا فن لغت میں کیا فرجام ہوگا ؟ ع

کیستم من کہ تا ابد بزیم

لاحول ولا قوۃ ! یہ مصرع میرا نہیں ۔ ''تا ابد بزیم'' یہ فارسی لالہ قتیل کی ہے ۔ میرا قطعہ یہ ہے :

قطعہ

کیستم من کہ جاوداں باشم چوں نظیری نماند و طالب مرد
ور بگویند در کدامیں[2] سال مرد غالب ؟ بگو کہ 'غالب' مرد

یہ مادۂ تاریخ از روے نجوم نہیں بلکہ از روے کشف ہے ۔

---

۱ ۔ اصل ، نارائنی وغیرہ ''قریب ۔''
۲ ۔ بعض ماٰخذ میں ''ور بہ پرسند در کدامیں سال ''۔

انا لله و انا الیه راجعون ۔

(پنج شنبہ[1] ۸ ۔ ستمبر ۱۸۵۹ء) (غالب)

(۱۶۶) ایضاً (خط نمبر ۱۴۷)

پیر و مرشد!

فقیر ہمیشہ آپ کی خدمت گزاری میں حاضر اور غیر قاصر[2] رہا ہے ۔ جو حکم آپ کا ہوتا ہے ، اس کو بجا لاتا ہوں مگر معدوم کو موجود کرنا میری وسع قدرت سے باہر ہے ۔ اس زمین میں کہ جس کا آپ نے قافیہ[3] ''درد دل'' لکھا ہے ، میں نے کبھی غزل نہیں لکھی ۔ خدا جانے مولوی درویش حسن صاحب نے کس سے اس زمین کا شعر لے کر میرا کلام گمان کیا ہے ۔ ہر چند میں نے خیال کیا ، اس زمین میں میری کوئی غزل نہیں ۔ دیوان ریختہ چھاپے کا یہاں کہیں کہیں ہے ۔ اپنے حافظے پر اعتماد نہ کر کر اس کو بھی دیکھا ، وہ غزل نہ نکلی ۔ سنیے ، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اور کی غزل میرے نام پر لوگ پڑھ دیتے ہیں ؛ چنانچہ انھیں دنوں میں ایک صاحب[4] نے مجھے آگرے سے لکھا کہ یہ غزل بھیج دیجیے :

مصرع

اسد اور لینے کے دینے پڑے ہیں

---

۱ ۔ ماخوذ از مہیش ۔

۲ ۔ اصل ، نارائنی ، نول ، مبا ''غیر حاضر ۔''

۳ ۔ عود ، اردو مطابق متن ۔ مہیش ''قافیہ و ردیف ۔''

۴ ۔ دیکھیے مکتوب بنام شیو نرائن ، مورخہ ۲۶ اپریل ۱۸۵۹ء ، اردوئے معلیٰ ، صفحہ ۳۷۰ ۔

میں نے کہا لا حول ولا ، اگر یہ میرا کلام ہو تو مجھ پر لعنت ۔

اسی طرح زمانۂ سابق میں ایک صاحب نے میرے سامنے یہ مطلع پڑھا :

شعر

اسد اس جفا پر بتوں سے وفا کی مرے شیر شاباش رحمت خدا کی

میں نے سن کر عرض کیا کہ صاحب ! جس بزرگ کا یہ مطلع ہے اس پر بہ قول اس کے رحمت خدا کی اور اگر میرا ہو تو مجھ پر لعنت ۔ 'اسد' اور 'شیر' اور 'بت' اور 'خدا' اور 'جفا' اور 'وفا' میری طرز گفتار نہیں ہے ۔ بھلا ان دونوں شعروں میں تو اسد کا لفظ بھی ہے ، وہ شعر میرا کیوں کر سمجھا گیا ؟ واللہ باللہ وہ شعر ''خدنگ''، ''رنگ'' کے قافیے کا میرا نہیں ۔ ۱۲ (والسلام[1])

(مرسلۂ جمعہ ، ۲۵ ۔ ماہ صیام [۱۲۷۵ھ]
(غالب) و ۲۹ ۔ اپریل سال حال [۱۸۵۹ء])

ایضاً (خط نمبر ۱۴۸)

حضرت[2] ! بہت دنوں میں آپ نے مجھ کو یاد کیا ۔ سال گذشتہ ان دنوں میں میں رام پور تھا ، مارچ ۱۸۶۰ء میں یہاں آگیا ہوں ؛ اب یہیں ہوں اور یہیں میں نے آپ کا خط پایا ہے ۔

---

۱ ۔ بریکٹ کی تینوں عبارتیں مرزا کی ہیں جنھیں مہیش صاحب نے لکھا ہے ، سنہ ھجری و عیسوی کا اضافہ مہیش صاحب نے کیا ہے ۔
۲ ۔ یہ خط بھی ناقص ہے ، مہیش نے مکمل خط لکھا ہے ۔

آپ نے سرنامے پر رام پور کا نام ناحق لکھا تھا ۔ حق تعالیٰ والی رام پور کو صد و سی سال سلامت رکھے ، ان کا عطیہ ماہ بہ ماہ مجھ کو پہنچتا ہے ، کرم گستری و استاد پروری کر رہے ہیں ۔ میرے رنج سفر اٹھانے اور رام پور جانے کی حاجت نہیں[1] ۔

خلیفہ حسین علی صاحب رام پور میں مجھ سے ملے ہوں گے مگر واللہ مجھ کو یاد نہیں ؛ نسیان کا مرض لا حق ہے ، حافظہ گو نہ رہا ، شامہ ضعیف ، سامعہ باطل ، باصرہ میں نقصان نہیں ، البتہ (۱۶۷) حدت کچھ کم ہوگئی ہے ۔ ع

پیری و صد عیب چنیں گفتہ اند

بہر حال چونکہ میں دلی (میں) ہوں اور وہ رام پور گئے ہیں تو البتہ وہ آپ کے پیام جو ان کی زبان کے محول[2] تھے ، بدستور ان کی تحویل میں رہے اور مجھ تک نہ پہنچے۔ یہ شہر بہت غارت زدہ ہے ؛ نہ اشخاص باقی نہ امکنہ ۔ کتاب فروشوں سے کہہ دوں گا ، اگر میری نظم و نثر کے رسالوں میں سے کوئی رسالہ آجائے گا تو وہ مول لے کر خدمت میں بھیج دیا جائے گا ۔ ع

---

۱ ۔ اس کے بعد یہ پیراگراف حذف ہے ۔ دیکھیے عود ، اردوے ۱ صفحہ ۲۱۱ :
''مولوی احمد حسن عرشی کے فراق کو میں نہیں سمجھا کہ کیوں واقع ہوا ، بلکہ یہ بھی نہیں معلوم کہ آپ اور وہ یک جا کہاں تھے اور کب تھے ۔ ''
اس خط میں عرشی صاحب کے مرنے کی وجہ پوچھی جا رہی ہے ۔ ان کے متعلق یہ معلوم ہے کہ حج کی نیت سے چلے تھے لیکن راستے میں انتقال کیا ۔ دیکھیے خط نمبر ۱۴۵ ۔
۲ ۔ حوالہ کیے گئے ۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت[1]

ایک دوست کے پاس بقیۃ النہب[2] و الغارت کچھ میرا کلام موجود ہے ، اس سے یہ غزل لکھوا کر بھیج دوں گا[3] ۱۲ -

ایضاً (خط نمبر ۱۴۹)

جناب قاضی صاحب کو بندگی پہنچے -

عنایت نامے کے ورود نے شادمان کیا مگر (امور[4]) مبہمہ جو

---

۱ - مہیش ''خشت الخ ''

۲ - لوٹ اور غارت سے بچا کھچا -

۳ - چونکہ اس کے بعد کوئی نجی بات اور اصلاح کلام شروع ہو جاتی ہے اس لیے عود میں خط یہیں ختم ہو گیا ہے ، ہم مہیش سے نقل کرتے ہیں -

''دلی میں ایک حکیم تھے، ان کا نصراللہ خاں نام تھا ، وہ مر گئے ، اس نام کا وکیل عدالت دیوانی کبھی میں نے دلی میں نہیں سنا - کیسا ڈیرہ پور ، کیسا کان پور ؟ اب میں کس سے پوچھتا پھروں کہ نصراللہ خاں کے تم آشنا ہو یا نہیں ؟ جب حضرت کو ان کا مسکن مع عہدہ معلوم ہے تو پھر ان کے احباب کو کیوں ڈھونڈھتے ہو؟ غزلیں بعد اصلاح کے پہنچتی ہیں - نجات کا طالب ، غالب - ''ننگے پاؤں'' واو کے ضمے کو اشباع کیسا ؟ یہ تو ترجمہ ''باھم'' کا ہے اور پھر ''پاؤں'' کی یہ املا غلط - ''پانو'' ''گانو'' ''چھانو -'' ''گھنسیٹے گا'' نون کیسا ؟ ''گھسیٹے گا'' اس کی املا یوں ہے -
(۲۲ - فروری ۱۸۶۱ء)

۴ - مہیش پرشاد صاحب کو اس خط کی بھی اصل تحریر مل گئی ہے - ''امور'' کا لفظ اسی سے اضافہ ہے - اصل میں ہے ''مگر مبہمہ جو''— انہوں حیران'' نیز اردوے معلی -

نگارش پذیر تھے اُنھوں (نے) حیران کیا - ابہام کی توضیح اور اجمال کی تفصیل کا مشتاق ہوں - آموں کے باب میں جو کچھ لکھا یہ کیوں لکھا ؟ اہداء کو دواء کیا ضرور ہے ؟ خصوصاً جب کہ بہ ذات خود حادث ہو ! حضرت ! اب کے سال ہر جگہ آم کم ہے اور جو کچھ ہے وہ خشک و بے مزہ ہے - آم کہاں سے ہو ، نہ مہاوٹ ، نہ برسات ؛ دریا پایاب ہو گئے ، کنویں سوکھ گئے ، اثمار میں طراوت کہاں سے ہو ؟

جناب اس کا خیال نہ فرمائیں - اپنے کشف کو غلط کر دوں گا ، بر شگال آیندہ تک جیوں گا - آپ کے موہبتی[1] آم کھاؤں گا - ۱۲

(جواب[2] کا طالب ، غالب) (سی ام جون ، ۱۸۶۱ء)

ایضاً (خط نمبر ۱۵۰)

جناب مولوی صاحب!

آپ کے دونوں خط پہنچے - میں زندہ ہوں لیکن نیم مردہ ؛ آٹھ پہر پڑا رہتا ہوں - اصل صاحب فراش میں ہوں - بیس دن سے پاؤں[3] پر ورم ہو گیا ہے - کف پا و پشت پا سے نوبت گزر کر پنڈلی تک آماس ہے ؛ جوتے میں پاؤں سماتا نہیں ، بول و براز کے واسطے اٹھنا دشوار - یہ سب باتیں ایک طرف ، درد

---

۱ - اصل ، نارائنی وغیرہ "اب کے موہبتی" متن مطابق اردو و مہیش -
۲ - دونوں عبارتیں مہیش سے ماخوذ ہیں -
۳ - اصل "پاؤ -"

محلل[1] روح ہے ۔ ۱۲۷۷ھ[2] میں میرا نہ مرنا صرف میری تکذیب کے واسطے تھا ۔ مگر اس تین برس میں ہر روز مرگ نو کا مزہ چکھتا رہا ہوں ۔ حیران ہوں کہ کوئی صورت زیست کی نہیں ، پھر میں کیوں جیتا ہوں ؟ روح میری اب جسم میں اس طرح گھبراتی ہے جس طرح طائر قفس میں ۔

کوئی شغل ، کوئی اختلاط ، کوئی جلسہ ، کوئی مجمع پسند نہیں ۔ کتاب سے نفرت ، شعر سے نفرت ، جسم سے نفرت ، روح سے نفرت ۔ یہ جو کچھ لکھا ہے ، بے مبالغہ اور بیان واقع ہے[3] :

مصرع

(۱۶۸) خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم

ایسے مخمصے میں اگر تحریر جواب میں قاصر رہوں تو معاف ہوں[4] ۔

(صبح جمعہ ، یکم محرم ۱۲۸۰ھ ، مطابق ۱۹ ۔ جون ۱۸۶۳ء)

(نجات کا طالب غالب)

---

۱ ۔ محلل : تحلیل کرنے والا ۔
۲ ۔ دیکھیے خط نمبر ۱۴۶ ۔
۳ ۔ اصل ، نارائنی 'واقع شعر مصرع' اردو ''بیان واقع (علامت شعر)'' متن مطابق مہیش ۔
۴ ۔ اصل وغیرہ میں خط یہیں پر ختم ہوگیا ہے ، مہیش میں تاریخ و نام ہے ۔ اردوے معلیٰ میں 'معاف ہوں مجھے کیوں شرمندہ کیا' یعنے ''ہوں'' کے بعد ''ایضاً ، قبلہ' چھوڑ کر ، دوسرے رقعے کو پہلے خط میں داخل کر دیا ۔

ایضاً (خط نمبر ۱۵۱)

قبلہ[1]! مجھے شرمندہ کیوں کیا ، میں اس ثنا اور دعا کے قابل نہیں ، مگر اچھوں کا شیوہ ہے بروں کو اچھا کہنا ۔ اس مدح گستری[2] کے عوض میں آداب بجا لاتا ہوں ۔ ۱۲

(سہ شنبہ[3] ، ۱۵ ۔ دسمبر ۱۸۶۳ء)

(نجات کا طالب غالب)

ایضاً (خط نمبر ۱۵۲)

جناب قاضی صاحب کو میری بندگی پہنچے[4] ۔

مکرمی مولوی غلام غوث خاں صاحب بہادر میر منشی کا قول سچ ہے ؛ اب میں تندرست ہوں ، پھوڑا پھنسی[5] کہیں نہیں ، مگر ضعف کی وہ شدت ہے کہ خدا کی پناہ ۔ ضعف کیوں کر نہ ہو ؟ برس دن صاحب فراش رہا ہوں ؛ ستر برس کی عمر ، جتنا خون بدن میں تھا ، بے مبالغہ آدھا اس میں سے پیپ ہو کر نکل گیا ۔ سن نمو کہاں جو اب پھر تولید دم صالح[6] ہو ۔

---

۱ ۔ اردو ''قبلہ'' ندارد ۔

۲ ۔ معلوم نہیں جنون نے رباعی ، قطعہ لکھا ہے یا نثر میں تعریف کی ہے جس کے جواب میں مرزا شکریہ و ندامت لکھ رہے ہیں یا قصیدہ ؟

۳ ۔ دونوں عبارتیں مہیش سے ماخوذ ہیں ۔ مہر صاحب نے ''شنبہ ۱۵ دسمبر'' لکھا ہے جو نقل کی غلطی ہے ۔

۴ ۔ خطوط طبع اول و دوم ''پہنچے'' ندارد ۔

۵ ۔ خطوط طبع اول و دوم میں ''پھوڑا پھنسی . . . . کیوں کر نہ ہو؟'' پوری عبارت نہیں ، جب کہ عود ، اردوے معلیٰ اور مہیش میں موجود ہے ۔

۶ ۔ مفید صحت و توانائی خون کی پیداوار ۔

به هر حال زنده هوں اور ناتواں اور آپ کی پرسش ہائے دوستانہ کا ممنون احسان ۔ والسلام مع الاکرام - ۱۲

(دو شنبہ[1]، ۱۸- جمادی الثانی ، سنہ ۱۲۸۰ھ مطابق سی ام نومبر ۱۸۶۳ء)

(نجات کا طالب ، غالب)

ایضاً (خط نمبر ۱۵۳)

جناب مخدوم مکرم کو میری بندگی!

تفقد نامۂ مرقومہ ۲۱ - ستمبر میں نے پایا - حضرت کے سلامت حال پر خدا کا شکر بجا لایا ۔ کوئی محکمہ تخفیف میں آئے ، کوئی گاؤں[2] مثلاً لٹ جائے ، آپ کا عہدہ آپ کو مبارک ، آپ کا دولت خانہ سلامت ۔ ہاں ! وہ جو اپنے ابن الخال کا اس محکمہ میں وکیل ہونے کا آپ کو کھٹکا ہے، البتہ بجا ہے - جب آپ ظاہر کر چکے ہیں تو اب[3] اس کا اندیشہ کیا ہے ؟ حاکم سمجھ لے گا ۔ وہ وکیل ہیں ، محکمہ منصفی میں نہ رہیں گے، محکمۂ صدر امین و سشن جج میں کام کریں گے ۔

میں نہ تندرست ہوں ، نہ رنجور ہوں ، زندہ بہ دستور ہوں، دیکھیے کب بلاتے ہیں ؟ اور جب تک جیتا رہوں اور کیا دکھاتے ہیں ؟ والسلام بالوف الاحترام - ۱۲

([4]یک شنبہ ، ۲۹ - ستمبر ۱۸۶۱ء)

---

۱ - ماخوذ از مہیش -

۲ - اصل ، ناوایبی ، مہیش ''گانو -''

۳ - خطوط طبع اول و ثانی ''اب'' ندارد -

۴ - اضافہ از مہیش -

ایضاً (خط نمبر ۱۵۴)

جناب قاضی صاحب کو سلام اور قصیدے کی بندگی!

اگر مجھے قوت ناطمه[1] پرقوت تصرف باقی رہا ہوتا تو قصیدے کی تعریف میں ایک قطعه اور حضرت کی مدح میں ایک قصیده لکھتا ۔ بات یه ہے که جو[2] میں شایسته مدح (۱۶۹) نہیں (۳تو یه ستائش راجع آپ کی طرف ہوگی ۔ گویا یه قصیده آپ ہی کی) مدح میں ہے ۔ (میں) اب رنجور نہیں ، تندرست ہوں ، مگر بوڑھا ہوں ، جو کچھ طاقت باقی تھی وه اس ابتلا میں زائل ہوگئی ۔ اب ایک جسم بے روح متحرک ہوں[4] ۔

یکے مرده شخصم به مردی رواں

اس مهینے، یعنے رجب ۱۲۸۰ھ سے ستروان (۷۰) برس شروع اور اسقام و آلام[5] کا آغاز ہے ۔

لا موجود الاالله ، و لا مؤثر فی الوجود الا الله[6] ۔۱۲

---

۱ ۔ اصل و عود کے تمام نسخے، نیز اردوے معلیٰ ''ناطقه'' متن مطابق مہیش ۔

۲ ۔ اردوے معلیٰ ''که جو'' ندارد ۔ عود ، نول ۱۸۸۷ء میں ''میں'' پر''ن'' بنا کر حاشیے مین ''آئیں'' نسخه دیا ہے (حالانکه عود اصل، نارائنی ، مہیش ، اردو ندارد) اس کے بعد نول ۱۹۴۱ء مبا میں عبارت یوں ہے : ''بات یه ہےکه آئین جو شائسته مدح میں ہے''۔ یہاں سے نارائنی کا ترک بدل کر آغاز صفحات و ترک میں فرق ہوگیا ہے ۔

۳ ۔ قوسین کی عبارت عود ، اردو ندارد ۔ اضافه از مہیش ۔

۴ ۔ نول ''مصرعه'' اردو (علامت شعر) اصل ندارد ۔

۵ ۔ اصل ، نارائنی ''اسمقام'' ـ مہیش ''آغاز'' کے بجائے ''شروع'' ، مہر صاحب نے 'شیوع' کو قافیه سمجھ کر خود اصلاح فرما دی ۔

۶ ۔ اصل ، نارائنی ''الااله'' اردو میں یه فقره ہی نہیں ہے ۔

(۱ بست و هفتم رجب و هفتم جنوری)

(نجات کا طالب غالب)

[۲ ۱۲۸۰ھ - ۱۸۶۴ء]

ایضاً (خط نمبر ۱۵۵)

قبله! ایک سو بیس آم پہنچے - خدا حضرت کو سلامت رکھے۔ دس قلمیں اور چھٹانک بھر سیاهی کہار کے حوالے کر دی ہے ، خدا کرے بہ‌حفاظت آپ کے پاس پہنچے - میں مریض نہیں ہوں ، بوڑھا ہوں اور ناتوان ؛ گویا نیم جان رہ گیا ہوں - ایک کم ستر برس دنیا میں رہا ، کوئی کام دین کا نہ کیا[۳] - افسوس ! ہزار افسوس !

(سه شنبه ، ۲۸ - جون ۱۸۶۴ء)

(نجات کا طالب غالب)

ایضاً (خط نمر ۱۵٦)

جناب عالی !

وہ غزل جو کہار لایا تھا وہاں پہنچی جہاں (اب) میں جانے والا ہوں ، یعنی عدم - مدعا یہ کہ گم ہو گئی -۱۲ [۴]

---

۱ - اضافه از مہیش -

۲ - یه عبارت اصل مخطوطے میں نہیں، مہیش پرشاد صاحب نے بڑھائی ہے -

۳ - اصل ، عود نول ، مبا ، نارائینی ، اردو ، خطوط ''دین کا نہیں کیا'' متن مطابق ''مہیش''۔

۴ - عود میں یه خط یہیں ختم ہوگیا ہے۔ اردوے معلیٰ میں یه خط ماقبل میں شامل ہوگیا کیوں که ''ایضاً ، جناب عالی'' کاتب سے رہ گیا -

باقی صفحه ۳۱٦ پر

ایضاً (خط نمبر ۱۵۷)

پیر و مرشد! نواب صاحب کا وظیفہ خوار ، گویا اس در کا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۵ :

زیر نظر عبارت خطوط غالب از مہیش پرشاد سے لی ہے :

"گھات میں مدعا براری کی   ہم نے غیروں کی غم گساری کی

تقدیم و تاخیر مصرعتین کرکے رہنے دو ، اس میں کوئی سقم نہیں - 'مدعا براری' کایستھوں (متن : کایتھوں) کا لفظ ہے - میں اس طرح کے الفاظ سے احتراز کرتا ہوں ، مگر چونکہ من حیث المعنی یہ لفظ صحیح ہے ، مضائقہ نہیں -

قطرۂ مے بسکہ حیرت سے نفس پرور ہوا
خط جام مے سراسر رشتۂ گوہر ہوا

اس مطلع میں خیال ہے دقیق مگر کوہ کندن و کاہ برآوردن یعنی لطف زیادہ نہیں - قطرہ ٹپکنے میں بے اختیار ہے- بہ قدر یک مژہ برہم زدن ثبات و قرار ہے - حیرت ازالۂ حرکت کرتی ہے - قطرۂ مے افراط حیرت سے ٹپکنا بھول گیا - برابر برابر بوندیں جو تھم کر رہ گئیں تو پیالے کا خط بہ صورت اس تاگے کہ بن گیا ، جس میں موتی پروئے ہوں -

لیتا ، نہ اگر دل تمھیں دیتا ، کوئی دم چین
کرتا ، جو نہ مرتا کوئی دن ، آہ و فغاں اور

یہ بہت لطیف تقدیر ہے - "لیتا" کو ربط ہے "چین" سے - "کرتا" مربوط ہے "آہ و فغاں" سے - عربی میں تعقید لفظی و معنوی دونوں معیوب ہیں - فارسی میں تعقید معنوی عیب اور تعقید لفظی جائز ہے، بلکہ فصیح اور بلیغ - حاصل معنی مصرعتین یہ کہ " اگر دل تمھیں نہ دیتا تو کوئی دم چین لیتا ، اگر نہ مرتا تو کوئی دن اور آہ و فغاں کرتا" :

باقی صفحہ ۴۱۷ پر

فقیر تکیہ‌دار ہوں۔ مسند نشینی کی تہنیت کے واسطے رام پور آیا ،

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۶ :

ملنا اگر نہیں ترا آسان تو سہل ہے
دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

یعنی تیرا ملنا آسان نہیں تو یہ امر مجھ پر آسان ہے ۔ خیر تیرا ملنا آسان نہیں نہ سہی ، نہ ہم مل سکیں گے ، نہ کوئی اور مل سکے گا ؛ مشکل تو یہ ہے کہ وہی تیرا ملنا دشوار بھی نہیں ۔ جس سے تو چاہتا ہے مل بھی سکتا ہے ۔ ہجر کو تو ہم نے سہل سمجھ لیا تھا مگر رشک کو اپنے اوپر آسان نہیں کر سکتے۔" ۱۲

حسن اور اس پہ حسن ظن ، رہ گئی بوالہوس کی شرم
اپنے پہ اعتماد ہے ، غیر کو آزمائے کیوں ؟

مولوی صاحب ! کیا لطیف معنی ہیں ، داد دینا ۔ "حسن عارض اور حسن ظن ، دو صفتیں محبوب میں جمع ہیں ، یعنی صورت اچھی ہے اور گمان اس کا صحیح (ہے) ، کبھی خطا نہیں کرتا اور یہ گمان اس کو بہ نسبت اپنے ہے کہ میرا مارا کبھی نہیں بچتا اور میرا تیر غمزہ خطا نہیں کرتا ۔ پس جب اس کو اپنے اوپر ایسا بھروسا ہے تو رقیب کا امتحان کیوں کرے ؟ حسن ظن نے رقیب کی شرم رکھ لی ورنہ یہاں معشوق نے مغالطہ کھایا تھا ۔ رقیب عاشق صادق نہ تھا ، ہوس ناک آدمی تھا ۔ اگر پائے امتحان درمیان آتا تو حقیقت کھل جاتی "۔ :

تجھ سے تو کچھ کلام نہیں ، لیکن اے ندیم !
میرا سلام کہیو ، اگر نامہ بر ملے

یہ مضمون کچھ آغاز چاہتا ہے ۔ یعنی "شاعر کو ایک قاصد کی ضرورت ہوئی مگر کھٹکا یہ ہے کہ قاصد کہیں معشوق پر عاشق نہ ہو جائے ۔ ایک دوست اس عاشق کا ایک شخص کو لایا اور اس نے عاشق سے کہا کہ یہ آدمی وضع دار اور معتمد علیہ ہے ،

باقی صفحہ ۴۱۸ پر

میں کہاں اور بریلی کہاں[۱]؟ ۱۳ - اکتوبر کو یہاں پہنچا، بہ شرط حیات

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۷ :
میں ضامن ہوں کہ یہ ایسی حرکت نہ کرے گا - خیر اُس کے ہاتھ خط بھیجا گیا - قضارا عاشق کا گمان سچ ہوا ، قاصد مکتوب الیہ کو دیکھ کر والہ و شیفتہ ہوگیا - کیسا خط ، کیسا جواب ؛ دیوانہ بن ، کپڑے پھاڑ جنگل کو چل دیا - اب عاشق اس واقعے کے وقوع کے بعد ندیم سے کہتا ہے کہ غیب دان تو خدا ہے ، کسی کے باطن کی کسی کو کیا خبر - اے ندیم تجھ سے تو کچھ کلام نہیں لیکن اگر نامہ بر کہیں مل جائے تو اس کو میرا سلام کہیو کہ کیوں صاحب ! تم کیا کیا دعوے عاشق نہ ہونے کے کر گئے تھے اور انجام کار کیا ہوا ؟ ''-:

کوئی دن گر زندگانی اور ہے اپنے جی میں ہم نے ٹھانی اور ہے

اس میں کوئی اشکال نہیں ، جو لفظ ہیں وہی معنے ہیں - شاعر اپنا قصد کیوں بتائے کہ میں کیا کروں گا ؟ مبہم کہتا ہے کہ کچھ کروں گا - خدا جانے شہر میں یا نواح شہر میں تکیہ بنا کر فقیر ہو کر بیٹھ رہے یا دیس چھوڑ کر پردیس چلا جائے -''

(۲۴ - اگست ۱۸۶۴ء)

مہر صاحب نے اس خط میں جا بجا لفظوں کی جگہ اس کے معنے یا مرادف الفاظ لکھ دیے ہیں -

خط بے حد اہم ہے، صرف یہی نہیں کہ اس میں چھے شعروں کا مطلب ہے بلکہ بیان مطلب کا اسلوب بھی بہت نادر و ادبی ہے -

''کایتھوں'' کے بجائے ''کایستھوں'' ہونا چاہیے ، اور بعض شعر دیوان میں کسی اور طرح ہیں -

۱ - یہ مرزا کا دوسرا سفر رام پور ہے - عود و اردوے معلی میں '۱۲ اکتوبر' ہے لیکن غلام نجف خاں کے خط میں '۱۱ اکتوبر' کو مراد آباد پہنچنا لکھا ہے (دیکھیے اردو طبع اول ۲۳۳ ، مہیش ۲۳۰)

باقی صفحہ ۴۱۹ پر

آخر دسمبر تک دھلی جاؤں گا۔ نمائش گاہ بریلی کی سیر کہاں اور میں کہاں! خود اس نمائش گاہ کی سیر سے[1]، جس کو دنیا کہتے ہیں ، دل بھر گیا ، اب عالم بے رنگی کا مشتاق ہوں۔

لا الہ الا اللہ لا موجود الا اللہ لا مؤثر فی‌الوجود الا اللہ۔ ۱۲

([2]سہ شنبہ ۷۔ نومبر ۱۸۶۵ء)

(نجات کا طالب غالب)

مولوی عزیزالدین[3] کے نام

(خط نمبر ۱۵۸)

صاحب !

کیسی صاحب زادوں کی سی باتیں کرتے ہو ؟ دلی کو

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۸ :

ایک رات وہاں ٹھہرے "رات بہ خیر گذرے ، بشرط حیات کل رام پور پہنچ جائیں گے"۔ گویا ۱۲۔ اکتوبر ۱۸۶۵ء کو جمعرات کے دن رام پور پہنچے۔" (ذکر غالب ، صفحہ ۱۲۱) مہیش پرشاد صاحب کو یا غالب کو سہو ہوا یا کاتب نے ۱۲ کو ۱۳ کر دیا اور یہی ۱۳ مہر صاحب کے یہاں نقل ہوگئی۔

۱۔ عود ، اردو "سیر میں" متن مطابق مہیش۔

۲۔ خطوط غالب از مہیش پرشاد سے نقل۔

۳۔ عزیزالدین ، عزیز و صادق ، بدایوں میں پیدا ہوئے ، دلی کو وطن ثانی بنا لیا مگر شاید غدر کے زمانے میں بدایوں واپس چلے گئے۔ عزیز کی وفات ۲۵ نومبر ۱۸۹۲ء ، ۱۶ جمادی الاول ۱۳۱۱ھ کو ہوئی۔

(دیکھیے تلامذۂ غالب ، صفحہ ۱۹۲)

ویسا ہی آباد جانتے ہو جیسی آگے تھی ؟ قاسم جان[1] کی گلی ، میر خیراتی کے پھاٹک سے فتح اللہ بیگ خاں کے پھاٹک تک بے چراغ ہے - ہاں اگر آبادی[2] ہے تو یہ ہے کہ غلام حسین خاں کی حویلی اسپتال ہے اور ضیاءالدین خاں کے کمرے میں ڈاکٹر صاحب رہتے ہیں اور کالے صاحب کے مکانوں میں ایک اور صاحب عالی شان انگلستان تشریف رکھتے ہیں - ضیاء الدین خاں اور ان کے بھائی مع قبائل و عشائر لوھارو میں - لال کنوئیں کے محلے میں (۱۷۰) خاک اڑتی ہے ، آدمی کا نام نہیں - تمھارے مکان میں جو چھوٹی بیگم رہتی تھی اس کے پاس اور لکھمی کی دوکان پر اس اشتہار کو بھیجا - بیگم لاہور گئی ہوئی ہے ، لکھمی کی دوکان میں کتے لوٹتے ہیں - مولوی صدرالدین صاحب لاہور - ایزد بخش ، تراب علی ان لوگوں سے میری ملاقات نہیں - میں نے آپ مہر کردی ، حکیم احسن اللہ خاں اور میاں غلام نجف اور بہادر بیگ اور نبی بخش خاں ساکن دریبہ ، ان کی مہریں ہوگئیں، محضر آپ کے پاس بھیجتا ہوں -

خط از روئے احتیاط بیرنگ بھیجا ہے ، پوسٹ پیڈ خط اکثر تلف ہو جاتے ہیں - چنانچہ قاضی عبدالجمیل صاحب کا خط ، جس کا آپ نے ذکر لکھا ہے ، آنکھیں پھوٹ جائیں اگر میں نے دیکھا ہو - آپ ان سے میرا سلام نیاز کہیے اور خط کے نہ پہنچنے کی ان کو خبر پہنچائیے - ۱۲

(۱۸۵۸ء)

---

۱ - اصل ، ''خان'' نارائنی ، اردو ''جان'' اور یہی صحیح ہے -

۲ - اردو ''آباد ہے'' -

مفتی سید محمد عباس کے نام[1]

(خط نمبر ۱۵۹)

قبلہ !

حضرت کا نوازش نامہ آیا ، میں نے اس کو حرز بازو بنایا ۔ آپ کی تحسین میرے واسطے سرمایۂ عز و افتخار ہے ۔ فقیر امیدوار ہے کہ یہ دفتر بے معنی ، نہ [2]سرسری بلکہ سراسر دیکھا جائے ۔ نہ پیش نظر دھرا رہے بلکہ اکثر دیکھا جاوے ۔ میں نے جو نسخہ وہاں بھجوایا ہے ، گویا کسوٹی پر سونا چڑھایا ہے ۔ نہ ہٹ دھرم ہوں ، نہ مجھے اپنی بات کی پچ[3] ہے ، دیباچہ و خاتمہ میں جو کچھ لکھ آیا ہوں سب سچ ہے ۔ کلام کی حقیقت کی داد جدا چاہتا ہوں ، طرز عبارت کی داد جدا چاہتا ہوں ۔ نگارش ظرافت سے خالی نہ ہوگی ، گزارش[4] لطافت سے خالی نہ ہوگی ۔ علم و ہنر سے عاری ہوں لیکن پچپن برس سے محو سخن گزاری ہوں ۔ مبداء فیاض کا مجھ پر احسان عظیم ہے ، ماخذ میرا صحیح اور طبع میری سلیم ہے ۔ فارسی کے ساتھ ایک مناسبت ازلی

---

۱ ۔ اس خط اور مکتوب الیہ کے بارے میں تفصیلات و اہم معلومات کے لیے دیکھیے ضمیمہ ۔

۲ ۔ تجلیات ”نہ سراسری . . دیکھنا چاہیے ، پیش نظر دھرا رہے ، وقت فرصت اکثر دیکھا جائے ۔“

۳ ۔ اصل 'بات کا پچ ہے' تجلیات 'دیباچہ و خاتمہ و متن میں جا بجا جو کچھ' ــــــ' 'کلام کی' تجلیات نہ دارد ۔

۴ ۔ تجلیات ”نگارش لطافت سے خالی نہ ہوگی ، گزارش ظرافت سے خالی“

و سرمدی لایا ہوں ، مطابق اہل پارس[1] کے منطق کا یہی فرہ ایزدی لایا ہوں۔ مناسبت خدا داد ، تربیت استاد سے[2] حسن و قبح ترکیب پہچاننے لگا ، فارسی کے غوامض جاننے لگا ۔ بعد اپنی[3] تکمیل کے تلامذہ کی تہذیب کا خیال آیا ؛ 'قاطع برہان' کا لکھنا کیا تھا[4] ، گویا باسی کڑھی میں ابال آیا ۔ لکھنا کیا تھا کہ سہام ملامت کا ہدف ہوا ، ہے ہے یہ تنک مایہ معارض اکابر سلف ہوا ۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ 'قاطع برہان' کی ترکیب غلط ہے ۔ عرض کرتا ہوں کہ حضرت 'برہان قاطع' اور 'قاطع برہان' ایک نمط ہے ۔ 'برہان قاطع' نے (۱۷۱) کیا لٹھا ، نینو ، نین سکھ قطع کیا ہے جو آپ نے اس کو 'قاطع' کا لقب دیا ہے ؟ ''برہان جب تک غیر کی کسی[5] برہان کو قطع نہ کرے گی کیوں کر 'برہان قاطع' نام[6] پائے گی ؟ ''برہان قاطع'' کی صحت میں جتنی تقریر کیجیے گا ، وہ ''قاطع برہان'' کی صحت کے ثبوت کے کام آئے گی ۔

قطعۂ[7] تاریخ کا کیا کہنا ! گویا یہ کتاب معشوق اور

---

۱ ۔ تجلیات ''مطابق اہل پارس کی منطق کے یہی فرہ ایزدی لایا ہوں'' اور یہی صحیح ہے ۔ ناسخ یا کاتب سے جملہ حل نہ ہوا ، اس نے ''یہی مزہ ابدی بنا دیا ''۔ فرہ ایزدی : الٰہی انعام ۔

۲ ۔ تجلیات ''سے'' ندارد ۔

۳ ۔ تجلیات ''اپنی'' ندارد ۔

۴ ۔ تجلیات ''ہے'' ۔

۵ ۔ تجلیات ''غیر کے برہان'' ۔

۶ ۔ تجلیات کیوں کر نام ہوگا ۔''

۷ ۔ مفتی صاحب نواب باقر علی خاں کے یہاں مقیم تھے ، ''قاطع برہان'' وہیں ملی ۔ اس قطعے سے مراد مفتی صاحب کا قطعہ تاریخ ہے ۔ دیکھیے ضمیمہ ۔

قطعہ اس کا گہنا ہے ۔

جناب نواب صاحب کا نیاز مند اور بندۂ فرماں بردار ہوں ، بعد عرض سلام شعر کے پسند آنے کا شکر گزار ہوں ۔ آپ کے علم و فضل و فہم و ادراک کی جو تعریف کی جائے وہ حق ہے ، لیکن میرے شعر کی تعریف[1] صرف خریداری دکان بے رونق ہے ۔ ۲ ،

([2]انصاف کا طالب غالب)

(شنبہ ۱۹ - صفر [3]۱۲۷۹ء) | غالب |

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کے نام

(خط نمبر ۱٦۰)

قبلہ ! آپ کا خط پہلا آیا اور میں اس کا جواب لکھنا بھول گیا ۔ کل دوسرا خط آیا مگر شام کو اسی وقت پڑھ لیا ؛ آدمی کے حوالے کیا ، اس نے آج صبح دم مجھ کو دیا ، میں جواب لکھ رہا

---

۱ ۔ تجلیات ''شعر کی ستائش'' ۔ نواب باقر علی خاں کو :
از من بمن سلام و هم از من بمن پیام رنج دلی مباد پیام و سلام ما
بہت پسند آیا تھا ۔ مرزا اس کا شکریہ ادا کر رہے ہیں ۔

۲ ۔ یہ عبارت اور نقل مہر بھی تجلیات سے ماخوذ ہے ۔
اس سلسلے میں دیکھیے میرا مضمون (۱) ''غالب اور مفتی محمد عباس'' طبع نگار لکھنؤ ۱۹۵۰ء (۲) ''غالب کے تین خط اور ایک تحریر'' طبع آجکل ، مارچ ۱۹۵۱ء ، ہمایوں لاہور ۱۹۵۱ء ، نیز ''غالب اور مفتی میر محمد عباس'' از مختار الدین احمد ، طبع آجکل اگست ۱۹۵۱ء
—— ۱٦ اگست ٦۲ء مطابق ۱۹ صفر ۱۲۷۹ھ ۔

۳ ۔ تجلیات ص ۱۹۵ ، ۱۹٦ میں ۱۲۸۹ھ ہے جو کاتب کی غلطی ہے ۔

ہوں ؛ بعد اختتام تحریر معنون کر کے ڈاک میں بھجوا دوں گا ،

والی رام پور کو خدا سلامت رکھے۔ اپریل مئی ان دونوں مہینوں کا روپیہ موافق دستور آیا ، جون ماہ گذشتہ کا روپیہ خدا چاہے تو آجائے ۔ آج جمعہ ۷۔ جولائی ہے ، معمول یہ ہے کہ دسویں بارھویں کو رئیس کا خط مع ہنڈوی آیا کرتا ہے ۔ میں نے قصیدۂ تہنیت جلوس بھیجا ، اُس کا جواب آ گیا ۔ اب میں نظم و نثر کا مسودہ نہیں رکھتا ، دل اس فن سے نفور ہے ؛ دو ایک دوستوں کے پاس اُس کی نقل ہے ، اُن کو اُس وقت کہلا بھیجا ہے ۔ اگر آج وہ آ گیا کل اور اگر کل آیا پرسوں بھیج دوں گا ۔

بھائی امین الدین خاں صاحب کے اصرار سے خسرو کی غزل پر ایک غزل لکھی ہے ۔ علاء الدین خاں نے اُس کی نقل اُن کو بھیج دی ؛ میں دیوان پر نہیں چڑھاتا ، مسودہ بھیجتا ہوں ، تقدیم و تاخیر ہندسوں کے مطابق ملحوظ رہے ۔ گرمی کی شدت سے حواس بجا نہیں ، مع ہذا امراض و آلام روحانی[1] :

قصیدہ[2]

تجلی[3] کہ ز موسیٰ[4] ربود ہوش بہ طور
بہ شکل کاب علی دگر نمود ظہور

---

۱ ۔ جناب مہر نے قصیدے اور غزل کو متن سے نکال کر حاشیے میں کر دیا ہے ، حالاں کہ عود کے تمام نسخوں میں متن میں ہے ، اس لیے تاریخ بھی غزل کے آخر ہی میں لکھنا چاہیے جیسا کہ مرزا کا دستور تھا ۔

۲ ۔ یہ قصیدہ "سبد چین" میں نمبر ۳ اور "باغ دودر" میں چوتھے نمبر پر درج ہے ۔ مرزا نے مئی میں کہا ہے ، جون کے پہلے ہفتے میں

باقی صفحہ ۴۲۵ پر

خجستہ سرور سلطان شکوہ را نازم
کہ رشک بر کلہ اش دارد افسر فغفور
ہوائے لطف وی از جان خور برد سوزش
نگاہ قہر وی از روے مہ رباید نور
(۱۷۲) دم نگارش وصف کلام شیرینش
چو خیل مور دود بر ورق حروف سطور
فضائے رزم گہش شاہراہ قہر و غضب
بساط بزم گہش کارگاہ سور[1] و سرور
بہ خوان شرع ، بہیں ہم نوالۂ شبلی
بہ بزم عشق ، مہیں ہم پیالۂ منصور
ز روئے رابطۂ حسن ، ماہتاب جمال
بحسب ضابطۂ جاہ ، آفتاب ظہور
بہ حکم مرتبہ ، او حاکم و فلک محکوم
ز راہ قاعدہ ، شرع آمرست او مامور
چو آب سیل روانی کہ ایستد بہ مغاک
بود ہمیشہ بہ فنجان وی شراب طہور[2]
زہے وزیر و خہے شہریار دانا دل
تو شاہ کشور حسن و خرد ترا دستور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۴ :
نواب صاحب کی خدمت میں ارسال کیا جس کی رسید ۱۱ جون ۱۸۶۵ء - ۱۶ محرم ۱۲۸۲ھ کو آ گئی - دیکھیے ہمارا مضمون "غالب کی آخری تصنیف 'سبد چین' پر ایک نظر" طبع "احسن" رام پور، جنوری ۱۹۵۰ء صفحہ ۳۲ ببعد -
۱ - اصل "سوز -"
۲ - اصل "ظہور -"

بنائے منظر جاہ ترا ، زحل معمار
ثوابت کرۂ چرخ هشتمیں مزدور
ثناگر تو سکندر بہ بار جائے جلال
قفا خور تو ارسطو ، بہ درس گاہ شعور

ق

برائے بزم نشاط تو شمع چوں ریزند
نہ پیہ گاؤ بکار آورند و نی کافور
ز فیض نسبت خلق تو عنبر سارا
بجائے موم بر آید ز خانۂ زنبور

ق

بدیں خرام و بدیں قامت و بدیں رفتار
زبہر فاتحہ آئی اگر بسوئے[1] قبور
جہان جانی و جان جہاں ، عجب نبود
کہ از ورود تو هر مردہ رقصد اندر گور
بہ پیش گاہ تو زانو همے زند انصاف
کہ اے برحم و کرم در جہانیاں مشہور
در انتقام کشی شیوۂ کرم مگذار
برآر کام دل بدسگال از ساطور[2]
توئی بفضل فزائندۂ عروج علوم
توئی بہ علم کشایندۂ عقود[3] صدور
صریر خامۂ من بیں کہ می رباید دل
چناں کہ از لب داؤد استماع زبور

---

۱ - اصل ''بوے -''
۲ - ساطور : بڑی چھری ، خنجر -
۳ - عقود صدور : دل کی گرهیں -

سواد صفحۂ من بین و تابش معنی
عیاں چو شمع فروزندہ در شب دیجور
امیر[1] زندہ دل آں والی ولایت نظم
بہ گنج خانۂ گنجہ ، نظامیش گنجور
(۱۷۳) غروب مہر و طلوع مہ دو ہفتہ بود
رسیدن تو بدیں اوج بعد آں مغفور
چو او بزیر زمیں رفت آں ولایت یافت
تو باش والی روئے زمیں قرون و دہور
بانجمن نرسیدم ز ناتوانائی
ولے بہ عرض ثنا و دعا نیم معذور
بخاک پائے تو گر دست گاہ داشتمے
نبودمے بہ غم دوری در تو صبور
من آں کسم کہ ز افراط ورزش اخلاص
بہ غیبت ست مرا دعوی دوام حضور
توئی رحیم دل و من سقیم دوری بہ
مباد رنجہ شوی از نظارۂ رنجور
کفی بدست تہی تر زکیسۂ دلاک
دمے بہ سینہ بسے تنگ تر ز دیدۂ مور
کمی زما و کرم از شما ، بلا تشبیہ
ز کردگار بود [2]رحمت و ز بندہ قصور
نظر بہ خستگی و پیری و تہی دستی
قبول کردن تسلیم من خوش ست از دور

---

۱ - حواشی مکاتیب میں ''امیر زندہ دل آں ناظم قلم رو نظم''۔
۲ - اصل 'بود روز وشب زبندہ' متن مطابق مکاتیب ، حاشیہ صفحہ ۱۵۰-

شعار غالب آزاد جز دعا نبود
که باد سعی دعا گوی در دعا مشکور
بدهر تا بود آئین که در نوا آرند
رباب و بربط و قانون و نی به محفل سور
به بزم عیش تو ناهید باد زمزمه سنج
نسیم عطر فروش از شمیم طرهٔ حور
محب ز لطف تو بالنده چون نوا از ساز
عدو زبیم تو نالنده چون خر طنبور[۱]

غزل[۲]

هم ''اناالله'' خوان درختی را بگفتار آورد
هم ''اناالحق'' گوی مردی را سر دار آورد
ای که پنداری که ناچار ست گردون در روش
نیست ناچار آن که گردون را برفتار آورد
نکتهٔ داریم و با یاران نمی گوئیم فاش
طالب دیدار باید تاب دیدار آورد
آن کند قطع بیابان، این شگافد مغز کوه
عشق هر یک را بطرز خاص در کار آورد
جذب شوقش بین که در هنگام برگشتن ز دیر
در قفائے خویشتن بت را برفتار آورد

---

۱ ـ سبد چین، باغ دودر، عود ''خر طنبور'' جناب عابدی صاحب نے 'خر از طنبور' قرأت فرمائی ہے ـ

۲ ـ اصل میں غزل کے دونوں طرف نقش و نگار بنائے گئے ہیں ـ یہ غزل بھی کلیات میں نہیں ہے، لیکن سبد و باغ میں ہے ـ ان دونوں کی شرح کے لیے دیکھیے ضمیمہ ـ

(۴۷۱) دانها چوں ریزد از تسبیح، تاری پیش نیست
ایں مشعبد دهر ، گاه از سبحه زنار آورد
آه مارا بیں که ناورد از دل سختش خبر
باد را نازم که ابر از سوئے کهسار آورد
نزد ما حیف ست ، گو نزد زلیخا میل باش
جذبهٔ کز چاه یوسف را به بازار آورد
هر انارے را که افشارم از وے خوں چکد
هر نهالے را که بنشانیم دل بار آورد
نیست چوں در منطقش جز ذکر شاهد حرف وصوت
شاهدی باید که غالب را بگفتار آورد
(جمعه ، ۷ - جولائی ۱۸۶۵ء)

ایضاً (خط نمبر ۱۶۱)

قبله !

آپ بے شک ولی صاحب کرامت هیں ۔ کم و بیش ایک هفته[1] گذرا هوگا که ایک امر جدید مقتضی اس کا هوا که آپ کو اس کی اطلاع دوں ۔ خانۂ کاهلی خراب ؛ آج لکھوں ، کل لکھوں ، اب کون لکھے ، کل صبح کو لکھوں گا ۔ صبح هوئی ، ''غالب اس وقت نه لکھ ، سه پهر کو لکھیو ۔''

آج دو شنبه ۲۳ - جولائی کے باره پر دو بجے هرکارے نے آپ کا خط دیا ۔ پلنگ پر پڑے پڑے خط پڑھا اور اسی طرح جواب لکھا ۔ اگرچه ڈاک کا وقت نه رها تها مگر بھجوا دیا، کل روانه هو رهے گا ۔

آپ کو معلوم رهے که منشی حبیب الله ذکا اور نواب

---

۱ - اصل ''ایکهفته''۔

مصطفیٰ خاں حسرتی کو کبھی اردو خط نہیں لکھا[1] - ھاں ذکا کو غزل اصلاحی کے ھر شعر کے تحت میں منشاء اصلاح سے آگہی دی جاتی ھے -

نواب صاحب کو یوں لکھا جاتا ھے :

''کہار آیا ، خط لایا ، آم پہنچے ، کچھ بانٹے ، کچھ کھائے - بچوں کو دعا ، بچوں کی بندگی، مولوی الطاف حسین کوسلام -''

---

۱ - بے خبر کا خط یہ ھے :

''حضرت !

نسخه عود هندی کا ممتاز علی خاں صاحب کی فرمائش سے مرتب هو رها ھے - چودھری عبدالغفور صاحب کے پاس سے آپ کے خطوط اور ان کا دیباچه آ گیا ، میں نے سوائے اس کے آپ سے بہت کچھ حاصل کیا - کالپی اور لکھنؤ اور بریلی اور گورکھ پور اور اکبرآباد سے اپ کی تحریریں فراهم کیں ، خود سب کو دیکھا ، جو مضامین لائق اعلان کے نه تھے ان کو نکال ڈالا ؛ کاتب لکھ رہا ھے ، میں مقابله کرتا ھوں ، اب تک بڑے ورقوں کے دس جزو مرتب ھو چکے ھیں اور ھو رھے ھیں - امید ھے که اُدھر اگست کا آغاز ھو ، ادھر اس مجموعے کا انجام ھو - میں اپنے حق سے ادا ھوں ، چھپوانے کے لیے ان کے حوالے کروں - اس وقت بھی مقابلے میں مصروف ھوں ، پڑھتے پڑھتے آپ کو لکھنے کا خیال آیا که نواب مصطفیٰ خاں صاحب شیفته ، منشی حبیب الله صاحب ذکا ، میاں داد خاں صاحب سیاح ، ان حضرات کے پاس بھی آپ کے رقعات ضرور ھوں گے- آپ انھیں ایما کریں که جس کے پاس جو کچھ ھو، به سبیل ڈاک میرے پاس بھیج دیں - رام پور میں تو میں نے خود لکھا ھے ، شاید وھاں سے بھی کچھ آجائے - جب تک کتاب تمام ھو اور جس قدر خطوط ھاتھ آویں اور اس میں شامل ھوں، غنیمت ھے -

(''فغان بے خبر'' صفحه ۸۲)

یہ تحریر اس ہفتے میں گئی ہے ۔ غرض کہ عامیانہ لکھنا اختیار کیا ہے ۔ اب یہ عبارت جو تم کو لکھ رہا ہوں ، یہ لائق شمول مجموعۂ نثر اردو کہاں ہے ؟ یقین جانتا ہوں کہ ایسی نثروں کو آپ خود نہ درج کریں گے ۔ کتاب کے باب میں سرمد کی رباعی کا شعر اخیر لکھ دینا کافی ہے :

شعر

[1]عالم همه مرأت جمال ازلی ست می باید دید و دم نمی باید زد

'بوستان خیال' کا ترجمہ موسوم بہ 'حدائق الانظار' معرض [2]بیع میں ہے ۔ اگر آپ یا آپ کا کوئی دوست خریدار ہو تو جتنی مجلد فرمائیے اسی قدر بھجوا دوں ۔ چھ روپے[3] مع محصول ڈاک قیمت ہے ۔

مطبع میں جس میں 'حدائق الانظار' کا انطباع ہوا ہے ، اخبار بھی چھاپا جاتا ہے ۔ ابکی ہفتے کا دو ورقہ (۱۷۵) بھیج دوں گا ، بشرط پسند آپ توقیع خریداری لکھ بھجیے گا ۔

جناب کیمسن صاحب بہادر افسر مدارس غرب و شمال کا باوجود عدم تعارف خط مجھ کو آیا ، کچھ اردو زبان کے ظہور کا حال پوچھا تھا ، اس کا جواب لکھ بھیجا ۔ نظم و نثر اردو طلب کی تھی ، مجموعہ نظم بھیج دیا ۔ نثر کے باب میں تمھارا نام نہیں

---

۱ - ساری کائنات حسن ازلی کے لیے آئینہ ہے ۔ اسے دیکھے جانا چاہیے، بولنا مناسب نہیں ــــ شاید اپنی پنشن یا درباری اعزاز کے بارے میں اشارہ ہے ۔

۲ نارائنی 'معرض میں ہے' عود ۲ 'معرض طبع میں ہے'، یہی رائج ہے جو غلط ہے ، دیکھیے عود ۱۳۱ ، عود مبا ، خطوط ــــ معرض بیع میں ہے : بک رہی ہے ۔

۳ - اصل وغیرہ روپیہ ۔

لکھا مگر یہ لکھا کہ مطبع الہ آباد میں مجموعہ چھاپا جاتا ہے۔ بعد انطباع و حصول اطلاع وہاں سے منگا کر بھیج دوں گا۔

زیادہ حد ادب۔ جواب طلب۔ ۱۲

(دو[1] شنبہ۔ ۲۳ جولائی ۱۸۶۶ء)

ایضاً (خط نمبر ۱۶۲)

بندۂ گنہ گار، شرمسار عرض کرتا ہے کہ پرسوں غازی آباد کا اٹھا ہوا گیارہ بجے اپنے گھر پر مثل بلائے ناگہانی نازل ہوا ہوں:

شعر

باید[2] کہ کنم ہزار نفریں برخویش
اما بہ زبان جادۂ راہ وطن

خواجہ صاحب[3] کی رحلت کا اندوہ بقدر قرب و قرابت آپ کو

۱۔ حدائق الانظار اکمل المطابع دہلی سے ۱۲۷۵ھ، ۱۸۵۹ء میں پہلی مرتبہ چھپی (دیکھیے سیرالمصنفین ج ۱ طبع ۲ صفحہ ۲۷۴، لیکن نگار میں ہے کہ بدرالدجیٰ پریس دہلی سے ۱۲۷۵ھ سے ۱۲۸۲ھ تک پہلی مرتبہ چھپی۔ میں نے محبوب المطابع دہلی کا ایڈیشن دیکھا ہے جو ۱۳۰۴ھ کا ہے) اب تاریخ اشاعت پر ایک نئی روشنی ملی — خط میں دن، تاریخ وقت درج ہے، سنہ میں نے بڑھایا ہے۔

۲۔ مجھے تو اپنے اوپر ہزاروں لعنتیں کرنا چاہیے مگر راہ وطن کی زبان سے۔

۳۔ خواجہ صاحب سے مراد ''سید محمد'' نہیں، یہ تو سید صاحب ہیں جو بے خبر کے خالو تھے، جیسا کہ بعض حضرات کو دھوکا ہوا ہے۔

باقی صفحہ ۴۳۳ پر

اور باندازۂ مہر و محبت مجھ کو ۔ وہ مغفور میرا قدردان اور مجھ پر مہربان تھا ۔ حق تعالیٰ اس کو اعلیٰ علیین میں بسبیل دوام قیام دے ۔

رام پور ھی میں تھا کہ 'اودھ اخبار' میں حضرت کی غزل[۱] نظر افروز ہوئی ۔ کیا کہنا ھے ! ابداع اس کو کہتے ھیں ، جدت طرازی اس کا نام ھے ۔ جو ڈھنگ تازہ نوایانِ ایران کے خیال میں نہ گذرا تھا وہ تم بہ روئے کار لائے ۔ خدا تم کو سلامت رکھے اور میرے اور دکھنی جامع "برھان قاطع" کے جھگڑے میں بہ خلاف اور فارسی دانوں[۲] کے توفیق انصاف عطا کرے ۔ لو[۳] اب اس خط کا جواب جلد بھیجو تا یہ سلسلہ مسلسل ھو جائے ۔

غزل[۴]

چشم کہ باز شد ز خواب ؟ فتنہ ازو بہ چار سو ست
پردہ ز رخ کہ برکشاد ؟ مہر ز شرم زرد روست

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۲ :
بلکہ اس سے مراد بے خبر کے منجھلے ماموں خواجہ صدرالدین معلوم ھوتے ھیں ۔ دیکھیے فغان بے خبر ، صفحہ ۳۷، خط بنام حافظ نظام الدین کا جملہ : "میرے منجھلے ماموں جناب خواجہ صدرالدین مغفور نے ایک مہینا ھوا اس جہان سے انتقال کیا ۔" نیز خط نمبر ۱۶۳ ۔

۱ ۔ یہ غزل بے خبر نے خط کے آخر میں شائع کر دی ھے ۔
۲ ۔ نارابنی "والوں کے ۔"
۳ ۔ اصل "تو" اردو ۱ "لو ۔"
۴ ۔ عود میں یہ غزل چونکہ اسی طرح درج ھے اس لیے ھم نے متن ھی میں رکھی ورنہ یہ اضافہ 'بے خبر' کا ھے ۔ انھوں نے اودھ اخبار والی غزل خط کے ساتھ بطور تشریح حوالہ لکھ دی ۔ شرح کے لیے دیکھیے ضمیمہ ۔

رخت خرد به آب رفت ، عارض شرمگیں که شست ؟
غرقهٔ آب حیرت ست ، آئینه با که رو برو ست ؟
جامه که کرد زیب تن ؟ صبح درید پیرهن
بند قبا که بسته است ؟ نکهت گل به بند اوست
غازه به رخ که بر کشید ؟ رنگ به روئے گل شکست
ابروے کیست وسمه تاب ؟ گردن خلق تیغ جوست
دست که در حنا گرفت ؟ لالهٔ تر به خوں نشست
چشم که مست سرمه گشت ؟ ناطقه سرمه در گلوست
جام صبوحیے که زد ؟ شیشه به سجده می رود
می ز لب که کام یافت ؟ جوش نشاط[1] در سبوست
چهره ز می که بر فروخت ؟ نشاء شوق شد بلند
زلف که بوی بر فشاند ؟ موج نسیم مشک بوست
(۱۷۶) تیغ نگه که آب داد ؟ کشته فگار سینه ها
نوک مژه که تیز کرد ؟ دامن زخم بے رفوست
غنچه زخنده لب به لب ، رنگ تبسم که دید ؟
در گهر آبرو نماند ، لعل که گرم گفتگوست ؟
طرف کله که بر شکست ؟ شیشهٔ دل شکسته شد
قامت خود که راست کرد ؟ نخل مراد در نموست
موی کمر که تاب داد ؟ رشتهٔ جاں زهم گسیخت
دامن ناز را که هشت ؟ خاک زمیں به آبروست
بر سر زیں که بر نشست ؟ رفته ز کف عنان صبر
سوئے چمن که می رود ؟ باد صبا به رفت و روست

---

۱ - اصل : ''خوش نشاط''۔ صحیح عود ۲ ''جوش نشاط''۔

بخت کجاست بے خبر؟ تا بہ رکاب او دوم
برسر رہ نشستہ ام، نیم نگاہم آرزوست
(۱۰ جنوری ۱۸۶۶ء[1])

ایضاً (خط نمبر ۱۶۳)

قبلہ!
پیری و صد عیب، ساتویں دھاکے[2] کے مہینے گن رہا ہوں؛ قولنج آگے دوری تھا اب دائمی ہوگیا ہے۔ مہینا بھر میں پانچ سات بار فضول مجتمعہ دفع ہو جاتے ہیں اور یہی منشاء[3] حیات ہے۔ غذا کم ہوتے ہوتے اگر مفقود نہ کہو تو بمنزلۂ مفقود کہو۔ پھر گرمی نے مار ڈالا۔ ایک حرارت غریبہ جگر میں پاتا ہوں جس کی شدت سے بھنا جاتا ہوں۔ اگرچہ جرعہ جرعہ پیتا ہوں مگر صبح سے سوتے وقت تک نہیں جانتا کہ کتنا پانی پی جاتا ہوں۔ ۱۲
میرے ایک رشتے کے بھتیجے[4] نے ''بوستان خیال'' کا اردو

۱۔ مرزا رام پور سے جنوری ۱۸۶۶ء میں دہلی پہنچے۔ انھوں نے اس سے پہلے ایک خط رام پور سے بھی لکھا تھا۔
۲۔ اصل، نارائینی، اردو، خطوط ''دھاکی کی'' عود ۲، ۱، ۴ ''دھائی۔ دھاکے'' بے معنی ہے۔ ''ساتویں دھائی'' کے معنے یہ کہ ستر برس ہو رہے ہیں۔ عمر سترویں منزل میں ہے۔
۳۔ منشاء حیات: زندگی پیدا (برقرار) ہونے کی وجہ۔
۴۔ نول ''رشتے دار کے بھتیجے''۔ مرزا سے اور خواجہ بدرالدین سے خاندانی چشمک تھی۔ یہ لوگ خواجہ حاجی کی اولاد سے تھے۔ دیباچے میں مرزا نے ''بھتیجا اور پیارا بھتیجا'' لکھا ہے، یہاں رشتے دار کا بھتیجا کہتے ہیں۔ بدرالدین نے 'بوستان خیال' کی سات جلدوں کا ترجمہ کیا ہے اور ۱۸۷۹ء میں فوت ہوئے۔ باقی جلدوں کا ترجمہ قمرالدین راقم نے کیا۔

میں ترجمہ کیا ہے ، میں نے اس کا دیباچہ لکھا ہے ۔ ایک دو ورقہ اس کا نہ بہ صورت پارسل بلکہ بہ ہیئت[1] خط بھیجتا ہوں ، آپ کا مقصود دیباچہ ہے ، سو نقل کر لیجئے ۔ میرا مدعا اس دو ورقے کے ارسال سے یہ ہے کہ اگر آپ کے پسند آئے یا اور اشخاص خرید کرنا چاہیں تو چھ روپے قیمت اور محصول ذمہ خریدار ہے ۔ ۱۲ [2](۱۷۸)

(۱۸۶۶ء)

ایضاً[3] (خط نمبر ۱۶۴)

مولانا ، بندگی !

آج صبح کے وقت شوق دیدار میں بے اختیار ، نہ ریل نہ

---

۱ ۔ اصل "بہت خط" ۔

۲ ۔ "[۱۷۸] ایضاً خریدار ہے ۱۲" ۔۔ یعنی ممتاز علی خاں کو بے خبر کا خط مل گیا ۔ انھوں نے ترک ملائے بغیر اس خط کے بعد وہ مکتوب شریک کر دیا جہاں بے خبر کا خط ختم ہوا ، اس کے آگے "ایضاً" لکھ دیا ، اور ترک "خریدار ہے" نظر میں نہ آیا ، بعد کے ایڈیشنوں میں اسے نمبر دے کر مستقل خط ہی کے طور پر لکھا جاتا رہا ۔۔ نارایینی "خریداری ہے ۔"

۳ ۔ یہ خط عود ، میں اور نارایینی میں بے خبر کے خط کے بعد ہے ، لیکن مبا اور نول ۱۹۴۱ء میں اسے زیر نظر ترتیب کے مطابق کر دیا ہے اور میں نے بھی صرف یہی ایک تحریف کی ہے ، کیوں کہ بے خبر کا خط اس سے پہلے بے ربط ہے اور غیر مفید بھی ۔ اس کے بعد وہ خط پڑھیے تو معلوم ہو گا کہ اس خط کا یہاں ہونا کتنا ضروری تھا ، اور بے خبر نے کتنا اچھا انشائیہ خط لکھا ہے ۔ یہ خط اصل کے صفحہ ۱۷۸ پر ہے اور عبارت یوں ہے : "خریدار ہی ۱۲ ۔ ایضاً مولانا بندگی ۔"

ڈاک ، توسن[1] همت پر سوار چل دیا ہوں ۔ جانتا ہوں کہ تم تک پہنچ جاؤں گا مگر یہ نہیں جانتا کہ کہاں پہنچوں گا اور کب پہنچوں گا ؛ اتنا بے خود ہوں کہ جب تک اطلاع نہ دو گے میں نہ جانوں گا کہ کہاں پہنچا اور کب پہنچا ؟

آپ کا پہلا خط رام پور سے دلی آیا ، میں راہ میں تھا ؛ پھر دلی سے خط رام پور پہنچا ، وهاں بھی نہ تھا ؛ خط دلی سے روانہ ہوا ، اب کئی دن ہوئے کہ میں نے ڈاک سے پایا ؛ اس حال میں کہ بیمار تھا ، معہذا جاڑے کی شدت ، مہاوٹ کا مہینا ، دھوپ کا پتا نہیں ؛ پردے چھٹے ہوئے ، نشیمن تاریک ، آج نیر اعظم کی صورت نظر آئی؛ دھوپ میں بیٹھا ہوں، خط لکھ رہا ہوں ، حیران ہوں کہ کیا لکھوں ؟ اس خط کے مضامین اندوہ فزا[2] نے دل کو مضمحل کر دیا ؛ جانتا تھا کہ خواجہ صاحب مغفور تمھارے ماموں[3] ہیں مگر ان کے اور تمھارے معاملات مہر و ولا جیسے کہ تمھاری تحریر سے اب معلوم ہوئے ، میرے دل نشین نہ تھے ۔ ایسے محب[4] کا فراق اور پھر بقید دوام کیونکر جان گزا نہ ہو ؟ حق تعالیٰ ان کو بخشے اور تم کو صبر دے ۔

حضرت! میں بھی اب چراغ سحری ہوں ، رجب سنہ ۱۲۸۲ھ حال کی آٹھویں[5] تاریخ سے اکتروان[6] سال شروع ہوگیا ؛ طاقت سلب ، حواس مفقود ، امراض مستولی ، بہ قول نظامی :

---

۱ ۔ توسن : گھوڑا ۔
۲ ۔ دیکھیے خط ۱۶۲ ۔
۳ ۔ اصل "ماں موں ۔"
۴ ۔ اصل ، نارائنی "محبت" اردو، نول ، "محب" ۔
۵ ۔ اردو نیز خطوط "آٹھویں" ندارد ۔
۶ ۔ اصل ، عود ، اردوئے معلیٰ کے مطابق املا ہے ۔

مصرع

یکے مردہ شخصم بہ مردی رواں

آج میں اور بھی باتیں کرتا مگر میرا خاص [1]تراش آ گیا، مہینا بھر سے حجامت نہیں بنوائی، خط لپیٹ کر ڈاک میں بھیجتا ہوں اور خط بنواتا ہوں - ۱۲

(۱۲ جنوری ۱۸۶۶ء[2])

---

۱ - خاص تراش : حجام، نائی -

۲ - مرزا ۸- جنوری ۱۸۶۶ء، ۲۰ شعبان ۱۲۸۲ھ دو شنبے کے دن رام پور سے دھلی پہنچے، (خطوط غالب، از مہیش صفحہ ۱۰۳، خط نمبر ۱۲۱ - مکاتیب خط نمبر ۶۰) ایک خط تو دلی پہنچتے ہی لکھ چکے تھے، دیکھیے خط ۱۶۲، پھر جب بے خبر کا خط رام پور سے دلی آیا تو یہ خط لکھا گیا - میرا اندازہ ہے کہ یہ خط ۱۱ سے ۱۵ جنوری کے مابین لکھا گیا ہے کیوں کہ خاص تراش کے دلی میں آنے کا ذکر ہے، ظاہر ہے کہ دلی پہنچنے کے پانچ چار دن بعد خط بنوانا قرین قیاس نہیں ہے - اگرچہ اس خط میں پہلے کے خط کا مذکور نہیں لیکن ذکر نہ ہونے سے دلیل پر کوئی اثر نہیں پڑتا -

اس خط کا جواب جو مکتوب الیہ نے لکھا، وہ بھی میرے ھاتھ آ گیا تھا - ناظرین کے حظ کے لیے یہاں لکھے دیتا ہوں :

"حضرت ! آج علی‌الصباح میں گورکھ پور کے میدان میں خیمے کے اندر اکیلا بیٹھا تھا ؛ چکیں جو چاروں طرف کے دروازوں کی چھٹی تھیں، صاف قفس کی صورت تھی ؛ ھر سمت کو دیکھتا تھا اور تنہائی سے گھبرا گھبرا کر یہ مصرع پڑھتا تھا :

ھائے تنہائی اور کنج قفس

دفعتاً (کذا) ھٹو بڑھو کا غل ھوا، حیرت میں آیا کہ کس کی سواری آتی ہے ؟ دیکھا تو دیکھا (۱۷۷) کہ شوق اور تمنا اور محبت

باقی صفحہ ۴۳۹ پر

بقیه حاشیه صفحہ ۴۳۸ :

ان سارے حشم خدم کا آگے آگے اہتمام ہے اور پیچھے ان کے حضرت توسن ہمت کو کداتے پھنداتے چلے آتے ہیں ۔ پھر تاب کسے تھی ، بے اختیار دوڑا ، خیمے سے باہر آیا ، جھک کر آداب بجا لایا ، رکاب تھام کر گھوڑے سے اتارا ، قدم لیے ، خیمے میں لے گیا ، مسند پر بٹھایا ، صدقے میں اپنے کو اتارا ، دو زانوں ادب سے سامنے بیٹھا ، ہاتھ باندھ کر مزاج مقدس پوچھا ؛ جواب میں علالت کی کیفیت ، ضعف کی شکایت سنی ؛ جی کڑھا ، ''نصیب و تمنا'' کہہ کر دعا دی کہ ''پروردگار ہمیشہ صحیح و سلامت رکھے ! حضرت کی عمر اتنی بڑھائے کہ خضر کو رشک آئے !'' ۔ ادھر ادھر کا مذکور رہا ۔ ارشاد ہوا کہ ''میں نے دہلی پہنچ کر تجھے ایک خط بھیجا تھا'' ۔ عرض کیا کہ ''اس کے ورود سے مشرف ہوا تھا ، جواب لکھنے میں رام پور والے عریضے کی راہ دیکھتا تھا ، اس میں اس سوال کا ذکر آیا جو اس عریضے میں ایک شعر۲ کی نسبت لکھا تھا'' حضرت نے فرمایا : ''اسی کو دیکھ رہا تھا کہ خاص تراش آ گیا اور حارج ہوا ۔'' یہ سن کر میں نے منہ بنا کر کہا : ''اس وقت میں نہ ہوا ورنہ حجام کی خوب حجامت کرتا کہ اس نے میرا حرج کیا ۔'' حضرت نے تبسم کر کے فرمایا : ''اس بے چارے پر کیوں دق ہوتے ہو ، میں اب جاتا ہوں اور تیرے عریضے کو دیکھ کر سوال کا جواب لکھتا ہوں ۔'' یہ کہہ کر حضرت تشریف لے گئے ، جب تک سواری نظر آیا کی ، میں دروازے پر کھڑا

۱ ۔ یہ خط ''فغان بے خبر'' میں صفحہ ۸۷ پر ہے اور مرزا کے مکتوب نمبر ۱۶۴ کا جواب ہے ، شاید کاتب نے مرزا کے خط کے ساتھ اسے بھی نقل کر کے کتاب میں شامل کر دیا یا مرزا غالب سے ممتاز علی کو ملا اور انہوں نے درج کتاب کر دیا ، لیکن غلطی یہ ہوئی کہ جواب پہلے اور خط بعد میں ہو گیا ۔

۲ ۔ جلال اسیر کے شعر کی تصحیح کو لکھا تھا لیکن اس کا جواب عود و اردو میں نہیں ہے ۔

مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام

(خط نمبر ۱۶۵)

قبلہ ! آس عنایت نامے کا جو مارچ گذشتہ میں پایا ہے ، آج یکم اپریل کو جواب لکھتا ہوں ، گویا نماز صبح قضا پڑھتا ہوں -

جناب مولوی غلام غوث خاں بہادر میر منشی لفٹنٹ گورنری غرب و شمال کا کیا کہنا ہے - حسن سیرت وہ جو بعد

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۹ :
حسرت کی نگاہوں سے دیکھا کیا ، پھر غمگین خیمے میں آ کر بیٹھا اور یہ اشعار کسی کے جو برمحل یاد آ گئے ، انھیں کو پڑھ رہا ہوں :

اشعار

این نیست کہ از راہ وفا آمدہ رفتی
شد راہ غلط ورنہ چرا آمدہ رفتی
چنداں نہ نشستی کہ شود غنچۂ دل وا
چوں بوئے گل و باد صبا آمدہ رفتی
چوں عمر کہ ہرگہہ بسرآید ، بہ رود زود
خود بر سر این بے سرو پا آمدہ رفتی"

یہ شعر نعمت خاں عالی کی غزل کے ہیں - دیکھیے "دیوان عالی" صفحہ ۲۰۶ —— ترجمہ : تم وفاداری دکھانے کو نہیں آئے تھے کہ آئے اور چلے گئے ، در اصل تم راستہ بھول گئے تھے ورنہ آنا کیا اور جانا کیا ؟

اتنی دیر بھی تو نہ بیٹھے کہ دل کی کلی کھلتی ، بوئے گل و نسیم سحر کی طرح آئے اور گئے - اس بے سروپا کے پاس یوں آئے جیسے عمر -

ریاضت شاقه اور بعد تحصیل فضائل[1] اربعه ملکۂ عدالت و حکمت حاصل ہوتا ہے ، اس دانا دل ، بیدار مغز کو فطرت نے ودیعت کیا ہے ۔ حسن صورت وہ کہ جو دیکھے پہلی نظر میں حسن خلق و لطف طبع اُس کو نظر آئے ۔

فقیر ہمیشہ مورد[2] اعتراضات رہا ہے لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعد دو چار (۹ ، ۷ ، ۱) دن کے معترض صاحب کا خط آیا ہے ۔ لغت و ترکیب معترض فیه کی سند کے اشعار حضرت نے اس خط میں درج کیے ہیں ۔ اللہ اللہ ! جو کلکتے میں شور نشور اٹھا تھا ۔ میرا شعر[3] :

شعر

جزوے از عالمم و از همه عالم بیشم
همچو موے که بتاں را ز میاں برخیزد

خستۂ جراحتہاے اعتراض ہوا ہے ۔ منشاء اعتراض یہ کہ عالم مفرد ہے ، اس کا رابط ''همه'' کے ساتھ بحسب اجتہاد قتیل ممنوع ہے ۔ قضارا اس زمانے میں شاہزادۂ کامراں[4] درانی کا سفیر گورنمنٹ میں آیا تھا ، کفایت خاں اس کا نام تھا ۔ اس تک یہ

---

۱ - فضائل اربعه : علم اخلاق میں تمام ملکات و صفات کی اصل و روح کمال چار فضیلتیں ہیں : عفت ، شجاعت ، حکمت ، عدالت ۔

۲ - مورد : جائے ورود ، نشانہ مراد ہے ــــــ 'معترض فیه': جس پر اعتراض کیا گیا ہے ۔

۳ - اصل ، ''شعر'' مکرر ہے ۔

۴ - یہ کامران ہرات کا حکمران تھا ، کفایت خاں ۱۸۲۸ء کو کلکتے آیا ہوگا کیوں کہ مرزا غالب ۱۹ - فروری ۱۸۲۸ء کو کلکتے پہنچے تھے ۔ کفایت خان غالباً بہت دن تک کلکتے میں رہا ۔ دیکھیے حاشیہ ذکر غالب ، صفحہ ۶۴ ببعد ۔

قصه پہنچا - اس نے اساتذہ کے اشعار پان سات ایسے پڑھے جن
میں ''همه عالم'' و ''همه روز'' و ''همه جا'' مرقوم تھا اور وہ
اشعار ''قاطع برهان'' میں مندرج ہیں -

ہاں صاحب ! ''قاطع رہان'' میں اور مطالب بڑھائے اور
ایک دیباچہ دوسرا لکھا اور 'درفش[1] کاویانی' اس کا نام رکھا اور
اس کو چھپوایا - ایک مجلد اس کا آج اس خط کے ساتھ ڈاک میں
بھیجتا ہوں - بعد پہنچنے کے اس کو دیکھیے گا اور غور سے
دیکھیے گا اور اکثر وقت فرصت پیش نظر رکھیے گا ؛ اور جس
دن پہنچے اسی دن یا اس کے دوسرے دن رسید لکھیے گا اور اگر اور
صاحب اس کے طالب اور خریدار ہوں تو مجھ کو لکھیے گا -
دس پانچ ، دو چار جلد بھیج دوں گا ، یہ نسخہ میری طرف سے
ان کی نذر ہے[2] -

غزل پھر بھیجوں گا - ۱۲

([3]یکم اپریل ۱۸۶۶ء)

---

۱ - درفش کاویانی مع غلط نامہ ۱۵۴ صفحات پر مشتمل ہے - دیکھیے درفش
طبع اکمل المطابع دہلی - اس میں دیباچہ طبع اول کے بعد صفحہ ۴
س ۱۵ سے ''دیباچۂ ثانی جدید'' شروع ہوتا ہے -
۲ - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ درفش مرزا نے خود چھپوائی تھی- سرورق
پر بھی جو عبارت ہے اس سے بھی یہی سمجھ میں آتا ہے -
۳ - شاید بے خبر نے اپریل تک کتاب ختم کرلی تھی ؛ اتفاقاً یہ خط آ گیا ،
بے خبر نے یہیں لکھ دیا اور شاکر کے مجموعے میں اضافہ زحمت
طلب سمجھا -

خاتمہ[1]

(۱)

مرزا حاتم علی مہر کی مثنوی کی تقریظ[2]

اللہ اللہ نطق کو آفریدگار نے کیا پایہ اور کیا سرمایہ دیا ہے کہ امور دینی میں سے کسی امر کا شہود اور مصالح دنیوی میں سے کسی مصلحت کا وجود بلکہ اگر بمثل[3] اسم اعظم فرض کیجیے تو اس کی بھی نمود ، جب تک اس 'لطیفۂ غیبی' کا شمول نہ ہو ، عالم امکان میں ممکن نہیں ۔ مسائل حکیمانہ کی ہستی ، ترہات ندیمانہ کی مستی ، درد و درماں کے مدارج کا اظہار ، افسانہ و افسوں کے مقاصد کا مدار ، شکر و شکایت کا عنوان ، نفرین و آفرین کا بیان ، رد و قبول کی حکایت ، فتح و شکست کی روایت ،

---

۱ - اصل اور دوسرے نسخوں میں کاتب نے ''خاتمہ'' یوں لکھا ہے جیسے نیا فقرہ یہیں سے شروع ہوتا ہے ۔ چنانچہ خطوط میں ''خاتمہ'' کو متن میں شریک سمجھ کر ''تقریظ'' کو زائد قرار دیا گیا حالاں کہ در اصل یہ عنوان ہے اور مندرجہ ذیل عبارت مثنوی پر تقریظ ۔

۲ - عشرت لکھنوی کہتے ہیں کہ یہ تقریظ ''شعاع مہر'' طبع ۱۲۷۵ھ میں ہے ۔

یہ بھی ایک لطیفہ ہے کہ اردوئے معلیٰ طبع اول میں تقریظیں نہیں ہیں ۔ مولانا حالی نے طبع دوم میں حصۂ دوم کا جو اضافہ کیا تو ایک تقریظ ''سراج الدین بہادر شاہ'' کی کتاب کی نقل کی ۔ اس تقریظ میں اس کی عبارت کا پہلا پیرا گراف قدرے اختلاف کے ساتھ موجود ہے ، بالکل نقل نہیں ۔

۳ - اصل ''تمثل''

صرف و نحو کی راز دانی ، نثر و نظم کی گلفشانی ، جو کچھ اگلوں نے کہا ہے ، جو کچھ اب کوئی کہہ رہا ہے ، (۱۸۰) جو کچھ آگے کہیں گے اور قیامت تک کہتے رہیں گے ، جو کچھ متعلق نیک و بد ، نو و کہن سے ہے ، سب وابستۂ نطق و سخن ہے ۔ اب سمجھے کہ سخن از روے مثل کیا ہے ؟ چشمہ ہے ؟ ندی ہے ؟ سیل ہے ؟ دریا ہے ؟ کیسی روانی ہے؟ کس زور کا پانی ہے ؟ اس کا چڑھاؤ ، اس کی رفتار ، اس پر کس کا زور کس کا اختیار ؟ جدھر منہ کیا اُدھر ایک نالہ بہا دیا ۔ دریا کی لہر کیا گھوڑے کی باگ ہے کہ کسی کے ہاتھ میں ہو ؟ ہاں ، اہل خرد کو اٹھا لینا چاہیے ، جو لطف جس بات میں ہو ۔

یہ مثنوی کہ مجموعۂ دانش و آگہی ہے ، اگرچہ اس کو سفینہ کہہ سکتے ہیں ، لیکن فی الحقیقت ایک نہر ہے کہ بحر سخن سے ادھر کو بہتی[1] ہے ۔

سخن ایک معشوقۂ پری پیکر ہے ، تقطیع شعر اس کا لباس اور مضامین اس کا زیور ہے ۔ دیدہ وروں نے شاہد سخن کو اس لباس اور اس زیور میں رو کش ماہ تمام پایا ہے ؛ اس رو سے اس مثنوی نے ''شعاع مہر'' نام پایا ہے ۔ کہیں یہ نہ سمجھنا کہ یہاں ''مہر'' سے مراد آفتاب ہے ؛ یہ شعاع اس مہر کی ہے کہ جو ذرۂ خاک راہ بوتراب ہے ۔ سچ تو یوں ہے کہ سخن‌ور روشن ضمیر ، مہر چہر میرزا حاتم علی مہر کو سخن طرازی میں ید بیضا ہے اور از روئے انصاف اس طرح سے کہ نہ ادھر سے لاف نہ ادھر سے گزاف ؛ سچ سچ ، صاف صاف ۔ یہ مہر اپنے ہم نام مہر سپہر کا ہم چشم اور ہمتا ہے ۔ سب جانتے ہیں کہ غالب

---

۱ ۔ اصل ''بہتی ہے''۔ نول کشور ''بہی ہے ۔''

کا شیوہ درویشی اور آزادہ روی ہے - "مہر" کے حسن گفتار اور میرے صدق اظہار پر برہان قاطع یہ مثنوی ہے -

میں فن تاریخ اور فن معما سے بیگانہ ہوں ، صرف حسن خدا داد معنی کا دیوانہ ہوں - مثنوی کی طرز تحریر دل پذیر ہوئی ؛ اس سے یہ تقریظ دل پذیر تحریر ہوئی - چاہیے یوں کہ کوئی کاتب کسی وقت میں اس تقریظ کو مثنوی سے جدا نہ کرے -

ہاں گنجایش اس کی ہے کہ کسی زمانے مں سہو و غفلت سے یہ امر واقع ہو - یہاں ہم کہتے ہیں کہ خدا نہ کرے - ۱۲

(۲)

گلزار سرور ، تصنیف مرزا رجب علی بیگ سرور[1] کی تقریظ

سبحان اللہ! خدا کی کیا نظر فروز صنعتیں ہیں ! تعالی اللہ ، کیا حیرت آور قدرتیں ہیں ! یہ (۱۸۱) جو 'حدائق العشاق'

---

۱ - مرزا رجب علی بیگ سرور ۱۷۸۷ء ، ۱۲۰۲ھ لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور وہیں تربیت پائی - خوش خطی ، موسیقی ، شاعری ، صحافت ، قصہ نویسی میں ماہر تھے - واجد علی شاہ مرحوم نے وظیفہ دیا اور بڑی عزت افزائی کی - ریاستوں میں رہے ، لکھنؤ سے کلکتے تک کا سفر کیا ، آخر ۱۸۶۷ء ، ۱۲۸۴ھ میں وفات پائی - ان کی کتابوں میں 'فسانۂ عجائب' مشہور ترین کتاب ہے - "گلزار سرور" کا پہلا ایڈیشن "افضل المطابع محمدی" سے چھپا - میں نے اس عبارت کو اس کے مطابق کیا ہے - افسوس ہے کہ اس پر مقام و سنہ درج نہیں - تقریظ کے لیے سرورق کا اضافہ ہے ، پشت سرورق پر ایک صفحے میں پوری تقریظ اس عبارت کے ساتھ درج ہے : "تقریظ ، مترشح قلم جادو رقم فسیح (کذا) اللسان ، اعجاز بیان ، نواب والا مناقب ، نجم الدولہ مرزا اسداللہ خاں غالب -"

کا فارسی زبان سے عبارت اردو میں نگارش پانا ہے ، بعینہ ارم کا زمین دنیا سے اٹھ کر بہارستان قدس کا ایک باغ بن جانا ہے۔ وہاں حضرت رضوان ارم کے نخل بند و آبیار ہوئے ، یہاں میرزا رجب علی بیگ سرور 'حدائق العشاق' کے صحیفہ نگار ہوئے۔

کس[1] سے کہوں کہ اس بزرگوار کا اردو کی نثر میں کیا پایہ ہے اور اس سحر بیان کا کلام شاہد معنیٰ کے واسطے کیسا گراں بہا پیرایہ ہے۔

نظم

رزم کی داستان گر سنیے ہے زباں ، ایک تیغ جوہردار
بزم کا التزام گر کیجے ہے قلم ، ایک ابر گوہربار

مجھ کو دعویٰ تھا کہ انداز بیان کی خوبی میں 'فسانۂعجائب' بے نظیر ہے۔ جن[2] نے میرے دعوے کو اور فسانۂ عجائب کی یکتائی کو مٹایا ، وہ یہ تحریر ہے۔

کیا ہوا[3] کہ ایک طرح اور ایک قماش کے ہیں ، یہ دونوں دل فریب نقش ایک ہی نقاش کے ہیں۔ مانا کہ ایک نقش دوسرے کا ثانی ہے ، یہ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ نقاش لاثانی ہے۔ مانی نقاش بے معنی صورتیں بنا کر دعویٰ پیمبری

---

۱ - گلزارمیں ہے: ''اس مقام پر یہ ہیچ میرز جو موسوم بہ اسداللہ خاں ، اور مخاطب بہ نجم الدولہ اور متخلص بہ غالب ہے ، خدائے جہاں آفریں سے توفیق اور خلق سے انصاف کا طالب ہے۔ ہاں اے صاحبان فہم و ادراک سرور سحر بیان کا اردو کی نثر . . . اور اس بزرگوار کا کلام شاہد معنی کے واسطے کیا . . .''

۲ - گلزار : ''جس نے'' . . . . ''وہ یہ تحریر ہے''

۳ - گلزار : ''کیا ہوا ، اگر ایک نقش دوسرے کا ثانی ہے ، یہ تو ہم کہہ سکتے . . .''

کا کرے ، کیا اس کی عقل کی کمی ہے ؛ یہ بندۂ خدا معنی کی تصویر کھینچ کر دعوئ خدائی نہ کرے ، کس حوصلے کا آدمی ہے ؟

سچ تو یوں ہے کہ جناب مہاراجہ صاحب والا مناقب عالیشان ایشری پرشاد نارائن سنگھ بہادر جس باغ کی آرایش کے کارفرما ہوں اور پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ چشم بد دور[1] مرزا سرور چمن آرا ہوں ، کہیے وہ باغ کیسا ہوگا ؟ بہشت نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا ؟

کوئی نہ کہے کہ یہ درویش گوشہ نشین فضول و سبکسر[2] کیوں ہے ؟ بے دیکھے بھالے حضور کا ثنا گستر کیوں ہے ؟

صاحبو ! حاتم سے ہم نے کیا دولت پائی ہے کہ اس کی سخاوت کی ثنا کرتے ہیں ؟ رستم سے کہاں شکست کھائی ہے جو اس کی شجاعت کا ذکر کیا کرتے ہیں ؟ معہذا ، جناب مہاراجہ صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان بابو پرسدہ نرائن بہادر کا مورد عنایت رہا ہوں ۔ جن دنوں وہ دلی میں تشریف لائے ہیں ، اکثر شریک صحبت رہا ہوں ۔ جب ناشناسائی اور بیگانگی درمیان نہ ہو تو ان کا نیاز مند کیوں ان کا ثنا خواں نہ ہو ؟ نہیں نہیں ، میرا کیا منہ ہے ثنا خوانی کا ، میں تو عاشق ہوں ان کی شاعر پروری و سخن دانی کا ۔ واقعی حضور نے قدر دانی کی ، سرور نے گوہر افشانی کی ۔ حضور کا اقبال ، سرور کا کمال ۔ حضورکی

---

۱ ۔ گلزار ''چشم بددور'' ندارد ۔

۲ ۔ اصل ''سبکسیر''۔

۳ ۔ گلزار ''بہادر'' ندارد ۔

عالی ھمتی ، سرور کی (۱۸۲) خوش قسمتی ۔ (یقین ھے کہ)

انشاء اللہ تعالیٰ یہ نقش صفحۂ روزگار پر یادگار رھے گا ۔ مصنف کا شہرہ رنگین بیانی میں ، مہاراج[1] عالی جاہ کا نام فیض رسانی میں تا روز شمار رھے گا[2] ۔ ۱۲

(۳)

”حدائق الانظار[3]“ تالیف خواجہ بدر الدین کا دیباچہ

سبحان اللہ! شاھد زیبائے سخن کا حسن بے مثال، مشاھدہ اس کا نور افزائے نگاہ ، تصور اس کا انجمن افروز خیال ؛ از روئے لفظ اھل معنی کی نظر میں آئینۂ عارض جمال ، من حیث المعنی

---

۱ ۔ اصل ”مہاراجہ“۔

۲ ۔ اردوئے معلیٰ طبع اول میں یہ تقریظ بھی نہیں ھے، لیکن مولانا حالی نے غالباً ”گلزار سرور“ یا اصل تحریر سے نقل کرکے طبع دوم کے حصۂ دوم میں داخل کرلی ، لیکن عود سے متن مطابق نہ کیا گیا ۔ میں سمجھتا ھوں کہ مرزا کی اصل عبارت تو وھی ھے جو ”گلزار سرور“ میں چھپی ھے لیکن اس کی نقل میں کچھ حذف و اسقاط کرکے عود میں داخل کی گئی ۔

پروفیسر مسعود حسن صاحب نے بہ حوالہ ”شبستان سرور“ لکھا ھے کہ ”سرور مہاراجہ کی طلب پر ۱۶ ذی قعدہ ۱۲۷۵ھ کو لکھنو سے روانہ ھو کر ذی حجہ کی پہلی تاریخ کو بنارس پہنچے تھے“۔ اس کے معنی یہ ھیں کہ تقریظ ۱۸۶۰ء سے ۱۸۶۶ء تک کے عرصے میں لکھی گئی ھے ۔

۳ ۔ حدائق انظار ، (بے ”لا“) بوستان خیال کی جلد اول کا ترجمہ ہے ، جو ۱۲۹۲ء میں اکمل المطابع دھلی سے شائع ھوئی ، (دیکھیے خط بنام بے خبر ، ص ۱۶۱) ۔

خواجہ بدرالدین مرزا حاجی کے فرزند تھے ، ۱۸۱۷ء میں دلی میں پیدا ھوئے اور ۱۸۷۹ء میں وفات پائی ۔

به صورت صنعت قلب کلام کا مقلوب یعنی کمال - اگر نفس ناطقه کو حق نے به صورت انسان پیدا کیا ہوتا ، ہم اس صورت میں (یه) کیوں کر کہیں که کیا ہوتا ؟ اس لعبت دل فریب کی نظارگی سے بے بادہ مست ہو جاتے اور یه پیکر ہوش ربا دیکھ کر اہل معنی یک قلم صورت پرست ہو جاتے - نظم میں اور ہی روپ ، نثر میں اور ہی ڈھنگ ، فارسی میں اور ہی زمزمه ، اردو میں اور ہی آہنگ - سیر و تواریخ میں وہ دیکھو جو تم سے سینکڑوں برس پہلے واقع ہوا ، افسانه و داستان میں وہ کچھ سنو که کبھی کسی نے نه دیکھا نه سنا ہو - ہر چند خرد مند بیدار مغز تواریخ کی طرف بالطبع مائل ہوں گے لیکن قصه کہانی کی ذوق بخشی و نشاط انگیزی کے بھی دل سے قائل ہوں گے - کیا تواریخ میں مُمتنع الوقوع حکایات نہیں ؟ ناانصافی کرتے ہو ، یه کچھ بات نہیں -

سام اپنے فرزند کو پہاڑ پر پھنکوائے ، سیمرغ اس کو اپنے گھونسلے میں اٹھا لائے ، پرورش کرکے پہلوان بنائے ، آداب حرب و ضرب سکھائے ؛ پھر جب رستم و اسفندیار کی لڑائی سے گھبرائے ، زال اس اسم بے مسمیٰ کو بلائے - سیمرغ گرداں کبوتر کی طرح سیٹی کی آواز سنتے ہی چلا آئے اور اپنی بیٹ کی لیپ سے یا اور کسی دوا سے رستم کے زخم اچھے کر کے ایک تیر دوشاخه دے کر تشریف لے جائے - رستم دس برس کی عمر میں مست ہاتھی کو ہلاک کرے ، جب 'چشم بددور' جوان ہو ، دیو سپید کو ته خاک کرے - فرعون کا دعوائے خدائی مشہور ہے، شداد و نمرود کا بھی تواریخ میں ایسا ہی مذکور ہے - اگر اہل طبیعت ایک پہلوان زبردست حمزۂ دیو کش رستم جیسا قرار دیں (۱۸۳) اور ایک ''زمرد شاہ' گمراہ دعوائے خدائی کرنے والا مثل نمرود

گھڑ ڈالیں - گویا ایک ڈھکوسلا بنایا ہے ، انھیں روایات کا چربہ اٹھایا ہے ، مگر اچھا اٹھایا ہے - موعظت و پند نہیں ، ترہات ندیمانہ ہے ، سیر و اخبار نہیں جھوٹا افسانہ ہے -

داستان طرازی منجملہ فنون سخن ہے ، سچ یہ ہے کہ دل بہلانے کے لیے اچھا فن ہے - عمرو کی عیاریاں دیکھو ، حمزہ کی میدان داریاں دیکھو - جامع ان حکایات کا کوئی سخنور ایران ہے ، مگر وہ میر تقی ، محمد شاہی جو ندیم مؤتمن الدولہ اسحق خاں کا ہے ، گویا باغ ارم کو ہندوستان میں اٹھا لایا ہے - اس نے "بوستان خیال" میں کچھ اور ہی تماشا دکھلایا ہے -

ان قصص میں سے ایک جلد ہے 'معز نامہ' ، واہ ری بزم و رزم و سحر و طلسم اور حسن و عشق کی گرمی ہنگامہ - معزالدین کی طلسم کشائیاں اگر سنیں تو امیر حمزہ کی یہ صورت ہو کہ اپنی صاحبقرانی کو ڈھونڈتے پھریں اور کہیں پتا نہ پائیں - ابوالحسن کی عیاریوں کے جوہر اگر دیکھیں تو خواجہ عمرو کی یہ حیرت ہو کہ زیرہ سی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں -

درینولا میرا برادر زادہ سعادت توامان خواجہ بدرالدین خاں عرف خواجہ امان کہ وہ ایک جوان شیریں بیان تیز ہوش ہے اور ہر فن کے کمال کی تحصیل میں سختی کش و سخت کوش ہے ، ستار کا جو خیال آیا ایسا بجایا کہ میاں تان سین کو انگلیوں پر نچایا - مصوری کی طرف جو طبیعت آئی ، وہ تصویر کھینچی کہ اس کو دیکھ کر مانی و بہزاد کو حیرت ہوئی - اس اقبال آثار کا یہ ارادہ ہوا ، معز نامہ کی فارسی نثر کے اردو کرنے پر آمادہ ہوا - معزالدین فیروز بخش کی کشور کشائیاں ، ابوالحسن جوہر کی نیرنگ نمائیاں، عجائبات حکیم قسطاس کی حیرت افزائیاں ، ملکہ

نوبہار کی رنگین ادائیاں ، جمشید خود پرست کی زور آزمائیاں ، ضار منکوس منحوس کی بے حیائیاں ، مسلمین و کفار کی لڑائیاں ، مسلمانوں کی بھلائیاں ، کافروں کی برائیاں فارسی سے اردو میں لے آیا ۔ یوں تصور کرو کہ قلم رو اردو میں ایک قصر دل کشا یا ایک خانہ باغ روح افزا سر تا سر بنایا ۔ عبارت آرائی (۱۸۴) کو ترک کیا ہے ، گویا تقریر کو ایک پیرایۂ تحریر دیا ہے ۔

بعد اختتام نگارش غالب فلک زدہ سے دیباچہ لکھنے کی آرزو کی ۔ میں نے ہر چند عجز آمیز و معذرت انگیز گفتگو کی ، بیداد گر نے ایک بات نہ سنی ، ایک عذر نہ مانا ؛ بھلا اس اصرار کا کیا علاج، اس ضد کا کیا ٹھکانا ؟ بھتیجا اور پیارا بھتیجا ۔ ناچار بجز خامہ فرسائی کے کچھ نہ بن آئی ۔ اس دیباچے کے انجام کا بجز اس کے اور کوئی رنگ نظر نہ آیا کہ عالم ارواح کو سیدھا چلا گیا اور حضرت نظامی سے ایک شعر مانگ لایا ۔ اس شعر شعری شعار کو خاتمے میں لکھ دیتا ہوں ۔ بہت تنگ آگیا ہوں ، اب دم لیتا ہوں :

شعر

شکر کہ ایں نامہ بہ‌عنواں رسید بیشتر از عمر بہ پایـاں رسید

ومن اللہ التوفیق وھو خیرالرفیق

(۴)

"قواعد[1] تذکیر و تانیث"

تصنیف مولوی فرزند احمد کا دیباچہ

سیدی و سندی ، نور بصر و لخت جگر ، قرۃ العین "اسد" مولوی سید فرزند احمد کے طول عمر و دوام دولت و بقائے اقبال کی دعا مانگتا ہوں ، جن کو مبدأ فیاض سے اس رسالے کے لکھنے کی توفیق عطا ہوئی ہے -

سبحان اللہ! تذکیر وتانیث کی تقریر کہ وہ اور مطالب کی توضیح پر بھی مشتمل ہے ، کس لطف سے ادا ہوئی - ہر چند اس راہ سے کہ سید صاحب دانا اور دقیقہ رس اور منصف ہیں ، قواعد تذکیر و تانیث کے منضبط نہ ہونے کے خود معترف ہیں - لیکن قوت علم و حسن فہم و لطف طبع سے وہ مضبوط ضوابط بہم پہنچائے ہیں — کہ اور صاحبوں کے دل کی دوسرے کو کیا خبر — مگر مجھے تو دل سے پسند آئے ہیں - دعا یہ ہے اور یقین بھی یہی ہے کہ رسالہ صفحۂ دہر پر یادگار اور ہمیشہ منظور

---

۱ - اس سے مراد "فیض صفیر" ہے جس کا پہلا نام "رشحات صفیر" ہے - یہ دیباچہ ۱۸۶۶ء میں لکھ کر عظیم آباد بھیجا تھا - (دیکھیے "علی گڑھ میگزین" غالب نمبر ، صفحہ ۹۷) لیکن قاضی عبدالودود صاحب صفیر کی ایک عبارت سے استدلال فرماتے ہیں کہ یہ تحریر ۸۳ء کے بجائے ۸۲ء کی ہے - (دیکھیے 'آج کل' اگست ۱۹۵۲ء صفحہ ۱۷) میں نے جو نسخہ طبع اول دیکھا اس میں یہ تقریظ غالباً کم ہے ، لیکن صفیر کی یہ عبارت دیکھی کہ یہ کتاب غالب ، اسیر ، اور دبیر کے ملاحظے سے گزر چکی ہے -

نظر اولوالابصار رہے گا ۔ جو صاحب اس کو مطالعہ فرمائیں گے نفع بھی پائیں گے اور لطف بھی اٹھائیں گے ۔ مؤلف صاحب جو کامیاب اپنے ذہن رسا سے ہیں ، رئیس جلیل القدر، 'عظیم آباد' و 'آرا' اور حضرت فلک رفعت مولوی سید صاحب عالم صاحب مارہروی کے نواسے ہیں ۔ سید واسطی بلگرامی ہیں ، جہاں کے سادات علم و فضل میں نامی اور قدر و منزلت میں گرامی ہیں ۔ ان حضرات کا مادح گویا اپنا ثنا خواں ہے ، جیسا (۱۸۵) کہ مولوی معنوی رومی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے :

شعر

مادح خورشید مداح خود است کہ مرا دو چشم مر[1] نامرمد است

(۵)

مرزا کلب حسین[2] خاں بہادر نادر کے مجموعۂ قصائد کا دیباچہ

سبحان اللہ! شاہد سخن ، کمال حسن میں لاثانی ہے ، سچ تو یوں ہے کہ یوسف کنعان معانی ہے ۔ کنعان ہو ، کنواں ہو ،

---

۱ - مرمد : آشوب والی آنکھ ـ خطوط میں اس کے بعد "داد کا طالب ، غالب" بڑھایا گیا ہے ۔

۲ - مرزا کلب حسین خاں نادر بنارس کے رئیس اور احترام الدولہ دبیر الملک نواب میرزا کلب علی خاں بہادر ہیبت جنگ کے فرزند تھے ۔ ۱۲۹۵ھ میں انتقال فرمایا ، (دیکھیے تذکرہ نادر ، مقدمہ و ترتیب از مخدومی جناب مسعود حسن صاحب لکھنؤ) نادر، ناسخ کے شاگرد اور دوست تھے ۔ ریاست کے علاوہ عالم ، شاعر ، ادب نواز اور ڈپٹی کلکٹر بھی تھے ۔ انھوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں ۔ یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ "مجموعۂ قصائد" نامی کوئی کتاب الگ بھی چھپی ؟ اور "دیباچہ" اس میں تھا یا نہیں ۔

کاروان ہو ؛ کوئی جگہ ، کوئی مقام ؛ کوئی مکان ہو ؛ زلف ویسی ہی معنبر ، عارض بدستور تاب دار ، لب کی جاں بخشی کا وہی عالم ، چشم اسی طرح بیمار ، معہذا جو سلطنت مصر کے زمانے کا خیال تصور میں لائے گا ، وہ آفتاب تاباں کو حضرت یوسف کا ادنیٰ ذرہ پائے گا ۔

لو ہم ابھی قلمرو سخن سے آئے ہیں ، حسن پرستان سخن کے واسطے نوید سراسر امید لائے ہیں ؛ سنی سنائی نہیں کہتے ، نہ دیکھ آئے ہوتے تو چپ ہو رہتے ۔ امید یہ کہ دانش مند آدمی باور کریں ؛ نوید یہ کہ دیدہ ور لوگ نظر کریں کہ یوسف سخن ، کنعان و چاہ و کاروان و بازار و زندان سے نکل کر تخت فرمانروائی مصر پر جلوہ افروز ہوا ہے ۔ زلیخائے عشق کے گھر عید ہوئی ہے اور یوسف حسن کی سرکار میں نوروز ہوا ہے ۔

غالب آشفتہ نوا ، سن ! اس ورق کے ناظرین جب تک رمز نہ جانیں گے ، تیری بات کبھی نہ مانیں گے ۔ کیوں نہیں کہتا کہ خالق نے نواب عالی جناب ، والا دودمان ، میرزا کلب حسین خان ڈپٹی کلکٹر بہادر کو کیا اچھی طبیعت بخشی ہے جو انھوں نے ان اوراق کو اپنے اشعار سے رونق اور اشعار کو نعت و منقبت سے زینت بخشی ہے ۔ دیباچہ نگار نے اس مجموعۂ نظم کو مصر فرض کیا ہے اور شاہد معنی کو یوسف قرار دیا ہے ۔ جس کتاب میں آئمۂ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مدح کے سو قصیدے زینت اوراق ہوں ، ان اوراق کے سواد کیوں نہ سرمۂ چشم اہل دین اور وہ اوراق کیوں نہ حرز بازوے مومنین آفاق ہوں ۔

میں اپنے علو رتبت پر ناز کرتا ہوں کہ آئمۂ اطہار کے مداح کا ستایش گر ہوں اور بذریعہ اس ستایش کے غالب پر غالب

یعنی آپ سے بہتر ہوں[1] - ۱۲ -

رقعہ (خط نمبر ۱۶۶)

منشی صاحب ! شفیق مکرم ، مظہر لطف و کرم ، منشی غلام بسم اللہ[2] صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مفتوح باد !

صاحب ، یہ نیا ڈھنگ ہے شکایت کا - اگر تمھارے کلام میں (۱۸۶) اصلاح کم ہو تو وہ کلام کی خوبی ہے - اس کو استاد کی سہل انگاری کیوں سمجھو ؟

اب کی منصف صاحب کی بھی غزل میں اصلاح کم ہوئی ہے ؛ پس ان کو چاہیے کہ خوش ہوں نہ کہ مجھ سے گلہ کریں -

سنیے حضرت! خط میں تداخل برا ہے - اگر یہاں کی ڈاک میں خط کبھی کھل گیا تو مجھ سے پچاس روپے لیے جائیں گے یا قید کا حکم ہوگا - آیندہ آپ خط جداگانہ بھیجا کیجیے ، اس باب میں تاکید جانیے - کوئی حیلہ جواز کا آپ کی طرف سے مسموع نہ ہوگا - ۱۲ -

فقط غالب[3]

(۱۸۶۶ء)

---

۱ - اردوے معلیٰ ج ۲ ص ۱۴ ''اس دعویٰ کا گواہ ، اسداللہ - فقط'' کا اضافہ ہے ، - میرا خیال ہے کہ تحریر بھی ۶۵ ، ۶۶ کے لگ بھگ لکھی گئی ہے -

۲ - غلام بسم اللہ ، منشی شاکر علی میرٹھی ، بریلوی (خلف سرفراز علی کنبوہ) کا تاریخی نام ہے، ۱۲۳۹ھ میں پیدا ہوئے - بریلی اور مارہرے میں تعلیم پائی ، مفتی محمد سلطان حسن خاں صدرالصدور کے شاگرد تھے- اس خط میں ''منصف'' صاحب سے یہی سلطان حسن خاں مراد ہیں - بسمل ۱۸۹۸ء ، ۱۳۱۵ھ میں فوت ہوئے اور بریلی میں اپنے آبائی قبرستان میں دفن ہوئے ، (''خم خانہ'' ج ۱ ص ۵۹۰ ، تلامذہ ۴۸)

۳ - شاید یہ آخری دور اور ۶۶ء کے قریب کا مکتوب ہے -

تقریظ از فکر سرآمد روزگار ، خلاصۂ ادوار ، سرمایۂ بلاغت و پیرایۂ فصاحت ، مدقق دقائق ادق ، حکیم غلام مولا صاحب قلق ، ساکن میرٹھ دام فیوضہ ۔

رباعی

تاکے بخیال خویش باشی در ہند
فرعون ز خودی نشد بہ موسیٰ مانند
ایں نکتہ قلق ز مردم چشم آموخت
خود را مپسند و دیگران را بہ پسند

مشتاق بے تاب جستجو کو مژدۂ تاب فرسا اور منتظران چشم در راہ کو صلائے شکیب ربا ، یاران معاشر کو پیغام صبوحی اور مہجوران نیم جان کو نوید روحی ۔ دل کو ہوش ، جان کو نوش ، چشم کو جلا ، گوش کو نوا ، حواس کو درستی ، ہوش کو چستی ، عقل کو افزائش ، فہم کو گنجائش ، مستوں کو ترانہ ، ندیموں کو فسانہ ، ناتواں کو توانائی، نا شیکب کو شکیبائی شوق کو انتہا ، ذوق کو ابتدا ، بے خبر کو خبر ، تلاش کو اثر مہیا یعنی ملفوظات اقدس اور معروضات مقدس ، رقعات مرقع ، مرقعات موقع ، سرجوش فیلسوفی ورندی الموسوم بہ عود ہندی نہایت اہتمام بائستہ اور انتظام شائستہ سے مطبع مجتبائی میں یہ کتاب چھپی ۔ اور حضرت جامع کی جانب سے عبارت خاتمہ کے لیے بعد اختتام اس ناتمامی سرانجام سے فرمائش ہوئی ۔

رباعی

کیا نامۂ نامی ہے مہیائے ظہور
ہے چشمک ہر نقطہ کو چشم بد دور
اللہ ری کیفیت لفظ و معنی
وہ آنکھ میں ہے نور تو یہ دل میں سرور

سبحان اللہ ، سبحان اللہ ، صل علیٰ ، صل علیٰ ! جی چاہتا ہے تاطاقت گفتار اس طلسم دلکش کی تعریف کیا کیجیے مگر فراوا اقبال قبول اور طغیانی ایصال وصول گرم نگاہ تحصیل حاصل بہتر کہ اپچ کی نہ لیجیے - ع

حاجت مشاطہ نیست روی دلآرام را

گو میں بھی یک زبان (۱۸۷) صد بیان طریقۂ ستائش سلیقۂ نو آئین ، نوا خاطر پسندیدہ دل درد مند جگر خراش آما ، جان خروش نوا ذوق خسک ریز ، شوق قیامت خیز، ادائے ہوشربا انداز تاب فرسا ، نمک گداز ، شیرینی حلاوت پرواز ، نمکینی رکھتا ہوں اور ایک عمر دلی کے روڑوں میں سنگسار رہا ہوں ، بلکہ وہاں کی مٹی ہوا ہوں ، ان کا نقش پا ہوں :

شعر

گر بسخن در آورم عشق سخن سرائے را
از بر و دوش سر دہی گریۂ ہائے ہائے را

مگر تم ہی کہو کہ ایسا شخص جس کے سایے پر شمع طور پروانہ اور اس کی وارستگی پر فیلسوف دیوانہ ، فطرت سے فطرت ناز بردار ، لیاقت سے لیاقت شرمسار شوخی سادگی دثار چابکی سے چابکی خود رفتگی شعار ، طبیعت سے ملکیت بہرہ مند ، ملکیت سے بشریت

ارجمند ، طریقه سےطریقه خضر آشنا ، سلیقه سے سلیقه برگزیدگی ربا، انداز سے انداز ادب آموز، ادا سے ادا بهره اندوز، شیوه بیانی سے شیوا بیانی منت کش ، سحر زبانی سے سحر زبانی اعجاز وش ، مرکز ناز و نیاز ، مدار سوز و ساز ، طالب مطلوب ، مطلوب طالب اعنی اسداللہ خاں غالب دام دوامه اقام مقامه ، کس زبان سے سراها جاوے اور کیا منه هے جو اس کی بات لب تک آوے - فی الواقع اس کی ستایش ناستودگی خود ستائی اور اس کی نمائش بیهودگی خود نمائی ، ذرے کو باریابی در خورشید دشوار اور قطرے کو ته نشینی دریا ناهموار ، سبزۂ بیگانه اور بهار افروز گلستان سنگ ریزه ویرانه اور ارزش اندوز کان ، بهر کیف وضع ادب خم آموز گردن ابرام ، اور پاس نگاه حد دیده دوز مقام الزام -

مثنوی

لکھے کیا کوئی اوج فکر غالب
بیاں سے دور حرف ذکر غالب
سخن رانی اگر ہووے کوئی دیں
تو ایماں سب کا ہو غالب کا آئیں
عجب انداز نکته پروری هے
که هر نقطه کتاب دل بری هے
اگر روشن بیانی وه دکھائے
تو مہر و مه کو نظروں سے گرائے
سواد قدس شکل نامه اس کی
قم عیسیٰ صریر خامه اس کی
طبیعت کا جو پائے اس کے انداز
نزاکت کو هو کیا کیا ناز پر ناز

---

۱ - اصل "دشوار"

جو زھر خندہ اُس کے لب پہ جا پائے
تو نیش درد نوش جان بن جائے
اگر یہ خود سری کے مدعی ھو
تو دریا تک سے عار قطرگی ھو
نہیں اس کا سخن میں کوئی ھم دوش
کہ اک حرف اس کا اور معنی صدآغوش
سخن کا مجملاً ھو اس کے کیا ذکر
ھر اک نقطہ ھے جس کا محشر فکر
کھلے جب مرتبہ رتبے کا اس کے
فلک دے داد اور مجھ سے زباں لے

لیکن شایان شان تعریف اور سزاوار توصیف ، مغتنم زمان ، دبیر نکتہ دان ، داد دل دانش ، نور نگاہ بینش ، شان شکوہ مندی ، شوکت پسندی[۱] ، کمند آسماں کمین ، سپند چشم خوردہ بین ، تمغائے[۲] خانوادۂ شرافت ، طغرائے امضائے نجابت ، سردفتر سخن[۳] سرایان ، منشی محمد ممتاز علی خاں صاحب ، خاص روسائے میرٹھ ، ادام اللہ اجلالہ (۱۸۸) و زید افضالہ ھے کہ حضرت کی نبالت قدر و جلالت امتیاز ھر وقت خطوط بے ربط سے شکل اقلیدس پرداز رھتی ھے ، خس و خاشاک صحن باغ ان کی تربیت خاص سے دوش صبا پر سوار ، اور ذرہ ھائے گوشۂ راغ ان کی انجلا آموزی محض سے محشر خورشید زار ، بے استفادہ درستی حال تحرک رشک سنگ فریاد شکست شیشہ اور بے استصلاح فساد

---

۱ - طبع نول کشور ''شکوہ شوکت پسندی ۔''
۲ - اصل ''طمغائے ۔''
۳ - طبع نول کشور ''سخن آرایان''

امتیاز قوت نامیہ نبات متہم شاخچہ بندی دستہ تیشہ ، آپ کی قوت ممیزہ حجت گریۂ بے اختیاری شمع میں مکافات نیش زنبور سے اثر افروز ، اور دلیل بیداری نرگس میں رسوائی غفلت انگور سے پرہیز آموز ، خاک تیرہ سامان سے جوہر صفا طلب گار ، اور ہوائے شکستہ عنان کو تحریک نقاب آموز گار -

مثنوی

زہے کار سازی حسن تمیز
عزیز جہاں ہے یہ خوے عزیز
یہ روشن کرے چاہے جس کا کلام
کہ حسن نظام اس کا ماہ تمام
کرے جس کا آراستہ یہ سخن
قدم اس کے لے آڑ کے رنگ چمن
ہوا کامیاب اس سے کام کلام
نظامی ہے بہر نظام کلام
یہ جس حرف کو دیوے رنگ ادا
ارم آس پہ ہو بلبل مدعا
جو خط جبیں کو یہ ترتیب دے
تو روشن سوادی ، قدم چوم لے

مآل ہرزہ درائی و آشفتہ نوائی ، قلق ناسنجیدہ بیان ، کج مج زبان کا یہ کہ اس ستودہ کیش قدر اندیش نے کس عمدہ عنوان سے فضلۂ طبیعت میرزا غالب ، یعنی خطوط ہائے پریشان اردو زبان کو روح روان اور مغز جان بنا دیا ، اور کس عبارت بے سرو پا سے کیا باغستان معنی کھلا دیا - حق یہ ہے کہ ایسی سعی مشکور و محنت دراز و دور کون کسی کے لیے کرتا ہے ؟

هر ایک اپنے [1] ھی جیب وگریبان کو گلہائے مقصود سے بھرتا ھے ۔ یہ آپ ھی کا کام ھے ، اسی کا نام رابطۂ خاص اور اخلاق عام ھے ۔

جب طالبان زبان اس تحریر کو ملاحظہ فرمائین گے تو دلی کا روزمرہ ، اردو محاورہ گفتگو گھر بیٹھے سیکھ جائیں گے ۔

بارک اللہ ! کیا بے ساختہ عبارت ھے کہ نثر میں نظم کا مزہ آتا ھے اور ہر جملہ فقرۂ معشوق کو شرماتا ھے ، مگر افسوس اهل مشرق کی جگت بندی نے وہ مذاق بگاڑا کہ دلی سے زیادہ اس کی زبان کو اجاڑا ، اب کس کس کو سمجھائیے ، کافی دل و دماغ کہاں ؟ سوائے ازیں ان کو فہم ہم کو فراغ کہاں ۔

شعر

هائے دھلی کہ ھے دشوار بیان دھلی
لٹ گئی ساتھ ھی دھلی کے زبان دھلی

اللہ بس ماباقی ھوس ۔

قطعۂ تاریخ

مطبوع طبع بے شک ، بے شک ھے ''عود ھندی''
کیا طرفہ گفتگو ھے ، اردو کا باغ ھے یہ
خود سال طبع دل سے کہتا ھے اے قلق لکھ
کیا سہل مادہ ھے ''راح دماغ ھے یہ''

۱۲۸۵ھ

---

۱ ۔ نول کشور ''اپنی جیب و گریبان''

قطعۂ تاریخ از نتائج فکر منتخب و مستمند ، منشی عبدالحکیم

احمد المتخلص بہ محو ، شاگرد قلق ، رئیس میرٹھ ۔

جب چھپی ''عود هندی'' غالب
دیکھ کر میں بھی باغ باغ ہوا
سوے تاریخ آگیا جو خیال
کرتے ہی فکر انفراغ ہوا
یہ تہہ دل سے شور اٹھا اے محو
لکھ بھی دے ''طیب ہر دماغ ہوا''

۱۲۸۵ھ

در مطبع مجتبائی محمد ممتاز علی - ۱۰ رجب ۱۲۸۵ هجری طبع شد

قطعۂ تاریخ[۲]

چوں بہ کوشش عود هندی طبع شد
از پریشانی خاطر جمع شد
بے سر بیم از پیش کردم رقم
نسخۂ مطبوع جاں ها طبع شد

۱۲۸۵ھ

دیگر

چو میور صاحب والا مناقب
هنر را داد داد ارجمندی

---

۱ - شعر کے پہلو میں ''درمطبع . . .'' اور دوسرے مصرع کے پہلو میں ''۱۰ - رجب . . .'' درج ہے ۔
۲ - یہ دونوں قطعے حاشیے پر لکھے گئے ہیں ۔

بـرائے نذر ، ممتاز عـلی خـان
بیاورد ایـں متاع حسن و خـوبی
زهے ایـں آورد رنگیں مضامین
کلام از طبع او در خود فروشی
نـوشتم از سـر انصاف تـاریخ
به هوش آمد سخن زیں ''عود هندی''

تمت بالخیر والعافیت

تعلیقات و حواشی

صفحه ۱ سطر ۱

''عرض ناشر'' اور صفحه ۳ پر ''ترتیب کتاب'' ص ۵ پر ''نعت'' کے بغلی عنوان میں نے لکھے ہیں جنھیں حاشیے پر ہونا چاہیے تھا ۔

صفحه۲۳ حاشیه نمبر ۶ ، ۷

''یه اغراق سے گذر کر تبلیغ و غلو ہے ۔''

اغراق و تبلیغ و غلو ، مبالغے کی تین قسمیں ہیں اس لیے پہلے ان کی تعریف عرض کرتا ہوں تاکه مطلبِ غالب واضح ہو سکے ۔

مبالغه :

مدح یا مذمت میں اس حد تک گفتگو کرنا که سننے والے کے نزدیک اس پر اضافه مشکل ہو ۔

(الف) تبلیغ :

عقل و عادت کے امکانات کا لحاظ کرکے کسی صفت کی حد بیان کرنا :

اُن کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منه پر رونق
وه سمجھتے ہیں که بیمار کا حال اچھا ہے (غالب)

(ب) اغراق :

کسی صفت کا ایسا بیان جو عقلاً ممکن ہو مگر عام طور

سے دیکھا نہ گیا ہو :

گرگ نے دور عدل میں اس کے
سیکھ لی راہ و رسم چو پانی (مومن)

(ج) غلو :

ایسی تعریف یا مذمت جو نہ عقل میں آئے نہ عادت میں :

ماہ نے چھوڑ دیا ثور سے جانا باہر
زہرہ نے ترک کیا حوت سے کرنا تحویل (غالب)

صفحہ ۳۳ حاشیہ نمبر ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۴ ، ۵

۱ - عرفی کا تیرھواں قصیدہ نعت سرور کائنات ؐ میں ہے -

دل من باغبان عشق و حیرانی گلستانش
ازل دروازۂ باغ و ابد حد خیابانش

اسی قصیدے کا اڑتالیسواں شعر ہے :

من آن دریاے آشوبم کہ از تاثیر خاصیت
کہ تسکین است موج انگیز و آرام ست طوفانش

مرزا ''دریاے آشوب'' کو ''دریاے پُر آشوب'' پڑھتے ہیں جو زیر نظر دونوں مطبوعہ نسخوں میں نہیں ہے - شعر کا ترجمہ یہ ہے :

میں آشوب و غم کا وہ سمندر ہوں جس کا سکون و آرام بھی موج انگیز اور طوفان خیز ہوتا ہے -

غالب کی رائے میں اس کا مطلب یہ ہے :

میں وہ پُر از آشوب و بلا دریا ہوں جس کی خاصیت سے سکون و قرار کی حالت میں بھی طوفان اٹھتے اور تھپیڑے آتے

رھتے ھیں ۔

۲ ۔ دونوں مصرعوں میں 'رکھ' ھے ۔

۳ ۔ استعارہ بالکنایہ : وہ استعارہ جس میں ''مستعار منہ'' کا ذکر نہ ھو ، جیسے موج و طوفان ، دریا اور سمندر کی خاصیت ھے مگر اسے ''آشوب'' کے لیے ثابت کیا گیا ھے ۔

۴ ۔ عود طبع اول ''عیاذ باللہ'' بے الف عیاذاً ۔

۵ ۔ ''بنک'' عود طبع اول بھنگ ، مگر اصل اور مرزا کا املا بھی 'بنگ' ھے ۔

صفحہ ۳۷ نمبر ۵ ، ٦ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ۔

۵ ۔ عود طبع اول میں غلطی سے ''بقراط'' چھپ گیا ، اس کے بعد ثقہ سے ثقہ حضرات ''خواجہ بقراط'' ھی نقل کرتے رھے ۔ دیکھیے ادبی خطوط غالب ، نیز خطوط غالب مرتبہ مولانا مہر ، نیز عود کے متعدد ایڈیشن ۔

رشیدالدین وطواط کا نام محمد اور باپ کا نام عبدالجلیل کاتب عمری بلخی ھے ۔ وطواط نے ۹۷ برس کی عمر ، یعنی ۵۷۸ھ میں وفات پائی ۔

وطواط عربی و فارسی ادب میں بڑی شہرت رکھتا ھے ۔ اس کے متعدد تصانیف شائع بھی ھو چکے ھیں ۔

٦ ۔ شرف الدین علی یزدی ''ظفر نامہ'' کا مؤلف اور متعدد کتابوں کا مصنف ھے ۔ ۸۵۸ھ میں فوت ھوا ۔ اس کی عبارت مغلق اور مسجع و پرتکلف ھے ۔ قتیل کہتے ھیں کہ متاخرین اسے خداوند نثر سمجھتے ھیں اور ''حق بجانب آنہاست'' (چار شربت ص ٦۵)

۷ - ملا حسین واعظ کاشفی ، اپنے عہد کے مشہور و مسلم دبیر و خطیب و مصنف گذرے ہیں - انوار سہیلی ، اخلاق محسنی، روضۃ الشہدا وغیرہ کی وجہ سے بڑی ادبی حیثیت اختیار کی - ان کی عبارت نہ بالکل سادہ و رواں ہے ، نہ بہت پیچیدہ و مغلق - ۹۱۰ھ میں ہرات میں فوت ہوئے -

۸ - میرزا طاہر وحید قزوینی ، عہد صفوی کا مشہور کاتب و دبیر ، ادیب و مورخ و شاعر - ترکی و فارسی نظم و نثر کا کلیات اور ''تاریخ شاہ عباس'' دوم اس کی تالیف ہے - ہندوستان میں اس کے منشآت کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی - ۱۱۲۰ھ میں وفات پائی (سبک شناسی ، ج ۳ ، حاشیہ ص ۲۷۷) قتیل اسے ''نواب وحید الزمان ، مرزا طاہر وحید اشرف الوزرا'' لکھتے ہیں - (چار شربت ص ۶۹)

۹ - مرزا کو یہاں بہت سخت اشتباہ ہوا ہے کیونکہ قتیل نے ''آب کدہ'' کی ترکیب کے بارے میں لکھا ہے :

''دیگر کدہ بمعنی خانہ باشد ، باپنج لفظ ملحق شدہ ، سوائے آن مسموع نیست - بت کدہ ، و غم کدہ ، و آتش کدہ ، و می کدہ ، و گلشن کدہ وغیر آں - چوں آب کدہ نمی دانم کہ درست است یا نادرست ؟

ف : یعنی این ہا اصول اند و سوائے این پنج انچہ در کلام اساتذہ یافتہ باشد ، فروع این ہا باشد ، حصر مقصود نیست و فروع در اصل داخل است ، چون حیرت کدہ ، سنبل کدہ و ویران کدہ و حسرت کدہ و ماتم کدہ و راحت کدہ و تغافل کدہ و جہنم کدہ و بہشت کدہ - و ہردو در گلشن کدہ داخل است ، چراکہ گلشن جائے گل معنی بود ، و ماتم کدہ و عشرت کدہ درتحت

غم کده داخل اند۔ اول مرادف بمعنی دویم به سبب ضد بودن نظر بر نظیر است'') نہرالفصاحت ص ۲۵) ظاہر ھے کہ قتیل مرزا کے بیان کردہ مرکبات کو غلط نہیں بتلاتے لیکن یہ ضرور ھے کہ خود قتیل بھی شروع میں ذرا لڑکھڑائے اور بات صاف نہ کر سکے اور غالب نے مطلب سمجھنے میں ذہانت سے کام لیا۔

صفحہ ۳۸ نمبر ۱ ، ۲ ، ۳

۱ ۔ غالب نے عود ہندی کے اسی مجموعے کے دوسرے خط میں صاحب عالم صاحب کو اقسام نثر کے بارے میں اپنے خیالات لکھے تھے (دیکھیے ص ۲۷) ۔ بظاہر صاحب عالم اس سے مطمئن و متفق نہ ہوئے ، مرزا نے دوبارہ بحث کی ۔ چونکہ اس خط میں قتیل اور ہفت قلزم کا نام آیا ھے اس لیے جب تک ان دونوں کی عبارتوں کو اور غالب کے خیالات کو سامنے نہ رکھا جائے اس وقت تک مطلب واضح نہیں ہوگا ۔

مرزا نے خط ۲ میں لکھا ھے :

نثر عاری : نہ قافیہ نہ وزن

اس خط میں : نہ وزن نہ قافیہ

قتیل : ''عاری : عبارت از نثرے باشد کہ از وزن و قافیہ و دیگر تکلفات معری بود'' ہفت قلزم ، طبع اول ، جلد ۷ ، ص ۰۰ : ''نہ وزن دارد و نہ قافیہ ۔''

غالب خط نمبر ۲ :

نثر مسجع : قافیہ موجود ، وزن مفقود ، مگر دونوں فقرے آپس میں مماثل ہوں ۔

اس خط میں : وہی مقفیٰ ھے کہ دونوں فقروں میں الفاظ ملائم اور مناسب ہم دگر ہوں ۔

قتیل : نثریست که آخر فقره لفظی آرند و مقابل آن لفظ، در فقرۂ دیگر لفظی باشد که در روی و ردف یا ردفین و تاسیس و دخیل و حرف وصل وغیرآن موافق باین لفظ باشد و مقید به وزن نه بود۔"

ہفت قلزم : "قافیه دارد اما وزن نه دارد ۔"

غالب : نثر مرجز وہ ہے کہ وزن ہو اور قافیہ نہ ہو ۔

قتیل : نثرے باشد که از قافیه پاک بود ۔ اما فقرۂ اولیٰ یا فقرۂ ثانی مساوی الوزن باشد (چار شربت ص ۴۸)

ہفت قلزم : قائل قصد موزونی آن نه کرده باشد ۔"

مرزا نے پہلے مسجع کی تعریف ذرا غیر واضح لکھی، صاحب عالم نے شاید قتیل کا نام لے لیا جس سے مرزا کو غصہ آگیا ورنہ بات وہی ہے جو قتیل نے کہی ہے ۔ (نیز دیکھیے 'عود ہندی' صفحہ ۵۰ ببعد) ۔

۲ ۔ حضرت نظامی کی نثر سے مراد وہ نثر ہے جو نواب مصطفیٰ خاں کے نسخۂ خطی دیوان نظامی میں درج تھی ۔

۳ ۔ ظہوری کی عبارت سے مراد "سہ نثر" کی نثر اول کا وہ پیراگراف ہے جسے 'ہفت قلزم' میں نثر عاری کی مثال میں لکھا ہے، کیوں کہ مؤلف 'ہفت قلزم' کے نزدیک یہ عبارت بغیر قصد وزن لکھی گئی ہے ۔ غالب بھی یہی کہتے ہیں : "کاتبوں نے مقفیٰ کرنے کے واسطے اس کی صورت بدل دی ہے ۔" یعنی بیت کردی اور لفظ "نصر" کا اضافہ ہو گیا ہے، مگر معتبر ترین نسخوں میں بھی عبارت یہی ہے :

''رایتش سرو بن گلشن فتح و نصر ، خنجرش ماهی دریای ظفر'' (سه نثر ص ۳۶)

صفحه ۴۲ نمبر ۱ ، ۶

۱ - مولوی کرم حسین باگرامی ، مولانا سید علی بلگرامی کے دادا بہت بڑے ادیب اور علوم فارسی و عربی کے ماہر تھے -

مولوی عبدالقادر رام پوری صدر الصدور ، مولود رام پور ۱۱۹۵ھ ، متوفی ۱۲۶۵ھ ادیبوں سے ملنے کے شوقین ، سیر و سفر کے شیفتہ ، مشہور تاریخی روزنامچہ نگار (مقدمہ دستور الفصاحت ص ۹۳ - حیات مومن از فائق ص ۲۱۹) مخدومی قاضی عبدالودود صاحب نے اپنے مکتوب گرامی میں لکھا ھے کہ ''اس خط میں یہی عبدالقادر مراد ھیں -'' مرزا غالب نے اپنی پنشن اور نواب شمس الدین کے اخلاف کے مظالم کے سلسلے میں کلکتے کا سفر کیا اور ۱۹ - فروری ۱۸۲۸ء کو کمپنی کے مرکز میں داد طلبی کے لیے پہنچے - یہاں مشاعرے ھوے جن میں غالب بھی شریک ھوے - ان کو غرہ تھا کہ خسرو کے بعد میں ھی ھوں - وھاں ھر ایک کوس ''انا و لا غیری'' بجا رھا تھا - غریب شہر کی سخن ھاے گفتنی پر چہ میگوئیاں شروع ھوئیں اور قتیل کے حوالے آئے - غالب ، قتیل کا نام سن کر چراغ پا ھوگئے - آخر بدمزگی ، ترش کلامی بلکہ جھگڑا ھوا - مرزا کو معذرت نامہ بنام ''باد مخالف'' لکھنا پڑا - (ذکر غالب ، ص ۵۷ ببعد)

مولوی نعمت علی بھی ایشیاٹک سوسائٹی کے مطبوعات میں مرتب و مصحح نظر آتے ھیں ، جیسے عبدالقادر اور کرم حسین -

۶ - ''ابطال ضرورت'' ٹیک چند بہار کا رسالہ ھے - محبی خلیل الرحمان صاحب نے از راہ کرم مجھے مرحمت فرمایا - یہ رسالہ

۷۸ صفحات پر شرف المطابع دهلی سے ۱۲۶۸ھ میں شایع ہوا ۔
عرشی صاحب نے مرزا کے قلمی حواشی 'ابطال ضرورت' شایع فرما دیے ہیں (اردوے معلیٰ ، دہلی یونی ورسٹی کے شعبۂ تحقیق کا رسالہ ، فروری ۱۹۶۰ء ص ، ۱۰ ببعد)

صفحه ۴۳

۴ ۔ عود ہندی میں پنشن کا ذکر بار بار آیا ہے ، اس لیے مختصر طور سے یہ داستان سن لیجیے :

نصراللہ خاں ۱۸۰۶ء میں وفات پا گئے تو ان کی جاگیر بھی ختم ہو گئی ۔ نواب احمد بخش خاں ، نصراللہ خاں کے سسرالی رشتے دار بھی تھے اور مہمات میں شریک کار بھی ۔ اس علاقے کے ذمہ دار اور معتبر رئیس ہونے کی حیثیت سے نصراللہ خاں کے ایک دستے کا انھیں اور نواب نجابت علی خاں کو سربراہ بنا دیا گیا ۔ یہ دستہ پچاس سواروں پر مشتمل تھا جس کے انچارج مرزا حاجی تھے ۔

۴ ۔ مئی ۱۸۰۶ء کو حکم ہوا کہ پچیس ہزار سالانہ جو احمد بخش خاں کمپنی کو دیتے تھے ، اس شرط پر معاف ہیں کہ دس ہزار میرزا نصراللہ خاں کے خاندان کو بطور پنشن اور پندرہ ہزار سالانہ دستے پر صرف کریں ۔ لیکن ۷ ۔ جون ۱۸۰۶ء کو نواب احمد بخش خاں نے ایک اور شقہ حاصل کر لیا جس کی رو سے نصراللہ خاں کے متعلقین کو صرف پانچ ہزار ہی ادا کرنے کا حکم تھا ۔

دو ہزار ـــــ خواجہ حاجی کے لیے ۔

ڈیڑھ ہزار ـــــ غالب کی دادی اور تین پھپھیوں کے لیے ۔

ڈیڑھ ہزار ـــــ غالب اور ان کے بھائی مرزا یوسف کے لیے ۔

کم و بیش بیس برس تک یہ رقم یوں ہی ملتی رہی - ننھیال ددھیال کی خبر گیری ، نئی نئی شادی اور سسرال کے محبت آمیز سلوک ، نیز مرزا کی نوابی اور آزادہ روی نے یہ دن گذار دیے ، لیکن عمر کے ساتھ ضروریات بڑھ رہے تھے ، قرض اور عیش پرستی کے لیے فوری روپے کی ضرورت تھی -

۱۸۲۶ء میں خواجہ حاجی فوت ہوئے تو ان کی تنخواہ بجائے بند ہونے کے ان کی اولاد میں تقسیم ہو گئی - ابھی یہ چوٹ دبنے نہ پائی تھی کہ نواب احمد بخش خانہ نشین ہو گئے اور نواب شمس الدین خاں منتظم و مالک ریاست قرار پائے - اب غالب کے لیے یہ دست نگری اور توہین ناقابل برداشت تھی - وہ سوچ رہے تھے کہ چچا کے بعد ہم لوگوں کو دس ہزار ملنا چاہیے تھے - ان کے خیال میں خواجہ حاجی نصراللہ خاں کے متعلقین میں نہیں - وہ چاہتے تھے کہ پنشن نواب شمس الدین کے بجائے کمپنی کے خزانے سے حاصل کریں - غرض غالب شمس الدین کے خلاف مقدمہ لڑنے کی ٹھان کر اگست ۱۸۲۶ء کو گھر سے نکلے - گھومتے پھرتے کلکتے پہنچے - وہاں ایک سال سے کچھ زیادہ رہے اور طرح طرح کی پریشانیاں مول لے کے ۱۸۲۹ء میں پلٹے - مقدمے کے نتیجے میں یہ ضرور ہوا کہ کلکٹری سے ساڑھے باسٹھ روپے ملنے لگے - ۱۸۵۰ء میں دربار شاہی سے پچاس روپے مقرر ہوگئے - یوں ۵۷ء تک مرزا کی مستقل آمدنی اور دربار مغل کا امتیازی اعزاز بحال رہا - 'غدر' میں پوری بساط الٹ گئی ، دربار کا دفتر افراتفری میں پڑ گیا - پچاس وہ نہ رہے - انگریز دلی سے باہر کر دیے گئے اس لیے کلکٹری سے پنشن کیسے ملتی ؟

ہنگامہ ذرا فرو ہوا تو مارشل لا تھا - باغیوں کی تلاشی ،

وفاداروں کی تحقیق ، ناقابل اعتماد آدمیوں کو سزائیں مل رہی تھیں لہذا مرزا خاموش بیٹھے رہے ۔ قضارا پرچہ لگا کہ غالب وہی شخص ہے جس نے بہادر شاہ کا سکہ کہا تھا ۔ استاد شاہ اور ملازم دربار ہونے کی وجہ سے بات ایسی چپکی کہ اللہ دے اور بندہ لے ۔ خیر رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت ، جنوری ۱۸۵۸ء میں عام معافی کا اعلان ہوا تو مرزا بھی سنبھلے ۔ ملنے والوں سے سلسلہ جنبانی کی ، خود "دستنبو" نامی کتاب لکھی ، کئی قصیدے ادھر آدھر بھیجے ، آخر شہر کے پنشن داروں کا معاملہ زیر غور آیا تو مرزا دو ایک لندن کے خط ، دو ایک گورنروں کی تحریریں لیے پہنچے ۔ ایک خط میں لکھتے ہیں :

"ہفتے کے دن ، ساتویں اگست ۱۸۵۸ء کی مجھ کو اجرٹن صاحب بہادر نے بلایا ۔ کچھ سہل سوال مجھ سے کیے ۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تنخواہ ملے اور جلد ملے ۔ . . (خطوط غالب ، مہیش پرشاد ، ص ۲۳۸ ، طبع ۱۹۴۱ء) لیکن حالات نے پلٹا کھایا ۔ ۱۸۵۸ء میں مرکز نے مرزا کے حالات اور رپورٹ مانگی ، وہ کئی مرتبہ حاکموں سے ملے ۔ نواب صاحب رام پور ، غلام غوث خاں بے خبر ، رجب علی خاں ارسطو جاہ ، سرسید وغیرہ سے کوششیں کروائیں ۔ آخر فروری ۱۸۵۹ء میں (جس زمانے کا یہ خط ہے) حکام نے مرزا کے خلاف معمولی سی پذیرائی کی ۔

۱ ۔ سانڈرس کمشنر دہلی نے خود بلایا ، ۲۵ ۔ فروری کو ملے ۔ "کرسی دی ، بعد پرسش مزاج کے ایک خط انگریزی چار ورق کا اٹھا کر پڑھتے رہے ۔ جب پڑھ چکے تو مجھ سے کہا کہ "یہ خط مکلوڈ صاحب حاکم اکبر صدر بورڈ پنجاب کا ہے ۔ تمہارے باب میں لکھتے ہیں کہ ان کا حال دریافت کرکے

لکھو، سو ہم تم سے پوچھتے ھیں کہ :

تم ملکۂ معظمہ سے خلعت کیا مانگتے ھو ؟

حقیقت کہی گئی - ایک کاغذ آمد ولایت لے گیا تھا ، وہ پڑھوادیا ، پھر پوچھا کہ :

تم نے کیسی کتاب لکھی ھے ؟

اس کی حقیقت بیان کی۔ کہا :

ایک مکلوڈ صاحب نے دیکھنے کو مانگی ھے اور ایک ہم کو دو ۔

میں نے عرض کیا :

کل حاضر کروں گا ۔

پھر پنشن کا حال پوچھا ، وہ بھی گذارش کیا ، اپنے گھر آیا اور خوش آیا ۔

۲ - دو شنبہ ۲۸ - فروری کو گیا ، باھر کے کمرے میں بیٹھ کر اطلاع کروائی ، کہا :

اچھا توقف کرو ۔

بعد تھوڑی دیر کے گڑھ کپتان کی چٹھی آئی - سواری مانگی ، جب سواری آ گئی ، باھر نکلے۔ میں نے کہا :

وہ کتابیں حاضر ھیں ۔

کہا :

منشی جیون لال کو دے جاؤ ۔

وہ اُدھر سوار ھوگئے، میں ادھر سوار ھو کر اپنے مکان پر آیا ۔

۳ - سہ شنبہ یکم مارچ کو پھر گیا ، بہت استنباط ؟ (انبساط صحیح) سے باتیں کرتے رہے - کچھ سارٹیفکٹ گورنروں کے لے کے گیا تھا ، وہ دکھائے - ایک خط مکلوڈ صاحب بہادر کے نام کا لے کے گیا تھا ، وہ دے کر یہ استدعا کی کہ کتاب کے ساتھ یہ بھی بھیجا جائے - "بہت اچھا" کہہ کر رکھ لیا -

پھر مجھ سے کہا کہ :

ہم نے تمھاری پنشن کے بارے میں اجرٹن صاحب کو کچھ لکھا ہے ، تم ان سے ملو - کہا : بہتر -

اجرٹن صاحب بہادر ، جیسا کہ تم کو معلوم تھا ، گئے ہوئے تھے - کل وہ آئے ، آج میں نے ان کو خط لکھا ہے ، جیسا وہ حکم دیں گے ، اس کے موافق عمل کروں گا - جب بلائیں تب جاؤں گا ۔"

(عود ۱۲ ، ص ۴۷ - خطوط غالب : ترتیب مہیش پرشاد ۱ ص ۲۴۷ ببعد طبع ۱۹۴۱ء)

(اسی خط کی روشنی میں ، میں نے زیر نظر خط کو مارچ ۱۸۵۹ء کا مکتوب مانا ہے - مہر صاحب فروری کا مانتے ہیں) مگر یہ سال بھی صاف گذر گیا ، آخر ۱۸۶۰ء کے پانچویں مہینے یہ مشکل حل ہوئی اور آغاز ماہ میں تین چار تاریخ کو سارا بقایا مل گیا ، اور انھی میر مہدی حسین کو ایک مزے دار خط لکھا جس میں ساری رقم کا حساب اور مرزا کا ذہنی ، تمدنی اور سماجی پس منظر بھی ہے - (دیکھیے ہماری ترتیب ، خط نمبر ۸۰ نیز نول خط نمبر ۱۶ ص ۲۶۲ ، اردوے معلی ص ۲۷)— مقدمے کے تفصیلات : حالی : یادگار ص ۴۴ - مہر : غالب ص ۳۰۵ ببعد - اکرام : غالب نامہ ۴ ، ۱۴۵ - عرشی : مکاتیب ، ص ۵۶ ببعد -

احوال غالب ، ص ۱۲۵ - علی گڑھ میگزین ، ص ۱۷ ببعد -

۵ - سانڈرس

۶ - اجرٹن

صفحہ ۵۴ حاشیہ نمبر ۱ تا ۷

۱ - مرزا غالب دال ، ذال کے معاملے میں تحقیقی مسلک کے پابند تھے ، لیکن یہ تحقیق بہت سے مغالطوں پر مبنی ہے جس کے لیے قاضی عبدالودود صاحب کے مضمون ''غالب بہ حیثیت محقق'' ''ہرمزد ثم عبدالصمد'' اور جناب ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کا مقالہ ''ذال فارسی'' - دیکھیے -

اس خط میں محقق نصیر الدین طوسی کے آٹھ حرف لکھنے کا ذکر ہے - ملاحظہ فرمائیں ''معیارالاشعار ''طبع لکھنؤ ۱۲۶۴ھ صفحہ ۷ - نیز ''جواھر الحروف'' لالہ ٹیک چند بہار ، طبع کان پور ۱۲۶۷ھ ، صفحہ ۲ -

۲ - محمد بن عبدالوھاب قزوینی نے مقدمۂ جہان کشاے جوینی میں لکھا ہے :

''در بلاد زبان فارسی باستثنای بعض نواحی تا قرن ششم و هفتم بل هشتم هجری مابین دال و ذال فارسی تمیز داده و فرق می گذاشته اند ، هم در تلفظ ظاهرا و هم در کتابت قطعا ، در اغلب نسخ فارسی که اکنون بدست است و قبل از قرن هشتم استنساخ شده است ، دالهای فارسی بانقطه مسطور است - ولی از حدود قرن هشتم ببعد به جهات نا معلوم بتدریج این تمیز از میانه برداشته شد و ذالهای معجمه متدرجا به دالهای مهمله مبدل شد

و اکنون در ایران جمیع ذالهای فارسی را دال مهمله
خوانند و نویسند ، باستثنای قلیلی از کلمات چون گذشتن
و گذاشتن و پذیرفتن و آذر و آذربایجان وغیره ۔''

۳ ۔ تعریب : غیر عربی لفظ کو عربی قرار دینا ۔

۴ ۔ عود ہندی طبع اول میں ''تعریب ہے نہ تحقیق'' لیکن بعد کی بعض اشاعتوں میں ''بہ تحقیق'' ہو گیا ۔ محمد عسکری نے ''ادبی خطوط غالب'' اور جناب مہر نے ''خطوط غالب'' میں ''بہ تحقیق'' ہی لکھا ہے ۔

۵ ۔ عود ہندی طبع اول متن کے مطابق ہے لیکن بعد کی اشاعتوں میں مع خطوط غالب (مہر) ''ذال کیوں کر ہوگی'' ندارد ۔

۶ ۔ ''میاں صاحب'' ملاجی ، استاد اطفال نیز مورکھ کے معنی میں بھی ہے ۔

۷ ۔ عبدالواسع ہانسوی عہد عالمگیر کے مشہور عالم وادیب تھے ۔ موصوف کا رسالۂ فارسی طلبا کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا تھا ۔ غالب نے رسالے کی عبارت پر غور نہیں کیا ، عبدالواسع کہتے ہیں :

''قاعدہ : فرق درمیان نفی بہ کلمۂ نا و بے آن ست کہ در
اول او نا موصوف واقع می شود کہ آن صفت بہ طریق
مواطات محمول تواند شد و حاصل آن ، این چیز آن چیز
نیست ، می شود و این درجای راست آید کہ این چیز آن
چیز می تواند شد تانفی بجا باشد ، چنانچہ ناعاقل و
ناخرد مند بایں معنی کہ آں شخص عاقل و خرد مند نیست
و ثانی نا در جائے کہ صفت محمول بمواطات نہ تواند شد

و حاصل آن ، این چیز ندارد می شود ، چنانچه بے عقل و بے خرد ، یعنی آن شخص عقل و خرد ندارد ۔"

پس بحسب تحقیق لفظ نامراد و بی نوکر که در عرف عام شهرت دارد غلط محض است ۔ بی مراد و نا نوکر باید گفت لیکن اگر بی نوکر به این معنی که آن شخص نوکر ندارد ، استعمال کنند ، جائز باشد ، مولوی گوید :

بیت

عاشقان از بی‌مرادی هاے خویش
با خبر گشتند از مولای خویش"

عبدالواسع نے بے اور نا پر منطقی نقطۂ نظر سے بحث کی ہے اور انہیں ما و لا کا بدل قرار دیا ہے (نیز دیکھیے قاطع برہان صفحہ ۸۱ ببعد ۔ ساطع برہان بحث فوائد متفرقہ ، خط نمبر ۱۲۷ -

صفحہ ٦٨

۱ ۔ مولانا محمد باقر دہلوی ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد سے ہیں ۔ اجداد ہمدانی الاصل ہیں ۔ دادا اخوند محمد اشرف دہلی آئے اور یہیں زمین گیر ہوئے ۔ ان کے بیٹے اخوند محمد اکبر دہلی کے علما و اکابر میں تھے ۔ مولانا محمد باقر انہی کے فرزند ہیں ۔ مولانا محمد باقر نے علوم دین اپنے والد اور میاں عبدالرزاق وغیرہ سے حاصل کرکے "دلی کالج" میں داخلہ لیا اور فراغت کے بعد یہیں استاد فارسی مقرر ہوئے ۔ پھر دوسری ملازمتیں کرتے کرتے تحصیل داری تک پہنچے ۔ انھوں نے ۱۸۳٦ء میں سب سے پہلا باقاعدہ اردو اخبار جاری کیا ۔ اردو صحافت و سیاست و ادب میں "دہلی اردو اخبار" ہمیشہ سرفہرست مانا جاتا رہے گا ۔

۹ مولانا محمد باقر بہت سی کتابوں کے مصنف ، ''اردو اخبار'' کے علاوہ ''مظہرالحق'' اور ''اخبار ظفر'' کے مؤسس ہیں - ذوق کے ہم درس وہم سن تھے۔ سرسید سے برادرانہ رشتۂ محبت تھا ۔

مولانا محمد باقر بہادر شاہ کے حامی اور مشہور انگریز دشمن عالم دین تھے - ان کا اخبار جنگ آزادی میں کمپنی کے خلاف ہر قسم کے مواد کی اشاعت کا کام انجام دیتا تھا - اسی جرم میں فتح کے بعد انگریزی حکام نے انھی گولی کا نشانہ بنایا اور یہ شہید حریت ۱۸۵۷ء میں جاں بحق ہوا - تمام املاک ضبط ہوئی ، ان کا امام باڑہ منہدم ہوا ، مکانات مسمار ہوئے ، اولاد بے وطن ہوئی - مولانا محمد حسین آزاد انھی مجاہد حریت کے صاحب زادے اور ''اردو اخبار'' کے مدیر تھے -

(تذکرۂ بے بہا ، ص ۹۷ - تاریخ نظم و نثر، ص ۲۰۰ - اردو اخبار نویسی ، ص ۲۶۶ ببعد - ۱۸۵۷ء کے مجاہد شعرا ص ۳۶ ببعد - تاریخ صحافت اردو ص ۱۵۶ ببعد - مولانا محمد باقر از جناب آغا محمد باقر نبیرۂ آزاد ، طبع ادبی دنیا) -

صفحہ ٦٨ حاشیہ ۵

یہ مسئلہ بحث طلب ہے کہ غدر میں مرزا نے کوئی سکہ پیش کیا تھا یا نہیں - بہر حال مرزا کا موقف یہ تھا کہ سکہ میرا نہیں ہے ، بلکہ ذوق نے تخت نشینی ظفر کے وقت سکے کہے تھے اور انھی کا سکہ ٹکسال میں ڈھالا گیا ، جس کے ثبوت میں دہلی اردو اخبار پیش کرنا چاہتے تھے - لیکن غدر کے دنوں انگریزی جاسوس کہتے تھے کہ مرزا غالب نے ظفر کو نئے سکے کہہ کر دیے - چنانچہ جیون لال کی ڈائری میں (جو ہندوستان میں محفوظ ہے) لکھا ہے -

"انیسویں مئی ۱۸۵٦ء

دربار شاہی منعقد ہوا ، مولوی ظہور علی تھانیدار نے حاضر ہوکر ایک سکۂ جلوس در بابت تخت نشینی حضور گزرانا ۔ سکہ شعر :

سکہ زد برسیم وزر در ہند شاہ دیں پناہ
ظل سبحانی سراج الدیں بہادر باد شاہ

اس پر اور دو شاعروں نے بھی سکے کہے۔ سکہ شعر :

سکۂ صاحب قرانی زد بتائید اللہ
سایۂ یزداں سراج الدیں بہادر بادشاہ

(ورق ۳۸ ب) دیگر سکہ شعر :

سکۂ صاحب قرانی زد بتائید اللہ
ظل سبحانی سراج الدیں بہادر بادشاہ

دیگر سکہ شعر مرزا نوشہ :

بزر آفتاب و نقرۂ ماہ
سکہ زد در جہاں بہادر شاہ"

(بحوالہ خواجہ احمد فاروقی ، غالب کا سکہ شعر ، طبع معارف ج ۸۲ ، نمبر ۵ - ماہ نو ، نومبر ۱۹۵۸ء ص ۳۸۸)
مٹکاف کی ڈائری میں تھا :

"۱۹ مئی : بادشاہ نے دربار منعقد کیا ، مولوی (؟) علی تھانے دار بھی حاضر تھے اور انھوں نے نذر کے طور پر چند اشرفیاں پیش کیں ۔ سکوں پر یہ الفاظ کندہ تھے :

سکہ زد بر سیم و زردر ہند شاہ دیں پناہ
ظل سبحانی سراج الدیں بہادر بادشاہ

اور دوسری جانب حسب ذیل عبارت درج تھی :

سکۂ صاحب قرانی زد بتائید الٰہ
سایۂ یزداں سراج الدیں بہادر بادشاہ

(غدر کی صبح و شام ، ص ۱۱۳ ، خواجہ حسن نظامی)

شاید فتح آگرہ کی خوشی میں ۱۳ جولائی کو قصیدۂ مبارک باد کی طرح اعلان شاہی اور زوال کمپنی کے موقع پر غالب نے سکہ بھی پیش کیا ہو ، لیکن چونکہ غدر میں شاید غالب کا کوئی سکہ ڈھالا نہیں گیا اس لیے مرزا کے شعر کا معاملہ دب گیا ۔

(دیکھیے ''عود ہندی'' طبع ہذا ، صفحہ ۱۸ ۔ نیز مالک رام کا مضمون ''غالب پر سکے کا الزام'' ، معارف اعظم گڑھ فروری و اگست ۱۹۵۹ء)

صفحہ ۱۲۵

نواب انور الدولہ ، سعید الملک محمد سعد الدین خان بہادر صولت جنگ ، شفق کے والد کا نام تھا ۔ نواب عماد الملک غازی الدین خان کالی کے امیروں میں مشہور و نامور تھے ۔ غالب سے غائبانہ عقیدت تھی ۔ سید احمد علی قلق کے شاگرد تھے اور مرزا صاحب سے بھی اصلاح لیا کرتے تھے اور مالی خدمت بھی کر دیتے تھے ۔

(تذکرۃ المشاہیر ۲ ص ۳۳ ۔ گلستان سخن ۲۸۹ ۔ نادرات غالب (۲) ۳۳ ، ۱۶۳) ۔ تاریخ وفات ۱۲۹۸ھ جسے مالک رام نے تلامذہ صفحہ ۱۷۰ میں مطابق ۱۸۸۲ھ بتایا ۔ سید جمیل الدین نے اپنے مضمون ''طالع یار خان'' میں کہا کہ تطبیق غلط ہے ۔ دیکھیے نوائے ادب ص ۵۷ اکتوبر ۱۹۵۴ء ، نیز ادبی خطوط غالب ۲۸۶) ۔

صفحہ ۱۷۶

میر مہدی مجروح :

میر حسین نگار اپنے زمانے کے خوش‌گو شعرا میں تھے۔ ان کے جد بزرگوار میر فقیر اللہ فقیر، شاہ عالم کے درباری شعرا میں تھے۔ گیت، دوھے اور فارسی میں اشعار کہتے تھے۔ شیفتہ کے تذکرے میں ھے کہ : ''دوستوں کی خاطر کبھی کبھی اردو میں بھی کچھ کہہ لیتے تھے۔'' (گلشن ص ۱۵۱) ۔ فقیر کے بعد نگار نے خاندان سیادت و نجابت میں شہرت پائی۔ علم دوست خاندان کے فرزند نگار، میر نظام الدین ممنون کے شاگرد ھوئے (گلستان ص ۳۹۲) اور کچھ دنوں مرزا غالب سے بھی اصلاح لیتے رھے (گلشن ص ۲۰۱) ۔ سلاست زبان کی طرف مائل تھے۔ صابر نے شیفتہ ھی کے دو شعر نقل کیے ھیں اور اضافہ یہ ھے کہ ''چند سال ھوئے کہ عالم باقی کی طرف راھی ھوا'' (ص ۳۹۲) ۔ عرشی صاحب کے نزدیک یہ تذکرہ ۱۸۵۵ء میں مکمل ھوا۔ اس کے معنی یہ ھیں کہ نگار نے ۱۸۵۰ء کے قریب وفات پائی۔

میر مہدی حسین مجروح انھی نگار کے فرزند ھیں۔ دھلی میں پیدا ھوئے[1]۔

تعلیم گھر پر حاصل کی اور تکمیل علوم کے ساتھ ھی شاعری کا چسکا بھی لگ گیا۔ ۱۸۵۷ء تک یہ رنگ نکھرا، نظم و نثر میں جلا آئی۔ ھنگامۂ غدر میں محفل برھم ھوئی تو مجروح پانی پت چلے گئے۔ مرزا کے خطوط میں اس ھجرت کا ذکر اور دوران ھجر کے مکاتیب میں محبت کی تڑپ موجود ھے۔

---

۱ - تنہا اور مالک رام صاحب ۱۸۳۲ء تاریخ ولادت معین کرتے ھیں۔

مارشل لاء ختم ہونے پر مجروح الور اور جےپور وغیرہ گئے۔ کہیں تحصیل دار ہوئے، کہیں بیکار رہے۔ آخر ۱۵ مئی ۱۹۰۳ء مطابق ۱۷ صفر ۱۳۲۱ھ میں وفات پائی[1]۔ (مخزن، مئی ۱۹۰۳ء ص ۵۵۔ تلامذہ، ص ۲۷۳) اور ''درگاہ قدیم شریف کے عین زیرفصیل'' دفن ہوئے (العصر، جون ۱۹۱۳ء، ص ۱۹۷)۔

میر مہدی بڑے علم دوست، عالم، با اخلاق، با وقار، خوش رو اور خوش وضع بزرگ تھے۔ ''لباس ٹھیٹھ دلی والوں کا ہوتا تھا، پچ گوشیہ ٹوپی، ڈھاکے کے ڈورپے کا نیچی چولی کا انگرکھا، اس کے نیچے گلشن کا کرتہ، ہر وقت عطر میں تربہ تر رہتے تھے۔'' (مرأۃ الشعرا ج ۲ ص ۸۷)۔

لیکن تصویر میں ''گول چندوے کی ٹوپی، کاندھے پر رومال نظر آتا ہے۔'' چوڑی ہڈی، شگفتہ چہرہ اور خضاب لگی ڈاڑھی تھی۔

جس طرح مرزا کو ان سے محبت تھی، اسی طرح مجروح بھی انھیں باپ کی جگہ سمجھتے تھے۔ مجروح کو غالب نے ہر خط دل لگا کر لکھا ہے۔ مجروح کے خطوط بنام غالب بڑے پیارے انداز میں ہیں۔ کاش جناب آفاق صاحب[2] انھیں شائع کر سکیں۔

۱۔ محمد فاروق شاہ پوری لکھتے ہیں: ''۱۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء آخری دن تھا مجروح کی پبلک لائف کا۔'' (شاید یہ مشاعرۂ علی گڑھ کی تاریخ ہو) جب کہ مخزن میں واضح طور پر خبر ''وفات میر مہدی مجروح'' میں لکھا ہے: ''اس مہینے میں میر مہدی مجروح اس جہان سے اٹھ گئے'' لیکن تنہا وغیرہ ۱۹۰۲ء ہی لکھتے ہیں۔

۲۔ 'ماہ نو' فروری ۱۹۵۵ء مکتوبات غالب و مجروح ص ۱۶، عکس خط بھی ہے۔ جناب سر عبدالقادر نے مئی ۱۹۰۳ء کے 'مخزن' میں بڑا اچھا نوٹ لکھا ہے اور محمد فاروق نے 'العصر' میں مجروح کے اخلاق، آداب و فن شاعری پر مفصل آرٹیکل لکھا تھا۔

مجروح کے تالیفات یہ ھیں :

۱ - تذکرۂ طلسم راز ۔

۲ - دیوان اردو - ''مظہر معانی'' کے نام سے میرن صاحب نے مرتب کیا اور چھپوایا کیونکہ آخری دنوں میں مجروح کی آنکھیں جاتی رھی تھیں ۔

دوسری کتابیں یہ ھیں :

۳ - انوارالاعجاز ۔

۴ - ھدیۃالائمہ ۔

۵ ۔ تاریخ گنج غرائب (مخطوط و محفوظ بہ نزد آفاق صاحب) ۔ جناب آغا محمد باقر صاحب فرماتے ھیں کہ ایک مذھبی قلمی کتاب بھی ھے جس پر مرزا کی تقریظ تھی۔ یہ کتاب ان کے بہ قول جناب سلطان حسن مرزا صاحب بالقابہ کے پاس ھے ۔

(مرأۃالشعرا ، ج ۲ - تلامذۂ غالب ص ۷۲ - نادرات غالب - ادبی خطوط غالب - العصر، لکھنؤ جون ۱۹۱۳ء - غالب کی اس میں پہلی مرتبہ تصویر چھپی ھے - 'مخزن' مئی ۱۹۰۳ء - گل رعنا ص ۴۳۱ ببعد)۔

صفحہ ۲۶۲

حاتم علی بیگ مہر :

مرزا حاتم علی بیگ مہر ۴ - جمادی الاول ۱۲۳۰ھ ہفتے کے دن قریب شام لکھنؤ میں پیدا ھوئے (ان کے والد اس زمانے میں علی گڑھ کے تحصیل دار تھے)۔ اٹھارہ برس کے سن میں میر وزیر علی صبا کی صاحب زادی سیدہ مرتضیٰ بیگم سے شادی ھوئی ۔

ان کے دادا مرزا مراد علی خاں قزلباش دربار اودھ کی طرف سے معزز عہدوں پرفائز تھے۔ مہر بھی تحصیل داری اور قانونی مشاغل میں مصروف رہے۔ ۱۵ برس کی عمر سے شاعری کا شوق ہوا اور ناسخ کی شاگردی اختیار کی۔ ۱۸۴۰ء میں منصفی کے عہدے پر فائز ہوے۔ ۱۸۵۷ء میں سات انگریزوں کی جان بچائی اور انھیں لکھنؤ سے لے کر آگرے گئے جس کے صلے میں انھیں ۲۲ پارچے کا خلعت، مالائے مروارید، گھوڑا اور اسلحہ اور فتح پور سیکری کے قریب دو موضعے عطا ہوئے۔ ایک کا نام "کاندوبارو، دوسرا سیکری یک حصہ۔ ان کی تلوار پر یہ شعر لکھا ہوا تھا:

دشمن سرکار را تیغے کہ سر بشگافتہ
میرزا حاتم علی آن را بہ خلعت یافتہ

سرکاری مناصب، تعلقات، لکھنؤ سے ہجرت، صاحب زادے کی سرکاری ملازمت اور آگرے کے "سرتاج شعرا" ہونے کی وجہ سے وہیں کے ہو رہے۔ آگرے میں پہلے وکالت، پھر منصفی کی اور راجا بلوان سنگھ کاشی کے استاد کی حیثیت سے پچاس روپے ماہوار وظیفہ بھی پاتے رہے۔

بڑے خوش اخلاق، معزز، سخی، عالی دماغ، زود گو، پابند مذہب تھے۔ متعدد کتابوں کے مؤلف و مصنف ہیں۔ میرے پاس ان کی ایک کتاب "شبیہ عشرت" اور دوسری کتاب مرزا دبیر کی تائید میں ہے، کہ "طور سینا بے کلیم اللہ و منبر بے انیس" صحیح ہے۔

۲۸۔ شعبان ۱۲۹۶ھ، ۱۸۔ اگست ۱۸۷۹ء دوشنبہ غروب آفتاب کے بعد انتقال کیا اور ایٹہ ہی میں دفن ہوئے۔ آپ کی اولاد لکھنؤ میں اب بھی موجود ہے۔

صفحہ ۲۹٦

۱ - چنا جان ، مہر کی محبوبہ بلکہ اہلیہ کا نام ہے جو شروع میں طوائف تھی لیکن آخری عمر میں پاک باز مومنہ ، شیدائے اہل بیت اور نماز گزار ہو گئی تھی - مہر کے دیوان ''الماس درخشاں'' میں اس کی مسجد کے بارے میں آغاز تعمیر و انجام تعمیر پر دو قطعے ہیں جن سے ۱۲۳۸ ، ۱۲۳۹ھ نکلتا ہے - ایک قطعہ دیکھیے:

از حیدری و پنی و منا و چنا جان
در کربلا بہ بین چہ بنا گشت مسجدی
تحریر کرد مصرع تاریخ کلک مہر
اللہ اکبر! این چہ بنا گشت مسجدی

چنا جان نے ورم جگر کی تکلیف سے ۹ - ذی قعدہ ۱۲۷٦ھ پنجشنبہ کے دن انتقال کیا - مہر نے اس غم میں قطعات تاریخ ، مسدس اور ایک غزل لکھی - ان کے بھائی ماہ اور دوست عبدالوہاب نے بھی تاریخیں کہیں -

(تفصیلات کے لیے دیکھیے سید مسعود حسن : ''چنا جان'' ماہ نو، فروری ۱۹۴۹ء)

چونکہ یہ واقعہ جون ۱۸٦۰ء کا ہے اس لیے مرزا کا خط جون یا جولائی کا ہونا چاہیے - مہیش اور مہر صاحب نے تاریخ نہیں لکھی -

صفحہ ۲۸۴ سطر ۷

فقرہ : ''اس زمین میں وہ شعر یعنی شعر مہر:

تمھارے واسطے دل سے مکان'' الخ

میرے خیال میں ''وہ شعر'' پر بے خبر یا ممتاز علی نے نوٹ لکھا ہے -

''یعنی شعر مہر ـ تمھارے واسطے . . . جو آنکھوں میں . . . نظر ہوگی' یہ فقرہ اور شعر ، خط کا حصہ نہیں ہے -

صفحہ ۲۹۹

۱ - مولوی عبدالوہاب مہر کے دوست تھے - چنا جان کی وفات پر انھوں نے ایک قطعہ تاریخ کہا تھا (''چنا جان'' ماہ نو)۔

صفحہ ۳۱۵

۴ - لارڈ الگن کے مدحیہ قصیدے کے بارے میں ایک نادر اطلاع میں نے متعدد رسائل میں شائع کی تھی جو آخری مرتبہ ''اورینٹل کالج میگزین'' لاہور میں چھاپی گئی (فروری ۱۹۵۳ء ''غالب کی نادر کتابیں'') -

الگن کا مدحیہ قصیدہ ''اودھ اخبار'' ۳۰ - دسمبر ۱۸۶۳ء صفحہ ۸۶۱ پر اس عبارت کے ساتھ شائع ہوا تھا :

''مرزا صاحب نے ایک قصیدہ لارڈ ایلجن صاحب بہادر گورنر جنرل کی خدمت میں گذشتہ سال بھیجا تھا - اس کے جواب میں سکرتر اعظم کا دستخطی خریطہ آیا - یہ قصیدہ کلیات میں نہ تھا - (اس لیے شائع کیا جاتا ہے) - مطلع :

بیا کہ مدح خداوند دادگر گویم
ازانچہ گفتم ازین پیش ، بیشتر گویم

(سبد چین ، باغ دودر ، قصیدہ راء)

نقل خط کرنیل ڈورینڈی صاحب چیف سکرتر بہادر گورنمنٹ در رسید قصیدہ بر کاغذ افشان ۔

نقل سرنامہ : ''در شہر دھلی خان صاحب بسیار مہربان دوستان میرزا اسد اللہ خان غالب سلمہ اللہ تعالیٰ ۔ مرقوم ۳۰ جولائی ۱۸۶۳ء ۔''

نقل نامہ : ''خان صاحب بسیار مہربان دوستان سلامت ۔ قصیدہ با آب و تاب در مدحت بندگان نواب مستطاب معالی القاب وائسرائے و گورنر بہادر دام اقبالہ وصول گردیدہ بر رخ ارادت آن مہربان آبے و بر جبین عقیدت ایشان تابے افزود و از گرانی مایہ گوہر ھائے بحر فکر یکتا سخن معنی پرور کہ گنج بر گنج نہادہ بود از نظر قبولیت بندگان نواب صاحب ممدوح گذشتہ طرب پیرائے خاطر ھمایون حضرت ایشان گشتہ ۔ زیادہ چہ نگاشتہ آید ۔

فقط

دستخط انگریزی''

صفحہ ۳۵۵

۱ ۔ رعنا ، نواب مردان علی خان رئیس مراد آباد ۔ علوم جدید و قدیم سے واقف ، فلسفہ و ارضیات سے دل چسپی رکھتے تھے ۔ یار باش ، دین دار ، سیاست دان ، شاعر و ادیب تھے ۔ ۱۸۵۰ء میں انگریزی نوکری کی ۔ پیشکار ، تھانے دار ، تحصیل دار ہوئے ۔ ۵۷ء میں حسن ابدال ، مری وغیرہ کے انتظامات میں سرکار سے سند خوشنودی حاصل کی ۔ ۵۸ء میں مستعفی ہو کر مالیر کوٹلہ ، کپورتھلہ ، الور ، مارواڑ میں مدارالمہام ، سکریٹری وزارت عظمیٰ وغیرہ کے مناصب پر فائز رہے ۔ ''نظام الدولہ ، منتظم الملک ، نواب محمد مردان علی خان بہادر ، تخت قائم جنگ ''نوبت نقارہ و نشان و

جاگیر" کا اعزاز پایا۔ ۲۱ - ستمبر ۱۸۶۹ء کے "اودھ اخبار" میں
اعلان ہوا تھا : "منشی محمد مردان علی خان صاحب نری میسن ہو
گئے ہیں، اس میں بڑوں کا گزر ہے"۔

پنجاب میں ثعاب مصری، سنگ غربال، سنگ طبع وغیرہ اور
مارواڑ میں متعدد کانیں، مثلاً چاندی، لوہا، تانبا دریافت کیا۔
سڑکیں بنوائیں، ٹکسال قائم کیا، میو کالج اجمیر میں گھنٹہ گھر
بنوایا۔ ۱۸۷۶ء میں ریاست جودھ پور سے رخصت ہو کر حج
کیا۔ دو شنبہ ۲ - جون ۱۸۷۹ء سری نگر کشمیر میں ہیضے سے
فوت ہوئے۔

مضطر، رعنا اور نظام تخلص تھا۔ فغان بے خبر اور اودھ اخبار
سے معلوم ہوتا ہے کہ حلقۂ اثر بہت وسیع تھا۔ بہت سی کتابیں
لکھیں جن میں "جفرجامعہ"، "جفر کبیر"، شاہ ایران کے لیے "ظلّ
ناصری"، "تاریخ البلاد"، موسیقی میں "نغمۂ صنم"، "غنچۂ راگ"،
"تاریخ جودھ پور"، پر "تواریخ مارواڑ"۔ دو کتابیں مسمریزم پر:
میر غایت ؛ طلسم نظر۔ نظم میں "کلیات نظام"۔ تپش نے ہرگوپال
نرائن تفتہ کے ۱۴ اور بعض دوسرے شعرا کے مدحیہ قصائد کا
ایک مجموعہ "قصائد نظام" کے نام سے چھاپا تھا، جس میں رعنا
کی تصویر اور حالات بھی ہیں۔ اسی طرح 'کلیات نظام' میں
اور 'غنچۂ راگ' طبع ثانی میں بھی۔ 'قصائد نظام' اور 'غنچۂ راگ'
میں مصنف کی دو الگ الگ تصویریں شائع ہوئی ہیں۔ پہلی
تصویر کا عکس مالک رام صاحب نے 'تلامذہ غالب' میں چھاپ دیا
ہے۔ دوسری تصویر بڑھاپے کی ہے؛ سر پر چھینٹ کی گول ٹوپی،
زلفیں بکھری اور ڈاڑھی گھنی، سینے تک کی یہ تصویر بھی بڑی
خوبصورت ہے۔ (قصائد نظام، غنچۂ راگ، طبع ثانی ۱۸۷۹ء،
کلیات نظام، تلامذۂ غالب، اودھ اخبار وغیرہ)

صفحہ ۳۵۶

۲ - شاید اس تذکرے سے مراد ''انتخاب یادگار'' تالیف امیر مینائی ہو، جو نواب صاحب رام پور کے حکم سے لکھا گیا ہے۔

صفحہ ۳۵۶

۳، ۵ - منشی نول کشور ۱۸۳۶ء میں موضع بستوئی ضلع علی گڑھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد منشی جمنا داس بھارگو علم دوست آدمی تھے۔ جمنا داس کے والد بال مکند انگریزی عہد میں محافظ خزانہ آگرہ کے عہدے دار تھے۔

نول کشور نے عربی، فارسی اور انگریزی کی تعلیم گھر کے بعد آگرہ کالج میں حاصل کی اور وہیں صحافت شروع کی۔ ''سفیر'' اخبار نکالا، پھر لاہور کے ''کوہ نور'' میں کام کیا اور ۱۸۵۸ء سے لکھنؤ میں 'اودھ اخبار' اور پریس شروع کیا۔

اپنے عہد کے تمام بڑے آدمیوں سے روابط تھے۔ علمی اور ثقافتی سرگرمیوں میں بہت حصہ لیتے تھے۔ آخر سرکار انگریزی سے جاگیر، تمغہ، خطاب اور اعزاز پایا - ۱۹ - فروری ۱۸۹۵ء میں انتقال کیا۔

(دیکھیے ادب لطیف، اردو نمبر، ۱۹۵۵ء)

غالب سے ان کے روابط آگرہ کی وجہ سے قائم ہوئے ہوں گے۔ اودھ اخبار کی جو فائلیں میں نے لکھنؤ میں دیکھی تھیں، ان سے معلوم ہوا کہ مرزا کے بارے میں اطلاعات، کلام کی اشاعت، تصانیف کا اشتہار بھی شائع ہوا کرتا تھا۔

۱۸۶۰ء سے مرزا 'اودھ اخبار' کے اعزازی خریدار تھے۔ سالانہ ٹکٹ بھیج دیتے تھے اور اخبار بلا چندہ پابندی سے انھیں ملا کرتا تھا۔ افسوس ہے کہ ان کے نام مرزا کے مکاتیب دو تین سے

زیادہ شائع نہیں ہو سکے۔ مرزا غالب نے جولائی ۱۸۶۰ء میں ان کی ملاقات کا اشتیاق بڑے عجیب انداز میں لکھا ہے (دیکھیے کلیات نثر، آخری خط)۔ آخر جب وہ دھلی آئے اور مرزا سے ملے تو غالب نے بہت سے لوگوں کو لکھا، جن میں اپنی اور رعنا کی مشترک دوستی کی وجہ سے ایک خط میں منشی صاحب کے بارے میں لکھا:

''بہت خوبصورت اور خوش سیرت، سعادت مند اور معقول پسند آدمی ہیں۔''

علاؤالدین خاں کو لکھتے ہیں:

۱۔ ''شفیق مکرم و لطف مجسم منشی نول کشور صاحب بہ سبیل ڈاک یہاں آئے۔ مجھ سے اور تمھارے چچا اور تمھارے بھائی شہاب الدین خان سے ملے۔ خالق نے ان کو زہرہ کی صورت اور مشتری کی سیرت عطا کی ہے۔ ۔ ۔'' ۳۔ دسمبر ۱۸۶۳ء۔
(خطوط غالب، مہیش پرشاد، ص ۳۵۴)

۲۔ ''نہ دن یاد ہے نہ تاریخ، آج چوتھا، یا بھئی شاید بھول گیا ہوں، پانچواں دن ہے کہ منشی نول کشور بہ سواری ڈاک رہ گرائے لکھنؤ ہوئے، کل پہنچ گئے ہوں یا آج پہنچ جائیں۔ آج، روز یکشنبہ، ۱۳ دسمبر کی ہے۔

ایک دن منشی صاحب میرے پاس بیٹھے تھے اور برخوردار شہاب الدین خان بھی تھا۔ میں نے ثاقب کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر میں دنیا دار ہوتا تو اس کو نوکری کہتا مگر چونکہ فقیر تکیہ دار ہوں تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ تین جگہ کا روزینہ دار ہوں:

ساڑھے باسٹھ روپے یعنی '۵۰ء' سال سرکار انگریزی سے پاتا

ہوں اور بارہ سو سال رام پور سے اور چوبیس رو۔ پ سال
ان مہاراج سے۔

توضیح یہ کہ دو برس سے ہر مہینے میں چار بار اخبار مجھ
کو بھیجتے ہیں ، قیمت نہیں لیتے، مگر ہاں اڑتالیس ٹکٹ
میں مطبع کو پہنچا دیا کرتا ہوں . . . "

(خطوط غالب ، مہیش ص ۳۵۵)

منشی نول کشور نے ۲۳۔ دسمبر ۶۳ء کے پرچے میں دلی کے
ملاقاتیوں میں شہاب الدین ثاقب اور غالب کا نام بھی لکھا ہے
مگر تاریخ کے بارے میں کوئی اشارہ نہیں۔ اس ملاقات سے پہلے بھی
'اودھ اخبار' میں مرزا کا نام آیا ہے ، بلکہ ان کے خط بھی شایع
ہوئے ۔ چنانچہ ۲۸۔ مارچ ۱۸۶۳ء کے اخبار ص ۲۱۷ پر یہ خط
چھپا تھا :

"منشی صاحب ، جمیل المناقب جناب منشی نول کشور
صاحب کو دولت و اقبال و جاہ و جلال روز افزوں
نصیب ہو !

چونکہ احباب کامیابی و شاد کامئی احباب سے شاد ہوتے ہیں
اس واسطے مجھے ان دنوں میں یاوری اقبال سے ایک
امر خوشی کا پیش آیا ہے تو آپ کی خوشی کے واسطے
آپ کو لکھتا ہوں ، بلکہ نظر ہمدگر کے اتحاد پر تم کو
تہنیت دیتا ہوں۔

آپ کو مبارک ہو کہ اواخر ماہ گذشتہ کو جو حضرت
فلک رفعت نواب معلی الالقاب جناب لفٹنٹ گورنر بہادر
قلمرو پنجاب دہلی میں تشریف لائے ، تو سہ شنبہ کے
دن ۳۔ مارچ ۱۸۶۳ء حال کو اس گم نام گوشہ نشین کو

یاد فرمایا اور از راہ بندہ پروری کمال عنایت سے خلعتہ
عطا کیا -
سبحان اللہ جو لوگ متعلق ہیں لفٹنٹ گورنر پنجاب سے وہ
قسمتوں کے کتنے اچھے ہیں - جناب نواب معلی الالقاب
کے مکارم اخلاق وہ روح افزا کہ جس سے مردہ زندہ
ہو جائے - صاحب والا مناقب تامس ڈگلسن فور سائیتھ
صاحب بہادر سکرتر کے کلمات شفقت آمیز وہ روان آسا کہ
جس کو سن کر بیمار شفا پائے - میں . . . (کرم خوردہ)
. . . . . شادمان آیا ، بلکہ بوڑھا گیا جوان آیا . . .
سچ ہے :

وزیرے چنیں شہر یارے چناں
جہاں چوں نہ گیرد قرارے چناں

. . . (کرم خوردہ) . . . لفٹنٹ گورنر بہادر اور صاحب
سکرتر بہادر کا کیا کہنا ہے . . . آفتاب و ماہتاب ہیں
مگر پنڈت من پھول سنگھ صاحب میر منشی بھی دیانت
و امانت و کارپردازی و مظلوم نوازی میں انتخاب ہیں ،
نہ مبالغہ ہے نہ خوشامد ہے ، بیان واقعی ہے ، شاعرانہ
سخن سازی کو میں نے دخل نہیں دیا - وہ لکھا ہے جو
سچ اور واجبی ہے -
فقط
دوام دولت سرکار انگریزی کا طالب ، رنجور ناتواں اسد اللہ
خاں غالب -"

منشی جی نے اس پر نوٹ لکھا:

"بختمند ہر زمانے میں کامیاب ہوتے ہیں ، اہل جوہر تعظیم
و توقیر کو انتخاب ہوتے ہیں - دیکھیے ان دنوں میں

سرکار نے کیسی رئیس نوازی کی نظر سے بہ دل التفات کر کے ہم چشموں کو ان کا اعزاز و اکرام دکھایا۔ زیادہ کیا احتیاج بیان ہے، ان کے خط سے یہ حال عیاں ہے۔''

بعض احباب نے غالب و نول کشور کی ملاقات ستمبر ۱۸۶۱ء میں لکھی ہے (غالب: ص ۴۰۹) جس کا ماخذ معلوم نہیں، کیا ہے۔ لیکن ''اودھ اخبار'' اور ''خطوط'' سے ثابت ہے کہ پہلی ملاقات دسمبر ۱۸۶۳ء میں ہی ہوئی۔

۔''خطوط غالب'' مہر کے حاشیے میں متن کا خط ۲۵ اپریل کا مکتوب لکھا گیا ہے۔

۔ معلی الالقاب کو معلی القاب نقل کیا ہے۔

۔ خلیق انجم نے ''غالب کی نادر تحریریں'' میں ''فورمائیڈ'' کر دیا۔

مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے ''غالب کے ایک اور خط کا انکشاف'' از مؤلف، طبع نگار، جون ۱۹۵۰ء، جو اس خط کی اشاعت اولین ہے۔

صفحہ ۴۰۲

۷۔ ڈاکٹر عبدالستار صاحب نے خطوط غالب صفحہ ۱۱۶ پر حاشیے میں لکھا ہے کہ یہ خط ''عود ہندی'' میں ''ناقص ہے۔ اصل خط کا کاغذ بوسیدہ ہے، کچھ لفظ غائب ہیں، کچھ پڑھے نہیں جاتے۔ دوسرے رخ پر جنون کے قلم کے لکھے ہوئے پانچ اخیر شعر، ایک فارسی غزل کے۔ اس کے بعد تین غزلیں اردو میں ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو ورقے کا پہلا ورق ضائع ہوگیا۔

پانچ فارسی شعروں میں سے بہت کچھ ضائع ہو چکا ہے مگر غالب
نے خود ایک شعر عطا فرمایا ہے :

نالۂ بلبل کجا باشد چنین؟ می چکد خون دل از دستان من

اور اس اردو شعر کو قلم زد کر دیا ہے :

یاں بھی چھوڑا نہیں ہم کو شب تنہائی نے
پہلوے گور سے کس طرح کنارا کیجے"

ــ مذکورہ بالا عبارت میں کہنی دار خطوں میں وہ عبارت ہے
جو اندازے سے پڑھی گئی ہے ، اس لیے بہت سے شبہے بھی ہوتے
ہیں ـ مثلاً "دستان" افسانے کے معنی میں موجود ہے ـ دیکھیے
"فرہنگ آموزگار"ـ اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مرزا نے
دوسرے معنی کیا لکھے تھے ـ "فرہنگ" میں "حیلہ ، افسانہ ،
سرود ، حکایت مختصر" لکھا ہے ـ

ــ پیراگرافوں کے آخر میں "۱۲" کا ہندسہ عکس خط سے لیا
گیا ہے ـ

ــ احمد حسن عرشی، صدیق حسن خاں کے بڑے بھائی تھے ـ
جمعہ ۹ ـ جمادی الاول ۱۲۷۷ھ (۲۳ـ نومبر ۱۸۶۰ء) بڑودے میں
بہ عمر ۳۲ سال فوت ہوئے ـ غالب سے تلمذ تھا ـ
(شمع انجمن ، ص ۳۲۲ ـ تذکرۂ علماے ہند ، ص ۱۴ ببعد ـ
تلامذہ ص ۲۲۹)

ــ عکس میں یہی عبارت ہے لیکن لفافے پر یہ ہے :
"بیسلپور محکمہ منصفی اسٹامپ پیڈ یک شنبہ ۲۸ ماہ اگست
بخدمت قاضی صاحب مخدوم مکرم مظہر لطف و کرم جناب
قاضی عبدالجمیل صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ موصول و مقبول"

''اسٹامپ پیڈ'' اور ''یک شنبه'' کے درمیان میں ذرا اوپر کی طرف مرزا هی کے قلم سے تحریر هے۔ : ''یکم ستمبر ۱۸۵۹۔''

صفحه ۴۲۱

۱ - مفتی محمد عباس بن سید اکبر علی شوستری - جزائری مشهور محدث جناب نعمت الله جزائری کے اخلاف میں تھے۔ شب شنبه اواخر ربیع الاول ۱۲۲۴ھ لکھنؤ میں ولادت اور ۲۵ رجب ۱۳۰۶ھ لکھنؤ هی میں وفات پائی اور غفران مآب کے امام باڑه میں دفن هوئے۔ عربی ، فارسی ، اردو ، نثر و نظم ، حدیث ، تفسیر ، فقه ، حدیث ، رجال ، لغت ، هیئت غرض بے شمار علوم و فنون پر سینکڑوں کتابیں لکھیں ، جن میں سے سو کے قریب شایع هو چکی هیں۔ میں نے ۱۹۴۷ء میں ان کے مسودات کی تین بڑی الماریاں دیکھی تھیں ، جن میں ان کے قلمی تصانیف ردی کی طرح بھرے هوئے تھے۔

خدا بخشے مرزا محمد هادی عزیز کو جنھوں نے ان کی مفصل و ضخیم سوانح مرتب فرما کر علم و ادب پر احسان کیا هے۔ میں سمجھتا هوں که ''پاک و هند'' کے عربی لٹریچر کی تاریخ کا طالب علم اس کتاب کے مطالعے کا محتاج هے۔

عزیز صاحب فرماتے هیں که مفتی صاحب کی کشکول میں مرزا کے قلمی خطوط چسپاں تھے ، جن میں سے انھوں نے غالباً سب خط نقل کر دیے۔ عزیز صاحب مرحوم کی رائے هے که یه مراسلت ۱۲۷۹ھ[1] سے شروع هوئی جب غالب نے ''قاطع برهان'' بھیجی۔

---

۱ - تجلیات ۱۳۷۹ھ۔ ظاهر هے که ۱۳ غلط هے۔ تجلیات هی میں غالب کا ایک خط سید العلماء اور اس کا جواب به قلم مفتی صاحب ۲۱۔ جمادی الاولیٰ ۱۲۷۳ھ کا لکھا گیا هے۔ (دیکھیے ص ۱۹۷ ببعد)

کتاب کے لفافے کی عبارت یہ تھی :

"کان پور ، بہ مکان نواب باقر علی خان صاحب ، وصول و
به خدمت خدام مخدومی جناب مفتی میر عباس صاحب
زاد مجده مقبول و درباره بخشیدن اطلاع رسیدن ارمغان
عنایت مبذول باد -
مرسله چهارم اگست ۱۸۶۲ء اسٹامپ پیڈ

غالب اسد الله"

نواب نورالدوله ، لیث‌الملک محمد احسن خاں بہادر محکم جنگ معروف نواب نادر مرزا صاحب نے کتاب کا قطعہ تاریخ لکھا :

نظم

چون غالب شاعر مکرم — استاد سخن‌وران عالم
آن غیرت صائب و نظیری — وان رشک عراقی و ظهوری
سحبان زمان در فصاحت — حسان عصر در بلاغت
در حضرت عالم محقق — آن فاضل کامل مدقق
کز جمله به علم پیش باشد — علامهٔ عصر خویش باشد
سید عباس ، اسم پاکش — وز نور سرشته اسم پاکش
تصنیف لطیف ارمغان کرد — تحقیق خودش درو عیان کرد
آمد به میان چو ذکر تاریخ — رفتیم صفا به فکر تاریخ
از لجهٔ فکر گوهرے ناب — شد تخرجه "ارمغان نایاب"

۱۲۷۹ھ

اس قطعے کے بارے میں غالب نے لکھا : "قطعهٔ تاریخ کا کیا کہنا" (ص ۳۲۲) -

اور کتاب ملاحظه فرمانے کے بعد مفتی صاحب نے یہ لکھا :

''یا اسداللہ الغالب و مظہر العجائب!

پس از اقدام برائے اتحاف تحفۂ سلام کہ نثار اقدام خدام تواند، چہ سلامیکہ چون دُرِ نجف در صدف شرف پروردہ، و در تلالو انوار از تکمۂ زرتار آفتاب نصف‌النہار گوئے سبقت بردہ۔

ملتمس آنکہ تحریر شکریہ ہدیۂ بہیہ مثل مدح و ثنائے آن عطیہ از حیّز بیان و زبان این ہیچ مدان بیرون ست۔ سبحان اللہ فکریم کرامتایم و بکی گرایم بہ ستائش ''قاطع برہان'' کہ در انقلاب زمان نام و نشان ''برہان قاطع'' را برہم زدہ و زیر و زبر کردہ، یا بہ سپاس گزاری آن خسرو خاور شیرین بیانی و ناظم قلمرو سخن دانی، کہ امروز در شعر و شاعری نظیری نہ دارد و کسے در برابرش ظہوری نیارد۔ ہر گاہ در انجمن اہل سخن ذکرش بر آید یاد فردوسی فراموش است و اگر در شہرستان نظم و نثر کوس لمن‌الملک زند، زمانہ سراپا گوش:

در فن معانی ید بیضا دارد
در سحر بیانی لب عیسیٰ[۳] دارد
گر شیوۂ منشیان دیگر جادوست
آواز قلمش عصای موسیٰ[۴] دارد

نواب مستطاب معین الدولہ انتظام‌الملک سید باقر علی خان بہادر ظفر جنگ کہ نکتہ رسی است یکتا و مسیحا نفسی است ہمتا، بریں شعر:

از من بہ من سلام و ہم از من بہ من پیام
رنج دلی مباد پیام و سلام را

وجد کردند و مکرر خواندند و فقیر از تاریخ ختم کہ ''مہر غالب'' باشد محو شدم کہ چہ قدر بے تکلف و پر تکلف است، و تاریخ وصولی

ابی هدیه از همین ماده باین صورت بر آوردم :

غالب آن مہر سپہر نظم و نثر هم صفیر صائبا و طالبا
تحفۂ با مہر از مہرش رسید شد رقم تاریخ ''مہر غالبا''

حرره اضعف الناس السید محمد عباس فی تکثر الاشغال و توزع البال علی سبیل الاستعجال ، والحمدلله المتعال ، والصلوة علی محمد و آله خیر آل''

صفحه ۴۲۴

شرح قصیده :

تجلی که زموسیٰ - الخ

جس تجلی نے طور پر کلیم اللہ کو بے ہوش کیا تھا ، اب وہ ہی نور کلب علی خاں کی صورت میں جلوہ نما ھے -

خجسته سرور - الخ

میں اس بلند اقبال امیر سلطان شکوہ پر ناز کرتا ھوں جس کی کلاہ اقبال پر تاج فغفور بھی رشک کرتا ھے -

ھوائے لطف وی - الخ

اس کے احسان و کرم کی ھوا ، روح خورشید سے حرارت اور اس کی نگاہ غضب، چاند سے نور چھین لیتی ھے -

دم نگارش - الخ

اس کی شیریں زبانی کی تعریف لکھتے ھوئے سطروں کے حروف چیونٹیوں کی دوڑتی فوج نظر آتے ھیں -

فضائے رزم گہش - الخ

اس کے میدان جنگ کی فضا قہر و غضب کا راستہ ، اس کی محفل نشاط کی مسند عید و مسرت کا کارخانہ ھے - میدان میں آ جائے

تو قہر خدا اور محفل نشاط میں بیٹھ جائے تو ہر طرف خوشی ھی خوشی نظر آئے۔

به خوان شرع ۔ الخ

دستر خوان شریعت پر ''شبلی'' کا ھم‌نوالہ ھے اور بزم طریقت میں ''منصور'' کا ھم پیالہ ھے۔

ز روے رابطۂ حسن ۔ الخ

حسن کے اعتبار سے چاند کی طرح چمک دار ، جاہ و جلال کے اعتبار سے ''آفتاب ظہور۔''

به حکم مرتبه ۔ الخ

درجہ و منصب میں وہ بلندی کہ وہ حاکم اور آسمان فرماں بردار۔ اصول شریعت کی وہ پابندی کہ دین حاکم اور نواب محکوم۔

چو آب سیل ۔ الخ

اس کے پیالے میں شراب طہور اس طرح چھلکتی رھتی ھے جیسے کسی گڑھے میں سیلاب کا صاف ، تازہ اور بہتا ھوا پانی۔

تشبیہ کی ندرت دیکھیے کہ سیلاب کا پانی گڑھے سے گزرتے ھوئے آواز بھی دیتا ھے اور اپنے زور روانی سے ھر لمحہ بدلتا بھی رھتا ھے۔ اس میں حلقے بھی پڑتے ھیں اور صراحی سے انڈلتی ھوئی کیفیت بھی۔ پھر فراوانی نے اور گردش حلقۂ شراب ، و صداے قلقل کی مجموعی حالت ، مبالغے کی لطافت ، غرض ایک سماں باندھ دیا ھے۔ پھر قافیے نے شعر کو مجاز سے حقیقت میں منتقل کر دیا ھے۔ نواب کلب علی خاں کا دل سیلاب معرفت کی راہ میں ایک گڑھا ھے جس میں انوار و تجلیات ھر لحظہ تازہ بتازہ آتے رھتے ھیں۔

زہے وزیر ۔ الخ

کیا وزیر ہے اور کیسا دانا دل شہر یار۔ آپ مملکت حسن کے شہریار اور عقل آپ کا وزیر ہے۔

بنائے منظر۔ الخ ـــ قفا خوردن: چانٹے کھانا۔

آپ کے ایوان جاہ و جلال کی عمارت کا معمار زحل ہے اور آپ کے مکتب عقل میں ارسطو بھی عام شاگردوں کی طرح کان پکڑتا ہے۔

برائے بزم نشاط ۔ الخ (دو شعر قطعہ بند)۔

تیری محفل میں شمع و چراغ کے لیے نہ چربی استعمال ہوتی ہے نہ کافور ، بلکہ تیرے اخلاق کی نسبت و برکت سے شہد کے چھتے سے موم کے بجائے عنبر خالص نکالتے اور اسی سے شمع بناتے اور روشنی حاصل کرتے ہیں ۔

بدین خرام و بدین ۔ الخ

اس قد و قامت ، اس رفتار و انداز سے اگر قبرستان فاتحہ پڑھنے تشریف لے جائیں تو میتیں قبر میں رقصاں ہو جائیں ، اس لیے کہ آپ جانوں کی دنیا اور دنیا کی جان ہیں۔

به پیشگاه تو زانو همی زند ۔ الخ

آپ کے حضور میں انصاف بھی داد دیتا ہے کیونکہ آپ رحم و کرم میں ضرب‌المثل بن چکے ہیں ۔

در انتقام کشی ۔ الخ

انتقام لینے میں کرم کا انداز ہاتھ سے نہ دیں بلکہ دشمنوں کی تمنائیں تلوار کے ذریعے نکالیں۔

توقی به فضل ۔ الخ

آپ نے اپنی برتری سے علوم کی بلندیوں کو عروج بخشا اور اپنے علم سے دلوں کی گرھیں کھول دی ھیں۔

صریر خامۂ من ۔ الخ

ذرا میرے قلم کی آواز تو ملاحظہ فرمائیں کہ دل یوں کھینچے لیتی ھے ، جیسے حضرت داؤد کی زبان سے زبور کی صدا۔

سواد صفحۂ من ۔ الخ

میرے صفحۂ اشعار کی سیاھی میں معنوں کی روشنی دیکھیے، یہ معلوم ھوتا ھے جیسے اندھیری رات میں شمع روشن ھے کہ ھر طرف نور ھی نور کا جلوہ ھے ۔

امیر زندہ دل ۔ الخ

ولایت نظم کا مختار ، صاحب بصیرت امیر، جس کے طفیل میں ''گنجہ'' کے خزانے کا نظامی صاحب دولت بنا پھرتا ھے۔

غروب مہر ۔ الخ

نواب مرحوم کے بعد آپ کا بلندیٔ مسند پر آنا یوں ھے جیسے سورج ڈوبے اور چودھویں کا چاند نکل آئے ۔

چو او بزیر۔ الخ

چونکہ وہ زیر زمین تشریف لے گئے ھیں ، اس لیے انھیں ملک زیر زمین ملا اور اب آپ بالاے زمین صدیوں حکمرانی فرمائیں گے۔

بہ انجمن نہ رسیدم ۔ الخ

اپنی کمزوری و ضعیفی کی وجہ سے محفل و دربار تک نہ پہنچ سکا ، لیکن دعا گوئی و ثنا خوانی میں کسی قسم کی کوتاھی نہیں کی ۔

بہ خاک پاے تو۔ الخ

میری بد نصیبی ہے ورنہ اگر آپ کی خاک قدم مل جاتی تو آپ کے آستانے کی دوری کے غم میں صبر کا بوجھ نہ اٹھانا پڑتا۔

من آں کسم - الخ

لیکن میں تو وہ شخص ہوں کہ انتہاے خلوص کی بنا پر باوجود غیرحاضری مجھے دعواے حضوری ہے۔ کہنے کو دور مگر حقیقت میں قریب ہوں۔

توئی رحیم - الخ

آپ رحم دل و نرم مزاج اور میں بیمار۔ خدا نخواستہ کہیں بیمار کو دیکھ کر آپ کے دل پر اثر نہ ہو اس لیے میرا دور رہنا ہی بہتر ہے۔

کفے بر دست تہی تر۔ الخ

ہاتھ کی ہتھیلی ، دلاک حامی کی ہتھیلی سے زیادہ خالی ، اور دم گھٹتے ہوئے سینہ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے چیونٹی کی آنکھ۔

کمی زما و کرم - الخ

میری طرف سے کوتاہیاں اور آپ کی طرف سے کرم۔ نعوذ باللہ جیسے بندے کے گناہ اور خدا کی رحمتیں۔

نظربہ خستگی و پیری - الخ

میری خستگی ، بڑھاپے اور مفلسی کی وجہ سے میری دور سے معذرت قبول ہو۔

شعار غالب - الخ

غالب کا طریقہ دعا ہے۔ خدا کرے کہ اس دعاگو کی

کوشش دعا رائگاں نہ ہو ۔

به دهر تا بود آئین ۔ الخ

جب تک دنیا کا یہ دستور رہے کہ خوشی کے وقت رباب و بربط و قانون اور بانسری بجائی جائے ، اس وقت تک آپ کی بزم میں ناھید زمزمہ سنجی اور نسیم زلف حور سے عطر فروشی کرتی رہے ۔

محب ز لطف تو بالنده ۔ الخ

دوست آپ کے کرم سے یوں بڑھیں اور پھیلیں جیسے ساز سے نغمہ اور دشمن آپ کے ڈر سے یوں روئیں جیسے طنبور کا کدو اور توبڑہ ۔

غزل کی شرح :

هم اناالله ۔ الخ

ایک طرف تو یہ ھے کہ ''اناالله'' کہنے والا درخت میں گویائی پیدا کرتا ھے ، ادھر یہ ھے کہ ''اناالحق'' کہنے والا سولی پر بھی چڑھایا جاتا ھے ۔ اسرار معرفت اور راز ھائے طریقت میں ھے کہ ''انا'' کی صدا طور کے درخت اور منصور کی دار پر سنی جاتی ھے مگر ایک جگہ نور ھے دوسری جگہ خون ۔

ای کہ پنداری ۔ الخ

تم یہ سمجھتے ھو کہ آسمان اپنی گردش میں مجبور ھے ، تو کیا ھوا ؟ جس نے آسمان کو گردش دی ھے وہ تو ناچار نہیں ، اس کے تو ایک اشارے سےگردش دوران بدل سکتی ھے ۔ مصیبتوں کے دن پابند گردش دوران ھی نہیں ۔ خدا جب چاھے وہ دن بھی بدل سکتا ھے اور گردش چرخ بھی ۔

نکته ای داریم - الخ

نکته تو معلوم ہے ، مگر دوستوں سے کھلم کھلا کہنا نہیں چاہتا - "طالب دیدار حوصلہ تو پیدا کرے" پھر دیکھیں پردے کیوں کر نہیں ہٹتے ، جلوے کیوں کر نظر نہیں آتے -

آن کند قطع بیابان - الخ

عشق تو ہر ایک کو الجھاتا اور کام میں لگاتا ہے - کسی کو بیاباں نوردی میں ، کسی کو کوہ کنی میں مصروف کر دیا ہے - کوئی مجنوں اور فرہاد خود سے یہ سب تھوڑی کرتے تھے ، عاشق کی علامت مقرر کر دی گئی -

جذب شوقش بین - الخ

اللہ اللہ ! عاشق کی کشش عشق تو دیکھو کہ بت کدے سے نکلا تو اپنے پیچھے بتوں کو لیے آ رہا ہے - دیکھنے کو وہ بتوں سے دور ہے مگر اس کے دل میں بت بیٹھے ہیں - یہ بت حسینوں کے جلوے بھی ہو سکتے ہیں اور ہوس کے جذبات بھی -

دانہ ہا چوں ریزد - الخ

تسبیح کے دانے اگر بکھر جائیں تو ایک تار کے سوا کیا باقی بچتا ہے ، اور اسی تار کو زنار کہا جاتا ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شعبدہ باز دنیا یونہی تسبیح کو زنار اور مسلمان کو کافر بناتی رہتی ہے -

آہ مارا بین - الخ

آفرین ہے اس ہوائے تند پر کہ پہاڑوں سے ، قطروں کا کیا ذکر ، بادل اٹھا لاتی ہے - ایک یہ کم بخت آہ ہی ہے کہ ان کے

دل سخت کی خبر تک نہ لاسکی ۔

نزد ما حیف است ۔ الخ

وہ جذبہ جس نے یوسف[۴] کو کنوئیں سے بازار پہنچا دیا ، زلیخا کے نزدیک کرشمۂ عشق ہو تو ہو ، ہمارے خیال میں تو بہت بڑا ستم ہے ۔ عشق کی غیرت رقیب برداشت نہیں کر سکتی ۔ خدا جانے زلیخا نے یوسف کو بازاروں اور درباروں میں کیسے دیکھنا گوارا کیا ۔ اس نے زنان مصر کو کیوں کر جمع کرکے یوسف کا جمال دکھایا ۔

ہر انارے را ۔ الخ

میرے غم کا عالم اور میرے جذبات کا رنگ تو یہ ہے کہ جو انار نچوڑتا ہوں اس میں خون دل ، اور جو درخت لگاتا ہوں ، دل کے پھل دیتا ہے ۔

نیست چوں در ۔ الخ

غالب کی باتوں اور اس کی شاعری میں معشوق کے علاوہ اور ہے کیا ؟ اس سے شعر کہلوانے کے لیے تو کسی محبوب کی ضرورت ہے ۔ دیکھو اگر امین الدین سے پیار نہ ہوتا تو غزل کہاں اور غالب کہاں ؟ گویا اس غزل کا سبب میرا محبوب امین الدین خاں ہے ۔

صفحہ ۴۲۹ ، خط نمبر ۱۶۱

''فغان بے خبر'' (صفحہ ۸۰ ببعد) میں غالب کے اس خط کا جواب موجود ہے جس سے ''عود ہندی'' کے بارے میں ان حقائق کا انکشاف ہوتا ہے :

(الف) محکمۂ تعلیم آگرہ و اودھ میں 'عود ہندی' کی ضرورت تھی

اور کیمسن اس کتاب کی اشاعت چاهتا تھا ۔ اسی وجه سے کتاب کے آخری قطعے میں میور کے نام انتساب کیا گیا ھے :

چو میور صاحب والا مناقب هنر را داد ، داد ارجمندی
برائے نذر ممتاز علی خاں بیاورد ایں متاع حسن و خوبی

(ب) بے خبر نے متن کی تصحیح میں غالب سے بھی مدد لی ۔

(ج) لوگوں نے اصل خط نہیں بھیجے تھے اور نقل بھی صاف نہیں آئی اس لیے خطوط میں حذف و اسقاط و غلطی کا امکاں ھے ۔ خط کا ضروری حصه یه ھے :

''جناب عالی ! پرسوں عنایت نامه پہنچا ، کل اخبار کا لفافه آیا ، ان دو نعمتوں کا شکر بجا لایا ۔ اله آباد کو آپ نے کسی زمانے میں کلکتے تشریف لے جاتے ہوئے ملاحظه فرمایا ھوگا ۔ اس وقت خدا جانے کیسا ھوگا ۔ مصرعه

ھمارے عہد میں اس پر تو ویرانی برستی ھے

عجب طرح کا شہر ھے ؛ گاؤں سے بدتر ھے ۔ کسی فن کا کامل، کسی امر کا شوقین و مائل یہاں کوئی نظر نہیں آتا ۔ عمله بیشتر لاله صاحب اور جو چند مسلماں ھیں انھیں کسی مذاق کا مذاق آشنا نہیں پاتا ۔ کتاب کون خریدے ؟ اخبار کون لے ؟ رھا میں ، مجھے اردو کتابوں سے شوق نہیں ۔ ''بوستان خیال'' فارسی ملے تو البته خریدار ھوں اور اخبار تو سرکاری اتنے آتے ھیں که مجھے انھی کے دیکھنے کی فرصت نہیں ملتی ۔

منشی ممتاز علی خاں صاحب کو میں نے کل لکھا که آپ ایک عرضی جناب کیمسن صاحب بہادر افسر مدارس کے حضور

میں بھیج دیں اور اس میں یہ لکھیں کہ حضرت غالب نے جس مجموعۂ نثر کا ذکر لکھا ہے اسے میں مرتب کرتا ہوں ، عنقریب چھپنا شروع ہوگا ۔ کچھ جلدیں مدرسوں کے لیے آپ بھی خریدیں تو آپ کی اس عنایت سے کتاب جلد چھپ جائے ۔ اس سے بہتر اور کوئی طریقہ صاحب تک ذکر پہنچانے کا میری رائے میں نہ آیا ۔

جابجا سے جو آپ کے خطوط جمع کیے گئے وہ اصل تو کہیں سے آئے نہیں ، نقلیں آئیں ۔ سرور کے نام کے ایک خط میں جلال اسیر کا ایک مصرعہ لکھا ہے ۔ وہ اسی قدر پڑھا جاتا ہے: ''زغیر درشکر آب است'' بعد اس کے کیا جانیے کیا لفظ لکھا ہے ۔ مارہرے والوں کے خط کا حال تو آپ پر خوب ہویدا ہے ۔ دوسرے لفظ ''پنشن'' کو کہیں مذکر لکھا ہے اور کہیں مؤنث ؟ آپ تو اسے مخنث کیوں بناتے مگر یہ خرابی کاتب سے ہوئی ہے ۔ ان دونوں کی تصحیح لکھیے تو کتاب میں صحیح لکھ دیا جائے ۔''

صفحہ ۴۳۳ ، حاشیہ ۲

غزل کی شرح :

چشم کہ باز شد ۔ الخ

نہ معلوم کون سوتے سے اٹھا اور کس کی مست آنکھیں کھلی ہیں کہ چاروں طرف قیامت برپا ہے ۔ اور خدا جانے کس کے منہ سے پردہ ہٹا ہے کہ سورج شرما کر زرد ہو گیا ؟

رخت خرد بہ آب ۔ الخ

یہ کس نے شرم گیں رخ کو دھویا کہ عقل کی دنیا غرق ہوگئی ۔ یہ آئینہ کس کے سامنے آ گیا جو حیرت سے پانی میں ڈوبا جارہا ہے ؟

جامہ کہ کرد زیب تن - الخ

کس نے لباس بدلا کہ صبح نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا اور کس نے بندقبا باندھے کہ نکہت گل سمٹ کر آ گئی ؟

غازہ کہ بہ رخ - الخ

کس نے رخ پر غازہ لگایا کہ گلاب کا رنگ اڑ گیا اور کس نے ابرو پر سرمہ لگایا کہ گردنیں خنجر طلب کر رہی ہیں ؟

دست کہ در حنا - الخ

کس نے ہاتھوں میں مہندی ملی کہ لالہ خون ہو گیا اور کس کی آنکھیں سرمے سے مست ہوئیں کہ ناطقہ سرمہ در گلو اور زبان گنگ ہو گئی ؟

جام صبوحی - الخ

یہ کس نے صبوحی پی کہ پیالے سجدے میں گرے جاتے ہیں - یہ کس کے لبوں سے شراب لگی کہ صراحیاں مست ہو گئی ہیں ؟

چہرہ زمی کہ برافروخت - الخ

یہ کس کا چہرہ شراب سے دمکنے لگا کہ شوق کی مستیاں بڑھ گئی ہیں اور کس کی زلفوں نے مہکنا شروع کیا کہ موج نسیم مشک باری کر رہی ہے ؟

تیغ نگہ کہ آب داد - الخ

کس نے نگاہ کی تلوار کو آب دی جو سینے کے زخم ہرے ہوئے اور نوک مژہ کو کس ۔ تیز کیا جو دامن زخم بے رفو ہو گیا ؟

غنچہ زخندہ لب بہ لب ۔ الخ

کلیوں نے کسے مسکراتے دیکھا کہ تبسم سے لبریز ہیں اور کس کے لب لعلین کی باتیں سن لی ہیں کہ موتیوں کی آب جاتی رہی ہے ؟

طرف کلہ کہ بر شکست ۔ الخ

کس ظالم نے طرۂ کلاہ کو موڑا جس سے دل کے شیشے ٹوٹ گئے اور کون سرو قامت سیدھا ہوا کہ نہال امید بڑھنے لگے ؟

موی کمر کہ تاب داد ۔ الخ

کس نے موے کمر کو موڑا اور کون بل کھا رہا ہے کہ روح کے رشتے ٹوٹ گئے اور کس نے دامن ناز کو جھاڑا کہ عزت و آبرو پر خاک پڑ گئی ؟

برسر زیں کہ بر ۔ الخ

یہ گھوڑے پر کون بیٹھا کہ صبر کی باگ ڈور چھوٹ گئی ۔ یہ چمن کی طرف کون چلا کہ بادصبا نے جاروب کشی شروع کردی ؟

بخت کجاست ۔ الخ

بے خبر قسمت کہاں ہے کہ اس سوار کی رکاب دوڑ کر تھام لوں ؟ راستے میں بیٹھا ہوں کہ بنا سنورا محبوب ایک نیم نگاہ سے سرفراز کردے ۔

اشاریہ

فہرست ابیات

الف

شعر	شاعر	صفحہ
ب دست و نماز .... گداز باید کرد		۲۷۳
آبرو سے گیا .... کمال اور	غالب ، غزل	۲۶۹
اپنے حضرت کے .... سویدا کہیے	غالب ، قطعہ	۲۸۶
آتش دوزخ میں .... اور ہے	غالب ، شعر	۱۴۹
احسان تو .... آز	عرفی ، مصرع	۲۰
احسان تو ہر .... بشگافت	عرفی ، مصرع	۲۱
اختر سوختہ قیس .... لیلی کہیے	غالب ، قطعہ	۲۸۵
ارزندہ گوہرے .... حیدر انگنم	غالب ، شعر	۳۸۳
از بخت شکر دارم	غالب ، مصرع	۱۵۸
از جسم بجان .... خراب تا کے	غالب ، غزل	۱۸۷، ۳۳۲ ، ۳۳۴، ۳۳۶ ، ۳۳۷، ۳۳۸
از خون دل .... القیامہ	حافظ ، شعر	۱۳۶
اس بزم میں .... اشارے ہوا کیے	غالب ، غزل	۱۸۸
اسد اس جفا .... خدا کی	اسد ، شعر	۴۰۷
اسد اور لینے کے	اسد ، مصرع	۴۰۶
افق ہا پر از ابر ..... می تہی	غالب ، شعر	۳۱۰
اکنوں شب من	غالب ، مصرع	۲۴۸

اگرچه شاعران . . . . سخن مست	آذری ، قطعه	۱۲۰
اگر روشن بیائی . . . . . سنے گرائے	قاق ، قطعه	۳۸۵
اگر یه خود سری کا . . قطرگی ہو		۳۵۹
الله ری کیفیت . . . . دل میں سرور	قلق ، رباعی	۳۵۷
امجد علی شه . . . . . کرد روزگار	غالب ، شعر	۱۵۹
امیر زنده دل . . . . . گنجور	غالب ، شعر	۳۲۷
ان دل فریبیوں . . . . من گیا	غالب ، شعر	۳۱۴
انچه شب شمع . . . . خوی توبود	غالب ، غزل	۱۸۷
انشا مملوبصد . . . . . طالب لکھی	ممتاز علی ، قطعه	۱۱
انعام تو بر دوخته . . یم را	عرفی ، شعر	۱۳
آن کند قطع . . . . . درکار آورد	غالب	۳۲۸
اور تو رکھنے کو . . رسا رکھتے تھے	غالب ، شعر	۲۶۰
اے بسا آرزو که خاک شده	مصرع	۱۲۷
اے دانۂ تسبیح . . . . دیدۂ بینا	امیر ، شعر	۱۵۵
اے دریغا نیست . . . مزاوار غزل	غالب ، شعر	۸۵
اے ذوق نوا سنجی . . ہوش آور	غالب ، غزل	۱۳۰
اے ز فرصت بے خبر . . .	غالب ، مصرع	۲۷۶
اے سبزۂ سر ره . . . نه دارد	غالب ، شعر	۲۲۸
ایسی جنت کو کیا . . حوریں ہوں	غالب ، شعر	۲۹۸
اے کریمی که از خزانۂ غیب	سعدی ، مصرع	۱۱۶
اے که پنداری. . . برفتار آورد	غالب ، شعر	۳۲۸
اے مطرب جادو . . .	؟ مصرع	۱۴۴
این راهرو مسالک . . خواب تاکے	غالب ، غزل	۱۸۷
این گوهر پر فروغ . . خواب تاکے	غالب ، غزل	۱۸۷
این نکته قلق . . . . . به پسند	قلق ، رباعی	۳۵۶

این نیست که از . . . چرا آمده رفتی	نعمت خاں ، شعر	۴۴۰
این هم که جوابے . . .	غالب ، مصرع	۱۵۷
اے وائے ز محرومی . . .	غالب ، مصرع	۱۰۶
اے همدم . . . خموش آور	غالب ، غزل	۱۴۰

ب

بآدم زن . . . تذلیل	غالب ، قطعه	۸۲
بانجمن نرسیدم . . . نیم معذور	غالب ، قصیده	۳۲۷
با انگلسیاں ستیز ے جا . . .	غالب ، مصرع	۱۵۶
باید که کنم . . . راہ وطن	غالب ، شعر	۳۳۲
ببزم عیش . . . طرۂ حور	غالب ، قصیده	۳۲۸
بپیش گه تو . . . جهانیاں مشهور	غالب ، قصیده	۳۳۶
بحکم مرتبه او حاکم . . . مامور	غالب ، قصیده	۳۲۵
بخاک پائے توگر . . . تو صبور	غالب ، قصیده	۳۲۷
بخوان شرعٔ . . . پیاله منصور	غالب ، قصیده	۳۲۵
بخت کجاست . . . آرزوست	بیخبر ، غزل	۳۳۵
بدنام هوگے . . . جان کو	میر ، شعر	۱۲۰
بدهر تابود آئین . . . بمحفل سور	غالب ، قصیده	۳۲۸
بدین خرام . . . قبور	غالب ، قصیده	۳۲۶
برات عاشقاں برشاخ آهو . . .	؟ مصرع	۲۸۷
برائے بزم نشاط . . . کافور	غالب ، قصیده	۳۲۶
برائے نذر ممتاز . . . حسن و خوبی	ممتاز ، قطعه	۳۶۳
بر سر زیں که . . . رفت و روست	بیخبر ، غزل	۳۳۴
برگ عیسیٰ بگور . . .	؟ مصرع	۳۹۰
بزم کا التزام کر . . . گوهر بار	غالب ، شعر	۳۳۶

بسے در شگفتی . . . در گزاف	نظامی ، شعر	۴۳۳
بعد از خدا بزرگ توئی . . .	؟ مصرع	۳۷۸
بغیر در شکر آب است . . .	اسیر ، مصرع	۱۹۷
بفکر دی نه فتادی . . . خراب دریغ	صائب ، شعر	۳۳۲ ، ۳۳۴ ، ۳۳۷
بکف باد مباد . . . موے تو بود	غالب ، غزل	۱۸۷
بگم صاحب پھسوڑے . . . حرمت کرایا	مہر ، شعر	۳۰۰
بگوش عطایش . . . رساند بآب	قدسی ، شعر	۳۵۴
بنائے عمر مسیح و خضر بآب رسید	؟ مصرع	۳۳۰
بنائے منظر . . . هم نشین مزدور	؟	۴۲۶
بندهٔ شاه شمائیم و ثنا خوان شما	؟ مصرع	۹۷
بہت سہے غم . . . غم کیا ہے	غالب ، شعر	۲۶۲
بهندوستان نه دیدم . . . بتن رفتم	عارف ، شعر	۳۴۰
بیان کیا کیجیے . . . مرجاں کا	غالب ، شعر	۲۶
بیتابی برق . . . اضطراب تا کے	غالب ، غزل	۱۸۷
بے تکلف رو بساقی . . . بہار هاست	؟ شعر	۳۷۳
بے دل نیم هنوز . . .	؟ مصرع	۳۱۶
بے سر بیم . . . طبع شد ممتاز	ممتاز علی ، قطعه	۴۶۲
بے گانه ز تاج . . . پارا	عرفی ، قطعه	۱۴
بے مرادی مومناں . . . مرادت داشتی	رومی ، شعر	۳۵۱
بے می نکند در کف . . . دود کجائی	غالب ، شعر	۲۵۳

پ

پاتے نہیں جب راہ . . . رواں اور	غالب ، غزل	۲۸۹
پرسش زتو . . . حساب تا کے	غالب ، غزل	۱۸۷

پڑھوں میں . . . کیا ہوتا ہے	غالب ، شعر	۱۶۲
پریشاں تر ز خویشم . . .	؟ مصرع	۷۶
پس و پیش . . . اند کیست	نظامی ، شعر	۴۸
پوچھتے ہیں وہ . . . بتلائیں کیا	غالب ، غزل	۴۸۸
پیر و مرشد معاف . . . لکھا حال	غالب ، شعر	۴۱۸
پیری و صد عیب چنیں گفته اند	؟ مصرع	۸۰۴

ت

تا دسترسم بود . . . پشمینه ندارم	غالب ، شعر	۲۹۴
تا کے بخیال . . . موسی مانند	قلق ، رباعی	۴۵۶
تا کم دود . . . بر خیزد	غالب ، شعر	۴۱
تانہال دوستی . . . تخمی کاشتم	غالب ، شعر	۱۵۴، ۳۰۹
تا هر چه گفتی از تو . . .	؟ مصرع	۱۶
تجلی که ز موسیٰ . . . نمود ظہور	غالب ، قصیده	۴۲۴
تجھ سے تو کچھ کلام . . . برملے	غالب ، قصیده	۴۱۷
تحریر ہے یہ غالب . . . اگست کی	غالب ، شعر	۵۱
تم شہر میں ہو . . . دل و جاں اور	غالب ، غزل	۱۸۸، ۲۸۸
تم مرے پاس ہوتے . . . نہیں ہوتا	مومن ، شعر	۱۲۱
تم کہتے تھے رات . . . کھائے نہیں	بنگالی ، شعر	۳۲۳
تمہارے واسطے دل . . . نظر ہوگی	غالب ، شعر	۲۸۴
تنگدستی اگر نہ ہو . . . ہزار نعمت ہے	سالک ، شعر	۲۵۲
توڑ بیٹھے جبکہ ہم . . . برسا کرے	غالب ، شعر	۲۴۳
توئی بفضل فزایند . . . عقود صدور	غالب ، قصیده	۴۲۶

توئی رحیم دل . . . نظارۂ رنجور	غالب ، قصیدہ	۴۲۷
تھا تو خط پر نہ تھا . . کیا لکھتا	غالب ، شعر	۱۰۰
تہی دستان قسمت . . . سکندر را	؟ شعر	۷۲
تیغ نگہ کہ آب داد . . بے رفوست	بیخبر ، شعر	۴۳۴
تین دن مسہل . . . . دن ہوئے	غالب ، قطعہ	۱۳۲

ث

ثنا گر تو . . . . درس گاہ شعور	غالب ، قصیدہ	۴۲۶

ج

جام صبوحی کہ . . . درسبوست	بیخبر ، غزل	۴۳۴
جامہ کہ کرد . . . بند اوست	بیخبر ، غزل	۴۳۴
جان جا کوب بہادر . . . جوہر رائے	غالب ، شعر	۲۶۳
جان در طلب نجات . . عتاب تاکے	غالب ، غزل	۱۸۷
جان دی . . . . ادا نہ ہؤا	غالب ، غزل	۲۷۹
جب چھپی عود ہندی . . . باغ ہوا	احمد ، قطعہ	۴۶۲
جذب شوقش . . . . . برفتار آورد	غالب ، شعر	۴۲۸
جزوی از عالمم . . . میاں بر خیزد	غالب ، شعر	۱۴۱
		۴۴۱
جمع کرتے ہو . . . گلا نہ ہؤا	غالب ، غزل	۲۷۹
جناب مجتہد العصر سرفراز حسین	غالب ، مصرع	۲۳۰
جور سے باز آئیں . . . دکھلائیں کیا	غالب ، غزل	۲۸۸
جو زہر خندہ . . . . بن جائے	قلق ، قطعہ	۴۵۹
جو خط جبیں کو . . قدم چوم لے	قلق ، قطعہ	۴۶۰
جوہر بینش . . . . پرداخت دریغ	غالب ، شعر	۱۱۰
جہد ہا در خور . . . می خواہد	بیدل ، شعر	۱۲۹

جہاں بانی . . . . اندر گور — غالب ، قصیدہ ۴۲۶

چ

چارہ خاموشی ست چیزے را — ؟ مصرع ۲۸۲
چشم کہ باز شد . . . زر دروست — بیخبر ، غزل ۴۳۳
چشمم کشودہ اند . . زرفتہ شرمسار — غالب ، شعر ۳۱۸
چگونہ شمع . . . . . . آب رساند — صائب ، شعر ۳۳۱
۳۵۴
چندان نہ نشستی کہ شود . . آمدہ رفتی — نعمت خاں ، شعر ۴۴۰
چو آب سیل . . . . . شراب طہور — غالب ، قصیدہ ۴۲۵
چو او بزیر زمین . . . قرون و دہور — غالب ، قصیدہ ۴۲۷
چون میور . . . . . . ارجمندی — ممتاز ، قطعہ ۴۶۲
چورسی بطور ہمت . . لن ترانی — بیدل ، شعر ۱۴۳
چون بکوشش . . . . . جمع شد — ممتاز ، تاریخ ۴۶۲
چون جنبش . . . . . آساں دہد — ؟ شعر ۸۹
چون عمر کہ ہرگہ . . . آمدہ رفتی — نعمت خاں ، شعر ۴۴۰
چون مہر درکسوتم . . . — ؟ مصرع ۳۳۴
چہ حاجت ست بمشاطہ . . . — ؟ مصرع ۱۴۳
چہرہ زمی کہ . . . مشکبوست — بیخبر ، غزل ۴۳۴
چہ عجب صانع . . . نیکوی تو بود — غالب ، غزل ۱۸۷
چیست دانی . . . . . . پیغمبری — شیدا ، شعر ۳۶۰
چیل بسولاے گئی . . . — امیر خسرو ، انملی ۲۱۴

ح

حاجت مشاطہ نیست . . . — مصرع ۳۵۷
حاشن للہ کہ بد نمی گویم — غالب ، مصرع ۴۱

حاش لله نه مرا . . . و مجال	انوری ، شعر	۱۱۵
حبذا فیض . . . . . . هان	ظهوری ، شعر	۱۰۱
حجرالاسود دیوار . . ختن کا کہیے	غالب ، قطعہ	۲۸۵
حرمت ریش . . . . . مینا ہو کر	شاکر ، شعر	۳۸۹
حسن اور اس پہ . . آزمائے کیوں	غالب ، شعر	۴۱۷
حسین ابن علی . . . خاتمش بودی	غالب ، قطعہ	۱۴۷

خ

خاتم دست . . . . . . مانا کہیے	غالب ، قطعہ	۲۸۶
خاموشی از ثنای . . .	؟ مصرع	۲۷۵
خامہ انگشت بدنداں . . کیا کہیے	غالب ، قطعہ	۲۸۵
خامہ دانی زچہ . . . گورنر دارد	غالب ، شعر	۸۱
خجستہ سرور . . . . افسر فعفور	غالب ، قصیدہ	۴۲۵
خدا سے میں . . . . حاتم علی مہر	غالب ، شعر	۳۴۱
خدائے کہ بالا و پست . . .	سعدی ، مصرع	۱۱۶
خرم آں روز کزیں . . .	؟ مصرع	۱۱۱
خوب است کہ . . . ربکم الاعلائی	غالب ، رباعی	۲۷
خود پیش خود . . . می رسد	غالب ، شعر	۳۲۳
خود سال طبع . . . دماغ ہے یہ	قطعہ	۴۶۱

د

دارم دل . . . . بود پروری	غالب ، رباعی	۲۶
دانم کہ زری . . . بادہ فروش آور	غالب ، غزل	۱۴۱
دانہ ها چوں ریزد . . زنار آورد	غالب ، شعر	۴۲۹
در انتقام کشی . . . . ازساطور	غالب ، قصیدہ	۴۲۶
درد منت کش دوا . . برا نہ ہوا	غالب ، غزل	۲۷۹

دو روزگار ها . . . . روزگار یافت غالب ، شعر ۸۱
در کشاکش ضعفم . . ناتوانی هاست غالب ، شعر ۱۰۷
۳۰۳
دریغا که عمر . . . زندگی گذشت غالب ، شعر ۱۰۵
درین خستگی . . . . گستاخ گوئی ؟ شعر ۱۲۸
درین روزگار . . . . . چراغاں غالب ، شعر ۸۱
دست آب ده . . . . کوترانش خاقانی ، شعر ۳۷۱
۳۷۴ ، ۳۷۵
دست که در حنا گرفت . . درگلوست بیخبر ، غزل ۴۳۴
دکھلائیے لے جا کے . . . گراں کا سودا ، شعر ۱۲۰
دلا یه درد . . . . . . آه نیم شبی هے غالب ، شعر ۲۸۴
دل بدست آور . . . ؟ مصرع ۱۹۲
دل شیشه . . . . . . شکنندش ؟ شعر ۵۵
دل هی تو هے نه سنگ . . بھر آئے کیوں غالب ، شعر ۴۰۹
دم نگارش . . . . حروف سطور غالب ، قصیده ۴۲۵
دنیا هیچ است . . . . هیچ است غالب ، رباعی ۸۲
دوست دارم گرهی . . ابروی تو بود غالب ، غزل ۱۸۸
دوش کز گردش . . . سوی توبود غالب ، غزل ۱۸۷
دیواں گری محبت . . . مارا عرفی ، قطعه ۱۴
دیکھیے کیا جواب آتا هے غالب ، مصرع ۲۵۴

ر

رات دن گردش . . . گھبرائیں کیا غالب ، غزل ۲۸۸
۳۶۸
راز دیرینه . . . . . ساخت دروغ غالب ، شعر ۱۱۰
رخت خرد به آب . . رو بروست بیخبر ، غزل ۴۳۴

رزم کی داستان گر .... جوهر دار	غالب ، شعر	۳۳۶
رسم است که مالکان .... بندهٔ پیر	؟ شعر	۳۳۲
رفت آنکه ماز حسن .... طور بود	غالب ، شعر	۱۴۳
رکھتا پھروں هوں .... و هوا کیے	غالب ، غزل	۱۸۹
رکھیو غالب مجھے .... سوا هوتا هے	غالب ، شعر	۲۵۸
رند عالم سوز را بامصلحت بینی چه کار	شاکر ، مصرع	۳۸۱
روح از پئے .... خود را	خاقانی ، شعر	۳۷۵
روز اس شهر .... کیا هوتا هے	غالب ، شعر	۲۱۸
رو دل به .... هم هیچ است	غالب ، رباعی	۸۲
رهزنی هے که .... روانه هوا	غالب ، غزل	۲۷۹
رهے نه جان تو .... مرحبا کهیے	غالب ، غزل	۲۸۴
ریحان دمد از .... پئے گوش آور	غالب ، غزل	۱۴۱

ز

زخال گوشهٔ .... دنباله دار می ترسم	صائب ، شعر	۱۵۲
زخم گردب گیا .... روانه هوا	غالب ، شعر	۱۷۹
زخم نے داد نه دی .... افشاں نکلا	غالب ، شعر	۳۹۴
ز روے رابطهٔ .... آفتاب ظهور	غالب ، قصیده	۴۲۵
ز فیض نسبت .... خانه زنبور	غالب ، قصیده	۴۲۶
زندگی اپنی اسی .... خدا رکھتے تھے	غالب ، شعر	۲۶۰
زن نوکن .... ناید بکار	سعدی ، شعر	۲۹۸
زهے ایں آورد .... خود فروشی	ممتاز ، قطعه	۴۶۳
زهے کار سازی .... خوی عزیز	قلق ، قطعه	۴۶۰
زهے وزیر و خهرے .... ترا دستور	غالب ، قصیده	۴۲۵
زیمن عشق .... تماشا کن	غالب ، شعر	۳۷۹

س

سات جلدوں . . . . کا بر محل پہنچا — غالب ، شعر — ۲۸۱
ستائش گر ہے . . . . نسیان کا — غالب ، شعر — ۲۶
سخن رانی اگر . . . . غالب کا آئین — قلق ، قطعہ — ۳۵۸
سخن کا مجملا . . . . محشر فکر — قلق ، قطعہ — ۳۵۹
سخن میں خامہ . . . دم کیا ہے — غالب ، شعر — ۲۶۲
سرخوش و سرشار و مستم بلے — شاکر ، مصرع — ۳۸۱
سعدی اگر . . . . . . محمد است وآل محمد — سعدی ، شعر — ۲۹۷
سفینہ جبکہ کنارے ناخدا کہیے — غالب ، غزل — ۲۸۳
سواد صفحۂ من . . . شب دیجور — غالب ، قصیدہ — ۳۲۷
سواد قدمی . . . . . . خامہ اس کی — قلق ، قطعہ — ۳۵۸
سو بھی نہ تو . . . مگر دیکھنا — غالب ، شعر — ۶۲۲
سوے تاریخ . . . . . انفراغ ہوا — احمد ، قطعہ — ۳۶۲
سہل تھا مسہل . . . ان رہے — غالب ، قطعہ — ۱۳۲

ش

شادم که گردشی . . . کرد روزگار — غالب ، شعر — ۱۵۹
شبی زیت فکرت همی سوختم . . . . — سعدی ، مصرع — ۳۵۸
شد مسمی . . . . اتمام است — غالب ، قطعہ — ۹۰
شرط اسلام . . . . ایمان من مت — غالب ، شعر — ۸۳
۲۵۸ ، ۲۹۲
شعار غالب آزاد . . . دعا مشکور — غالب ، قصیدہ — ۳۲۸
شکر رافت هائے تو چند انکه رافت هائے تو — غالب ، مصرع — ۲۷۳
شکر که این نامه . . . بایان رسید — نظامی ، شعر — ۳۵۱
شورابۂ این . . . . . نوش آور — غالب ، غزل — ۱۳۰

شوق هر رنگ . . . . . عریاں نکلا	غالب ، غزل	۳۹۴

ص

صحبت میں غیر . . . . التجا کیجے	غالب ، غزل	۱۸۹
صریر خامه من . . . . استماع زبور	غالب ، قصیده	۴۲۶
صلاح کار کجا . . . . تابه کجا	حافظ ، شعر	۱۷۵
صومعے میں . . . . . . صہبا کہیے	غالب ، قطعه	۲۸۵

ض

ضد کی ہے اور بات . . وفا کیجے	غالب ، غزل	۱۸۸

ط

طبیعت کا جویائے . . . ناز پر ناز	قلق ، مثنوی	۴۵۸
طرز بیدل میں . . . . قیامت ہے	غالب ، شعر	۳۹۰
طرف کله . . . . درنموست	بیخبر ، غزل	۴۳۴

ظ

ظالم تو میری . . . . من گیا	؟ غزل	۳۱۴
ظلمت کدے میں . . . خموش ہے	غالب ، شعر	۳۷۸
		۳۸۷

ع

عاشقم برهمه	سعدی ، مصرع	۴۲
عاقلاں از بے مرادی . . . مولائے خویش	مولانا روم ، شعر	۳۵۱
عالم همه مرأت . . . جاں نمی باید زد	سرمد ، شعر	۴۳۱
عجب انداز نکته . . . دل بری ہے	قلق ، مثنوی	۴۵۸

علی دارم چه غم دارم	غالب ، مصرع	۲۳۷
عمر بھر دیکھا کیے . . دکھلائیں	غالب ، شعر	۸۸ ، ۱۳۵ ، ۳۶۸

غ

غازه بر رخ . . . . . تیغ جوست	بیخبر ، غزل	۴۳۴
غالب بچنین . . . . . . بوتراب تا کے	غالب ، غزل	۱۸۷
غالب تمھیں کہو . . وہ سنا کیے	غالب ، غزل	۱۸۹
غالب که بقایش . . پوش آور	غالب ، غزل	۱۴۱
غروب مہر و طلوع آن مغفور	غالب ، قصیده	۴۲۷
غفلت کفیل . . . . . . انتظار ھے	غالب ، شعر	۲۶۰
غلط کردم . . . . . . خویش راسیو	حافظ ، شعر	۱۷۴
غنچه ناشگفتن . . . . پریشان ھے	غالب ، شعر	۳۸۹
غنچه زخنده لب بلب گفتگوست	بیخبر ، غزل	۴۳۴

ف

فرخ آن روز . . . . . . ویراں بروم	غالب ، شعر	۱۸۶
فضای رزم گہش . . . سور و سرور	غالب ، قصیده	۴۲۵

ق

قائم اب تجھ سے . . . . آموز نہیں	قائم ، شعر	۱۲۱
قطرۂ مے بسکه حیرت گوہر ھؤا	غالب ، شعر	۴۱۶
قلندر هر چه گوید دید	غالب ، مصرع	۲۷۱

ک

کار دنیا کسے . . . مختصر گیرید	؟ شعر	۳۴۸
کارساز ما . . . . آزار ما	؟ شعر	۳۴۸

کارگاہ ہستی ...... دہقان ہے	غالب شعر	۳۸۹
کارہا آسان شود .. اما بہ صبر	غالب شعر	۴۴
کاغذین جامہ .... بر بندیم	خاقانی شعر	۳۹۳
کتنے شیریں ہیں .. مزا نہ ہوا	غالب غزل	۲۷۹
کجا بود منزل کجا تا ختم	؟ مصرع	۴۶
کچھ تو پڑھیے کہ لوگ...سرا نہ ہوا	غالب ، غزل	۲۷۹
کرے جس کا .... رنگ چمن	قلق ، مثنوی	۴۶۰
کس روز تہمتیں ... آرے چلا کیے	غالب ، غزل	۱۸۹
کسے کاین مرادش سکندر بود	؟ شعر	۱۷۸
کسی کو دے کے دل ... زباں کیوں ہو	غالب ، شعر	۲۸۳
کفی بدست تہی .. دیدۂ مور	غالب ، قصیدہ	۴۲۷
کمی زما و کرم .. بندہ قصور	غالب ، قصیدہ	۴۲۷
کند ہر چہ خواہد برو حکم نیست	مصرع	۳۶۵
کوئی آتا نہیں ... اندھا ہو کر	شاکر ، شعر	۳۸۸
کھلے جب مرتبہ .. زبان لے	قلق ، مثنوی	۴۵۹
کہ مستحق کرامت گناہ گارانند	؟ مصرع	۳۰۰
کہ ناچار فریاد خیزد ز مرد	مصرع	۳۵۹
کہوں جو حال .. کیا کہیے	غالب ، غزل	۲۸۴
کوئی دن گر زندگانی ... ٹھانی اور ہے	غالب ، شعر	۲۱۸
کیا نامۂ نامی ... چشم بددور	قلق ، مثنوی	۴۵۷
کیا وہ نمرود ... بھلا نہ ہوا	غالب ، مثنوی	۴۷۹
کیستم من کہ تا ابد بزیم	غالب ، مصرع	۴۰۵
کیستم من کہ تا ابد باشم .. طالب مرد	غالب ، قطعہ	۴۰۵
کیوں نہ میرن کو ... بچا ہے یہ	غالب ، شعر	۲۲۳

گ

گاهی به سبک دستی... به هوش آور — غالب ، غزل — ۱۳۱
گذرا ہے مرا... جا کے وطن سے — رعنا ، شعر — ۳۵۶
گر بسخن در آورم... ہائے ہائے را — غالب ، شعر — ۳۵۷
گر خود نه جهد... بجوش آور — غالب ، غزل — ۱۳۰
گر حفظ مراتب نه کنی زندیقی — ؟ مصرع — ۱۹۶
گرد هم شرح ستم ها... بر خیزد — غالب ، شعر — ۱۳۴
گرمیٔ بکدو... دوش آور — غالب ، غزل — ۱۳۱
گرمی از آب... میزان آمد — غالب ، شعر — ۱۳۹
گھات میں مدعا... غمگساری کی — غالب ، شعر — ۳۱۶
گھر میں تھا کیا... تعمیر سو ہے — غالب ، شعر — ۳۳۰

ل

لاگ ہو تو اس کو... گھائیں کیا — غالب ، غزل — ۲۸۸
لاله و گل دمد... روی تو بود — غالب ، غزل — ۱۸۸
لب از گفتن چنان بستم... به شد — طالب ، شعر — ۲۶۴ ، ۳۱۸
لکھیے کیا کوئی... ذکر غالب — قاق ، مثنوی — ۳۵۸
لوگوں کو ہے... نہاں اور — غالب ، غزل — ۱۸۸ ، ۲۸۹
لیتا نه اگر دل... فغاں اور — غالب ، غزل — ۳۱۶

م

ماخانه رمیدگان... مانیست — غالب ، غزل — ۳۱۰
مادح خورشید... نامرمداست — رومی ، شعر — ۳۵۲

مپرس حال اسیری۔۔۔روزن قفس است	غالب ، شعر	۵۴ ، ۷۱
متقابل ہے مقابل۔۔۔روانی میری	غالب ، شعر	۳۸۷
محب ز لطف تو۔۔۔خرطنبور	غالب ، قصیدہ	۴۲۸
مرا به سادہ دلی۔۔۔آفریں دارم	غالب ، شعر	۲۷۰
مرا به غیر۔۔۔مگسستش	غالب ، شعر	۴۴
مرتا ہوں اس آواز۔۔۔ہاں اور	غالب ، غزل	۱۸۸
		۲۸۹
مردم چشم۔۔۔سویدا ہو کر	شاکر ، شعر	۳۸۸
مردن و جاں۔۔۔بازوئے تو بود	غالب ، غزل	۱۸۷
مروت کرد لازم۔۔۔نوایاں را	ظہوری ، شعر	۱۰۲
مسی آلودہ۔۔۔مانا کہیے	غالب ، قطعہ	۲۸۶
مشو منکر۔۔۔دگر ہست	آذری ، قطعہ	۱۲۰
مضمحل ہو گئے۔۔۔اعتدال کہاں	غالب ، شعر	۲۸۳
مطبوع طبع۔۔۔باغ ہے یہ	؟ قطعہ	۴۶۱
مقتضائے طبیعتش این ست	سعدی ، مصرع	۳۵۹
ملنا اگر ترا۔۔۔دشوار بھی نہیں	غالب ، شعر	۴۱۷
من آن دریا۔۔۔	عرفی مصرع	۳۳
من آن کسم۔۔۔دوام حضور	غالب ، قصیدہ	۴۲۷
من بودم۔۔۔چوگانی گوی	خاقانی ، قطعہ	۲۶
منحصر مرنے پہ۔۔۔چاہیے	غالب ، شعر	۱۰۸
منصور فرقہ۔۔۔در افگنم	غالب ، شعر	۳۸۳
من که باشم۔۔۔بیان انداختہ	عرفی ، شعر	۱۳
من که باشم که جاودان۔۔۔طالب مرد	غالب ، قطعہ	۳۱۱
من که رندم شیوۂ من نیست بحث	غالب ، مصرع	۳۵۲
موج خوں سر سے۔۔۔جائیں کیا	غالب ، غزل	۲۸۸

موسوم کیا ... مہر غالب لکھی	ممتاز علی ، قطعہ	۱۱
موے کمر کہ تاب ... بہ آبروست	بے خبر ، غزل	۳۳۴
میاں یہ اھل دھلی کی زبان ھے	غالب ، مصرع	۲۳۹
میر کو کیوں ... رھا ھے یہ	میر ، شعر	۲۲۳
میں بھولا نہیں ... ھیں مکاں	غالب ، شعر	۲۵۰
میں سادہ دل ... نہ ھوا تھا	غالب ، شعر	۳۲۵

ن

ناحق ھم مجبوروں ... بدنام کیا	میر ، شعر	۲۵۱
نامرادی زندگی ... گردن ست	صائب ، شعر	۳۵۰
ناموس نگہ ... یم را	عرفی ، قطعہ	۲۲
نامہ خود سال خویش داد نشاں ...	غالب ، مصرع	۲۶۶
ندانم کہ گیتی ... می رود	غالب ، شعر	۸۷
نزد ما حیف است ... ببازار آورد	غالب ، غزل	۳۲۹
نظر بہ خستگی ... از دور	غالب ، قصیدہ	۳۲۷
نقد جان را مہر بستہ بللی ...	شاکر ، مصرع	۳۸۲
نقش فریادی ... تصویر کا	غالب ، شعر	۳۹۳
نکتہ داریم و با یاراں ... دیدار آورد	غالب ، غزل	۳۲۸
نگہم نقب ھمی زد ... میدان رفتم	غالب ، شعر	۳۲۶
نماند و ماندی ... ماتمس بودی	غالب ، قطعہ	۱۳۷
نوشتم از سر انصاف ... عود ھندی	ممتاز ، قطعہ	۳۶۳
نوید وصل دیم ... اختر من	غالب ، شعر	۹۵
نوید وصل مجبوری ... کر نہ سکا	فاضل ، شعر	۹۵
نہ در منطق ... سرسری	غالب ، شعر	۳۵۷
نہیں اس کا سخن ... صد آغوش	قتی ، مثنوی	۳۴۹

مصرع	شاعر ، صنف	صفحہ
نہیں ذریعۂ . . . کشا کہیے	غالب ، شعر	۳۹۴
نیست چوں . . . بگفتار آورد	غالب ، غزل	۴۲۹
نیست محکم . . . سازیم ما	نعمت خاں ، شعر	۳۳۱
نیست محکم . . . می دانیم ما	نعمت خاں ، شعر	۳۵۴

و

مصرع	شاعر ، صنف	صفحہ
وعدۂ وصل چوں . . . تیز تر گردد	؟ شعر	۲۱۰
ور بگویند در . . . غالب مرد	غالب ، قطعه	۳۱ ، ۴۰۵
وقت است . . . هم را	عرفی ، شعر	۲۲
وقت آن ست . . . خرگاه حمل	غالب ، شعر	۳۱۵
ولی با باده . . . پیوست	آذری ، قطعه	۱۲۰
ولیکن در اسیری . . . عزازیل	غالب ، قطعه	۸۲

ہ

مصرع	شاعر ، صنف	صفحہ
ھائے تنہائی اور کنج قفس . . .	؟ شعر	۴۳۸
ھائے دھلی کہ ھے . . . زبان دھلی	غالب ، شعر	۴۶۱
ہر انارے را کہ . . . دل بار آورد	غالب ، غزل	۴۲۹
ہرایک بات پہ کہتے ہو . . . گفتگو کیا ھے	غالب ، شعر	۲۹۵
ہر بیت رکھے ھے . . . کرے گج	سودا ، شعر	۸
ہر چند سبک دست . . . سنگ گراں اور	غالب ، غزل	۲۵۹
ہر چہ از دستگہ . . . زبانم دادند	غالب ، شعر	۳۶۲
ہرزہ مشتاب . . . آمد و رفت	غالب، شعر	۱۴ ، ۱۲۶
ہرگز نہ میرد آن کہ . . . دوام ما	حافظ ، شعر	۳۰۱
ہزار میکدہ . . . برپاست	غالب ، شعر	۳۳۰

هست کلامی...	؟ مصرع	۱۱۶
هم انا الله خوان... سردار آورد	غالب ، مصرع	۴۲۸
همچو صبح شفق آلوده...	اشرف مصرع	۳۳۴
ہم سے رنج... دندان ہے	غالب ، شعر	۳۹۰
ہم کہاں قسمت... آزما نہ ہوا	غالب ، غزل	۲۷۹
همه عالم گواه...	حافظ ، مصرع	۴۲
همه کس طالب... این جا	صائب ، شعر	۱۱۵
هنوز تشنۂ خون ست تیغ مژگانش	؟ مصرع	۳۳۰
ہوا کامیاب... نظام کلام	قلق ، مثنوی	۴۶۰
ہوائے لطف... رباید نور	غالب ، قصیدہ	۲۵
ہو چکیں غالب... اور ہے	غالب ، شعر	۲۳۶
ہوئے ہیں دخت رز... بوڑھے منہ مہاسے	داغ ، شعر	۱۹۳
ہے بسکہ ہر اک... گماں اور	غالب ، غزل	۱۸۸
		۲۸۸
ہے تمہارا آفتابہ... حباب آسماں	شاکر ، شعر	۳۹۷
ہے جو صاحب کے... اچھا کہیے	غالب ، قطعہ	۲۸۵
ہے خبر گرم ان کے... بوریا نہ ہوا	غالب ، غزل	۲۷۹
ہے خون جگر... فشاں اور	غالب ، غزل	۱۸۸
ہے سہل ممتنع... سبق مرا	انیس ، شعر	۳۵۳
ہیں اپنے گنہ مزیل... ایک ڈر ہے	شاکر ، شعر	۳۸۶
ہیں اور بھی دنیا میں... انداز بیاں اور	غالب ، غزل	۱۸۸
		۲۸۹

ی

یا رب نہ وہ سمجھے... زباں اور	غالب ، غزل	۱۸۸
		۲۸۹

یار در خانہ و من گرد جہاں می گردم . . .	؟ مصرع	۲۹۹
یاد گار زمانہ . . . ہم لوگ	؟ شعر	۱۹۱
یار در عہد . . . آمد و رفت	غالب ، شعر	۴۱
یافت چون . . . نامست	غالب ، قطعہ	۹۰
یعنی بمہادیو مقوی برساند . . .	جلالا ، مصرع	۳۶۱
یکے مردہ شخصم بمردی رواں . . .	غالب ، مصرع	۴۱۴
یہ تہہ دل سے . . . دماغ ہوا	احمد ، قطعہ	۴۶۲
یہ جس حرف . . . بلبل مدعا	قلق ، مثنوی	۴۶۰
یہ روشن کرے . . . ماہ تمام	قلق ، مثنوی	۴۶۰
یہ فتنہ آدمی کی . . . آسماں کیوں ہو	غالب ، شعر	۲۸۳

فہرست اسماء

الف

اللہ ۱۳۵ ، ۱۶۵ ، ۱۸۴ ، ۱۸۵ ، ۱۹۱ ، ۱۹۴ ، ۲۲۱ ، ۲۶۷ ، ۴۴۱ ، ۴۴۲ -
ابراہیم (عادل شاہ) ۱۰۲ -
ابن حسن ، میر ۱۶ ، ۱۹۷ -
ابنّن ۱۹۲ ، ۱۹۷ -
ابوالحسن ۴۵۰ -
ابوالحسن خرقانی ۸۹ -
ابوطالب ، دیکھو کلیم ۱۰۲ -
ابوالفضل ، دیکھو موتمن الدولہ ۸ ، ۱۱۱ ، ۳۶۱ -
ابوالقاسم ، دیکھو فردوسی ۲۹۶ -
ابو محمد ٦ -
آتش ۱۲۱ -
اجرٹن ۲۰۱ ، ۲۱۵ ، ۲۲۵ -
احترام الدولہ ۱۲۵ ، ۱۲۸ ، ۴۵۳ -
احسان اللہ ممتاز ۱۱۳ ، ۱۱۸ ، ۱۱۹ -
احسن اللہ خان ۱۲۵ ، ۲۶۹ ، ۳۲۰ ، ۴۲۰ -
احمد ۳۶۹ -
احمد بخش خان(نواب)۹۵(تعارف)-
احمد حسین ، عرشی ۴۰۴ ، ۴۰۸-
احمد حسین ، میر ۲۱۲ ، ۲۴۹ ، ۲۵۰ -
احمد علی ، میر ۲۱۱ ، ۲۴۶ -
اختر (محمد صادق) ۱۱۸ ، ۱۱۹ -
آدم ۱۸۲ -
اڈمنسٹن ، سر جارج ، فریڈرک : ٦۰ ، ۸۱ ، ۱۹۴ ، ۲۵۴ ، ۲۷۱ ، ۲۷۳ ، ۲۸۰ ، ۳۱۴ -
ادیب ، دیکھو مسعود حسن -
آذری ۱۲۰ -
آرزو ۱۱۲ ، ۳۳٦ -
ارسطو ۴۲٦ -
آزردہ (صدر الدین) ۱۹۰ (تعارف) ۲۱۷ ، ۲۴۲ ، ۳۳۳ ، ۳۴۳ ، ۳۹۲ -
اسٹرلنگ ۹٦ -
اسحاق خان، موتمن الدولہ ۴۵۰ -
اسد اللہ الغالب علیہ السلام ۲۰۱ ، ۲۴۵ ، ۳۷۲ -
اسد اللہ بیگ خان ، غالب ۱ ، ۴ ، ٦ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۳۸ ، ۴۰ ، ۴۲ ، ۴۵ ، ۱۴۲ ، ۱۴۳ ، ۲۰۸ ، ۲۱۸ ، ۲٦۳ ، ۳۱۸ ، ۳٦۹ ، ۳۸۱ ، ۳۹۰ ، ۴۰۲ ،

۳۰۶ ، ۳۰۷ ، ۳۳۵ ، ۳۳۶ ،
۳۵۲ ، ۳۵۵ ، ۳۵۸ -
اسد اللہ خان بہادر ، مفتی ۳۸۳ -
(تعارف) -
اسد علی ۱۱۳ -
اسدی ۱۱۹ -
اسرارالحق ۱۳۵ ، ۱۶۱ -
اسفند یار ۹۴۳ -
اسمعیل خان ، خواجہ ۱۳۶ -
آسی ، الدنی ۲۸ -
اسیر ۳۵ ، ۳۵۵ ، ۳۹۰ ، ۳۵۲ -
اشرف الانبیا ۳۷۳ -
اشرف الامرا ۲۹۳ -
اشرف علی ۱۹۲ ، ۱۹۷ ، ۱۹۸ ،
۲۰۶ ، ۲۱۳ ، ۲۲۳ ، ۲۲۶ ،
۲۳۱ ، ۲۳۲ ، ۲۴۳ ، ۲۴۶ ،
۲۵۰ ، ۲۵۴ -
آشوب ، پیارے لال ۵۵ -
آصف الدولہ ۸۷ ، ۳۳۹ -
اظہار حسین ، منشی ۳۰۷ ، ۳۱۳
۳۴۴ ، ۳۴۷ -
اعتماد الدولہ ۲۳۳ -
آفاق حسین ۷ ، ۹۸ ، ۱۰۶ ،
۱۶۷ -
افضل الدولہ ۱۳۱ -
افضل علی ۱۸۰ ، ۲۳۲ ، ۲۴۳ ،
۲۵۲ -
اقبال (ڈاکٹر) ۷ -
اکبر ، جلال الدین ۱۰۴ -
اکبر شاہ ثانی ۶۸ -
اکرام حسین ۲۸۵ -
الطاف حسین ، دیکھو حالی -
آل محمد ۲۹۷ -
الگزنڈر ، ہڈرلی ، الکہ ۱۷۷
(احوال) ۱۷۹ ، ۲۳۷ ، ۲۴۱
(حضرت) امیر (المومنین)
علیہ السلام ۳۷۲ ، ۳۷۷ -
امام ضامن ۲۰۴ -
امام بخش (دیکھو ناسخ) ۳۱۷ -
امام بخش (دیکھو صہبائی) ۳۳۳ ،
۳۶۸ ، ۳۷۷ -
امام المحققین ۳۶۸ ، ۳۷۹ -
امامی (خواجہ) ۱۱۴-
ماتیاز خان ۳۰۱ -
امجد علی شاہ ۱۴۶ ، ۱۵۷ ، ۱۵۸
۱۵۹ -
امجد علی ، میر ، قلق ۶۵ ، ۱۳۱ ،
۱۳۲ ، ۱۳۳ ، ۱۳۶ ، ۱۴۰ ،
۱۴۵ ، ۱۴۸ ، ۱۵۱ ، ۱۶۶ ،
۱۶۹ ، ۱۷۲ ، ۳۲۳ -
امداد علی ، شاہ ، میر ۶۰ ، ۶۷ -
امداد علی آشوب ۲۴۹ -
امو جان ۲۳۶ -
امید سنگھ ۲۲۵ ، ۲۲۷ ، ۲۲۸ ،
۲۷۵ -
امیر تمر ۱۰۴ -
امیر حمزہ ـ دیکھیے حمزہ

امیر خسرو ۴۵ ، ۱۱۱ ، ۱۳۲ ، ۲۱۴ ، ۳۳۱ ، ۴۴ -
امیر الدوله ۳۰۶ -
امیر الدین ۱۶۷ ، ۱۶۸ -
امیر علی خان ۱۷۳ -
امین الدین خان ۱۸۴ ، ۲۲۸ ، ۴۲۴ -
انجو ، میاں ۳۶۳ -
آں حضرت ۳۷۴ ، ۳۷۷ -
انشاء اللہ خاں ، انشا ۱۸ ، ۲۹ ، ۳۷ ، ۲۹۱ -
انوارالحق (شاہ) ۱۳۶ -
انور الدولہ ، شفق (حالات) ۶۵ ، ۹۳ ، ۱۲۵ ، ۱۲۷ ، ۱۳۰ ، ۱۳۶ ، ۱۴۹ ، ۱۵۰ ، ۱۶۹ ، ۱۷۰ ، ۳۰۱ -
انوری اوحد الدین ۶ ، ۸۵ (تعارف) ۱۱۱ ، ۱۱۵ ، ۱۱۸ ، ۳۶۱ -
انیس (میر) ۳۵۳ -
اورنگ خاں (اوزبک) ۱۲۶ ، ۱۲۷ -
اورنگ زیب (عالم گیر) ۲۸۷ -
ائمہ اطہار (معصومین) ۲۸۲ ، ۲۹۰ ، ۴۵۴ -
ایاز ۲۰۳ ، ۲۴۷ -
ایزد بخش ۲۰۱
ایشری پرشاد نارائن سنگھ ۴۴۷ -
ایلجن (لارڈ) ۳۱۵ -
ایلن برا ۳۰۴ ، ۳۱۳ -

ب

باجرا ۹۲ -
باقر محمد ۲۲۲ -
باقر علی خان ۱۶۲ ، ۱۸۰ ، ۱۸۳ ، ۲۲۴ ، ۲۳۴ ، ۲۵۶ ، ۴۲۲ ، ۴۲۳ -
بدر الدین (خواجہ) ۴۳۵ ، ۴۴۸ ، ۴۵۰ -
بدر الدین مُہر کن ۱۴۴ ، ۱۵۹ ، ۲۳۰ -
بر (۱) ؤن ، کرنیل ۲۱۹ -
برکات حسن ، سید ۱۰۷ -
برھما ۵۷ -
بشیر الدین ، شہزادہ ۲۲ ، ۲۳ -
بشیر ۱۱۶ -
بصیر ۱۱۶ -
بقراط ۳۶ -
بلوال سنگھ ، راجا ۲۶۴ -
بوتراب ۱۸۷ ، ۴۴۴ -
بوعلی (حکیم) ۳۵۷ -
بوھرہ دکنی ۷۵ ، ۳۶۶ -
بہادر بیگ ۴۲۰ -

بہادر شاہ ۶۸ ، ۸۸ ، ۱۰۳ ، ۱۲۸ ، ۲۰۵ -
بہار ۱۱۲ -
بہار (آقای) ۳۵ -
بے خبر (دیکھو غلام غوث) ۱۹۷ ، ۲۰۸ ، ۳۱۲ ، ۳۳۷ ، ۳۴۲ ، ۳۴۳ ، ۳۴۹ ، ۳۵۶ ، ۳۸۲ ، ۳۸۳ -
بیدل (عبدالقادر) ۱۱۸ ، ۳۹۰ -

پ

پرمد نرائن ، بابو ۴۴۷ -
پکھراج ۱۴۴ -
پیارے لال آشوب ۱۵ -
پیر بیگ ۳۵۷ -

ت

تاج محل ۲۰۵ -
تان سین ، میاں ۴۵۰
تحسین ، عطا حسین ۲۳۶ -
تراب علی ۴۲۰ -
تفتہ ، مرزا ۵۷ ، ۱۳۲ ، ۱۷۳ ، ۲۰۹ ، ۲۱۸ ، ۲۳۹ ، ۲۵۸ ، ۲۶۵ ، ۲۶۶ ، ۲۶۸ ، ۲۶۹ ، ۲۷۰ ، ۲۷۳ ، ۲۷۵ ، ۲۷۶ ، ۲۷۷ ، ۲۷۹ ، ۲۸۳ ، ۲۸۷ ، ۲۹۰ ، ۲۹۲ ، ۳۴۵ ، ۳۴۸ ، ۳۴۹ -
تمکین ۱۱۵ -
تنہا ، محمد یحییٰ ۲۱۳ -

ٹ

ٹیک چندر ، بہار ۳۲ ، ۱۱۲ -

ج

جارج فریڈرک ، اڈمنسٹن ، سر دیکھو اڈمنسٹن -
جاکوب ۳۶۶ ، ۳۶۷ -
جامی ۶ (حالات) ۱۱۹ ، ۱۳۲ -
جان جاکوب ۲۶۳ -
جان نثار - ۳۴۳
جرأت ۸۰ -
جعفر زٹلی ۳۶۳ -
جعفری الحیدری ، دیکھیے شاکر
جلال اسیر ۵۵ (حالات) ۱۹۷ ، ۴۳۹ -
جلالائے طباطبائی ۱۱۱ ، ۳۶۰ -
جلال الدین ۵۰ ، ۱۰۴ -
جمال الدین ۷ ، ۳۶۱ ، ۳۶۳ ، ۳۶۷ -
جمیل الدین ۱۶۳ -
جمشید ۲۲۹ ، ۴۵۰ -
جنون ، عبدالجمیل ، قاضی ۸۳ ، ۳۹۸ ، ۳۹۹ (احوال) ، ۴۰۰ ، ۴۰۲ ، ۴۱۲ ، ۴۲۰ ، ۴۳۸ -
جواں بخت ۲۰۵ -

جہانگیر ۱۱۱ ، ۳۶۳ ، ۳۶۸ -
جیون لال ۶۸ ، ۲۰۰ ، ۲۳۴ -
جیمز ہیڈر لے ۱۷۷ -

چ

چراغ دھلی - ۱۰۸ ، ۱۹۵
چنا ۹۲ -
چنا جان ۲۹۷ ، ۲۹۸ -
چودھری ، غلام رسول (دیکھو سرور) ۸۳ ، ۸۹ -
چھٹا بیگم ۳۰۰ -
چھوٹی بیگم ۴۲۰ -

ح

حافظ ۴۲ ، ۱۷۴ ، ۱۷۵ -
حالی ۱۹ ، ۲۱ ، ۲۲ ، ۲۳ ، ۳۳۳ ، ۴۳۰
حیدر دیکھیے (امیر المومنین) -
حاتم ۷۴۴ -
حاتم علی ، مرزا ، مہر ۵۲ ، ۵۹ ، ۶۳ ، ۱۷۳ ، ۱۹۴ ، ۲۵۹ ، ۲۶۲ ، ۲۶۸ ، ۲۷۵ ، ۲۹۰ ، ۲۹۳ ، ۲۹۷ ، ۲۹۹ ، ۳۴۰ ، ۴۴۴ ، ۴۴۵ -
حالی ، الطاف حسین ۴۴۴ ، ۴۴۸
حامد علی خاں ۲۳۳ ، ۲۳۴ ، ۲۹۳ -
حبیب اللہ ، ذکا ۳۲۷ ، ۳۲۸ ، ۴۲۹ ، ۴۳۰ -
حزین ۲۹۴ ، ۳۳۶ ، ۳۳۹ -
حسرتی ، مصطفیٰ خاں ۲۸ -
حسن بصری ۲۹۶ -
حسن بن اسحاق ۲۹۶ -
حسن علی خان ۲۳۳ -
حسین بن علی (مجتہد العصر) دیکھو سید العلما ۱۴۷ -
حسین علی خاں ۱۸۰ ، ۲۲۴ ، ۲۳۴ ، ۲۵۶ ۲۷۸ -
حسین بن شاہ حسن ۳۶۳ -
حسین علی ، خلیفہ ۴۰۸ -
حسین مرزا ، ناظر جی ۶۹ ، ۲۰۷ ، ۲۷۸ -
حسین واعظ کاشفی ۳۷ -
حضور اللہ (خواجہ) ۲ -
حفیظ ۲۵۰ -
حقیر (دیکھو نبی بخش) ۱۷ -
حکمت ، علی اصغر ۶ -
حیدر شکوہ ۱۴۷ -
حکیم قسطاس - ۴۵۰
حکیم کالے ۴۰۱ -
حکیم الملک - ۲۴۳ -
حمزہ (امیر) ۴۴۹ ، ۴۵۰ -
حمید الدین ناگوری ۱۶۳ -
حیدر ۳۸۳ -

خ

خاتم المرسلین ۳۷۴ -

خاقانی ۶ ، ۱۸ ، ۱۹ ، ۲۶ ، ۱۱۱ ،
۱۲۸ ، ۳۶۱ ، ۳۷۱ ، ۳۷۲ ،
۳۷۴ ، ۳۷۵ ، ۳۷۷ ، ۳۷۹ ،
۳۹۳ -
خان چند - ۲۴۳
خان آرزو ۱۱۳ -
خاوری - ۳۶۱
ختم المرسلین ۳۷۲ -
ختم العلما (المتبحرین) ۳۸۶ ، ۳۹۲ -
خسرو ، امیر ۴۴ -
خضر ۲۷ ، ۴۵۸ -
خلیفه محمد شاه ۲۸۷ -
خلیل الرحمن ۲۲۲ -
خواجه حسن ۴۳۵ -
خواجه امان ۲۳۷ ، ۴۵۰ -
خواجه قاسم - ۱۶۴
خواجه مرزا ۲۳۷ -
خواجه نصیر الدین طوسی (حالات
۵۳ -
خورشید عالم ۱۰۰ -
خیال ۸۰ -
خیرات علی ۲۱۱ -
خیراتی ۴۲۰ -

د

دبیر ۴۵۲ -
دبیر الملک ۲ ، ۶ ، ۴۵۳ -
درد ، خواجه ، میر ۲۲۲ -
درویش حسن ، مولوی ۴۰۶ -
دلاور خان ۱۹۰ -
دلدار علی (غفرانمآب) ۱۴۶ ،
۲۶۵ -
دلوالی سنگھ (دیکھو دیوالی اور
قتیل) ۳۵ ، ۳۶ ، ۳۷ -
دیپ چند ۲۵۸ -
دیوانی سنگھ ۱۸ ، ۳۵ ، ۳۶ -

ڈ

ڈانل میکوڈ ۱۹۹ ، ۲۰۱ -
ڈپٹی صاحب - ۴۷
ڈوینڈری ۳۱۵ -

ذ

ذبیح الله صفا ۳۹۳ -
ذکا (دیکھو حبیب الله)
ذوالفقار بہادر ۱۲۶ -
ذوق ۶۸ ، ۸۸ ، ۱۸۹ (احوال)
ذو ذنابه - ۱۵۳
ذوالفقار الدوله - ۱۲۶

ر

رسول الله ص ۹۸ ، ۳۶۹ ، ۳۷۶ -
رابرٹ منٹگمری ، سر ۴۴ ، ۵۸ ،
۶۰ ، ۸۱ ، ۲۹۵ ، ۳۴۵ -
رام جی داس ۲۴۱ -

راسخ ، محمد علی ۱۱۳ -
راؤ راجه ۱۷۷ ، ۱۷۸ -
رجب علی بیگ سرور ، مرزا
۳۳۵ (احوال) ۳۳۶ ، ۳۳۷
۳۳۸ -
رحمة للعالمین ۳۷۴ -
رحیم ۱۱۶ -
رحیم بخش ۲۵۴ -
رحیم بیگ ۳۵۷ ، ۳۶۵ ، ۳۷۳
۳۹۵ -
رستم ۱۱۵ ۳۳۷ ، ۳۳۹ -
رستم جنگ ۹۵ -
رسل کلارک ۳۰۴ -
رشید وطواط ۱۹ ، ۳۶ ، ۳۵۳ -
رشیدالدین ، صفا ۳۹۳ -
رضی الدین حکیم ۱۶۳ -
رفیع الدین شیرازی ۱۰۲ -
رمضانی ۳۰۱ -
رنجبز ۲۱۵ -
روبک ۲۸۵ -
رودکی ۱۹ ، ۱۱۸ ، ۱۱۹ -
روشن الدوله ۱۶۴ -

ز

زال ۹۴۴ -
زرنگش ۳۰۴ -
زلیخا ۴۲۹ -
زمرد شاه ۴۴۹ -
زیب النسا ۳۵۴ -
زینت محل - ۵ ۲ -
زین العابدین (عارف) ۱۶۲ -
زین العابدین (فوق) ۱۷۴ ، ۱۷۶

س

ساقی کوثر ۲۶۲ -
سام ۴۴۹ -
سالسبری ۱۷۷ -
سالک (قربان علی) ۲۵۲ -
سانڈرس چارلس) کمشنر ۱۹۹ -
(احوال) -
سحبان ۶ -
سدا سکھ ، منشی ۷۰ -
سراج الدین بادشاہ (دیکھو ظفر) -
سراج الدین ۱۱۲ ، ۳۲۶ -
سراج الذاکرین ۱۷۲ -
سراج الشعراء ۲۷۲ -
سرخوش ۵۵ ، ۱۱۱ ، ۱۱۲ -
سردار خان ۱۹۰ -
سرفراز حسین ، میر ۱۷۷ ، ۱۷۸
۱۷۹ ، ۱۸۳ ، ۱۹۱ ، ۱۹۵
۱۹۷ ، ۲۰۱ ، ۲۰۴ ، ۲۰۶
۲۰۸ ، ۲۱۱ ، ۲۱۲ ، ۲۱۶
۲۱۹ ، ۲۲۱ ، ۲۲۴ ، ۲۲۶
۲۳۰ ، ۲۳۲ ، ۲۳۴ ، ۲۳۵
۲۳۸ ، ۲۳۹ ، ۲۴۱ ، ۲۴۳
۲۴۸ ، ۲۵۲ ، ۲۵۴ ، ۲۵۵ -

سرفراز علی ۲۰۶ ، ۴۵۵ -
سرور (دیکھو رجب علی بیگ اور عبدالغفور) ۸ ، ۹ ، ۵۰ ، ۶۰
۷۱ ، ۸۴ ، ۱۲۳ ، ۱۲۴ -
سرمد ۴۳۱ -
سعادت ۳۸۵ -
سعادت خاں ۲۴۱ -
سعادت خاں ، نواب اودھ ۱۸
۳۷۹ -
سعادت علی منشی ۳۲۴ ، ۳۵۸
۳۵۹ ، ۳۷۳ ، ۳۸۵ -
سعدالدین خان ، شفق ۱۲۵ -
سعدی ۴۲ ، ۱۱۱ ، ۱۱۸ ، ۱۱۹
۱۳۲ ، ۲۹۷ ، ۲۹۸ ، ۳۲۲
۳۳۶ ، ۳۳۹ ، ۳۵۲ ، ۳۵۸
سکندر ۲۷ ، ۴۲۶ -
سلام ۸۰ -
سلطان حسن ۴۵۵ -
سلطان العلماء ۳۶ ، ۲۰۴ ، ۲۱۲
۲۴۸ ، ۲۶۵ -
سلطان محمود ۲۹۹ -
سلیم ۸۰ -
سلیمان شکوہ ۲۰۵ -
سلیمان ندوی ۵۳ -
سمیع ۱۱۶ -
سنائی ۱۱۸ -
سودا ، (محمد رفیع) ۸ ، ۱۲۰ -
سیاح ۳۲۵ ، ۴۳۰ -
سیدالانبیا ۳۷۸ -
سید حسین (سیدالعلماء) ۱۴۶ (حالات)
سید شاہ امیر ۷۷ -
سید عالم ۱۰۰ -
سید علی بلگرامی ۲۸۵ -
سید العلماء ۱۴۶ ، ۱۴۷ -
سید محمد (مجتہد العصر) ۱۴۶، ۲۶۵
سید محمد ۴۳۲ -
سید واسطی بلگرامی ۴۵۳ -
سیف الحق ۳۶۵ ،
سیمرغ ۴۴۹ -

ش

شاکر ۳۹۸ (دیکھو عبدالرزاق
شاکر علی ۴۵۵ -
شام پین ۲۸۷ -
شانی ۶ -
شاہ جہان ۱۱۱ ، ۳۶۸ -
شاہ عالم مارہروی ۴۲ ، ۶۴ ، ۶۶
۶۷ ، ۷۳ ، ۷۴ ، ۸۰ ، ۸۱
۹۲ ، ۹۴ ، ۹۹ ، ۱۰۸ ، ۱۰۹
۱۲۱ ، ۱۲۲ ، ۱۲۳ -
شاہ محمد (خلیفہ) ۱۲۶ ، ۲۸۷ .
شائق ، شاہ عالم ۶۴ -
شبلی ۴۲۵ -
شجاع الدولہ ، نواب ۳۷ ، ۲۶۵
۳۳۹ -

شداد ۴۴۹ -
شدیدالدین ۴۰ -
شرر (رحیم بیگ) ۳۵۷ -
شرف الدین علی ، یزدی ۳۷ -
شروانی ۳۶۱ -
شعبان بیگ ۱۸۵ -
شفائی ۱۱۹ -
شفیع احمد ۲۱۱ -
شفق ۱۲۵ ، ۱۳۳ ، ۱۳۷ ، ۱۶۷
شمس الدین فقیر ۱۱۲ (احوال)
شوکت ۳۹۰ -
شہاب الدین ۳۲۴ -
شہید (محمد باقر) ۱۸ -
شہید ، دیکھو غلام امام -
شیخ احمد ۷۸ -
شیخ امام بخش ، دیکھو ناسخ -
شیخ چلی ۲۵۶ -
شیدائے ہندی ۱۱۱ (احوال) ۱۱۲
۳۶۰ -
شیر خدا ۳۷۲ -
شیرازی ۳۶۱ -
شیفتہ ، مصطفیٰ خان ۲۸۰ ، ۳۳۷
۳۵۶ -
شیودھیان سنگھ ۱۹۱ -
شیو نرائن ، منشی ۳۲ ، ۱۹۴
۲۳۶ ، ۲۶۷ ، ۲۷۲ ، ۲۷۴
۲۷۶ ، ۲۷۹ ، ۲۸۳ ، ۲۸۶
۲۸۷ ، ۳۲۳ ، ۴۰۶ -
شمر ۵۷ -
شیطان ۸۲ -

ص

صاحب رام ۲۴۱ -
صاحب عالم ، مارہروی ۲ ، ۱۵
۲۳ ، ۲۷ ، ۳۲ ، ۳۳ ، ۳۶ ،
۴۴ ، ۴۵ ، ۵۶ ، ۶۲ ، ۶۴ ،
۶۵ ، ۷۳ ، ۷۶ ، ۸۶ ، ۹۲
۹۵ ، ۹۸ ، ۹۹ ، ۱۰۵ ، ۱۰۶
۱۱۰ ، ۱۱۷ ، ۱۱۸ ، ۲۶۰
۳۴۹ ، ۴۵۳ -
صالح (ملا) ۳۳۴ -
صائب ، مرزا ۹ ، ۴۵ ، ۱۱۵ ،
۱۱۹ ، ۱۳۳ ، ۱۵۲ ، ۳۳۰
۳۳۱ ، ۳۳۳ ، ۳۳۴ ، ۳۳۷
۳۵۴ -
صدرالدین ، (دیکھو آزردہ) ۴۲۰
صدرالدین ، خواجہ ۳۴۴ ، ۴۳۳
صدر الصدور ۲۹۰ -
صدیق حسن ۲۱۷ ، ۳۱۷ -
صفا رشیدالدین ۳۹۳ -
صفیر دیکھو فرزند احمد -
صلاح الدین صفدی ۵۳ -
صوفی منیری ۱۳۵ -
صہبائی ۶۸ ، ۱۳۱ ، ۳۳۳ ، ۳۹۵ -

ض

ضار منکوس ۴۵۰ -

ضمیری ۶ -
ضیاءالدین خاں نیّر ۲۷ ، ۷۷ ، ۱۶۹ ، ۱۷۰ ، ۱۷۳ ، ۱۸۴ ، ۲۶۳ ، ۲۷۸ ، ۳۲۴ ، ۳۲۹ ، ۳۳۵ ، ۴۲۰ -
ضیغم ۳۱۷ -

ط

طالب آملی ۹ ، ۲۳۶ ، ۲۶۴ ، ۳۱۱ ، ۳۱۷ ، ۴۰۵ -
طالب علی خاں ۴۰ -
طالع یار خاں ۱۶۳ -
طاہر وحید ۳۷ -

ظ

ظفر ، سراج الدین ، بہادر شاہ ۶۸ ، ۱۶۳ ، ۴۴۳ -
ظہورالدین ۱۶۶ ، ۱۶۷ -
ظہوری ۴ (تعارف) ۷ ، ۱۶ ، ۳۸ ، ۳۹ ، ۴۵ ، ۱۰۱ ، ۱۰۲ ، ۱۰۳ ، ۱۱۹ -
ظہیرالدین ۳۲۰ ، ۳۲۱ -

ع

علی بن ابی طالبؑ ۴۸ ، ۲۰۱ ، ۲۰۴ ، ۲۳۷ ، ۲۵۴ -
عابدی ، وزیر الحسن ۴۲۸ -
عادل شاہی ۴ -
عارف علی شاہ خراسانی ۳۳۷ ، ۳۳۹ -
عارف ، زین العابدین خاں ۱۶۲ ، ۱۷۷ ، ۱۸۰ ، ۱۸۳ -
عالم بیگ خاں ۲۵۰ -
عالم گیر ۲۸۷ -
عباس بیگ ، مرزا ۱۶ (تعارف)
عباس شاہ ، میرزا ۲۰۵ -
عبدالجمیل ، دیکھو جنون -
عبدالحکیم ۴۶۲ -
عبدالرحمان ، دیکھو جامی
عبدالرحیم (حکیم) ۴۴ -
عبدالرزاق ۳۹ (احوال) ۵۲ ، ۵۶ -
عبدالرزاق ، شاکر ۳۸۰ (تعارف) ۳۸۲ ، ۳۸۸ ، ۴۴۰ ، ۴۴۲ -
عبدالرشید ۳۶۲ (تعارف) -
عبدالستار ۷۰ ، ۷۴ ، ۱۹۰ ، ۲۳۱ ، ۲۸۶ ، ۲۸۸ ، ۴۰۳ -
عبدالعزیز ، میر ۹۹ -
عبدالغفور ، سرور ۲ ، ۸ ، ۱۲ ، ۳۵ ، ۳۶ ، ۵۲ ، ۵۷ ، ۶۶ ، ۶۷ ، ۷۱ ، ۷۳ ، ۷۴ ، ۷۵ ، ۷۸ ، ۷۹ ، ۹۲ ، ۹۳ ، ۹۵ ، ۱۰۰ ، ۱۲۱ ، ۱۹۵ ، ۲۰۱ ، ۲۰۹ ، ۳۱۶ ، ۳۴۹ ، ۳۵۲ ، ۴۰۴ ، ۴۳۰ -
عبدالغفور خاں نساخ ۳۱۶ ، ۳۱۷
عبدالغنی ۴۰ -

عبدالقادر ، بدایونی ۱۱۲ -
عبدالقادر بیدل ۹۷ ، ۱۱۸ ، ۱۲۹ ،
۱۳۲ -
عبدالقادر ، رام پوری ۲۴ -
عبدالکریم ۳۲۳ ، ۳۸۵ -
عبداللطیف ۲۶۷ -
عبداللہ بیگ خاں ۱۹۵ -
عبدالواسع ، ہانسوی ۵۲ ، ۵۳ ،
۵۶ ، ۵۷ ، ۳۳۹ ، ۳۵۲ -
عبدالودود ۴۷ ، ۲۸۵ ، ۳۵۲ -
عبدالوہاب ۲۹۹ -
عذرا ۶ -
عرشی ۳۰ ، ۴۰ ، ۷۴ ، ۹۰ ، ۱۱۲ ،
۱۲۴ ، ۱۳۵ ، ۲۶۰ ، ۳۹۰ ،
۴۰۰ -
عرفی ۲ ، ۷ ، (حالات ، حاشیہ) ۱۳ ،
۲۲ ، ۳۲ ، ۴۵ ، ۱۱۱ ، ۳۶۱ ،
۳۶۶ ، ۳۶۷ -
عزازیل ۸۲ -
عزت (دیکھیے غیاث الدین) ۵۰ -
عزیزالدین ۱۵۵ ، ۱۹۴ (احوال)
عمس المحققین ۳۷۸ -
عسکری محمد دیکھو محمد عسکری
۲۳ -
عسکری ، مولانا ۱۳۲ -
عضدالدولہ ۷۸ ، ۳۶۳ -
عطا حسین شیخ ۳۵ ، ۳۶ -
(حاشیہ حالات) ۵۹ ، ۶۲ ، ۶۴ ،
۷۰ ، ۷۱ ، ۸۰ ، ۸۴ -

عطا حسین تحسین ۲۳۶ -
عطاء اللہ بخاری ۱۶۳ -
عطارد ۱۰۲ -
عظیم الدین احمد ۲۳۶ -
عقرب ۱۵۳ -
علاءالدین (علائی) ۱۸۴ ، ۱۸۵ ،
۲۲۳ -
علی بہادر ۱۲۶ ، ۱۲۷ -
علی بن اسحاق ۸۵ -
علی اصغر ، حکمت ۶ -
علی بخش خاں ۲۱۵ ، ۳۹۵ -
علی بخش مرزا
علی عادل شاہ ۱۰۲ -
عمرو عیار (خواجہ) ۴۵۰ -
عنصری ۱۹ -
عیسیٰ ۳۹۰ ، ۴۵۸ -
عیشی ۴۰ (حاشیہ احوال) -

غ

غازی الدین حیدر ، نواب اودھ
۲۹ ، ۱۱۳ -
غالب ۲ ، ۳ ، ۵ ، ۶ ، ۹ ، ۱۰ ،
۱۵ ، ۱۶ ، ۲۷ ، ۳۲ ، ۳۶ ، ۳۱ ،
۴۵ ، ۴۶ ، ۵۸ ، ۶۰ ، ۶۵ ، ۷۰ ،
۷۱ ، ۸۳ ، ۹۴ ، ۱۰۱ ، ۱۰۷ ،
۱۱۱ ، ۱۱۳ ، ۱۱۴ ، ۱۱۸

۱۳۴ ، ۱۳۷ ، ۱۳۸ ، ۱۴۱
۱۴۶ ، ۱۴۸ ، ۱۴۹ ، ۱۵۰
۱۶۲ ، ۱۶۶ ، ۱۶۹ ، ۱۷۲
۱۷۷ ، ۱۷۸ ، ۱۸۰ ، ۱۸۴
۱۸۷ ، ۱۸۸ ، ۱۸۹ ، ۱۹۰
۱۹۱ ، ۱۹۵ ، ۲۱۷ ، ۲۳۵
۲۳۶ ، ۲۳۸ ، ۲۳۹ ، ۲۴۳
۲۴۵ ، ۲۵۸ ، ۲۶۲ ، ۲۶۷
۲۷۸ ، ۲۸۳ ، ۲۸۴ ، ۲۸۸
۲۸۹ ، ۲۹۲ ، ۳۰۲ ، ۳۰۴
۳۱۰ ، ۳۱۸ ، ۳۱۹ ، ۳۳۱
۳۳۷ ، ۳۴۳ ، ۳۴۹ ، ۳۵۵
۳۵۸ ، ۳۵۹ ، ۳۶۱ ، ۳۶۴
۳۷۵ ، ۳۷۶ ، ۳۸۰ ، ۳۹۷
۴۰۳ ، ۴۰۵ ، ۴۰۶ ، ۴۰۷
۴۰۹ ، ۴۱۰ ، ۴۱۱ ، ۴۱۲
۴۱۳ ، ۴۱۵ ، ۴۱۹ ، ۴۲۳
۴۲۸ ، ۴۲۹ ، ۴۳۹ ، ۴۴۱
۴۴۴ ، ۴۴۶ ، ۴۵۱ ، ۴۵۴
۴۵۸ ، ۴۶۰ -

غضنفر الدوله ۱۸۴ ، ۳۱۹ ، ۳۲۲ ، ۳۲۳ -
غلام اشرف ۱۹۲ -
غلام امام ، شہید ۳۲۵ ، ۳۲۷ ، ۳۲۸ -
غلام بسم‌الله ۴۵۵ -
غلام حسین خان ۱۹۰ ، ۲۱۵ -
غلام ربانی ۱۱۲ -
غلام رسول (چودھری) سرور ۳۵ ، ۵۹ ، ۷۰ ، ۷۱ ، ۸۴ -
غلام علی ، شیخ ۱۸۹ -
غلام غوث خان ، بے خبر ۲ (تعارف) ۱۹۷ ، ۲۰۸ ، ۳۰۳ ، ۳۲۲ ، ۳۲۶ ، ۳۳۵ ، ۳۴۲ ، ۳۸۰ ، ۳۸۱ ، ۴۲۳ ، ۴۳۲ ، ۴۳۵ ، ۴۴۰ -
غلام فخر الدین ۲۲۵ -
غلام مولا ، قلق ۴۵۶ ، ۴۶۱ ، ۴۶۲ -
غلام نبی ۱۸۹ -
غلام نجف ۷۸ ، ۳۳۰ ، ۴۱۹ ، ۴۲۰ -
غنیمت ۱۱۲ ، ۱۲۶ ، ۳۶۷ -
غوث الاعظم ۵۷ -
غیاث الدین ۱۸ ، ۵۰ ، ۵۱ ، ۵۲ ، ۵۶ ، ۵۷ ، ۴۰۵ -

ف

فارابی ۷ -
فائق ، کلب علی خان ۱۹۳ ، ۱۹۴ ، ۳۳۳ -
فتح الملک ۹۶ -
فتح الله بیگ ۴۲۰ -
فخر الدوله ، دلاور الملک ۹۵ -
فخر الدین سخن ۷۸ -
فخر الدین ۵۳ ، ۱۹۶ -

فخرو ، مرزا ۹۶ -
فرخ سیر ۳۶۳ -
فردوسی ۶ ، ۴۶ ، ۱۸ ، ۱۱۹ ، ۲۹۶ -
فرزند احمد ، صفیر ۴۵۲ -
فرشتہ (مورخ) ۱۰۲ -
فرعون ۴۴۹ -
فرخ (شراب) ۲۰۷ -
فریڈرک ، دیکھو اڈمنسٹن ۶۰ ، (تعارف) -
فضل احمد ، مولوی ۷۷ -
فضل امام ۳۷۶ -
فضل علی خان ، نواب ۲۴۳ ، ۲۹۳ -
فغانی ۶ ، ۱۱۹ -
فلر ، میجر ۵۱ -
فیروز بخت ۴۵۰ -
فیض علی خاں ۶۰ -
فیض محمد خان ، نواب ۲۳۳ -
فیضی ۶ ، ۱۱۱ ، ۳۶۱ -
فقیر ۱۱۲ -

ق

قاسم خاں (خواجہ ، جان) ۱۶۴ ، ۴۶۰ -
قاسم علی خاں ، میر ۳۸۰ ، ۳۸۲ ، ۳۸۴ ، ۳۹۵ ، ۳۹۸ -
قائم ۱۲۱ -
قبول محمد ۳۹ -
قتیل ۱۸ (حاشیہ احوال) ۲۷ ، ۳۵ ، ۳۷ ، ۴۰ ، ۴۲ ، ۴۵ ، ۵۰ ، ۵۶ ، ۵۷ ، ۱۱۲ ، ۱۱۳ ، ۱۱۴ ، ۱۲۶ ، ۲۰۴ ، ۳۳۶ ، ۴۰۵ -
قدر بلگرامی ۳۴۸ -
قدسی (حاجی محمد جان) ۱۱۹ ، ۱۲۳ ، ۳۵۴ ، ۳۶۰ ، ۳۶۱ -
قربان علی بیگ ، سالک ۲۱۱ ، ۲۵۲ -
قربان علی میر ۱۹۲ -
قسطاس (حکیم) ۱۵۰ -
قطب الدین سوداگر ۶۶ ، ۷۴ -
قطب الدین شیرازی ۵۳ -
قطب شاہ ۳۶۳ -
قطب الملک ۲۴۳ -
قلق (امجد علی دیکھو) نیز غلام مولا قلق -
قمر الدین ۱۱۲ ، ۱۸۹ ، ۲۸۰ ، ۲۸۱ ، ۴۳۵ -
قیس بن مولع ۲۹۶ -
قیصر ، مرزا ۲۰۵ -
قیصر شکوہ ۲۰۵ -

ک

کالے صاحب ، میاں ۱۶۳ ، ۱۶۴ ، ۴۲۰ -
فخر الفضلا ۳۷۶ -

کامران ۱۴۴ -
کرم حسین ، بلگرامی ۴۲ ، ۲۸۵
(احوال) -
کریم ۱۱۵ -
کریم قلی ۳۸۳ -
کشن لال ، دیوان ۲۱۵ -
کفایت خاں ۱۴۴ -
کف الخضیب ۸۶ -
کلب حسین خاں ، نادر ۳۵۳ ،
۳۵۴ -
کلب علی خاں ۴۲۴ ، ۴۵۳ -
کلو (داروغہ) ۱۶۲ ، ۲۰۳ ، ۲۱۰
۲۳۴ -
کلو خواص ۱۶۳ -
کلیان ۱۸۳ ، ۲۰۳ ، ۲۱۲ ،
۲۴۵ -
کلم ۴۵ ، ۱۰۲ ، ۱۱۵ ، ۱۱۶ ،
۱۱۹ ، ۱۳۳ -
کولبرک ۹۶ -
کیخسرو ۲۲۹ -
کیمسن ۴۳۱ -
کیننگ ، لارڈ ۱۵۴ ، ۲۰۰ ،
۲۴۲ ، ۲۴۶ ، ۲۷۳ ، ۳۱۵ -

گ

گوبند پرشاد ، لالہ ۹۳ -
گھی ۹۲ -
گیہوں ۹۲ -

ل

لارنس ، لارڈ ۳۱۵ -
لسان الغیب ۲۳۶ -
لطف اللہ کشمیری ۱۹۰ -
لیکور (شراب) ۲۱۳ -
لکھمی ۴۲۰ -
لیلیٰ ۲۹۶ -
لیک ، لارڈ ۹۵ -

م

مادھو رام ۱۲۶ -
ماش کی دال ۹۲ -
مالک رام ۶۲ ، ۱۵۴ ، ۱۷۲ ،
۱۸۵ ، ۱۹۹ ، ۳۹۰ -
مانی ۶۴۴ -
مبارک علی ۶۱ ، ۱۳۶ ، ۱۳۸ ،
۱۸۰ ، ۱۸۶ ، ۳۴۸ -
متا جمعدار ۲۱۵ -
متکاف ۴۳۳ -
مجتبیٰ ۴۷۳ -
مجتہدالعصر ۴۰۲ ، ۲۳۰ ، ۲۳۷ ،
۲۳۸ ، ۲۴۳ ، ۲۴۵ ، ۲۴۸ ،
۲۴۹ ، ۲۵۲ ، ۲۶۵ -
مجنوں د ، ۲۹۶ -
محسن الدین د ۱۰۵ -
محقق طوسی ، دیکھو خواجہ
نصیرالدین -
محمد مصطفیٰ ۲۵۵ -

محمد و آل محمد ۲۷۴ -
محمد ، سید ، دیکھو عرفی ۷ -
محمد اسحاق ، سورتی ۳۹ -
محمد اسد اللہ غالب ٦ -
محمد اکرم ۱۱۲ ، ۳٦۷ -
محمد امیر ۹۳ -
محمد باقر ، شہید اصفہانی ۱۸ -
محمد باقر ، مولوی ، دہلوی ٦۸ ، ۸۸ -
محمد بخش ۱۲۹ ، ۱٦۳ ، ۳۵۷ -
محمد بن عبدالوہاب قزوینی ۵۳ -
محمد حارثی بدخشی ۳٦۳ -
محمد حبیب اللہ ، مدراسی ۳۲۸ -
محمد حسن ، مرزا ۱۸ -
محمد حسین تبریزی دکنی ۴۵ (تعارف) ۵۷ ، ۳۵۸ -
محمد بن حسن ، دیکھو خواجہ نصیرالدین -
محمد سعید اشرف ۴۳۳ -
محمد شاہ قاچار ۳۳۹ -
محمد شاکر کتبی ۵۳ -
محمد شاہی ۲۳۲ -
محمد صادق ، اختر ، قاضی ۱۱۳ -
محمد عباس ، مفتی ۱۵٦ ۴۲۱ -
محمد عتیق ۷۰ -
محمد عسکری مرزا ۲۸ ، ۳۵۳ ، ۳۵٦ -
محمد عظیم ۱۹٦ -
محمد علی رائج ۱۱۳ -
محمد علی ، مرزا ، دیکھو صائب -
محمد علی خاں ، نواب ۲۱ ، ۲۹۹ -
محمد فاخر مکین ۱۱۲ ، ۳۳۹ -
محمد فضل حق ، امیرالدولہ ۳۷٦ -
محمد لعل ۱۱۳ -
محمد ممتاز علی خاں ، دیکھو ممتاز -
محمد میر ۲۴۹ -
محمد نصیر ، سید ۲۲۴ -
محمد وزیر بیگ (مرزا مینڈھو) ۱۸۴ -
محمد یوسف خاں ۱٦۳ -
محمود غزنوی ۲۹۹ -
محمود شیرانی ۵۳ -
محمود ۳٦۹ -
محمود علی میر ۱۷۷ -
محی ، عبدالحکیم احمد ۳٦۲ -
محی الدین زور ۱۰۲ -
مختار الدین آرزو ۱۲۰ ، ۴۲۳ -
مختارالملک ۳۲۸ -
مخدوم جہانیاں گرد ۱۲۲ -
مرتضی علی علیہ السلام ۲٦۲ -
مرتضی حسین ۱۲۰ ، ۳۹۳ -
مردان علی خاں رعنا ۳۵۵ ، ۳۵٦
مرزا حاجی ۱۳۴ ، ۴۴۸ -
مرزا عباس بیگ ۱٦ -
مرزا عباس شاہ ۲۰۵ -
مرزا گوہر ۱۹۲ -

مرزا مظہر ۲۹۸ -
مرفی صاحب ٦٦ -
مسعود حسین ادیب ۵۳ ، ۲۹۹
۴۴۸ ، ۴۵۳ -
مسیح الدین ۴۰ -
مسیلمۂ کذاب ۳۷۷ -
مشتری ۱۰۲ -
مصاحب خاں ۱۹۰ -
مصحفی ۱۸ -
مصطفیٰ خاں ، حسرتی ۲۸ ، ۲۱۷
(احوال) ۲۱۸ ، ۲۴۲ ، ۳۳۳
۳۳۴ ، ۴۳۰ -
مظہر علی ۲۰۳ ، ۲۰٦ ، ۲۱۰
۳۱۱ -
معزالدین ۴۵۰ -
مغل جان ۲۹۰ ، ۲۹۳ -
مغل علی خاں ۱٦۳ ، ۱٦۴ -
مفتی محمد عباس ۱۵٦ ، ۴۲۱ -
مفتی جی ۷۸ -
مقبول عالم ۹۸ -
مکرم حسین ، میر ۲۵۸ -
مکلوڈ ، دیکھو ڈانل -
مکین ، مرزا فاخر ۱۱۲ ، ۳۳۹
ملک قمی ۱۰۲ -
ملکۂ معظمہ وکٹوریہ ٦۹ ، ۸۱
۱۵۴ ، ۱۷۳ ، ۱۸۳ ، ۲۷۱
۳۰۴ -
ملکہ نوبہار ۴۵۰ -
ممتاز علی خاں ، محمد ۱ ، ۹ ، ۱۰۹
۱۲۲ ، ۱۲۴ ، ۲۳٦ ، ۳۱۵
۳۱٦ ، ۳۲۳ ، ۳۴۲ ، ۳۴۳ ،
۳۴۹ ، ۴۳۰ ، ۴۳۸ ، ۴۵٦ ،
۴۵۹ ، ۴٦۲ ، ۴٦۳ -
ممتاز ، دیکھو احسان اللہ -
ممنون ۱۹۰ -
منا جان ۲۹۸ -
من پھول سنگھ ۳۴٦
منت ۱۱۲ -
منٹگمری ، رابرٹ ۳۴۵ -
منصور ۳۸۳ ، ۴۲۵ -
موتمن الدولہ ، اسحاق خاں
۴۵۰ -
موتمن الدولہ ابوالفضل ۳٦۱ -
موتی لال ۲۵۸ -
موسیٰ ۴۲۴ -
مولانا حقیر ، دیکھو نبی بخش -
مولوی معنوی ۳۵۱ ، ۴۵۳ -
مومن علی خاں ۲۱۷ -
مومن خاں ۱۲۱ ، ۱۸۹ (تعارف)
۲۱۷ ، ۳۳۳ -
میاں داد خاں ، سیاح ۳٦۴ -
مہدی حسن ناصری ۱۱۱ -
مہدی حسین خاں ۱۲۹ -
مہر ، دیکھو حاتم علی ، ۲۹۰ -
مہر ، غلام رسول ۲۳ ، ۵۲ ، ٦۰
٦۳ ، ٦۴ ، ۷۳ ، ۸٦ ، ۱۰۹

۱۵۰ ، ۱۵۱ ، ۱۵۵ ، ۱۷۷
۱۸۳ ، ۱۹۳ ، ۲۰۲ ، ۲۰۴
۲۰۷ ، ۲۱۱ ، ۲۶۱ ، ۲۶۹
۲۷۵ ، ۲۷۷ ، ۳۰۷ ، ۳۱۱
۳۳۶ ، ۳۳۷ ، ۳۵۶ ، ۴۱۲
۴۱۸ ، ۴۱۹ ، ۴۲۴ -

مہیش پرشاد ۶۹ ، ۱۲۵ ، ۱۲۸
۱۳۰ ، ۱۳۱ ، ۱۳۳ ، ۱۳۴ ،
۱۳۵ ، ۱۳۶ ، ۱۳۸ ، ۱۳۹
۱۴۲ ، ۱۴۳ ، ۱۴۴ ، ۱۴۵
۱۴۷ ، ۱۴۹ ، ۱۵۱ ، ۱۵۵
۱۵۸ ، ۱۵۹ ، ۱۶۱ ، ۱۶۲
۱۶۴ ، ۱۶۵ ، ۱۶۶ ، ۱۶۸
۱۷۰ ، ۱۷۳ ، ۱۷۸ ، ۱۸۹
۱۸۱ ، ۱۸۲ ، ۱۸۳ ، ۱۸۵
۱۸۶ ، ۱۹۰ ، ۱۹۴ ، ۱۹۵
۱۹۸ ، ۲۰۰ ، ۲۰۲ ، ۲۰۴
۲۰۵ ، ۲۰۶ ، ۲۰۹ ، ۲۱۰
۲۱۱ ، ۲۱۳ ، ۲۱۵ ، ۲۱۷
۲۱۹ ، ۲۲۸ ، ۲۳۰ ، ۲۳۱
۲۳۲ ، ۲۳۴ ، ۲۳۵ ، ۲۳۸
۲۳۹ ، ۲۴۰ ، ۲۴۱ ، ۲۴۲
۲۴۳ ، ۲۴۴ ، ۲۴۷ ، ۲۴۸
۲۵۰ ، ۲۵۱ ، ۲۵۲ ، ۲۵۳
۲۵۴ ، ۲۵۵ ، ۲۵۶ ، ۲۵۷
۲۵۸ ، ۲۵۹ ، ۲۶۰ ، ۲۶۱
۲۶۳ ، ۲۶۴ ، ۲۶۶ ، ۲۶۸
۲۶۹ ، ۲۷۵ ، ۲۷۹ ، ۲۸۰
۲۸۱ ، ۲۸۲ ، ۲۸۳ ، ۲۸۹
۲۹۱ ، ۲۹۲ ، ۲۹۴ ، ۲۹۵
۳۰۰ ، ۳۰۱ ، ۳۴۱ ، ۳۴۸
۳۹۸ ، ۳۹۹ ، ۴۰۰ ، ۴۰۲
۴۰۳ ، ۴۰۴ ، ۴۰۶ ، ۴۰۷
۴۰۹ ، ۴۱۰ ، ۴۱۱ ، ۴۱۲
۴۱۳ ، ۴۱۴ ، ۴۱۵ ، ۴۱۶
۴۱۸ ، ۴۱۹ ، ۴۳۸ ، ۳۵۳ -

میر ابن حسن ۱۵ (حاشیہ - حالات)
میر امن ۸ -
میر بادشاہ ۵۶ -
میر تقی میر ۸ ، ۱۲۰ ، ۲۲۳ ،
۲۵۱ -
میر تقی (ندیم) ۴۵۰ -
میر حسین بن علی -
میر چھوٹم ۱۶۳ -
میر خیراتی ۲۰۴ -
میر درد ، خواجہ ۲۲۲ -
میرزا عباس ۱۵ -
میر مہدی مجروح ۵۲ ، ۱۵۰ ،
۱۵۱ ، ۱۶۱ ، ۱۷۶ ، ۱۷۷
۱۷۹ ، ۱۸۰ ، ۱۸۱ ، ۱۸۲
۱۸۷ ، ۱۹۱ ، ۱۹۲ ، ۱۹۳
۱۹۶ ، ۱۹۷ ، ۱۹۸ ، ۲۰۰
۱۱۲ ، ۱۲۸ ، ۱۳۰ ، ۱۳۱ ،

۲۰۶، ۲۰۹، ۲۱۱، ۲۱۲
۲۱۴، ۲۲۰، ۲۲۲، ۲۲۵
۲۳۱، ۲۳۹، ۲۴۴، ۲۵۱
۲۵۳، ۲۵۶، ۲۹۵، ۳۴۲
میرن صاحب ۱۳۶، ۱۷۸، ۱۸۰
۱۸۱، ۱۸۲، ۱۹۲، ۱۹۳
۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸
۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۶
۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۱، ۲۱۲
۲۱۶، ۲۱۹، ۲۲۱، ۲۲۳
۲۳۱، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۹
۲۴۱، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۷
۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۲
۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷
میکش ۲۲۲ -
میور (دیکھو ولیم) ۳۰۴، ۳۰۵
۳۱۲، ۴۶۲ -

ن

نادان، محمد بخش ۳۵۷ -
نادر حسین، منشی ۱۲۹، ۱۳۱
۱۳۶، ۱۴۰، ۱۴۵، ۱۵۱
۱۶۶، ۱۶۸ -
نادر، کلب حسین ۳۵۴، ۴۵۴ -
ناسخ ۱۲۱، ۳۱۷، ۳۴۱ (تعارف)
۳۱۷، ۴۵۳ -
ناظر علی ۱۱۲، ۱۱۸ -
ناظر حسن، ڈاکٹر ۱۷۷، ۲۳۷ -
ناظر حسین مرزا ۶۹، ۱۷۳ -
ناظم، یوسف علی خان ۳۴۴ -
نبی بخش حقیر، منشی ۱۶، ۲۴
۳۱، ۹۷، ۹۸، ۱۲۷، ۱۷۳
۲۶۷، ۲۶۹، ۲۷۲، ۲۷۳
۲۷۴، ۲۷۶، ۳۸۰ -
نبی بخش خان ۴۲۰ -
نجم الدولہ ۱، ۶، ۴۴۵، ۴۴۶ -
نجم الدین حیدر ۳۲۰ -
نجف علی، مولوی ۳۲۴، ۳۶۴
۳۸۵ -
نجف علی خان جنون ۱۷۲ -
نجم الغنی ۱۸۵ -
نذیر احمد، ڈاکٹر ۱۰۱ -
نرائن داس ۳۶۹ -
نساخ ۱۸، ۳۱۹ -
نسیم ۸۰ -
نصراللہ بیگ خان ۹۵ -
نصراللہ خان، حکیم ۴۰۹ -
نصیر جان ۲۲۴ -
نصیر خان ۲۲۴ -
نصیرالدین ۱۲۳، ۱۷۹، ۱۹۲
۱۹۶، ۲۰۱، ۲۰۶، ۲۰۹
۲۱۱، ۲۱۳، ۲۱۶، ۲۱۹
۲۲۱، ۲۳۳، ۲۳۸، ۲۴۱
۲۴۳، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸
۲۵۴ -

نصیرالدین طوسی ، دیکھو خواجہ نصیرالدین -
نصیرالدین حیدر ، شاہ ۲۸۵ -
نظام جنگ ۱۰۱ -
نظام الدین ۱۳۵ ، ۱۶۳ ، ۱۶۴ ، ۴۳۳ -
نظام الدین گنجوی ۶ -
نظام الدین ، ممنون ۱۸۹ -
نظامی ۴ ، ۶ (تعارف) ۲۸ ، ۳۰ ، ۳۸ ، ۴۶ ، ۴۷ ، ۴۸ ، ۱۱۱ ، ۳۳۶ ، ۳۳۹ ، ۴۲۷ ، ۴۳۷ ، ۴۵۱ ، ۴۶۰ -
نظیری ۲ ، ۴ ، ۶ ، ۷ ، ۴۵ ، ۱۱۰ ، ۱۱۹ ، ۲۳۶ ، ۳۱۱ ، ۴۰۵ -
نعمت خان ، عالی ۵۴ ، ۳۳۰ ، ۳۳۱ ، ۳۵۴ ، ۴۴۰ -
نعمت علی ، عظیم آبادی ۲۴ -
نواب جان ۳۰۷ ، ۴۴۴ -
نواب جان ۳۰۷ -
نوبہار ، ملکہ ۵۴۰ -
نوائی ۶ -
نورالدین ، ملا ۴ (حالات) ۱۰۲ -
نورالدین ، جامی ۶ (تعارف)
نوعی ۱۱۹ -
نول کشور ، منشی ۷ ، ۹ ، ۱۰۳ ، ۳۵۶ ، ۴۵۹ ، ۴۶۱ -
نمرود ۹۴۴ -
نیر ، دیکھو ضیاءالدین خاں -

و

واجد علی شاہ ، بادشاہ ۹۶ ، ۴۴۵
وارستہ ، سیالکوٹی ۱۱۳ -
واقف لاھوری ۱۸ ، ۵۷ ، ۱۱۲ ، ۱۱۸ ، ۳۳۶ -
وامق ۶ -
وحشت ۸۰ ، ۳۱۷ -
وزیرالدولہ ، والی ٹونک ۲۱ (حالات) ۲۲ ، ۱۶۳ -
وزیر علی خاں (نواب اودھ) ۳۷ -
وزیر علی خاں ، میر ۶۶ ، ۷۴ ، ۹۴ -
وسیم الدین ۱۶۶ ، ۱۶۷ -
وطواط ۱۹ ، ۳۷ -
ولایت علی ۲۰۵ -
ولیم میور ۳۰۴ ، ۳۰۵ ، ۳۱۲ -
ولیم ہاپکنس ۷۰ -
ولی النساء بیگم ۱۸۴ -

ھ

ھاشمی ۱۳۲ ، ۱۶۹ -
ھدایت علی ، تمکین ، مولوی ۱۱۵ -
ھرگوپال نرائن ، تفتہ ۵۷ -
ھلالی ۱۱۹ -
ھمایون ۱۰۴ -

ہوشنگ ۲۲۹ -
ہیبت جنگ ۴۵۳ -

ی

یعقوب ۱۹۱ ، ۳۶۶ -
یکتا ، احمد علی ۱۱۲ -
یوسف ۶۴ ، ۸۰ ، ۴۲۹ ، ۴۵۳
۴۵۴ -
یوسف علی خاں ، عزیز ۱۷۲
(تعارف) ۱۹۱ ، ۱۹۳ ، ۲۳۵
۲۹۳ ، ۲۹۶ ، ۲۹۸ ، ۳۰۰ -
یوسف علی خاں ، نواب ۲۱۷
۳۴۴ ، ۳۹۲ -
یوسف علی ، مولوی ۳۴۰ -
یوسف مرزا ۶۹ ، ۱۹۱ ، ۲۰۶
۲۲۳ ، ۲۲۴ -
یوسف ہند ۲۴۳ ، ۲۵۴ -
یزید ۵۷ -

فہرست اماکن

الف

اجمیر ۴۰ ، ۱۸۹ -
اردو بازار ۹۱ ، ۲۰۴ ، ۲۴۱ -
اصفہان ۴۵ -
افضل المطابع مجدی ۵۴۴ -
اکبر آباد ۲۶۳ ، ۲۶۴ ، ۲۷۱
۲۹۲ ، ۳۲۸ ، ۳۳۰ ، ۴۳۱ -
اکمل المطابع ۷۲ ، ۴۳۲ ، ۴۴۲
۴۴۸ -
آگرہ ۳۲ ، ۱۷۷ ، ۱۹۴ ، ۲۲۷
۲۲۸ ، ۲۶۳ ، ۲۶۴ ، ۲۷۱
۲۷۳ ، ۲۸۷ ، ۲۹۹ ، ۳۰۵
۳۶۳ ، ۳۸۰ ، ۳۸۳ -
الور ۱۷۷ ، ۱۹۱ ، ۱۹۲ ، ۱۹۵
۲۲۶ ، ۲۳۷ ، ۲۴۱ ، ۲۵۱ -
الہ آباد ۱۹۴ ، ۲۰۵ ، ۳۱۲ ،
۳۲۷ ، ۳۴۲ ، ۳۸۰ ، ۳۸۳
۴۳۲ -
امرتسر ۲۱۶ -
امیٹھی ۳۲۸ -
انبالہ ۳۴۸ -
اندور ۱۵۰ ، ۲۲۷ ، ۲۷۷ -
انڈمان ۳۷۶ -
انصاریوں کا محلہ ۲۲۰ -
انگلستان ۳۲ ، ۱۵۴ ، ۱۷۳ ، ۱۸۳
۲۷۱ ، ۲۷۲ ، ۳۰۴ ، ۴۲۰ -
انگلینڈ ۱۷۷ ، ۱۹۹ -
انوار احمدی پریس ۲۳۰ ، ۲۴۴ -
اودھ ۳۷ ، ۹۶ ، ۱۱۳ ، ۱۵۷
۱۵۹ ، ۱۸۴ ، ۲۹۳ -
ایران ۶ ، ۳۷ ، ۴۵ ، ۸۵ ، ۸۷
۱۷۶ ، ۳۳۵ -
ایشیاٹک سوسائٹی ۲۸۵ -

ب

باغبت ۱۸ -
باندہ ۱۲۶ -
بدایوں ۴۱۹ -
بدرالدجیٰ پریس ۴۳۲ -
بٹالہ ۱۸ -
برست ۲۰۷ ، ۲۹۳ -
بریلی ۳۹۸ ، ۴۱۸ ، ۴۱۹ ، ۴۳۰
۴۵۵ -
بصرہ ۲۹۶ -
بلاقی بیگم کا کوچہ ۲۴۳ -
بلب گڑھ ۲۴۲ -
بلگرام ۱۶ ، ۶۷ -

بلند شہر ۲۵۸ -
بلی ماروں (محلہ) ۱۷۱ ، ۲۰۵ ، ۲۱۱ ، ۲۴۲ -
بمبئی ۲۱ ، ۳۲ ، ۱۶۳ ، ۳۲۸ -
بنارس ۲ ، ۱۶۳ ، ۱۷۳ ، ۲۶۴ ، ۴۴۸ -
بنگالہ ۳۵۵ -
بوندیل کھنڈ ۱۲۷ -
بہاول پور ۱۶۴ -
بہادر گڑھ ۲۴۲ -
بھوپال ۱۶۳ -
بیگم کا باغ ۲۰۵ -

پ

پاک ، پاکستان ۴ ، ۶ -
پانی پت ۱۸۳ ، ۱۹۰ ، ۱۹۵ ، ۲۲۰ ، ۲۲۵ ، ۲۲۶ ، ۲۳۵ ، ۲۴۶ ، ۲۴۷ ، ۲۹۳ -
پنجاب ۴۴ ، ۵۸ ، ۶۱ ، ۸۱ ، ۸۲ ، ۱۹۹ ، ۲۲۰ ، ۲۲۱ ، ۲۷۱ ، ۲۹۵ ، ۳۰۳ ، ۳۴۲ ، ۳۴۴ ، ۳۴۵ -
پنجابی کٹرہ ۲۴۰ -

ت

ترکستان ۱۳۴ -
تہران ۱۳۶ -

ٹ

ٹونک ۲۰ ، ۱۶۳ -
ٹھٹھ ۳۶۲ -

ج

جالندھر ۱۹۹ -
جامع مسجد ۲۴۲ ، ۲۴۳ -
جاں نثار کا چھتہ ۲۴۳ -
جزیرہ ۱۶۷ -
جمنا ۱۴۸ ، ۱۷۰ ، ۲۴۲ -
جنوبی ہند ۷۵ -
جون پور ۳۸۳ -
جہانگیر آباد ۲۱۷ -
جھجھر ۲۳۳ ، ۲۴۲ -
جھرکہ ۹۵ -
جے پور ۲۲۸ -

چ

چاندنی چوک ۷۴ ، ۲۰۵ ، ۲۴۲
چنچل گوڑہ ۳۲۸ -

ح

حصار ۲۴۲ -
حیدر آباد ۱۶۴ ، ۳۲۸ -

خ

خانم چند کا کوچہ ۲۴۳ -
خانم کا بازار ۹۱ -
خاص بازار ۹۱ -
خفچاق (دشت) ۱۳۴ -
خیرات علی کی حویلی ۲۱۱ -

د

دریاے شور ۱۶۷ -

دریبہ ۲۴۴ ، ۳۲۰ -

دکھن (دکن) ۷۵ ، ۹۸ ، ۳۲۸ -

دوجانہ ۲۴۲ -

دہلی ۴۳ ، ۶۵ ، ۶۶ ، ۷۰ ، ۷۲ ، ۷۳ ، ۷۷ ، ۷۸ ، ۸۱ ، ۹۶ ، ۱۰۳ ، ۱۰۷ ، ۱۲۷ ، ۱۵۷ ، ۱۶۵ ، ۱۶۶ ، ۱۷۰ ، ۱۷۲ ، ۱۷۷ ، ۱۸۵ ، ۱۸۷ ، ۱۸۹ ، ۱۹۰ ، ۱۹۹ ، ۲۰۳ ، ۲۰۵ ، ۲۰۷ ، ۲۰۸ ، ۲۱۶ ، ۲۱۷ ، ۲۲۰ ، ۲۲۱ ، ۲۲۳ ، ۲۴۱ ، ۲۴۲ ، ۲۴۴ ، ۲۵۶ ، ۲۶۳ ، ۲۸۷ ، ۲۹۵ ، ۳۱۸ ، ۳۲۷ ، ۳۳۰ ، ۳۴۳ ، ۳۴۵ ، ۳۴۶ ، ۳۵۵ ، ۳۵۶ ، ۳۵۸ ، ۳۸۳ ، ۳۸۴ ، ۳۹۲ ، ۳۹۵ ، ۴۰۰ ، ۴۰۸ ، ۴۰۹ ، ۴۱۹ ، ۴۲۲ ، ۴۳۵ ، ۴۳۷ ، ۴۳۸ ، ۴۴۸ ، ۴۶۱ -

دھوبی واڑہ ۲۴۰ -

ڈ

ڈیرہ پور ۴۰۹ -

ر

راجپوتانہ ۴۵۸ -

راج گھاٹ ۲۴۰ -

رام پور ۱۸ ، ۶۵ ، ۹۰ ، ۹۱ ، ۱۲۶ ، ۱۲۷ ، ۱۷۹ ، ۱۸۰ ، ۱۸۶ ، ۲۲۳ ، ۲۵۶ ، ۲۵۷ ، ۳۴۴ ، ۳۴۵ ، ۳۵۵ ، ۳۹۲ ، ۳۹۶ ، ۴۰۰ ، ۴۰۵ ، ۴۰۷ ، ۴۰۸ ، ۴۱۷ ، ۴۱۸ ، ۴۱۹ ، ۴۲۴ ، ۴۲۵ ، ۴۳۰ ، ۴۳۳ ، ۴۳۵ ، ۴۳۷ ، ۴۳۸ -

رام جی داس کا گنج ۲۴۱ -

راولپنڈی ۲۰۶ -

رنگون ۲۰۵ -

رود نیل ۲۰۴ -

روم ۸۷ -

س

سپاٹو ۶۷

سردھنہ ۳۵۷ -

سرفراز بریس ۱۰۱ -

سعادت خان کا کٹرہ ۲۴۱ -

سکندر آباد ۲۵۸ -

سکندرہ راؤ ۶۳ -

سلطان جی ۲۴۲ -

سمرقند ۱۳۴ -

سندیلہ ۲۱۷ ، ۳۴۰ -

سورت ۳۲۸ -

ش

شاہ جہان آباد ۱۱۵ ، ۱۵۳ ، ۱۸۹ -

شمله ۱۷۱ -
شیراز ۳۵ -

ص

صاحب رام کا باغ ۲۳۱ -
صدر بازار ۲۰۳ -
صوبه آگره و اوده ٦۱ -

ط

طور ۳۲۳ -

ع

عالم بیگ کا کٹره -
عجم ۲۲۹ ، ۳۳۹ -
عرب ۵۵ ، ۲۲۹ -
عظیم آباد ۳۵۲ -
علی گڑھ ۱۷۲ ، ۲٦۷ ، ۳۸۰ -

ف

فتح پور سیکری ۱۱۱ ، ۳٦۰ -
فخر المطابع ۱۰۰ -
فرخ آباد ۱٦ ، ۲۹۲ -
فرخ نگر ۲۳۲ -
فرنگ ۸۷ -
فیروز پور جهرکه ۹۵ -

ق

قاری کا کنواں ۲۳۰ -
قاسم جان کی گلی ۲۵۰ ، ۳۲۰ -
قطب الدین کی حویلی ٦٦ ، ۳۷ -
قاعه ۲۳۲ -

ک

کابل ۱۳۲ -
کابلی دروازه ۲۳۰ -
کالپی ٦۵ ، ۱۱۳ ، ۱۲۷ ، ۱٦۳ ، ۴۳۰ -
کانپور ۴۰۹ -
کراچی ۲۳۴ -
کربلا ۱۳٦ ، ۲۳۱ -
کرنال ۲۳٦ ، ۲۳۷ -
کشمیری دروازه ۲۳۰ -
کشمیری بازار ۲٦۵ -
کشمیر ۱۱۱ ، ۱۳۲ ، ۳٦۳ -
کعبه معظمه ۳۷۵ -
کلکته ۳۱ ، ۵۱ ، ۷۰ ، ۹٦ ، ۱۹۹ ، ۲۰۵ ، ۲۱۲ ، ۲۱۳ ، ۲۱٦ ، ۲۷۱ ، ۲۸۳ ، ۳۰۳ ، ۳۱٦ ، ۳۲۲ ، ۳۲۸ ، ۳٦۲ ، ۴۴۱ ، ۴۴۵ ، ۴۴٦ -
کلکته دروازه (دهلی) ۳۳۰ -
کندرکی ۱۱۵ -
کوتوالی ۱٦۳ -
کوسی ، دریا ۱۷۹ -
کول ۱۲۷ -

گ

گنگا ، دریا ۱۳۸ -

گوالیار ۲٦۳ -
گورداسپور ۱۸ -
گورکھپور ۳۸۰ ، ۴۳۰ ، ۴۳۸ -

ل

لال ڈگی ۲۴۰ -
لال کنواں ۴۲۰ -
لاهور ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۸۹، ۳٦۱ ، ۳٦۷ ، ۴۲۰ -
لاهوری دروازه ۲۰۳ ، ۲۱۸ -
لکهنو ۱۳ ، ۱٦ ، ۱۸ ، ۲۲ ، ۳۹ ، ۵۳ ، ۱۰۱ ، ۱۱۳ ، ۱۴٦ ، ۱۵۹ ، ۱٦٦ ، ۱۸۸ ، ۱۹۱ ، ۲۰۷ ، ۲۲۴ ، ۲۳۳ ، ۲۴۰ ، ۲۵۲ ، ۲٦۵ ، ۲۹۳ ، ۲۹۹ ، ۳۱۵ ، ۳۲۸ ، ۳۳۱ ، ۳۳۲ ، ۳۳۹ ، ۳۴۰ ، ۳۵۵ ، ۴۳۱ ، ۴۳۳ ، ۴۴۵ ، ۴۴۸ ، ۴۵۳ -
لندن ۲۰۵ -
لوهارو ۲۴ ، ۳۰۷ ، ۳۰۸ -

م

مارهره ۲ ، ۳۱ ، ٦۲ ، ٦۴ ، ۹۲ ، ۱۰۹ ، ۱۲۲ ، ۱۲۴ ، ۴۵۵ -
مچھلی شهر ۳۸۰ -
محبوب المطابع ۴۳۲ -
محله قانون گویان ۲۵۸ -
مدینه ۱۴٦ ، ۲۹٦ ، ۳٦۲ -
مراد آباد ۱۱۵ ، ۴۱۸ -
مرشد آباد ۱٦۰ -
مشهد ۳٦۰ -
مطبع احمدی ۲۳٦ -
مطبع اخبار آفتاب عالم تاب ۴٦۹ -
مطبع حیدری ۲۹۹ -
مطبع مجتبائی ۲۵٦ -
مطبع دارالسلام ۷۸ -
مطبع سلطانی -
مطبع مفیدالخلائق ۱۵۰ ، ۱۷۳ ، ۲۸۰ -
مطبوعات مؤسسات کبیر ۱۳٦-
مکه ۱۴٦ -
میرٹھ ۱٦٦ ، ۲۱۷ ، ۲۱۸ ، ۲۳٦ ، ۲۴۲ ، ۳۵۷ ، ۳۲۳ ، ۳۴۳ ، ۳۴٦ ، ۳۹۵ ، ۴۵٦ ، ۴۵۹ -

ن

نارائنی پریس ۷۸ -
نجف ۱۴٦ -
نول کشور پریس ۴۵۹ ، ۴٦۱ -
نیپال ۲ -

و

ولایت ۳۱۳ -
ولیم ها پکنس اینڈ کمپنی سرکار روڈ ۷۰ -

ہ

ہاترس ۲۶۶ ، ۳۸۰ -

ہانسی ۵۳ ، ۲۳۲ -

ہرات ۱۳۳ -

ہوگلی ۱۱۳ -

ہندوستان ۳ ، ۶ ، ۱۸ ، ۳۲ ، ۵۵ ، ۸۶ ، ۸۸ ، ۹۷ ، ۱۱۱ ، ۱۱۳ ، ۱۳۶ ، ۱۵۳ ، ۱۶۶ ، ۱۷۶ ، ۱۷۷ ، ۲۰۸ ، ۳۱۵ ، ۳۱۸ ، ۳۳۹ ، ۳۶۰ ، ۳۶۱ ، ۳۶۲ ، ۳۶۳ ، ۳۹۸ -

فہرست کتب

آ

آب حیات ۲۲۲ ، ۲۹۱ -
آجکل (رسالہ) ۱۶ ، ۷۰ ، ۱۷۷ ، ۲۳۷ ، ۳۲۲ ، ۳۵۲ -
آفتاب عالم تاب (رسالہ) ۲۶۹ -

الف

ابر گہر بار ۲۷ -
ابطال ضرورت ۳۲ -
احسن (رسالہ) ۳۲۵ -
اخلاق جلالی ۳۶ -
اخلاق ناصری ۳۶ ، ۵۳ -
ادات الفضلا ۳۷۰ -
ادبی خطوط غالب (بکثرت حوالے) ۲ ، ۱۲ ، ۲۵۸ ، ۳۸۰ ، ۳۹۸ -
اردوے معلی (بکثرت حوالے) ۲۲ ، ۲۳ ، ۳۶ ، ۶۳ ، ۷۱ ، ۱۲۳ -
امیر حمزہ کی داستان ۱۷۸ -
انتخاب ذوق ۱۸۹ -
انتخاب رقعات ۲۳۱ ، ۲۳۹ ، ۲۵۰ ، ۲۵۱ ، ۳۵۲ ، ۲۵۴ ، ۲۵۵ -
انتخاب یادگار ۵۰ -
انشاے اردو ۲۳۱ ، ۲۳۳ ، ۲۳۴ ، ۲۳۵ ، ۲۳۹ ، ۲۴۳ ، ۲۵۰ ، ۲۵۱ ، ۲۵۲ ، ۲۵۴ ، ۲۵۵ ، ۲۵۶ -
انشاے بے خبر ۲ -
انشاے خلیفہ ۱۲۶ ، ۳۸۷ -
اودھ اخبار ۳۵۷ ، ۳۳۴ -

ب

باد مخالف (مثنوی) ۳۱ -
باغ دودر ۲۶۳ ، ۳۱۵ ، ۳۳۲ ، ۳۳۴ ، ۳۲۸ -
باغ و بہار ۸ -
بال جبریل ۷ -
برہان قاطع ۳۰ ، ۳۵ ، ۳۶ ، ۴۷ ، ۷۶ ، ۸۲ ، ۸۹ ، ۱۵۵ ، ۱۵۶ ، ۲۸۵ ، ۳۲۳ ، ۳۴۹ ، ۳۵۷ ، ۳۶۹ ، ۳۷۰ ، ۳۷۱ ، ۳۷۲ ، ۳۷۶ ، ۴۲۲ ، ۴۳۳ -
بست مقالہ قزوینی ۸۵ -
بوستان خیال ۱۷۸ ، ۳۳۱ ، ۳۳۵ ، ۳۴۸ ، ۳۵۰ -
بہارستان (سرور) ۸۴ ، ۸۵ -

بہار سخن ۲۵۸ -
بہار عجم ۴۰ ، ۱۱۲ -
بیان بخشایش ۳۰۰ ، ۳۰۱ -
بیان غالب ۳۸۹ -

پ

پاژند ۴۴ -
پرتوستان ۴۰۱ -
پنج آہنگ ۸ ، ۲۸ ، ۷۷ ، ۸۱ -

ت

تاریخ ادبیات در ایران ۳۹۳ -
تاریخ نظم و نثر (باقر) ۲۲۲ -
ترجمہ دعاے صباح (مثنوی) ۱٦ -
تجلیات ۴۲۱ ، ۴۲۲ ، ۴۲۳ -
تحفۃالعراقین ۳۷۵ -
تحفۂ رشیدی ۳٦۲ -
تحقیقی مطالعہ ۱۰۱ -
تذکرۃالمشاہیر ۱۸ ، ۴۰ -
تذکرۂ آفتاب عالم تاب ۱۱۳ -
تذکرۂ انشا ۱۷ -
تذکرۂ بے بہا ۱۴٦ -
تذکرۂ شعراے فارسی ۳٦۲ -
تذکرۃالشعرا ۴۰ -
تذکرۂ صہبائی ۱۳۱ -
تذکرۂ علماے ہند ۳۷٦ ، ۳۸۳ -
تذکرۂ نادر ۴۵۳ -
تلامذۂ غالب ۱۲ ، ۳٦ ، ٦۲ ، ٦۴ ، ۱۷۲ ، ۱۸۴ ، ۲۲۲ ، ۲۲۴ ، ۲۵۸ ، ۳۲۸ ، ۳۸۰ ، ۳۹۸ ، ۴۱۹ ، ۴۵۵ -
تنقید شعرالعجم ۵۳ -

ج

جام جہاں نما ۷۰ -
جامی (از حکمت) ٦ -
جدید نسیم اللغات ۲ ، ۱۹۳ ، ۳٦۳ -

ح

حدائق الانظار ۴۳۱ ، ۴۳۲ ، ۴۴۸ -
حدائق البلاغہ ۱۱۲ -
حدائق العجائب ۳۵۸ -
حدائق العشاق ۴۴۵ ، ۴۴٦ -

خ

خزانۂ عامرہ ۳٦۲ -
خزینۃالشعرا ۱٦ -
خطوط غالب (مہیش پرشاد) بکثرت -
خطوط غالب (مہر) بکثرت -
خم خانۂ جاوید ۵۱ ، ۱۱۳ ، ۱۱۵ ، ۱۷۷ ، ۱۷۹ ، ۱۹۰ ، ۲۲۲ ، ۲۳۷ ، ۲۴۹ ، ۲۵۸ ، ۲٦۵ ، ۲۹۱ ، ۳۳۳ ، ۳۹۸ ، ۴۵۵ -

خون نابۂ جگر ۲ -

د

داستان تاریخ اردو ۳۳۳ -
دافع ہذیان ۳۲۴ ، ۳۲۶ ، ۳۶۴ ،
۳۸۵ -
درس الفاظ ۸۳ ، ۹۰ -
درفش کاویانی ۱۸۵ ، ۴۴۲ -
دساتیر ۳۲ ، ۱۸۴ -
دستنبو ۸ ، ۳۲ ، ۵۸ ، ۶۰ ، ۸۱ ،
۹۹ ، ۱۱۴ ، ۱۵۰ ، ۱۵۱ ،
۱۵۴ ، ۱۷۳ ، ۱۹۵ ، ۱۹۶ ،
۲۲۵ ، ۲۲۶ ، ۲۶۶ ، ۲۷۴ ،
۲۷۷ ، ۲۸۱ ، ۲۹۴ ، ۲۰۴ ،
۳۰۶ -
دستور شگرف ۵۰ ، ۵۱ -
دستورالفصاحت ۱۸ ، ۱۱۲ -
دفتر بے مثال ۳۱۶ ، ۳۱۷ -
دهلی اردو اخبار ۶۸ ، ۸۸ -
دهلی کا آخری سانس ۲۶۳ -
دیوان حافظ ۱۳۶ -
دیوان درد ۲۲۲ -
دیوان غالب (اردو) ۲۶۰ ، ۲۸۳ ،
۲۸۶ ، ۲۸۷ ، ۳۹۰ ، ۴۰۰ -
دیوان غالب فارسی ۴۱ ، ۱۵۹ -
دیوان غنیمت ۱۱۲ ، ۳۶۵ -
دیوان نظامی ۱۲۸ -
دیوان نعمت خاں ۳۳۱ ، ۴۴۰ -

ذ

ذکر غالب ۱۵۴ ، ۱۸۵ ، ۱۹۹ ،
۳۱۹ ، ۴۴۱ -

ر

رشحات صفیر ۴۵۲ -
رضاکار (اخبار) ۱۴۷ -
رقعات عالم گیر ۲۸۷ -
روز روشن ۲۲۲ -
روزنامچۂ صاحب عالم ۲۶۰ -

ز

زند ۴۵ -

س

ساطع برہان ۳۵۷ ، ۳۵۸ ، ۳۶۴
۳۶۹ ، ۳۷۰ ، ۳۷۱ ، ۳۷۲ ،
۳۷۶ ، ۳۹۵ -
سبدچین ۳۱۵ ، ۳۳۲ ، ۴۲۴ ،
۴۲۸ -
سبک شناسی ۳۲ ، ۴۵ -
سخن شعرا ۲۲۲ -
سرو آزاد ۵۵ -
سکندر نامه ۳۳۳ -
سن ۱۸۵۷ء (مہر) ۱۹۹ ، ۲۳۳ -
سنبلستان ۲۵۸ -
سوالات عبدالکریم ۳۲۴ ، ۳۸۵
سه نثر ظہوری ۲ -
سیرالمصنفین ۴۳۲ -

ش

شاہ نامہ ۲۹۶ -
شبستان سرور ۴۴۸ -
شرح دفتر ابوالفضل ۵۰ -
شرح سکندر نامہ ۵۰ -
شرح گل کشتی ۵۰ -
شکایت سعایت (مثنوی) ۶۲ -
شعاع مہر ۲۹۹ ، ۳۰۰ ، ۳۰۱ ، ۴۴۳ ، ۴۴۴ -
شمع انجمن ۲۱۷ ، ۳۱۷ ، ۳۳۳ ، ۳۳۴ ، ۳۳۹ ، ۳۴۰ ، ۳۶۰ -

ص

صبح صادق ۱۱۳ -
صبح گلشن ۲۹۱ -
صحیفۂ کاملہ ۲۸۵ -
صنادید عجم ۳۶۰ -

ع

العصر (رسالہ) ۱۹۱ -
العلم (رسالہ) ۲۳۴ -
علم حیدری ۱۴۷ -
عود ہندی (بکثرت) ۳ ، ۲۹ ، ۳۲۳ ، ۳۵۷ -
علی گڑھ میگزین ۱۳۵ ، ۴۵۲ -
عہد مغل میں عزاداری ۱۴۷ -

غ

غالب (مہر) ۱۹۳ -
غیاث اللغات ۲ ، ۵۰ ، ۱۲۵ -

ف

فرہنگ آصفیہ ۸۸ ، ۱۹۳ -
فرہنگ آموزگار ۸ ، ۴۰ ، ۱۷۱ -
فرہنگ جہاں گیری ۳۶۲ -
فرہنگ رشیدی ۳۶۲ ، ۳۷۰ -
فرہنگ غالب ۴۰ ، ۸۰ -
فسانۂ عجائب ۴۴۵ ، ۴۴۶ -
فغان بے خبر ۲ ، ۱۹۷ ، ۳۴۳ ، ۳۸۳ ، ۴۳۰ ، ۴۳۳ -
فیض صغیر ۴۵۲ -

ق

قاطع برہان ۸ ، ۴۶ ، ۸۳ ، ۸۹ ، ۹۰ ، ۹۹ ، ۱۰۳ ، ۱۵۵ ، ۱۵۶ ، ۳۲۳ ، ۳۲۵ ، ۳۴۹ ، ۳۵۹ ، ۳۶۴ ، ۳۷۰ ، ۳۷۱ ، ۳۷۲ ، ۴۲۲ ، ۴۴۲ -
قاطع القاطع ۳۵۷ -
قتیل اور غالب ۱۱۴ -
قصائد عرفی ۱۳ ، ۱۴ ، ۲۱ -
قصۂ نگارین ۲۹۹ -
قنیۃ الطالبین ۳۷۰ -
قواعد تذکیر و تانیث ۴۵۲ -

ک

کلیات الشعرا ۱۱۲ ، ۳۳۴ ، ۳۶۰ -
کلیات شیفتہ ۲۱۷ ، ۳۳۳ -

کلیات صائب ۱۳۳ -
کلیات نثر فارسی ۱۵۴ -
کلیات نظم اردو ۲۲٦ -
کلیات نظم فارسی ۲۲ ، ۴۴ ، ۷۱ ، ۸۱ ، ۱۴٦ ، ۲٦۳ ، ۳۳۰ ، ۳۳۲ ، ۳۸۳ -

گ

گل ریاض ۳٦۵ -
گلزار سرور ۴۴۵ ، ۴۴۸ -
گلستان ۱۱۲ -
گلستان سخن ۱۷۲ ، ۱۸۹ ، ۱۹۰ ، ۲۹۱ -
گلشن بے خار ۲۱۷ ، ۲۹۱ -

ل

لطائف غیبی ۳٦۴ ، ۳۸۵ -
لعل و گہر ۲ -

م

مآثرالکرام ۵۵ -
ماه نو (رساله) ۲۰۱ -
ماه نیم ماه ۸ ، ۱۰۴ -
مجموعۂ قصائد ۴۵۳ -
محرق قاطع برهان ۳۲۴ ، ۳۵۸ ، ۳۸۵ -
مرآة الشعر ۲۱۴ -
مصطلحات الشعرا ۱۱۳ -
معز نامه ۴۵۰ -
معیار الاشعار ۲۵ ، ۵۲ -
معیار الشعرا ۲۴۱ -
مفید خلائق (رساله) ۳۸۰ -
مقدمات ظهوری ۳۹ -
مکاتیب غالب (بکثرت حوالے) -
منتخب اللغات ۳۹ -
منتخب اللغت ۳٦۲ -
منشآت مادھو رام ۱۲٦ -
مومن ، حیات ۳۳۳ -
موید برهان ۳۵۷ -
موید الفضلا ۷ ، ۳۷۰ -
مهر غالب ۱۰ ، ۱۲۴ -
مهر نیم روز ۸ ، ۱۰۴ -

ن

نادرات غالب ۷۱ ، ۱۰۴ ، ۱۰٦ ، ۱۲۸ ، ۱۳۲ ، ۲٦۷ ، ۲٦۸ ، ۳۸۰ -
نامۂ غالب ۳۵۷ ، ۳۹۵ -
نسخۂ حمیدیه ۳۹۰ -
نگار (رساله) ۳۲۳ ، ۴۳۲ -
نگارستان ۲۲۲ -
نگارستان فارس ۳٦۰ -
نوائے ادب ۲۱ ، ۱٦۳ -
نور الانشاء ۱۱۳ -

و

الواعظ (رساله) ۵۳ -
ورثة الانبیاء ۱۴٦ -

ه

هفت قلزم ۳۹ -
همایوں (رساله) ۳۰۳ -

فہرست مکتوب الیہم

نام	تعداد
۱ - چودھری عبدالغفور	۲۶ خط
۲ - میر مہدی حسین مجروح	۳۱ خط
۳ - مرزا حاتم علی مہر	۱۹ خط
۴ - نواب انوارالدولہ شفق	۲۰ خط
۵ - غلام غوث بے خبر	۲۵ خط
۶ - قاضی عبدالجمیل	۱۷ خط
۷ - عبدالرزاق شاکر	۱۰ خط
۷ - صاحب عالم	۲ خط
۹ - شاہ عالم	۲ خط
۱۰ - مردان علی خاں رعنا	۲ خط
۱۱ - یوسف علی ، عزیز	۲ خط
۱۲ - عبدالغفور خاں نساخ	۱ خط
۱۳ - مصطفیٰ خان شیفتہ	۱ خط
۱۴ - غلام بسم اللہ ، بسمل	۱ خط
۱۵ - عزیزالدین	۱ خط
۱۶ - مفتی محمد عباس	۱ خط
۱۷ - هرگوپال تفتہ	۱ خط
۱۸ - سرفراز حسین	۱ خط
۱۹ - علاؤالدین خاں	۱ خط
۲۰ - رحیم بیگ	۱ خط
۲۱ - ظہیرالدین کی طرف سے ان کے چچا کے نام	۱ خط
۲۲ - بے خبر کا خط غالب کے نام	۱ خط
	۱۶۷

عود ہندی کے خط مختلف مآخذ میں

نمبر شمار	عنوان یا نمبر خط طبع ہذا	صفحہ عود طبع اول	صفحہ عود طبع نارائنی	صفحہ اردوے معلی طبع اول	صفحہ خطوط غالب از مہیش پرشاد	عود ہندی نول کشور خط نمبر	صفحہ خطوط غالب از مہر	صفحہ عود ہندی طبع مبارک علی	تاریخ خط
۱	عرض ناشر	۲	۲	—	—	ص ۲	—	۱	مارچ ۱۸۵۸ء
۲	دیباچہ عبدالغفور سرور	۳	۳	—	—	ص ۳	—	۲	
۳	۱	۶	۶	ادبی خطوط خط ۱	—	خط نمبر ۱	۳۷۱	۵	

۱۸۵۸ء	۸	۴۷۳	۲	—	ادبی خطوط خط نمبر ۲	۸	۸	۲	۴
۱۸ نومبر ۵۸ء	۱۲	۴۶۹	۳	—	۱۳۱	۱۲	۱۲	۳	۵
یکم دسمبر ۵۸ء	۱۳	۴۷۰	۴	—	۱۳۱	۱۳	۱۳	۴	۶
۵۹ء	۱۴	۴۷۶	۵	—	—	۱۳	۱۴	۵	۷
مارچ ۵۹ء	۱۷	۴۷۹	۶	—	—	۱۶	۱۶	۶	۸
اپریل ۵۹ء	۱۵۷	۵۰۴	۷	—	—	۱۹	۱۹	۷	۹
اپریل ۵۹ء	۲۰	۴۸۸	۸	—	۱۳۱	۲۲	۲۲	۸	۱۰
فروری ۵۹ء	۲۲	۴۶۸	۹	—	۱۳۳	۲۲	۲۳	۹	۱۱
۵۹ء	۲۳	۴۹۴	۱۰	—	۱۳۳	۲۴	۲۴	۱۰	۱۲
مئی ۱۸۶۰ء	۱۶۲	۵۰۹	۱۱	—	۲۰۰	۲۴	۲۴	۱۱	۱۳
جون ۵۹ء	۲۳	۴۸۲	۱۲	—	۱۳۵	۲۵	۲۵	۱۲	۱۴
۵۹ء	۲۴	۴۸۳	۱۳	—	۱۳۶	۲۶	۲۶	۱۳	۱۵
جولائی ۵۹ء	۲۴	۴۸۶	۱۴	—	۱۳۶	۲۶	۲۶	۱۴	۱۶

١٧	١٥	٢٧	٢٧	٢٠١	٧٨	١٥	٥١٠	١٦٣	٢٥، ٨، ٦٠ء
١٨	١٦	٢٨	٢٨	—	—	١٦	٣٨٥	٢٥	١٨٦١ء
١٩	١٧	٢٨	٢٨	٢٠٢	—	١٧	٥٠٧	١٦٠	١٨٦١ء
٢٠	١٨	٢٩	٢٩	—	—	١٨	٣٨٣	٢٦	ستمبر ٥٩ء
٢١	١٩	٣١	٣١	١٣٧	—	١٩	٣٦٨	٢٧	٦١ء
٢٢	٢٠	٣١	٣١	١٣٧	—	٢٠	٣٨٦	٢٨	٥٩ء
٢٣	٢١	٣٣	٣٣	١٣٠	—	٢١	٣٩١	٣٠	ستمبر ١٨٦٠ء
٢٤	٢٢	٣٥	٣٥	١٣٢	—	٢٢	٣٨٨	٣٢	نومبر ١٨٦٠ء
٢٥	٢٣	٣٧	٣٧	٢٠٣	—	٢٣	٥٠٦	١٦١	جولائی ٥٩ء
٢٦	٢٤	٣٨	٣٨	—	ادبی ٩	٢٤	٣٩٣	٣٣	جون ١٨٦٢ء
٢٧	٢٥	٣٩	٣٩	١٣٣	—	٢٥	٣٩٠	٣٥	جون ٦٢ء
٢٨	٢٦	٣١	٣١	١٣٦	—	٢٦	٣٩٥	٣٦	٦٢ء
٢٩	٢٧	٣٢	٣٢	١٣٧	ادبی ٩	٢٧	٣٩٩	٣٧	٦٢ء
٣٠	٢٨	٣٢	٣٢	—	ادبی ، خط ١٠	٢٨	٣٩٦	٣٨	٦٣ء
٣١	٢٩	٣٥	٣٥	١٣٨	ادبی ١١	٢٩	٣٩٩	٣١	٦٣ء
٣٢	٣٠	٣٦	٣٦	١٥٠	—	٣٠	٥٠٢	٣٣	٦٣ء
٣٣	٣١	٣٧	٣٧	—	—	٣١	٥٠١	"	٦٢ء

۳۴	۳۲	۴۸	۴۸	۲۹۸	۱۳۵	۳۲	۳۴۹	۹۶	۱۸۵۳ء
۳۵	۳۳	۴۹	۴۹	۲۹۷	۱۳۳	۳۳	۳۵۳	۹۷	۵۶ء
۳۶	۳۴	۵۰	۵۰	۲۹۶	۱۳۳	۳۴	۳۵۲	۹۰	۵۶ء
۳۷	۳۵	۵۰	۵۰	—	۱۵۲	۳۵	۳۶۷	۹۸	۵۴ء
۳۸	۳۶	۵۱	۵۱	۳۱۵	۱۴۷	۳۶	۳۶۳	۹۹	۶۱ء
۳۹	۳۷	۵۲	۵۲	—	۱۴۹	۳۷	۳۶۵	۱۰۰	۶۲ء
۴۰	۳۸	،،	،،	۳۱۴	۱۳۰	۳۸	۳۵۱	،،	۵۵ء
۴۱	۳۹	۵۳	۵۳	۳۱۳	۱۳۲	۳۹	۳۵۲	۱۰۱	۱۸، ۱۰، ۵۵ء
۴۲	۴۰	۵۴	۵۴	۳۱۲	۱۳۴	۴۰	۳۵۴	۱۰۲	۲۹ جون ۵۶ء
۴۳	۴۱	۵۵	۵۵	۳۱۱	۱۳۶	۴۱	۳۵۵	۱۰۳	۱۰ نومبر ۵۶ء
۴۴	۴۲	،،	،،	—	۱۴۳	۴۲	۳۶۰	،،	۱۹ جولائی ۶۰ء
۴۵	۴۳	۵۶	۵۶	۳۱۰	۱۳۷	۴۳	۳۵۵	۱۰۴	۵۸ء
۴۶	۴۴	۵۶	۵۶	۳۰۸	۱۳۸	۴۴	۳۵۶	۱۰۵	۵، ۱۱، ۱۸۵۸ء
۴۷	۴۵	۵۸	۵۸	۳۰۵	۱۴۹	۴۵	۳۶۵	۱۰۶	۱۱، ۸، ۶۲ء
۴۸	۴۶	۶۰	۶۰	۳۰۳	۱۴۱	۴۶	۳۵۸	۱۰۹	۱۸۶۰ء
۴۹	۴۷	۶۲	۶۲	۳۰۲	۱۴۵	۴۷	۳۶۲	۱۱۰	اگست ۱۸۶۰ء
۵۰	۴۸	۶۲	۶۲	۳۰۱	۱۴۶	۴۸	۳۶۳	۱۱۱	۲، ۶، ۶۱ء

١٨٦٠ء	١١٢	٣٦١	٤٩	١٤٤	٣٠٠	٦٣	٦٣	٤٩	٥١
جولائی ٦٠ء	"	٣٦١	٥٠	١٤٤	—	٦٤	٦٤	٥٠	٥٢
١٨٥١ء	١٦٣		٥١	١٧٥	٢٠٦	٦٥	٦٥	٥١	٥٣
—	١٦٥	٥٨٥	٥٢	١٧٣	—	"	"	٥٢	٥٤
١٨٦٠ء	٤٤	٢٩٥	٥٣	٢٨٣	١٦٦	٦٦	٦٦	٥٣	٥٥
فروری ١٨٦٠ء	٤٥	٢٨٧	٥٣	٢٦١	١٦٩	٦٧	٦٧	٥٤	٥٦
جون ١٨٦١ء	٤٦	٢٩٤	٥٤	٢٦٩	١٦٧	٦٨	٦٨	٥٥	٥٧
جون ١٨٦١ء	١٧٥	٢٩١	٥٥	٣٢٦	٣٩٨	٦٩	٦٩	٥٦	٥٨
مئی ٦١ء	٤٧	٢٠٤	٥٦	٢٦٨	١٦٩	٧٠	٧٠	٥٧	٥٩
١٨٦٣ء	—	٣١٢	٥٧	—	١٥٢	"	"	٥٨	٦٠
٢٧، ٣، ٥٩ء	٤٧	٢٧٨	٥٨	٢٤٩	١٧٠	٧٢	٧٢	٥٩	٦١
١٨٥٩ء	٤٨	٢٧١	٥٩	٢٤٩	١٧١	٧٢	٧٢	٦٠	٦٢
١٨٥٩ء	٤٩	٣٠٢	٦٠	٢٧٨	١٧٠	٧٣	٧٣	٦١	٦٣
مارچ ١٨،٥٩ء	٥٠	٢٧٦	٦١	٢٤٧	١٧٢	٧٤	٧٤	٦٢	٦٤
جون ٦١ء	٥١	٢٩٦	٦٢	٢٧٠	—	٧٥	٧٥	٦٣	٦٥
٢٢، ١٢، ٥٨ء	٥٢	٢٧١	٦٣	٢٤١	١٧٤	٧٦	٧٦	٦٤	٦٦
مارچ ٥٩ء	٥٣	٢٧٤	٦٤	٢٤٥	١٩٨	٧٧	٧٧	٦٥	٦٧
مئی ٥٩ء	٥٤	٢٦٧	٦٥	٢٣٦	١٩٧	٧٨	٧٨	٦٦	٦٨

۵۹ء	۵۵	۲۸۰	۶۶	۲۵۲	۱۹۶	۷۹	۷۹	۶۷	۶۹
فروری ۵۹ء	۵۷	۲۷۵	۶۷	۱۳۳	۱۹۵	۸۱	۸۱	۶۸	۷۰
"	۵۹ء	۲۷۲	۶۸	—	۱۹۳	۸۲	۸۲	۶۹	۷۱
۷، ۳، ۵۹ء	"	۲۷۷	۶۹	۲۳۸	۱۹۱	۸۳	۸۳	۷۰	۷۲
اپریل ۵۹ء	۶۰	—	۷۰	۲۵۰	۱۹۰	۸۴	۸۴	۷۱	۷۳
اگست ۵۸ء	۶۱	۲۶۸	۷۱	۲۳۷	۱۸۹	۸۶	۸۶	۷۲	۷۴
اکتوبر ۵۸ء	۶۲	۲۶۹	۷۲	۲۳۹	۱۸۸	"	"	۷۳	۷۵
۶۱ء	۶۳	۳۱۰	۷۳	۲۸۸	—	۸۸	۸۸	۷۴	۷۶
۲۲، ۹، ۶۱ء	۶۵	۳۰۰	۷۴	۲۷۴	۱۸۶	۸۹	۸۹	۷۵	۷۷
۲۶، ۷، ۶۱ء	۶۶	۲۹۷	۷۵	۲۷۲	۱۸۵	۹۰	۹۰	۷۶	۷۸
۶، ۶، ۶۰ء	۶۷	۲۹۰	۷۶	۲۶۴	۱۸۵	۹۱	۹۱	۷۷	۷۹
جون ۱۸۶۱ء	"	۲۹۲	۷۷	۲۶۷	۱۸۳	"	"	۷۸	۸۰
دسمبر ۵۹ء	۶۸	۲۸۵	۷۸	۲۵۸	۱۸۲	۹۳	۹۲	۷۹	۸۱
مئی ۶ء	۶۹	۲۸۹	۷۹	۲۶۲	۱۸۱	۹۳	۹۳	۸۰	۸۲
اکتوبر ۵۹ء	۷۰	۲۸۲	۸۰	۲۵۵	۱۸۰	۹۴	۹۴	۸۱	۸۳
ستمبر ۶۲ء	۷۱	۳۰۳	۸۱	۲۷۹	۱۷۸	۹۵	۹۵	۸۲	۸۴
۱۳، ۱۲، ۵۹ء	۷۳	۲۸۶	۸۲	۲۵۹	۱۷۷	۹۷	۹۷	۸۳	۸۵

جولائی ۶۲ء	۷۴	۳۰۱	۸۳	۲۷۷	۱۷۶	۹۸	۹۸	۸۴	۸۶
نومبر ۵۹ء	۷۵	۲۸۴	۸۴	۲۵۷	۱۷۵	۹۹	۹۹	۸۵	۸۷
۱۸۵۸ء	۱۷۲	—	۸۵	۳۷	۱۲۴	،،	،،	۸۶	۸۸
جولائی ۵۸ء	۷۶	۲۱۰	۸۷،۸۶	۲۹۵	۲۴۸	۱۰۰	۱۰۰	۸۷	۸۹
ستمبر ۵۸ء	۷۸	۲۱۳	۸۸	۲۹۹	۲۵۶	۱۰۲	۱۰۲	۸۸	۹۰
۲۰، ۹، ۵۸ء	۷۹	۲۱۴	۸۹	۳۰۰	۲۴۹	۱۰۳	۱۰۳	۸۹	۹۱
۲۱، ۹، ۵۸ء	۸۰	۲۱۵	۹۰	۳۰۱	۲۵۵	،،	،،	۹۰	۹۲
۳، ۹، ۵۸ء	۸۱	۲۱۶	۹۱	۳۰۲	۲۶۲	۱۰۵	۱۰۵	۹۱	۹۳
اکتوبر ۵۸ء	۸۲	۲۱۸	۹۲	۳۰۴	۲۶۰	۱۰۶	۱۰۶	۹۲	۹۴
،،	۸۳	۲۱۹	۹۳	۳۰۵	۲۱۹	۱۰۷	۱۰۷	۹۳	۹۵
نومبر ۵۸ء	۸۵	۲۲۱	۹۴	۳۰۶	۲۶۱	۱۰۹	۱۰۹	۹۴	۹۶
نومبر ۵۸ء	۸۶	،،	۹۵	۳۰۷	۲۶۷	،،	،،	۹۵	۹۷
اکتوبر ۵۸ء	۸۶	۲۲۲	۹۶	۳۰۸	۲۶۸	۱۱۰	۱۱۰	۹۶	۹۸
دسمبر ۵۸ء	۸۸	۲۲۳	۹۷	۳۱۰	۲۶۵	۱۱۲	۱۱۲	۹۷	۹۹
جنوری ۵۹ء	۹۰	۲۱۳	۹۸	۲۹۸	۲۶۴	۱۱۳	۱۱۳	۹۸	۱۰۰
مارچ ۵۸ء	،،	۲۱۱	۹۹	۲۹۶	،،	۱۱۴	۱۱۴	۹۹	۱۰۱
مارچ ۵۹ء	۹۱	۲۲۶	۱۰۰	۳۱۲	۲۵۲	،،	،،	۱۰۰	۱۰۲
جون ۶۰ء	۹۲	۲۲۸	۱۰۱	۳۱۵	۲۵۱	۱۱۶	۱۱۶	۱۰۱	۱۰۳

۱۸۶۰ء	۹۳	۲۲۹	۱۰۲	۲۹۷	۲۵۴	۱۱۶	۱۱۶	۱۰۲	۱۰۴
۶۰ء	۹۴	۲۱۱	۱۰۳	۱۵۳	۲۵۰	۱۱۷	۱۱۷	۱۰۳	۱۰۵
فروری ۶۳ء	۱۱۳	۳۶۸	۱۰۴	—	۲۹۵	۱۱۸	۱۱۸	۱۰۴	۱۰۶
۳۰، ۱، ۵۹ء	۱۱۴	۳۲۴	۱۰۵	—	۲۷۴	۱۱۹	۱۱۹	۱۰۵	۱۰۷
۲، ۱۲، ۵۸ء	۱۱۵	۳۲۱	۱۰۶	—	۲۷۶	۱۲۰	۱۲۰	۱۰۶	۱۰۸
دسمبر ۵۸ء	۱۱۶	۳۲۲	۱۰۷	—	۲۷۳	۱۲۱	۱۲۱	۱۰۷	۱۰۹
دسمبر ۵۸ء	۱۱۷	۳۲۳	۱۰۸	—	—	۱۲۲	۱۲۲	۱۰۸	۱۱۰
جنوری ۵۹ء	"	۳۲۳	۱۰۹	—	۱۷۵	"	"	۱۰۹	۱۱۱
جنوری ۵۹ء	۱۱۸	۳۲۵	۱۱۰	—	۲۸۶	۱۲۳	۱۲۳	۱۱۰	۱۱۲
مارچ ۶۴ء	۱۲۰	۳۲۹	۱۱۱	—	—	۱۲۴	۱۲۴	۱۱۱	۱۱۳
نومبر ۱۸۶۴ء	"	۳۳۲	۱۱۲	—	—	۱۲۵	۱۲۵	۱۱۲	۱۱۴
نومبر ۶۴ء	—	۵۸۲	۱۱۳	—	—	"	"	۱۱۳	۱۱۵
۱۸۶۵ء	—	۳۸۳	۱۱۴	—	۲۳۴	۱۲۶	۱۲۶	۱۱۴	۱۱۶
۱۸۶۵ء	۱۲۱	۳۴۰	۱۱۵	—	—	۱۲۷	۱۲۷	۱۱۵	۱۱۷
اگست ۶۴ء	"	۳۴۰	۱۱۶	—	—	۱۲۸	۱۲۸	۱۱۶	۱۱۸
اگست ۶۴ء	۱۲۲	—	۱۱۷	—	۲۸۸	"	۱۲۸	۱۱۷	۱۱۹
۶۴ء	۱۲۳	۳۳۷	۱۱۸	—	۲۸۴	۱۲۹	۱۲۹	۱۱۸	۱۲۰

١٢١	١١٩	١٣٠	١٣٠	—	—	١١٩	٣٣١	١٢٣	١٨٦٥ء
١٢٢	١٢٠	١٣١	١٣١	—	—	١٢٠	٥٤٩	١٦٩	فروری ٦٥ء
١٢٣	١٢١	١٣٢	١٣٢	—	—	١٢١	٣٣٢	١٢٥	٦٥ء
١٢٤	١٢٢	١٣٣	١٣٣	—	—	١٢٢	٣٣٣	١٢٦	١٨٦٥ء
١٢٥	١٢٣	١٣٤	١٣٤	٢٧٠	٣١٣	١٢٣	٢٢٧	٩٥	١٨٥٩ء
١٢٦	١٢٤	١٣٥	١٣٥	—	—	١٢٤	٣٣٣	١٢٧	١٨٦٥ء
١٢٧	١٢٥	١٣٥	"	٢٨٢	—	١٢٥	٣٢٧	١٢٨	مارچ ٦٠ء
١٢٨	١٢٦	١٣٦	١٣٦	٢٨٠	—	١٢٦	٣٣٨	١٢٩	مارچ ٦٣ء
١٢٩	١٢٧	١٣٨	١٣٨	—	—	١٢٧	٣٣٨	١٣٠	٦٣ء
١٣٠	١٢٨	١٤٠	١٤٠	—	—	١٢٨	٣٢٨	١٣٢	٦٥ء
١٣١	١٢٩	١٤١	١٤١	٢١٣	—	١٢٩	٥٨٣	١٦٣	١٨٦٣ء
١٣٢	١٣٠	"	"	٢١٣	—	١٣٠	٥٨٣	"	دسمبر ٦٣ء
١٣٣	١٣١	١٤١	"	— ادبی	١١١	١٣١	٦١٣	١٧٥	اگست ٦٥ء
١٣٤	١٣٢	١٥٥	١٥٥	—	—	١٣٢	٥٢٧	٣٩	١٨٦٤ء
١٣٥	١٣٣	١٥٦	١٥٦	٢١٣	—	١٣٣	٥٢٨	١٣٩	١٨٦٤ء
١٣٦	١٣٤	١٥٧	١٥٧	—	—	١٣٤	٥٣٠	١٥١	١٨٦٥ء
١٣٧	١٣٥	"	"	—	—	١٣٥	"	"	—

۱۸۶۳ء	۱۵۱	۵۳۰	۱۳۶	—	—	۱۵۸	۱۵۸	۱۳۶	۱۳۸
اگست ۶۵ء	۱۵۲	۵۳۱	۱۳۷	—	—	"	"	۱۳۷	۱۳۹
اکتوبر ۶۵ء	۱۵۳	۵۳۳	۱۳۸	—	۲۱۵	۱۶۰	۱۶۰	۱۳۸	۱۴۰
۱۸۶۵ء	۱۵۳	۵۳۳	۱۳۸	—	۲۱۵	۱۶۰	۱۶۰	۱۳۹	۱۴۱
۱۰ جنوری ۶۶ء	۱۵۴	"	۱۳۹	—	—	۱۶۲	۱۶۲	۱۴۰	۱۴۲
۱۸۵۴ء	۱۵۵	۵۳۴	۱۴۰	—	—	۱۶۳	۱۶۳	۱۴۱	۱۴۳
۲۰، ۱۰، ۵۵ء	۱۳۱	۵۱۱	۱۴۱	۱۱۳	۲۰۷	۱۶۳	۱۶۳	۱۴۲	۱۴۴
۱۸۵۵ء	۱۳۲	۵۱۲	۱۴۲	۱۱۴	"	۱۶۴	۱۶۴	۱۴۳	۱۴۵
۸، ۶، ۶۶ء	"	۵۲۵	۱۴۳	۱۲۸	۲۱۳	۱۶۴	۱۶۴	۱۴۴	۱۴۶
۲۸، ۸، ۵۹ء	۱۴۳	"	۱۴۴	"	"	۱۶۵	۱۶۵	۱۴۵	۱۴۷
۸، ۹، ۵۹ء	"	۴۱۴	۱۴۵	۱۱۶	"	۱۶۵	۱۶۵	۱۴۶	۱۴۸
۲۹، ۴، ۵۹ء	۱۴۳	۴۱۵	۱۴۶	۱۱۷		۱۶۶	۱۶۶	۱۴۷	۱۴۹
۲۲، ۲، ۶۱ء	۱۴۴	—	۱۴۷	۱۱۵	۲۱۲	۱۶۶	۱۶۶	۱۴۸	۱۵۰
۳۰، ۶، ۶۱ء	۱۴۵	۵۱۵	۱۴۸	۱۱۷	۲۱۱	۱۶۷	۱۶۷	۱۴۹	۱۵۱
۱۹، ۶، ۶۳ء	"	—	۱۴۹	۱۱۹	۲۱۱	۱۶۷	۱۶۷	۱۵۰	۱۵۲
۱۵، ۱۲، ۶۳ء	۹۴۶	۵۱۹	۱۵۰	۱۲۱	۲۱۰	۱۶۷	۱۶۷	۱۵۱	۱۵۳
۳۰، ۹، ۶۳ء	"	۵۲۰	۱۵۱	۱۲۲	"	۱۶۸	۱۶۸	۱۵۲	۱۵۴

۱۵۵	۱۵۳	۱۶۸	۱۶۸	۲۱۰	۱۲۲
۱۵۶	۱۵۴	"	"	۲۰۹	۱۱۹
۱۵۷	۱۵۵	"	"	"	۱۲۲
۱۵۸	۱۵۶	۱۶۹	۱۶۹	"	۱۲۵
۱۵۹	۱۵۷	"	"	—	"
۱۶۰	۱۵۸	"	"	۲۰۸	۱۲۷
۱۶۱	۱۵۹	"	"	۲۱۶	—
۱۶۲	۱۶۰	۱۷۰	۱۷۰	۲۱۷	—
۱۶۳	۱۶۱	۱۷۱	۱۷۱		—
۱۶۴	۱۶۲	۱۷۴	۱۷۴	۳۴۶	—
۱۶۵	۱۶۳	۱۷۵	۱۷۵	۲۷۹	—
۱۶۶	۱۶۴	۱۷۶	۱۷۶	"	—
۱۶۷	۱۶۵	"	"	—	—
۱۶۸	۱۶۶	۱۷۸	۱۷۸	—	—
۱۶۹	۱۶۷	"	"	—	—
۱۷۰	۱۶۸	۱۷۹	۱۷۹	—	—
۱۷۱	۱۶۹	۱۸۰	۱۸۰	—	—

۱۵۲	۵۲۰	۱۴۶	۲۹، ۹، ۶۱ء
۱۵۳	۵۱۷	۱۴۷	۱۸۶۴ء
۱۵۴	۵۲۰	"	۰۸، ۶، ۶۴ء
۱۵۵	۵۲۳	"	۲۴، ۹، ۶۴ء
۱۵۶	"	۱۴۸	۷، ۱۱، ۶۵ء
۱۵۷	۵۲۵	"	۱۸۵۸ء
۱۵۸	۵۷۹	۳۷۰	۱۶، ۸، ۶۲ء
۱۵۹	"	۱۷۱	۷، ۷، ۶۵ء
۱۶۰	۳۳۲	۱۳۳	۲۳، _، ۶۶ء
—	۴۴۶	۱۳۶	۱۰، ۱، ۶۶ء
۱۶۲	۳۳۵	۱۳۷	۱۸۶۶ء
۱۶۳	۳۳۷	۱۳۸	۱۲، ۱، ۶۶ء
۱۶۵	—	۱۳۹	۱، ۴، ۶۶ء
۱۶۴	۳۳۶	"	—
۱۶۶	"	"	—
۱۶۸	۶۳۸	۱۸۸	—
۱۶۹	۶۳۴	۱۸۹	—

۱۷۲	۱۷۰	۱۸۲	۱۸۲	—	—	۱۷۰	۶۳۰	۱۹۰	—
۱۷۳	۱۷۱	۱۸۴	۱۸۳	—	—	۱۷۱	۶۳۷	۱۹۲	—
۱۷۴	۱۷۲	۱۸۵	۱۸۴	—	—	۷۲	۶۳۶	۱۹۳	—
۱۷۵	۱۷۳	۱۸۵	۱۷۵	—	—	۱۷۳	۵۸۱	۱۷۰	—
۱۷۶	۱۷۴	۱۸۶	۱۸۶	تقریظ قاق بر عودهندی		ص ۲۶۱	—	۱۹۴	—
۱۷۷	۱۷۵	۱۸۸	—	قطعات تاریخ عود		—	—	—	—

طبع اول

صحت نامۂ اغلاط

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲ حاشیہ نمبر ۱ غلط ہے۔ چودھری عبدالغفور سرور کے بجائے صاحب عالم کے حالات			
۲ حاشیہ	۸	پھر منشی ہوئے	پھر میر منشی ہوئے
۷ حاشیہ	۱۴	نول کشور ، مسلم	نول کشور ''مسلم''
۱۳ حاشیہ	۶	کام استفہامیہ	کاف استفہامیہ
۱۳ حاشیہ	۷	با بمعنی برائے	را بمعنی برائے
۱۳ حاشیہ	۱۰	حاشیہ قصائد عر	حاشیہ قصائد عرفی
۱۵	۷	''دیوانگی محبت''	''دیوانگی و محبت''.
۱۶	۱۲	گفتی اور شدی ایک مصرع ۔	غلط و زائد
۲۳ حاشیہ	۷	ج ۲ اور	ج ۲ کی اور
۲۳ حاشیہ	۱۳	بعض ضروری افادات کے لیے الخ ۔	غلط و زائد
۲۷	۱۲	کڑھے ہوے	کھڑے ہوے
۲۸	۹	یونہی رهنے دیا ہے که اس کو ۔	یونہی رهنے دیا ہے اس کو ۔
۳۰	۱۱	چوں ناله نمودمی	چوں ناله نمودی
۳۱ حاشیہ	۴	گرانی گوش	گراں گوشی
۳۲ حاشیہ	۸	زرتشی	زردشتی
۳۳	۲	علی التواتر اتر آنا	علی التواتر آنا
۳۳	۱۳	تقصیر معاف کریں گے اگرچه ۔	تقصیر معاف کریں ، اگرچه ۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۳ حاشیہ	۸	تاریخ نہ چاھیے	تاریخ معین نہ کرنا چاھیے -
۳۵	۱۴	حاش	حاشا
۳۶	۱۲	صاحب عالم کی طرف	صاحب عالم صاحب کی طرف -
۴۱ حاشیہ	۱۱	بہ زن آتش	بزن آتش
۴۶	۱۳	اور مسئلہ	اور یہ مسئلہ
۸۰	۱۸	سلام پہنچے ۱۲ - ۱۲ پیر و مرشد -	سلام پہنچے ۱۲-۱۲ یہاں سے روئے سخن حضرت پیر و مرشد صاحب عالم کی طرف ھے ۴ -
۹۰ حاشیہ	۶	(ب) اپریل ۱۸۶۰ء کو پنشن -	(ب) مئی ۱۸۶۰ء کو پنشن ملی -
۱۰۰	۹	خط نمبر ۲۴	غلط ہے ، اسے مسلسل خط سمجھا جائے -
۱۰۰ حاشیہ	۳	پورا حاشیہ نظری ھے	قیاس ھے کہ خط اواخر جون کا ھے -
۱۰۲	۱۰	نمی باشد چراغ	نمی باشد چراغی
۱۰۵	۷	اب دل وہ دل کہاں ہے -	اب وہ دل کہاں ہے
۱۰۶	۱۵	مع صرف اشتیاق	مع صنوف اشتیاق
۱۰۶ حاشیہ	۳	نادر خطوط	نادرات
۱۱۰	۴	صاحب عالم صاحب کی	صاحب عالم کی
۱۱۸	۵	ورم ھے ، سخت	ورم بھی سخت
۱۱۸	۱۷	خاقانی و انوری	خاقانی و سنائی و انوری
۱۱۹	۶	رودکی و فردوسی ؟	رودکی و اسدی و فردوسی ؟
۱۱۹	۱۵	یہ طرز ھی اور ھے	یہ طرز اور ھی ھے

۱۲۱	۲	قائم تجھ سے طلب ہوئے	قائم اب تجھ سے طلب ہوئے۔ (متن میں ''اب'' لیکن صحیح ''اور'' ہے)
۱۲۱	۷	بیش یہ تیز نشتر	بیش تر یہ تیر نشتر
۱۲۲	۶	اسی صورت روٹی	اسی صورت سے روٹی
۱۲۳	۲	(۴۷)	(۴۸)
۱۲۵	۹	خوشنودی طبع پر ہوگئے	خوشنودی طبع اقدس پر ہوگئے۔
۱۲۶	۱۴	وہ میرا ہم شیر	وہ میرا باہم شیر
۱۲۸	۹	تحسین نہ لکھ سکا	تحسین نہیں لکھ سکا
۱۲۹	۱۶	اب جب آپ مجھ کو	اب آپ مجھ کو
۱۲۹	۱۸	———	غلط
۱۳۱	۷	عرض داشت اس کے بعد	عرض داشت بعد اس کے
۱۳۲	۱۱	عکسری	عسکری
۱۳۴ حاشیہ	۳	غمگیں	عمگین
۱۳۹	۴	اسی دن اخیر روز	اسی دن آخر روز
۱۶۰	۱۹	چھت کا مسالہ	چھت کا مصالح
۱۶۲ حاشیہ	۴	غالب کے داروغے	غالب کے داروغہ
۱۶۹	۹	کہہ جاتا ہے	کہے جاتا ہے
۱۹۵	۵	میر نصیر الدین کو دعا کہہ دینا۔	میر نصیر الدین کو دعا کہہ دینا اور یہ خط دکھا دینا۔
۱۹۵ حاشیہ	۳	اور غالب صحیح	اور خطوط غالب صحیح
۲۰۰	۵	وہ گزارش کیا	وہ بھی گزارش کیا
۲۰۱	۱۶	نصیرالدین چراغ کو	نصیرالدین چراغ دھلی کو۔
۲۰۲	۹	برپا ہوتی	برپا ہوجاتی

۲۰۶	۵	عزیمت کیا ہے ؟ میر نصیرالدین ۔	عزیمت کیا ہے ؟ میر اشرف علی آپ تو دائر سائر تھے ، پانی پت میں مقیم کیوں کر ہو گئے ، کچھ لکھیے تو میں جانوں ۔ میر نصیرالدین ۔
۲۱۱	۱۳	تو بھی عید یہیں کریں	تو عید بھی یہیں کریں
۲۱۲	۴	اور لکھے رکھے تھے	اور لکھے رکھے ہوئے تھے ۔
۲۱۸	۹	سڑک پر بیٹھا ہے	سڑک پر بیٹھتا ہے
۲۱۹	۱۳	بسنے کی کون مہورت	بسنے کی کون سی مہورت ۔
۲۲۲	۹	یہ شعر میر درد	یہ شعر خواجہ میر درد
۲۲۴	۸	ایک میرا بیٹا	ایک میرا پیارا بیٹا
۲۲۶	۹	خوشی ہی نہیں	خوشی ہے بھی نہیں
۲۳۶	۱۲	پہنچ جائے گا	پہنچ جائے
۲۳۹	۳	الفت پر خبر پائیں	الفت پر اطلاع پائیں
۲۳۹	۲	مصرع	ع
۲۴۳	۶	گول میدان نکلا	گول میدان نکلنا
۲۴۶	۵	تم کو تو بے کاری	تجھ کو تو بے کاری
۲۴۶	۱۲	بہ حال اور برقرار	اور بحال اور برقرار
۲۴۷	۴	خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب ۔	خط آیا ، ادھر پڑھا ہے، ادھر جواب ۔
۲۵۵	۱۰	برسات جمیع حالات کی	برسات جمیع حالات کا
۲۵۵	۶	غرہ ماہ صفر	غرہ صفر
۲۵۷	۸	خبر گرم ہے	خبر گرم
۲۵۸ حاشیہ	۳	خواجہ دیپ چند	دیپ چند

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵۹	۱۳	اس کی شہرت میری بھی	اس کی شہرت میں میری بھی ۔
۲۶۰	۷	مصرع	ع
۲۷۲	۱۱	خلد اللہ ملکھا	خلد اللہ ملکہ
۲۷۳	۱۶	بہ سبیل ڈاک میں پاتا ہوں ۔	بہ سبیل ڈاک پاتا ہوں
۲۷۵	۷	اور کہنا ہے	اور کیا کہنا ہے
۲۷۷	۱۸	ورق پانچوں کتابوں کے	ورق پانچ کتابوں کے
۲۷۸	۴	اور ان پانچوں کتابوں	اور ان پانچ کتابوں
۲۷۸	۷	ارشاد کریں کہ سات جلدیں ۔	ارشاد کریں کہ یہ سات جلدیں ۔
۲۷۸	۱۴	اور نواب حسین مرزا	اور حسین مرزا
۲۸۰	۴	جلدیں آپ بنوالی	آپ کی بنوائی
۲۸۰	۶	مفید خلائق کی ذھن	مفید خلائق ذھن
۲۸۲	۱۰	آیا شہار ا نے	آیا شہار ائمہ نے
۲۸۲	۱۹	مصرع	ع
۲۸۵	۱	کرم حسین ایک	کرم حسین صاحب ایک
۲۸۵	۷	پہ چکنی ڈلی	پہ یہ چکنی ڈلی
۲۸۷	۷	اپنے خط میں لکھ دیا	وہ خط میں لکھ دیا
۲۹۰	حاشیہ آخری سطر	دیکھیے خط نمبر ۱۴	دیکھیے خط نمبر ۱۰۰
۲۹۵	۱۵	اور غزل کے طالب	اور اس غزل کے طالب
۲۹۶	۲	مرزا صاحب !	جناب مرزا صاحب !
۲۹۶	۱۵	غضب کے ہوتے ہیں	غضب ہوتے ہیں
۲۹۸	۱۸	ذکر بہ ہمہ جہت	ذکر ہمہ جہت
۳۰۰	۱۸	کہ سرنامے پر محلے	کہ میرے خط کے سرنامے پر محلے ۔
۳۰۰	۲۰	قریب کا پتہ	قرب کا پتہ

٣٠١	١٤	رمضان کی ، ١٥ فروری	رمضان کی اور ١٥ فروری -
٣٠٢		پھر سو گیا - دوتین مہینے میں	پھر سو گیا ، پھر ہوشیار ہو گیا ، سال بھر میں سے تین حصے دن یوں گزرے، پھر تخفیف ہونے لگی ، دوتین مہینے میں -
٣٠٣	١٤	آرزومند پنشن کا	آرزو مند - اس پنشن کا
٣٠٥	٧	روانگی کی خبر میں بھی اختلاف -	روانگی کی بھی خبر میں اختلاف -
٣١٠	١	زیادہ حد آداب -١٢	زیادہ حد ادب - ١٢
٣١٣	٨	قیاساً جوچاہوں سو کروں	قیاس جو چاہوں سو کروں -
٣١٤	٣	صدر بورڈ کو ایک عریضہ جدا جدا -	صدر بورڈ کو ایک ایک عریضہ جدا جدا -
٣٢١	١٥	(١٨٥٦ء)	(١٨٦٥ء)
٣٢٥	٣	میں سادہ دل آزردگی یاد	میں سادہ دل آزردگی یار
٣٤٧	٨	حسن طلب به ایمائے حکام ہوگی -	حسن طلب به ایمائے حکام ہوگا -
٣٥٠	١٣	وہ مسکین ، وہ نامراد	وہ مسکین و نامراد
٣٥١	١٥	در بکلی بے مرادت	ور به کلی بے مرادت
٣٦٠	٢	علم صرف ، نحو	علم صرف و نحو
٣٦١	١	شعر کا اخیر کا مصرع	شعر اخیر کا مصرع
٣٦٧	٢	”رید“ کو اور ”کود“	”رید“ اور ”کود“
٣٦٨	٦	ترنم سے مایوس	ترنم سے مانوس
٣٦٨	١٩	کتنے محققین نے آپ کو	کتنے محققین نے ان کو
٣٦٩	٥	مضارع کی بحث جس سے	مضارع کی بحث میں سے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۷۰		مضاف و مضاف الیه محذوف باید دانست ۔	مضاف و مضاف الیه کے معنی محذوف باید دانست ۔
۳۷۲	۱٦	مقصود این است که	مقصود ما این است که
۳۷٦	۸	رکاکت سر انداختند	رکاکت سرانداخته
۳۷٦ حاشیه	٦	دارالحراب	دارالحرب
۳۸۱	۱۰	و مستم ، بلی	و مستم ، بللی
۳۸۲	۲	طالب عهد استم طالب عهد است یعنی عهد است ۔	طالب عهد الستم ، طالب عهد الست ، یعنی عهد الست ۔
۳۸۲	۳	سر خوش عهد است به محل	سرخوش عهد الست به محل ۔
۳۸۳	۱۸	مکتوبوں ، رسالوں ، نسخوں ، کتابوں کے مجموعے شیرازہ بستہ چھاپا ۔	مکتوبوں اور رسالوں و نسخوں و کتابوں کے مجموعے شیرازہ بستہ و چھاپا ۔
۳۸۳	۲۱	مجھ کو ان تحریر	مجھ کو ان کی تحریر
۳۸۸	۱۳	اندھا کہنا چاھیے	اندھا کہا چاھیے
۳۸۸ حاشیه	۲	زینبی"	زینبی" لکھتے تھے
۳۹۰	۵	شخیت گل	شخصیت گل
۳۹۲	۳	تقریب وھاں جانے کی	تقریب وھاں کے جانے کی ۔
۳۹٦	٦	چاھے نصفت	چاھیے نصفت
۴۰۰ حاشیه	۹	(جومل سکے ھیں) مرزا کے جنون تعلقات	(جو مل سکے ھیں) سے معلوم ھوتا ھے کہ مرزا کے جنون سے تعلقات ۔
۴۰۷	۱	لاحول ولا	لاحول ولا قوۃ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۱۰	۳	اهداء کو دواه کیا	اهداء کو دوام کیا
۴۱۴	۵	شایسته مدح (۱۶۹) نهیں (تو یه ستائش راجع آپ کی طرف هوگی، گویا یه قصیده آپ هی کی) مدح میں هے -	شائسته (مدح) نهیں، تو یه ستائش راجع آپ کی طرف هوگی، گویا یه قصیده آپ (هی) کی مدح (۱۶۹) میں هے -
۴۲۴	۳	موافق دستور آیا	موافق دستور قدیم آیا
۴۲۴	۱۴	مع هذا امراض و آلام	مع هذا امراض جسمانی و آلام
۴۲۸	۱	شعار غالب آزاد جز دعا	شعار غالب آزاده جز دعا -
۴۲۹	۱	تاری پیش نیست	تاری بیش نیست
۴۲۹ حاشیه	۱	ایکهفته	ایکهفه
۴۳۰	۶	الطاف حسین کو سلام	الطاف حسین صاحب کو سلام -
۴۳۲	۱	اله آباد میں مجموعه	اله آباد میں وه مجموعه
۴۳۲	۳	حد ادب جواب طلب - ۲ ،	حد ادب، نامه جواب طلب - ۱۲ -
۴۳۳	۵	نظر افروز هوئی	نظر فروز هوئی
۴۳۳	۶	جدت طرازی اس کا نام	جدت طرز اس کا نام
۴۴۹	۲۴	حمزهٔ دیوکش رستم جیسا	حمزهٔ دیوکش کو رستم جیسا -
۴۵۲ حاشیه	۵	۸۳ء کے بجائے ۸۴ء	۱۲۸۳ھ کے بجائے ۱۲۸۴ھ -
۴۵۴	۲۳	—	غلط هے
۴۵۷	۸	فراوا اقبال	فراوان اقبال